قومی نصاب ۲۰۲۲-۲۳ء کے مطابق

مطالعۂ پاکستان

برائے جماعت بارھویں

ضمنی مطالعاتی مواد

نیشنل بک فاؤنڈیشن

بطور

وفاقی ٹیکسٹ بک بورڈ، اسلام آباد

© 2025 نیشنل بک فاؤنڈیشن بطور وفاقی ٹیکسٹ بک بورڈ

اس اشاعت کے تمام حقوق محفوظ ہیں۔ اس اشاعت کا کوئی بھی حصہ بغیر نیشنل بک فاؤنڈیشن کی تحریری اجازت کے کسی بھی شکل یا طریقے سے، خواہ وہ الیکٹرانک، میکانیکی، فوٹو کاپی، ریکارڈنگ، یا کوئی اور طریقہ ہو، دوبارہ تخلیق، ذخیرہ یا منتقل نہیں کیا جاسکتا۔ غیر مجاز استعمال، نقل، یا تقسیم سختی سے ممنوع ہے اور قانونی کارروائی کا سبب بن سکتی ہے

ضمنی مطالعاتی مواد

مطالعہ پاکستان بارہویں جماعت کے لیے

(قومی نصاب 2022-23 کے مطابق)

مصنفین

ڈاکٹر عمران شہزاد (منتظم مصنف)

سہیل بن عزیز، ڈاکٹر کامران نسیم، شمسہ ملتی، خدیجہ سلیم (شریک مصنفین)

مترجم:

ڈاکٹر عمران شہزاد، سہیل بن عزیز، ڈاکٹر کامران نسیم، شمسہ ملتی، خدیجہ سلیم

معاونین: احمد نواز (ڈیزائنر)

نگران درسی کتب نیشنل بک فاؤنڈیشن

ڈاکٹر کامران جہانگیر، منیجنگ ڈائریکٹر، نیشنل بک فاؤنڈیشن

انچارج درسی کتب نیشنل بک فاؤنڈیشن

منصور احمد، ڈپٹی ڈائریکٹر

یہ کتاب پاکستان میں پرنٹ کی گئی ہے

اشاعت اول۔ طباعت اول: جولائی 2025 | صفحات: 268 | تعداد: 90,000

قیمت: -/350، کوڈ: STU-524، آئی ایس بی این: 978-969-37-1826-3

طابع: گل زمان پرنٹنگ پریس، پشاور

نیشنل بک فاؤنڈیشن کی دیگر اشاعتوں کے بارے میں مزید معلومات کے لیے رابطہ کیجئے، ویب سائٹ www.nbf.org.pk ملاحظہ کریں۔

آپ ہمیں 051 9261125 نمبر پر فون یا ای میل books@nbf.org.pk کے ذریعے بھی رابطہ کر سکتے ہیں۔

اس کتاب کے بارے میں اپنی رائے دینے کے لیے nbftextbooks@gmail.com اور textbooks@snc.gov.pk پر ای میل بھیجئے۔

نوٹ: اس کتاب میں شامل تمام تصاویر، آرٹ ورک، نقشہ جات وغیرہ صرف تعلیمی اور تشہیری مقاصد کے لیے ہیں، جو عوامی مفاد کے لیے فائدے مند ہیں۔

اس درسی کتاب میں استعمال ہونے والے پاکستان کے منظور شدہ نقشے پنجاب کریکولم اینڈ ٹیکسٹ بک بورڈ کی ویب سائٹ

https://pctb.punjab.gov.pk/node/1

اور قومی نصاب کونسل کی ویب سائٹ

https://ncc.gov.pk/Detail/YjJmOGRlMzQtYjE4MS00ZDE1LWExNWItYmE2NzIyYTY4MDk1

سے لیے گئے ہیں۔

پیش لفظ

مطالعہ پاکستان کی بارہویں جماعت کی کتاب قومی نصاب ۲۰۲۲-۲۰۲۳ کے مطابق نیشنل بک فاؤنڈیشن (NBF) کے زیر اہتمام تیار کی گئی ہے۔اس کتاب کا مقصد طلبہ میں منطقی سوچ کو فروغ دے کر ان کی سیکھنے کی صلاحیتوں کو پروان چڑھانا اور گذشتہ جماعتوں کے حاصل کردہ علم کی بنیاد پر تدریجی طور پر اعلیٰ سطح کی سوچ کو فروغ دینا ہے۔ تجرباتی مہارت پر زور دینے کی ایک اہم وجہ یہ ہے کہ جو تصورات اور طریقے متعارف کروائے گئے ہیں ان کا حقیقی زندگی سے تعلق پیدا کیا جائے۔اس طریقہ کار کا مقصد یہ ہے کہ طلبہ کے سیکھنے کی رفتار میں اضافہ کرتے ہوئے انھیں روزمرہ کے مسائل حل کرنے کے قابل بنایا جائے اور وہ ان تصورات کی بنیاد کو مکمل طور پر سمجھ لیں جو اگلی جماعتوں میں مددگار ثابت ہوں گے۔

ماہر اور تجربہ کار مصنفین کی کوششوں کے بعد اس کتاب کے جائزے کا اہتمام کیا گیا اور پیشہ ورانہ ماہرین تعلیم کی جانب سے تفصیلی جائزے کے بعد اس کتاب کو حتمی ترتیب دی گئی۔کوشش کی گئی ہے کہ مواد کو طلبہ کے لیے آسان اور دلچسپ انداز میں پیش کیا جائے تاکہ وہ بہتر طریقے سے سمجھ سکیں۔

نیشنل بک فاؤنڈیشن کا ادارہ ہمیشہ اپنی کتابوں کے معیار میں بہتری لانے کی کوشش کرتا ہے۔اس کتاب میں ایک بہتر ڈیزائن، تصاویر اور حقیقی زندگی سے متعلق دلچسپ سرگرمیاں شامل کی گئی ہیں تاکہ اسے نوجوان طلبہ کے لیے پرکشش بنایا جاسکے۔تاہم بہتری کی گنجائش ہمیشہ رہتی ہے اور طلبہ، اساتذہ اور دیگر ماہرین کی تجاویز اور آرا کا خیر مقدم کیا جاتا ہے تاکہ اس کتاب کے آئندہ ایڈیشنز کو مزید بہتر بنایا جاسکے۔

اللہ تعالیٰ ہمیں ہدایت دے اور ہماری مدد فرمائے (آمین)۔

ڈاکٹر کامران جہانگیر

مینجنگ ڈائریکٹر

مطالعہ پاکستان کی اہمیت

مطالعہ پاکستان کا مضمون طلبہ کو پاکستان کی ثقافت، تاریخ، جغرافیہ اور عالمی حیثیت کے بارے میں گہری تفہیم حاصل کرنے میں مدد دیتا ہے جو انہیں معاشرتی زندگی میں مؤثر طور پر شریک ہونے اور معنی خیز طریقے سے آگے بڑھنے کے لیے ضروری علم فراہم کرتا ہے۔ یہ ملک و قوم سے محبت اور شناخت کا احساس پیدا کرتا ہے، جو طلبہ کو باخبر اور ذمہ دار شہری بننے کے لیے تیار کرتا ہے اور آگے چل کر طلبہ اپنے ملک کی ترقی میں مثبت کردار ادا کرتے ہیں۔

پاکستان کے معاشرتی اور ثقافتی پہلوؤں کے بارے میں مطالعہ کرتے ہوئے طلبہ ان روایات، زبانوں اور عادات کے بارے میں سمجھنا سیکھتے ہیں جو ایک قوم کی تشکیل کرتی ہیں۔ تفریح اور کھیلوں کی سرگرمیوں کا جائزہ لے کر طلبہ جسمانی صحت، ٹیم ورک اور نظم و ضبط کی اہمیت کو فرد اور قومی ترقی کے پس منظر میں سمجھتے ہیں۔ یہ سمجھنا کہ کھیل کس طرح مختلف افراد اور معاشروں کو یکجا کرتے ہیں اور ملک کو بین الاقوامی سطح پر شناخت فراہم کرتے ہیں۔ کھیل فخر کا احساس پیدا کرتے ہیں اور ذاتی نشوونما کی اہمیت کو اجاگر کرتے ہیں۔

آئین سازی کا مطالعہ طلبہ کو ملک کے قانونی اور حکومتی ڈھانچوں سے آگاہ کرتا ہے جس سے انہیں اسلامی جمہوریہ پاکستان کے شہری ہونے کے ناطے اپنے حقوق اور ذمہ داریوں کے بارے میں علم حاصل ہوتا ہے۔ قانون کی حکمرانی اور جمہوریت کے احترام کو پروان چڑھاتی ہے۔ شہریت اور پائیدار معاشرتی ترقی پر زور دیتے ہوئے مطالعہ پاکستان ماحولیات کے تحفظ اور سماجی انصاف کے لیے ذمہ داری کا مضبوط احساس پیدا کرتا ہے۔ جب طلبہ اپنی شہری ذمہ داریوں کے بارے میں سیکھتے ہیں تو وہ شہری شرکت اور ذمہ دار رویوں کے ذریعے اپنے کردار کے بارے میں بہتر آگاہی حاصل کرتے ہیں۔

پاکستان کی خارجہ پالیسی اور دوسرے ممالک کے ساتھ اس کے تعلقات کا مطالعہ طلبہ کو عالمی تعلقات کے متعلق وسیع نقطہ نظر فراہم کرتا ہے۔ یہ انہیں سفارت کاری اور عالمی تعاون کی اہمیت کو سمجھنے میں مدد دیتا ہے کہ عالمی واقعات کس طرح ملکی پالیسیوں پر اثر انداز ہوتے ہیں۔ یہ علم آج کی دنیا میں بہت ضروری ہے۔ مطالعہ پاکستان صرف ایک مضمون نہیں ہے بلکہ طلبہ کو پاکستان کو بہتر طور پر سمجھنے، اس کے چیلنجز اور عالمی حیثیت کے بارے میں آگاہی فراہم کرنے کے لیے ایک اہم ذریعہ ہے۔ اس مضمون کا مطالعہ کر کے طلبہ نہ صرف علم حاصل کرتے ہیں بلکہ وہ مہارتیں اور اقدار بھی سیکھتے ہیں جو نہ صرف انہیں باخبر اور ذمہ دار شہری بنانے کے لیے ضروری ہیں بلکہ قومی ترقی اور عالمی کمیونٹی میں اپنا کردار ادا کرنے میں بھی ممد و معاون ثابت ہوتی ہیں۔

بِسۡمِ اللّٰهِ الرَّحۡمٰنِ الرَّحِيۡمِ

اللہ کے نام سے شروع جو بڑا مہربان، نہایت رحم والا ہے

فہرست مضامین

حصہ اول: پاکستان کی تاریخ

باب اول: پاکستان کی نظریاتی اساس ---------- 06

باب دوم: پاکستان میں سیاسی ارتقاء ---------- 31

حصہ دوم: پاکستان کا جغرافیہ

باب سوم: سرزمین پاکستان اور ماحولیاتی خطرہ ---------- 53

باب چہارم: قدرتی نباتات اور پاکستان کے جنگلات ---------- 77

حصہ سوم: پاکستان کے وسائل اور معاشی ترقی

باب پنجم: معدنیات، توانائی کے وسائل اور ٹیلی کمیونی کیشن ---------- 93

باب ششم: صنعت، لائیوسٹاک اور مچھلی فارمنگ ---------- 120

حصہ چہارم: پاکستان میں ثقافتی تنوع

باب ہفتم: قومی یکجہتی اور سیاسی ہم آہنگی ---------- 147

باب ہشتم: تفریح۔سیاحت ---------- 167

حصہ پنجم: آئین پاکستان

باب نہم: آئینی ارتقاء ---------- 183

باب دہم: حقوق و فرائض ---------- 201

حصہ ششم: پاکستان اور بین الاقوامی امور

باب گیارہ: پاکستان کی خارجہ پالیسی ---------- 227

باب بارہ: پاکستان اور بین الاقوامی امور ---------- 248

باب: 01

حصہ اول:
پاکستان کی تاریخ

پاکستان کی نظریاتی اساس

یہ سبق پڑھنے کے بعد طلبہ اس قابل ہو جائیں گے کہ وہ:

- نظریہ پاکستان کے بنیادی اجزا کا تجزیہ کر سکیں۔
- دو قومی نظریہ اور اس کی ابتدا کا تجزیہ کر سکیں۔
- قیام کے وقت پاکستان کو درپیش معاشی، جغرافیائی، آئینی و انتظامی مسائل کو سمجھ سکیں۔
- بتا سکیں کہ کس کامیابی سے پاکستان نے ان درپیش مسائل پر قابو پایا۔

نظریہ پاکستان اور پاکستان کے ابتدائی مسائل

پاکستان کی اساس دو قومی نظریہ ہے جس کا مطلب تھا کہ برصغیر میں بسنے والے مسلمان ایک الگ قوم ہیں۔ دو قومی نظریہ ہی نظریہ پاکستان کہلاتا ہے۔

آئیڈیالوجی (نظریہ) کیا ہے؟

لفظ "آئیڈیالوجی" دو یونانی الفاظ "آئیڈیا" اور "لوگوس" سے مل کر بنا ہے جس کا مطلب ہے "خیالات کا مطالعہ" یا ان کا علم۔ کسی قوم کی اجتماعی سوچ یا ان کے عقائد واقدار کے مجموعے کو "نظریہ" کہہ سکتے ہیں۔ کسی قوم کا نظریہ ہمیشہ اس کے افراد کے ذہنی رجحانات، امیدوں، جذبات، آرزوؤں، مقاصد اور ان کے حصول کے عزم کی عکاسی کرتا ہے۔

نظریۂ پاکستان (دو قومی نظریہ)

نظریہ پاکستان اس عقیدے پر مبنی ہے کہ برصغیر کے مسلمان ایک علیحدہ قوم ہیں۔ یہ نظریہ اس یقین پر مبنی ہے کہ مسلمانوں کا مذہب، ثقافت، تہذیب و تاریخ اور طرزِ زندگی برصغیر میں بسنے والی دوسری اقوام سے مختلف ہے۔ باوجود اس کے کہ مسلمانانِ ہند برصغیر میں بسنے والی دوسری اقوام کے ساتھ ایک ہزار سال سے زیادہ عرصہ اکٹھے رہتے رہے ہیں۔ انھوں نے اپنی علیحدہ شناخت برقرار رکھی اور دوسری اقوام میں ضم نہ ہو سکے۔ مسلمانوں کو علیحدہ شناخت اسلام کے اصولوں پر عمل پیرا ہونے کی وجہ سے ملی جس نے انھیں ایک منفرد قوم بنا دیا۔ اس علیحدہ شناخت کی بنیاد پر ہندوستان کے مسلمانوں نے اپنے لیے ایک علیحدہ وطن کا مطالبہ کیا۔

نظریہ پاکستان کے اجزاء

نظریہ پاکستان کے چار بنیادی اجزا درج ذیل ہیں:

۱۔ اسلام

اسلام پاکستان کے قیام کی بنیاد ہے۔ برصغیر کے مسلمانوں نے ایک علیحدہ وطن کا مطالبہ اس لیے کیا کیونکہ وہ اسلام کے سنہری اصولوں کو اس نئے وطن میں نافذ کرنا چاہتے تھے۔ وہ یہ سمجھتے تھے کہ اسلام کے سنہری اصولوں پر عمل پیرا ہو کر وہ دنیا اور آخرت میں کامیابی حاصل کر سکتے ہیں۔

۲۔ جمہوریت

پاکستان کے قیام کا ایک بنیادی مقصد ایک ایسے جمہوری نظام کا قیام تھا کہ جس میں اقلیتوں کے حقوق کا بھی تحفظ ہو گا۔ اقلیتوں کو اظہارِ رائے کی آزادی اور اپنے مذہب پر عمل پیرا ہونے کا مکمل حق ہو گا۔ قانون کی نظر میں اکثریت اور اقلیت برابر ہوں گی۔ ریاست اقلیتوں کے حقوق کا پورا تحفظ کرے گی۔

۳۔ سماجی انصاف اور مساوات

نظریۂ پاکستان کا ایک مقصد سماجی انصاف اور مساوات کو فروغ دینا تھا۔ سماجی انصاف اور مساوات کی وضاحت کرتے ہوئے بانیٔ پاکستان قائداعظم محمد علی جناح رحمۃ اللہ علیہ نے فرمایا: "اسلام نے ہمیں انسانوں کے درمیان مساوات، انصاف اور سب کے ساتھ منصفانہ سلوک کا درس دیا ہے۔ ہم ان شاندار روایات کے

وارث ہیں اور بطور معمارِ آئین پاکستان کے ہم اپنی ذمہ داریوں اور فرائض سے بخوبی آگاہ ہیں۔"

۴۔بنیادی انسانی حقوق

بنیادی انسانی حقوق میں جان ومال کا تحفظ، عبادت کی آزادی اور اظہار رائے کی آزادی جیسے حقوق شامل ہیں۔ مسلمان، متحدہ ہندوستان میں ان بنیادی حقوق سے محروم تھے۔ان صوبوں میں جہاں مسلمان اقلیت میں تھے ان کی جان ومال محفوظ نہیں تھے۔

دو قومی نظریہ کا تاریخی پس منظر

مسلمانوں کی برصغیر میں آمد ساتویں صدی کے وسط میں خلافت راشدہ رضی اللہ عنھما کے دور حکومت میں ہی شروع ہو گئی تھی۔ مسلمان تاجر اور صوفیائے کرام ہندوستان تشریف لائے اور مقامی لوگوں کو اسلام کی تعلیمات سے روشناس کروایا۔ تاہم مسلم فتوحات کا سلسلہ ۷۱۲ عیسوی سے ہوا جب محمد بن قاسم نے سندھ کے ایک بڑے حصہ کو فتح کر لیا۔ اس فتح کے بعد صوفیائے کرام اور مبلغین کی ایک بڑی تعداد ہندوستان تشریف لائی اور اسلام کی سنہری تعلیمات کو لوگوں میں پھیلایا۔ لوگوں کی ایک بڑی تعداد ان کے کردار، اخلاص اور انسانیت سے متاثر ہو کر اسلام میں داخل ہوئی۔ جن مقامی لوگوں نے اسلام قبول کیا انھوں نے اپنے آپ کو ایک علیحدہ قوم تصور کرنا شروع کر دیا۔

محمد بن قاسم کے بعد کئی مسلم فاتحین ہندوستان آئے مگر ہندوستان میں باقاعدہ مسلم حکومت کی بنیاد قطب الدین ایبک نے ۱۲۰۶ء میں ڈالی۔ مسلمانوں نے ہندوستان پر ۱۸۵۷ء تک حکومت کی۔ اس عرصہ میں مختلف تحریکیں مسلمانوں کو ہندوستانی معاشرہ میں ضم کرنے کے لیے شروع کی گئیں لیکن یہ تمام کوششیں ناکام رہیں اور مسلم قوم نے اپنی علیحدہ شناخت کو برقرار رکھا۔ انیسویں صدی میں برطانوی راج کے نفاذ نے اس نظریہ کو مزید تقویت دی کہ مسلمان ایک علیحدہ قوم ہیں۔ مسلمان چونکہ اقلیت میں تھے اور پورے ہندوستان کی آبادی کا ایک چوتھائی تھے، لہٰذا وہ اپنے حقوق اور شناخت کو برقرار رکھنے کے لیے اور زیادہ محتاط ہو گئے۔ برطانوی تسلط کے دوران چند افراد نے ہندوستانی قومیت کے تصور کو فروغ دینا شروع کیا، جس کا مطلب تھا کہ ہندوستان میں رہنے والے تمام لوگ ایک قوم ہیں۔ مسلمان قیادت، خاص طور پر سر سید احمد خان رحمۃ اللہ علیہ نے اس تصور کی مخالفت کی اور یہ باور کروایا کہ ہندوستان میں رہنے والے مسلمان ایک علیحدہ قوم ہیں۔ سر سید احمد خان رحمۃ اللہ علیہ اور دوسرے مسلمان لیڈران نے ہندوستان میں مغربی طرز جمہوریت کے نفاذ کی بھی مخالفت کی۔ ان کا خیال تھا کہ مغربی طرز جمہوریت سے ہندوستان میں ہندوں کا غلبہ قائم ہو جائے گا اور مسلمان اس قابل نہ ہوں گے کہ اپنے سیاسی، سماجی و معاشرتی حقوق کا تحفظ کر سکیں۔ چنانچہ مسلمان قیادت نے مسلم قوم کے لیے جداگانہ انتخابات اور مخصوص نشستوں کا مطالبہ کیا۔

اگرچہ مسلم دور حکومت میں بھی مسلمان اقلیت میں تھے لیکن انھیں اپنے حقوق کے تحفظ کا کوئی خدشہ نہیں تھا کیونکہ وہ خود اقتدار میں تھے اب انہیں اپنے مذہبی، سیاسی، سماجی و معاشی حقوق کے چھن جانے کا خطرہ لاحق ہو گیا تھا چونکہ مسلمان پہلے بھی اپنے آپ کو ایک علیحدہ قوم سمجھتے تھے لہٰذا اب انھوں نے اپنے حقوق اور شناخت کی حفاظت کے لیے علیحدہ وطن کی جدوجہد شروع کر دی اور بالآخر اس کو حاصل کرنے میں کامیاب ہوئے۔

برطانوی راج کا قیام

انگریز سترہویں صدی کے آغاز میں تجارت کی غرض سے ہندوستان آئے۔ انگریزوں نے یہ بھانپ لیا کہ ہندوستان کے لوگوں میں نااتفاقی ہے۔ چنانچہ آہستہ آہستہ انگریزوں نے ہندوستان پر اپنا قبضہ جمانا شروع کر دیا۔ برصغیر کے لوگوں کو جلد ہی احساس ہو گیا کہ انگریز ان کے وسائل کو لوٹ رہے ہیں، چنانچہ انھوں نے انگریزوں کو ہندوستان سے نکال کر باہر کرنے کے لیے ۱۸۵۷ء میں ایک بڑی جدوجہد کی اور جنگ لڑی جسے جنگ آزادی کہا جاتا ہے۔ بدقسمتی سے ہندوستانی اس جنگ میں باہمی نفاق اور جدید ہتھیاروں کی کمی کی وجہ سے شکست کھا گئے۔

۱۸۵۷ء کی جنگ آزادی میں شکست کے بعد مسلم دور حکومت کا اختتام ہوا اور ہندوستان میں برطانوی تسلط قائم ہو گیا۔ اگرچہ جنگ آزادی میں ہندوستان کی تمام اقوام نے انگریزوں کے خلاف حصہ لیا مگر انگریزوں نے صرف مسلمانوں کو موردالزام ٹھہرایا۔ انگریزوں نے یہ الزام لگایا کہ مسلمانوں نے دوسری قومیت کے افراد کو ان کے خلاف جنگ پر اکسایا۔ نتیجتاً انگریزوں نے مسلمانوں سے انتقام لینا شروع کر دیا۔ مسلمانوں کی جائیدادیں ضبط کر لی گئیں اور ان پر نوکریوں کے دروازے بند کر دیئے گئے۔ دوسری طرف ہندو، انگریزوں کے قریب ہو گئے۔ ہندوؤں نے اپنے آپ کو جدید تعلیم سے آراستہ کیا اور کلیدی عہدوں پر فائز ہو گئے۔ یہ وہ دور تھا جب مسلمانوں میں حق خودارادیت کا جذبہ نہایت شدت سے ابھرا اور وہ اپنے حقوق کے تحفظ کے لیے شدت کے ساتھ جدوجہد کرنے لگے۔

تحریک علی گڑھ

تحریک علی گڑھ کی بنیاد سرسید احمد خان رحمۃ اللہ علیہ (۱۸۱۷ء - ۱۸۹۸ء) نے رکھی جس کا مقصد مسلمانوں کو جدید سائنسی تعلیم سے روشناس کروانا اور ان میں شعور بیدار کرنا تھا۔ سرسید احمد خان رحمۃ اللہ علیہ ایسٹ انڈیا کمپنی کے ملازم تھے اور جنگِ آزادی کے وقت جج کے طور پر خدمات سرانجام دے رہے تھے۔ اس جنگ کے دوران انہوں نے انگریزوں کا ساتھ دیا اور کئی انگریزوں کی جانیں بچائیں۔ انگریز فطری طور پر سرسید رحمۃ اللہ علیہ کی وفاداری کو بہت قدر کی نگاہ سے دیکھتے تھے۔

جنگِ آزادی کے بعد مسلمانوں کی کسمپرسی پر سرسید رحمۃ اللہ علیہ بے حد رنجیدہ تھے اور انہوں نے مسلمانوں کی حالت زار بہتر بنانے کی کوششیں شروع کیں۔ وہ مسلمانوں کے ساتھ حکومت کے رویے سے سخت مایوس تھے۔ انہوں نے ایک مختصر کتاب "اسبابِ بغاوتِ ہند" لکھی تاکہ انگریزوں کے غصے کو کم کیا جاسکے۔ اس کتاب میں سرسید رحمۃ اللہ علیہ نے وضاحت کی کہ جنگ کے ذمہ دار صرف ہندوستانی نہیں بلکہ انگریز خود بھی اپنی غلط پالیسیوں اور ہندوستانیوں کے جذبات کو نہ سمجھنے کی وجہ سے ذمہ دار ہیں۔ انہوں نے یہ مؤقف اختیار کیا کہ جنگ میں صرف مسلمان ہی نہیں بلکہ تمام ہندوستانی قومیں شامل تھیں۔

سرسید رحمۃ اللہ علیہ کا خیال تھا کہ سامراجی حکمرانوں کی مخالفت بے سود ہے کیونکہ وہ سائنسی اور تکنیکی لحاظ سے ہم سے کہیں آگے اور زیادہ طاقتور ہیں۔ انہوں نے مسلمانوں کو مشورہ دیا کہ وہ جدید سائنسی تعلیم حاصل کریں اور انگریزی زبان کی مخالفت نہ کریں۔ اسی طرح انہوں نے مسلمانوں کو سیاست میں حصہ لینے سے بھی منع کیا تاکہ برطانوی حکومت کے ساتھ ٹکراؤ نہ ہو۔

تحریک علی گڑھ کے مقاصد

1- مسلمانوں اور انگریز حکومت کے درمیان کشیدگی کا خاتمہ کرنا۔

2- مسلمانوں کو مغربی تعلیم حاصل کرنے کے لیے آمادہ کرنا۔

3- مسلمانوں کو سرکاری ملازمتوں کے لیے تیار کرنا۔

4- مسلمانوں کو انگریز حکومت کا وفادار بنانا۔

سرسید رحمۃ اللہ علیہ کی تعلیمی خدمات

سرسید احمد خان رحمۃ اللہ علیہ نے مسلمانوں کو جدید تعلیم سے آراستہ کرنے کے لیے کئی تعلیمی ادارے قائم کیے۔ ان میں سب سے اہم ۱۸۷۵ء میں قائم ہونے والا محمڈن اینگلو اورینٹل (ایم اے او) ہائی اسکول تھا، جو ۱۸۷۷ء میں کالج اور ۱۹۲۰ء میں علی گڑھ مسلم یونیورسٹی کی صورت اختیار کر گیا۔

سرسید رحمۃ اللہ علیہ نے ۱۸۶۴ء میں سائنٹفک سوسائٹی قائم کی، جس نے کئی اہم انگریزی کتب کا اردو میں ترجمہ کیا تاکہ وہ لوگ بھی ان سے فائدہ اٹھا سکیں جو انگریزی نہیں جانتے تھے۔ سائنٹفک سوسائٹی نے ۱۸۶۶ء میں "علی گڑھ انسٹیٹیوٹ گزٹ" کے نام سے ایک ہفتہ وار رسالہ بھی جاری کیا، جس میں تاریخ، زراعت، قدرتی علوم اور طبعی سائنس پر مضامین اردو اور انگریزی دونوں زبانوں میں شائع ہوتے تھے۔

سرسید احمد خان رحمۃ اللہ علیہ کی سیاسی خدمات

سرسید رحمۃ اللہ علیہ وہ پہلے شخص تھے جنہوں نے برصغیر کے مسلمانوں کو "قوم" کہہ کر مخاطب کیا۔ ابتدا میں وہ ہندوؤں اور مسلمانوں کو ایک قوم سمجھتے تھے، لیکن ۱۸۶۷ء میں بنارس میں ہندوؤں نے اردو کی جگہ ہندی کو سرکاری زبان بنانے کی تحریک چلائی، جس کے بعد سرسید رحمۃ اللہ علیہ اس نتیجے پر پہنچے کہ مسلمان ایک الگ قوم ہیں۔ اسی دوران سرسید رحمۃ اللہ علیہ نے مسلمانوں کو انڈین نیشنل کانگریس میں شامل ہونے سے بھی منع کیا۔ انہوں نے پیش گوئی کی کہ وقت کے ساتھ کانگریس ہندو اکثریتی جماعت بن جائے گی۔ سرسید رحمۃ اللہ علیہ نے انگریزوں سے مطالبہ کیا کہ مسلمانوں کو وائسرائے کی امپیریل کونسل میں مناسب نمائندگی دی جائے۔

تحریک علی گڑھ کے اثرات

تحریک علی گڑھ نے مسلمانوں میں جدید تعلیم حاصل کرنے کا جذبہ پیدا کیا۔ اس تحریک نے مسلمانوں اور انگریزوں کے درمیان فاصلے کم کرنے میں بھی اہم کردار ادا کیا۔ علی گڑھ کے طلبہ نے آزادی کی تحریک میں بھی اہم کردار ادا کیا۔ تحریک علی گڑھ نے مسلمانوں کو سیاسی قیادت بھی فراہم کی۔ مثال کے طور پر لیاقت علی خان رحمۃ اللہ علیہ، مولانا محمد علی جوہر رحمۃ اللہ علیہ، مولانا شوکت علی رحمۃ اللہ علیہ اور دیگر کئی شخصیات ایم اے او کالج کے فارغ التحصیل تھے۔

علی گڑھ تحریک نے مسلمانوں کے سیاسی حقوق کے تحفظ میں بھی اہم کردار ادا کیا۔ سرسید رحمۃ اللہ علیہ کے مسلمانوں کے لیے جداگانہ انتخابات اور سرکاری ملازمتوں میں کوٹے کے مطالبات بالآخر حکومت نے تسلیم کر لیے۔ سرسید کے پیروکاروں نے آل انڈیا مسلم لیگ کی بنیاد رکھی، جس نے بالآخر مسلمانوں کے لیے ایک

علیحدہ وطن حاصل کیا۔

آل انڈیا مسلم لیگ کا قیام (۱۹۰۶ء)

پس منظر

اگرچہ سرسید احمد خان ؒ نے مسلمانوں کو سیاست میں حصہ لینے سے منع کیا تھا، لیکن بیسویں صدی کے آغاز میں بدلتے ہوئے سیاسی حالات نے مسلمانوں کو مجبور کر دیا کہ وہ اپنی سیاسی جماعت قائم کریں۔ آل انڈیا مسلم لیگ کا قیام ۳۰ دسمبر ۱۹۰۶ کو ڈھاکہ میں محمڈن ایجوکیشنل کانفرنس کے سالانہ اجلاس کے دوران عمل میں آیا۔ سر آغا خان کو اس کا صدر منتخب کیا گیا۔ مسلم لیگ کے قیام میں درج ذیل عوامل نے اہم کردار ادا کیا۔

انڈین نیشنل کانگریس کا قیام (۱۸۸۵ء)

۱۸۸۵ء میں اپنے قیام کے وقت کانگریس نے یہ دعویٰ کیا تھا کہ وہ ہندوستان میں رہنے والی تمام اقوام کی نمائندہ جماعت ہے، لیکن عملی طور پر اس نے مسلمانوں کے حقوق کو یکسر نظر انداز کیا۔ مسلمان شدت سے اس بات کے خواہاں تھے کہ ایک ایسی تنظیم ہو جو ان کے حقوق کے تحفظ کے لیے کام کرے۔

اردو ـ ہندی تنازعہ (۱۸۶۷ء)

۱۸۶۷ء کا اردو ـ ہندی تنازعہ ہندوؤں اور مسلمانوں کے درمیان وسیع خلیج کو نمایاں طور پر ظاہر کرتا ہے۔ ہندو چاہتے تھے کہ اردو کی جگہ ہندی کو سرکاری زبان بنایا جائے۔ کانگریس ہمیشہ ہندوؤں کے مطالبات کی حمایت کرتی رہی۔ اس وقت کوئی ایسی سیاسی تنظیم موجود نہیں تھی جو مسلمانوں کے حقوق کی وکالت کرتی۔

جداگانہ انتخابات کا مطالبہ

مسلمانوں کا یقین تھا کہ ان کے حقوق اس وقت تک محفوظ نہیں ہو سکتے ہیں جب تک انھیں جداگانہ انتخابات کا حق نہیں دیا جاتا۔ کانگریس مخلوط انتخابات کی حامی تھی اور مسلمانوں کے جداگانہ انتخابات کے مطالبے کی مخالفت کر رہی تھی۔ مسلمانوں نے نتیجہ اخذ کیا کہ علیحدہ انتخابی حلقوں کے حصول کے لیے ایک الگ سیاسی جماعت کا قیام ضروری ہے۔

تقسیم بنگال (۱۹۰۵ء)

لارڈ کرزن نے ۱۹۰۵ء میں بنگال کو دو صوبوں (مشرقی بنگال اور مغربی بنگال) میں تقسیم کیا۔ یہ تقسیم خالص انتظامی بنیادوں پر کی گئی تھی کیونکہ صوبہ بہت وسیع تھا اور ذرائع رسل و رسائل اتنے ناقص تھے کہ گورنر اپنی عرصہ تعیناتی کے دوران پورے صوبے کا دورہ بھی نہیں کر سکتا تھا۔ مسلمانوں نے اس تقسیم پر خوشی کا اظہار کیا کیونکہ مشرقی بنگال میں مسلمان اکثریت میں آ گئے تھے۔ لیکن بنگال کے ہندوؤں نے اس تقسیم کے خلاف احتجاج شروع کر دیا اور تقسیم کو منسوخ کرنے کے لیے دباؤ ڈالنے لگے۔ کانگریس نے بھی ہندوؤں کا ساتھ دیا اور تنسیخ بنگال کا مطالبہ کرنے لگی۔ مسلمانوں نے اس دوران شدت سے ایک سیاسی جماعت کی ضرورت محسوس کی جو ان کے حقوق کا تحفظ کر سکے۔

برطانیہ میں حکومت کی تبدیلی

۱۹۰۵ء میں برطانیہ میں لبرل پارٹی برسر اقتدار آئی اور اس نے ہندوستان میں اصلاحات متعارف کروانے کا اعلان کیا۔ ہندوستانی مسلم قائدین کا یہ خیال تھا کہ ایک منظم سیاسی جماعت کے قیام سے مسلمانوں کی خواہشات اور مطالبات کو مؤثر انداز میں حکومت تک پہنچایا جاسکے گا۔

شملہ وفد کی کامیابی (۱۹۰۶ء)

یکم اکتوبر ۱۹۰۶ء کو سر آغا خان سوئم کی قیادت میں ہندوستان بھر کے ۳۵ ممتاز مسلم رہنماؤں نے شملہ میں وائسرائے لارڈ منٹو سے ملاقات کی۔ اس ملاقات میں مسلمانوں کے لیے جداگانہ انتخابات، سرکاری ملازمتوں میں مسلمانوں کے لیے مخصوص کوٹہ، امپیریل لیجسلیٹو کونسل اور گورنر جنرل کی ایگزیکٹو کونسل میں نمائندگی جیسے اہم مطالبات پیش کیے گیے۔ لارڈ منٹو نے وفد کے مطالبات سے ہمدردی کا اظہار کرتے ہوئے انہیں برطانوی حکومت کے سامنے پیش کرنے کا عندیہ دیا۔ اس حوصلہ افزا پیش رفت نے مسلمانوں کو اپنی ایک سیاسی جماعت قائم کرنے پر آمادہ کیا تاکہ مسلمانوں کے اجتماعی مفادات کو مؤثر طور پر اجاگر کیا جا سکے۔

آل انڈیا مسلم لیگ کے قیام کے مقاصد

آل انڈیا مسلم لیگ کے قیام کے وقت درج ذیل مقاصد طے کیے گئے:

۱۔ ہندوستانی مسلمانوں میں برطانوی حکومت کے ساتھ وفاداری کے جذبات کو فروغ دینا۔

۲۔ مسلمانوں کے سیاسی حقوق اور مفادات کا تحفظ کرنا اور ان کے حقوق و مطالبات کو حکومت تک پہنچانا۔

۳۔ مسلمانوں کے دلوں میں دیگر اقوام کے خلاف کسی قسم کے مخالفانہ جذبات کے ابھرنے کو روکنا۔

مسلم لیگ کے مقاصد میں تبدیلی

مسلم لیگ کی قیادت برطانوی حکومت کی پالیسیوں سے نالاں تھی خصوصاً:

- ۱۹۱۱ء میں بنگال کی تقسیم کا خاتمہ۔
- ۱۹۱۲ء میں کانپور کی مسجد کے ایک حصے کو سڑک کی تعمیر کے لیے مسمار کرنا۔
- محمڈن اینگلو اورینٹل کالج (ایم اے او کالج) کو یونیورسٹی کا درجہ دینے سے انکار۔
- اٹلی کی خلافت عثمانیہ کے خلاف جنگ میں برطانوی حمایت۔

قائداعظم محمد علی جناح رحمۃ اللہ علیہ کی تجویز پر مارچ ۱۹۱۳ء میں مسلم لیگ نے اپنے مقاصد میں بنیادی تبدیلی کی۔ اب مسلم لیگ نے حکومت سے غیر مشروط وفاداری ترک کر کے ہندوستان میں خود مختار حکومت کے قیام کے لیے جدوجہد اور دیگر قوموں کے ساتھ تعاون کرنے کو اپنا نصب العین قرار دیا۔ یہ تبدیلی

مسلم لیگ کی تاریخ میں ایک سنگ میل ثابت ہوئی۔ اب مسلم لیگ نے ہندو مسلم اتحاد کے قیام کو اپنی جدوجہد کا محور بنایا۔

قائداعظم رحمۃ اللہ علیہ، جو اُس وقت کانگریس اور مسلم لیگ دونوں کے رکن تھے، نے دونوں بڑی سیاسی جماعتوں کے درمیان ہم آہنگی پیدا کرنے کی کوششیں کیں۔ قائد کی مخلصانہ کوششوں کے نتیجے میں دونوں جماعتیں ایک معاہدے پر متفق ہوئیں، جسے تاریخ میں "میثاقِ لکھنؤ" کہا جاتا ہے۔ اس معاہدے کے تحت کانگریس نے مسلمانوں کے جداگانہ انتخابات اور مرکزی اسمبلی میں ایک تہائی نمائندگی کے مطالبات تسلیم کیے۔ قائداعظم رحمۃ اللہ علیہ کی ان کاوشوں پر انہیں بجا طور پر "ہندو مسلم اتحاد کا سفیر" قرار دیا گیا۔

آل انڈیا مسلم لیگ کی ابتدائی کامیابیاں

اپنے ابتدائی دور میں آل انڈیا مسلم لیگ نے متحدہ ہندوستان میں مسلمانوں کے حقوق کے تحفظ اور فروغ کے لیے قابلِ قدر جدوجہد کی۔ مسلمانوں کو جداگانہ انتخابات کا حق اور مرکزی اسمبلی میں ایک تہائی نمائندگی حاصل کرنے میں مسلم لیگ کا نمایاں کردار رہا۔ اس کے ساتھ ساتھ مسلم لیگ نے دیگر اقوام کے ساتھ پرامن اور خوشگوار تعلقات قائم رکھنے کی بھی سعی کی۔ تاہم دیگر اقوام کے عدم تعاون کے باعث، آل انڈیا مسلم لیگ کی قیادت اس نتیجے پر پہنچی کہ مسلمانوں کے حقوق ایک علیحدہ وطن میں ہی بہتر طور پر محفوظ ہو سکتے ہیں۔ مارچ ۱۹۴۰ء میں مسلم لیگ نے برصغیر کے مسلمانوں کے لیے ایک علیحدہ وطن کے قیام کا باضابطہ مطالبہ پیش کیا اور اس کے حصول کے لیے بھرپور جدوجہد شروع کی۔ قائداعظم محمد علی جناح رحمۃ اللہ علیہ کی ولولہ انگیز قیادت میں، مسلم لیگ مسلمانوں کے لیے ایک علیحدہ ریاست حاصل کرنے میں کامیاب ہوئی۔

تحریکِ خلافت (۱۹۱۸ء-۱۹۲۴ء)

پس منظر

جنگِ عظیم اوّل (۱۹۱۴ء-۱۹۱۸ء) کے دوران سلطنتِ عثمانیہ نے جرمنی کا ساتھ دیا اور اتحادی افواج بشمول برطانیہ کے خلاف جنگ میں شریک ہوئیں۔ ترکی (جو اس وقت سلطنت عثمانیہ کہلاتا تھا) کے اس فیصلے نے برصغیر کے مسلمانوں کو ایک نازک صورتحال میں ڈال دیا۔ ہندوستانی مسلمانوں کے دلوں میں خلافت عثمانیہ کے لیے گہری عقیدت تھی کیونکہ یہ مسلمانوں کی خلافت کا مرکز تھی۔ دوسری جانب وہ خود برطانوی حکومت کے ماتحت تھے اور مسلمانوں کی ایک بڑی تعداد برطانوی فوج میں خدمات انجام دے رہی تھی۔

برطانیہ نے ہندوستانی مسلمانوں کی حمایت حاصل کرنے کے لیے اعلان کیا کہ ان کی جنگ خلافت یا سلطنت عثمانیہ کے خلاف نہیں بلکہ ان کا اصل دشمن جرمنی ہے۔ چنانچہ مسلمانوں نے برطانیہ کا ساتھ دیا، مگر جب جنگ ختم ہونے کے قریب پہنچی تو برطانیہ نے ترکی کو اس کے کئی علاقوں سے محروم کر دیا اور خلافت کے خاتمے کی خبریں گردش کرنے لگیں۔ اس صورتحال پر مسلمانوں میں شدید غم و غصہ پیدا ہوا کیونکہ خلافت کو وہ اپنا دینی ادارہ تصور کرتے تھے۔ مسلمانوں نے خلافت کے تحفظ کے لیے برصغیر میں ایک تحریک کا آغاز کیا جو "تحریکِ خلافت" کہلائی۔

تحریک خلافت کے مقاصد

1. خلافت کے ادارے کو ختم نہ کیا جائے۔

2. مسلمانوں کے مقدس مقامات (مکہ مکرمہ، مدینہ منورہ وغیرہ) سلطنت عثمانیہ کے زیر کنٹرول رہیں۔

3. ترکی کو اس کے علاقوں سے محروم نہ کیا جائے۔

۲۳ نومبر ۱۹۱۹ء کو آل انڈیا خلافت کمیٹی قائم کی گئی تا کہ عوام کو تحریک خلافت کی اہمیت سے آگاہ کیا جاسکے۔ موہن داس کرم چند گاندھی نے بھی تحریک خلافت کی بھرپور حمایت کی اس میں عملی طور پر حصّہ لیا۔ اسی دوران، ۱۹۲۰ء میں ممتاز مسلم رہنماؤں کا ایک وفد برطانیہ روانہ ہوا تا کہ وزیر اعظم لائیڈ جارج سے ملاقات کر کے ترکی کے ساتھ منصفانہ سلوک کی درخواست کی جاسکے۔ تاہم وفد اپنے مقاصد حاصل نہ کر سکا اور مایوس ہو کر واپس آگیا۔ تحریک کو مؤثر بنانے کے لیے ایک وسیع عدم تعاون تحریک کا آغاز کیا گیا جس کا مقصد سرکاری اداروں، عدالتوں، تعلیمی اداروں کا بائیکاٹ، ٹیکسوں کی عدم ادائیگی اور سرکاری ملازمتوں سے استعفیٰ دینا تھا۔

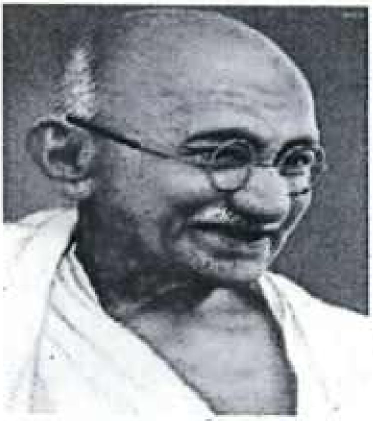
موہن داس کرم چند گاندھی

تحریکِ ہجرت

کچھ مسلم علما نے فتویٰ جاری کیا کہ چونکہ برطانوی حکومت کے تحت اسلام پر آزادانہ عمل ممکن نہیں رہا، اس لیے مسلمانوں کو کسی قریبی اسلامی ملک کی طرف ہجرت کر لینی چاہیے۔ اس فتوے سے متاثر ہو کر ہزاروں مسلمانوں نے اپنی مال اور جائیدادیں فروخت کیں اور افغانستان کی جانب ہجرت کے لیے روانہ ہو گئے۔ افغان حکومت نے ابتدائی طور پر ان مہاجرین کا خیر مقدم کیا، لیکن بعد ازاں محدود وسائل اور اقتصادی مشکلات کی وجہ سے اپنی سرحدیں بند کر دیں۔

خلافت کا خاتمہ

مصطفیٰ کمال اتاترک نے ۱۹۲۴ء میں خلافت کے خاتمے کا اعلان کیا اور ترکی کو جمہوری ریاست قرار دیا۔ خلافت کے خاتمے کے بعد ہندوستان میں تحریک خلافت کو جاری رکھنے کا کوئی جواز باقی نہ رہا۔

کیا آپ جانتے ہیں

گاندھی کو ایک انتہاپسند ہندو، نتھورام گوڈسے نے ۳۰ جنوری ۱۹۴۸ء کو قتل کر دیا تھا۔

تحریک خلافت کے اثرات

تحریک خلافت کے مثبت اور منفی دونوں قسم کے اثرات مرتب ہوئے۔ مثبت پہلو یہ تھا کہ اس تحریک نے ہندو اور مسلم دونوں قوموں میں اتحاد پیدا کیا۔ یہ آخری موقع تھا جب دونوں قوموں نے مل کر کوئی عوامی تحریک چلائی۔ تحریک خلافت نے مسلمانان برصغیر کو نوجوان اور باصلاحیت قیادت بھی فراہم کی۔ تحریک خلافت کے اکثر رہنما بعد میں تحریک آزادی میں اہم کردار ادا کرتے رہے۔ منفی پہلو یہ تھا کہ مسلمانوں کو معاشی اور تعلیمی میدانوں میں نقصان کا سامنا کرنا پڑا۔ بہت سے مسلمانوں نے سرکاری ملازمتیں چھوڑ دیں، جس کی وجہ سے بے روزگاری بڑھ گئی۔ اسی طرح بہت سے مسلمانوں نے سرکاری اداروں اور اسکولوں کا بائیکاٹ کیا اور اپنے بچوں کو تعلیم سے محروم کر دیا جس کے نتیجے میں مسلمان تعلیمی لحاظ سے پیچھے رہ گئے۔ علماء کی ہدایات پر عمل کرتے ہوئے کچھ مسلمانوں نے افغانستان ہجرت کی کوشش کی، لیکن یہ کوشش ناکام رہی اور ان مہاجرین کو سخت مشکلات کا سامنا کرنا پڑا۔

فرقہ وارانہ تصادم میں اضافہ

تحریک خلافت کی ناکامی کے بعد ہندوؤں اور مسلمانوں کے درمیان فرقہ وارانہ فسادات میں اضافہ ہو گیا۔ دونوں قوموں کے مخلص رہنما اس بڑھتی ہوئی کشیدگی سے پریشان ہوگئے اور فرقہ وارانہ مسئلے کا حل تلاش کرنے کی کوشش کی۔ کچھ کانگریس رہنما قائداعظم محمد علی جناح رحمۃ اللہ علیہ کے پاس آئے اور موقف اختیار کیا کہ مسلمانوں کے لیے جداگانہ انتخابات کا مطالبہ فرقہ وارانہ فسادات کی ایک بڑی وجہ ہے۔ انہوں نے تجویز دی کہ اگر مسلمان جداگانہ انتخاب کا مطالبہ چھوڑ دیں تو ہندو مسلم اتحاد قائم ہو سکتا ہے۔ قائداعظم رحمۃ اللہ علیہ ہندو مسلم اتحاد کے لیے اتنے مخلص تھے کہ انہوں نے جداگانہ انتخاب کا حق چھوڑنے پر آمادگی ظاہر کر دی۔ ۱۹۲۷ء میں قائداعظم رحمۃ اللہ علیہ نے دہلی تجاویز پیش کیں جس میں انہوں نے جداگانہ انتخاب سے دستبردار ہونے کے لیے شرط رکھی کہ نئے مسلم اکثریتی صوبوں یعنی صوبہ سرحد (NWFP)، سندھ اور بلوچستان کا قیام عمل میں لایا جائے۔ تاہم کانگریس قیادت نے عدم تعاون والا رویہ اختیار کیا اور مسلمانوں کے مطالبات کو سنجیدگی سے نہیں لیا۔ نتیجتاً مسلمانوں میں اپنے حقوق اور شناخت کے تحفظ کا احساس مزید گہرا ہو گیا۔

نہرو رپورٹ (۱۹۲۸ء)

۱۹۲۸ء میں نہرو کمیٹی تشکیل دی گئی تاکہ ہندوستان کے آئندہ آئین کے لیے تجاویز مرتب کی جا سکیں۔ مگر اس کمیٹی نے مسلمانوں کے مطالبات کو یکسر نظر انداز کر دیا۔ مسلمانوں کو ایک تہائی نمائندگی اور جداگانہ انتخاب کے حق سے محروم کر دیا گیا۔

نئے افق تلاش کریں

موتی لعل نہرو، نہرو کمیٹی کے سربراہ تھے۔ ان کے بیٹے، جواہر لعل نہرو، بھارت کے پہلے وزیراعظم منتخب ہوئے۔ انٹرنیٹ ذرائع سے تحقیق کر کے معلوم کریں کہ نہرو خاندان کے اور کون کون سے افراد بھارت کے وزیراعظم منتخب ہوئے۔

قائداعظم رحمۃ اللہ علیہ کے چودہ نکات (۱۹۲۹ء)

قائداعظم رحمۃ اللہ علیہ نے نہرو رپورٹ میں مسلمانوں کے حقوق کے تحفظ کے لیے چند ترامیم تجویز کیں، لیکن ان کی تجاویز کو مسترد کردیا گیا۔ نہرو رپورٹ کے جواب میں قائداعظم نے اپنے مشہور "چودہ نکات" پیش کیے جن میں مسلمانوں کے بنیادی حقوق اور مطالبات کو اجاگر کیا گیا۔

خطبہ الہ آباد (۱۹۳۰ء)

کانگریس اور دیگر سیاسی جماعتوں کے رویے سے مسلم قیادت سخت مایوس ہو چکی تھی اور مسلمانوں کے لیے ایک علیحدہ ریاست کے تصور پر غور شروع ہو چکا تھا۔ علامہ اقبال نے ۱۹۳۰ء میں الہ آباد میں مسلم لیگ کے سالانہ اجلاس کی صدارت کی۔ اپنے تاریخی خطبے میں علامہ اقبال رحمۃ اللہ علیہ نے مسلمانوں کے لیے ایک علیحدہ وطن کا تصور پیش کیا۔ انہوں نے فرمایا:

"ہندوستان مختلف نسلوں، زبانوں اور مذاہب سے تعلق رکھنے والے انسانی گروہوں کا ایک مجموعہ ہے۔ میں ذاتی طور پر چاہتا ہوں کہ پنجاب، سرحد، سندھ اور بلوچستان کو ملا کر ایک واحد مسلم ریاست تشکیل دی جائے۔ چاہے یہ خود مختار ہو یا برطانوی سلطنت کے تحت، شمال مغربی ہندوستان میں ایک مضبوط مسلم ریاست کا قیام مسلمانوں کی حتمی منزل ہے۔"

گول میز کانفرنسیں (۱۹۳۰ء - ۱۹۳۲ء)

برطانوی حکومت نے ہندوستان کے آئندہ سیاسی مستقبل اور فرقہ وارانہ مسائل کے حل کے لیے ۱۹۳۰ء سے ۱۹۳۲ء کے درمیان لندن میں تین گول میز کانفرنسیں منعقد کیں۔ ان کانفرنسوں میں تمام قومیتوں کے رہنماؤں نے شرکت کی، مگر کوئی حتمی نتیجہ برآمد نہ ہو سکا اور آئینی بحران برقرار رہا۔ دوسری گول میز کانفرنس میں گاندھی نے بھی شرکت کی، مگر ان کی ہٹ دھرمی پر مبنی رویے نے کانفرنس کی ناکامی میں بنیادی کردار ادا کیا۔

قائداعظم رحمۃ اللہ علیہ نے ہندو مسلم اتحاد اور آئینی اصلاحات کے لیے بھرپور کوششیں کیں، مگر دوسرے رہنماؤں کی عدم دلچسپی کی وجہ سے یہ کوششیں ناکام ہو گئیں۔

قائداعظم رحمۃ اللہ علیہ نے کانگریسی وزارتوں کو "ہندو راج" قرار دیا۔ قائداعظم رحمۃ اللہ علیہ نے فرمایا:

"کانگریس خود کو ایک قومی جماعت ظاہر کرتی ہے، مگر حقیقت میں یہ ایک بھیس بدلا ہوا ہندو راج ہے۔ کانگریس کے ساڑھے دو سالہ دورِ حکومت نے ہر شک و شبہ سے بالاتر ہو کر ثابت کر دیا ہے کہ کانگریس کے نزدیک آزادی اور جمہوریت کا مطلب کیا ہے۔ اس کا مطلب مسلمانوں کو مکمل طور پر سیاسی حقوق سے محروم کر دینا اور ہندو اکثریت کے تحت غلامی میں دینا ہے۔"

کانگریسی وزارتوں کا قیام (۱۹۳۷ء-۱۹۳۹ء)

۱۹۳۷ء میں برطانوی حکومت نے ہندوستان کے گیارہ صوبوں میں صوبائی انتخابات کروانے کا فیصلہ کیا۔ کانگریس اور آل انڈیا مسلم لیگ دونوں نے انتخابی منشور پیش کیا۔ دونوں جماعتوں کے منشور میں کوئی زیادہ فرق نہیں تھا اور توقع کی جارہی تھی کہ انتخابات کے بعد دونوں جماعتیں مخلوط حکومتیں قائم کریں گی۔

تاہم، انتخابات میں کانگریس نے ہندو اکثریتی صوبوں میں بھاری اکثریت سے کامیابی حاصل کی جبکہ مسلم لیگ انتخابات میں قابل ذکر کامیابی حاصل نہ کرسکی۔ مسلمانوں کے لیے مختص ۴۸۹ نشستوں میں سے مسلم لیگ صرف ۱۰۴ نشستیں حاصل کرسکی۔ اس کمزور کارکردگی کی وجہ یہ تھی کہ اُس وقت مسلم لیگ کی تنظیمی حالت بہتر نہیں تھی اور یہ کہ اس نے انتخابی منشور میں "پاکستان" کے مطالبے کو بنیاد نہیں بنایا تھا۔

انتخابات کے بعد کانگریس نے گیارہ میں سے آٹھ صوبوں میں حکومت بنانے میں کامیاب ہوگی جو تقریباً ڈھائی سال تک قائم رہی۔ کانگریس نے مسلم لیگ کے ساتھ مخلوط حکومت بنانے سے انکار کردیا اور شرط عائد کی کہ جو مسلم لیگی ارکان حکومت میں شامل ہونا چاہتے ہیں وہ پہلے مسلم لیگ سے استعفیٰ دیں اور کانگریس میں شامل ہوجائیں۔ کانگریس کی اس ہٹ دھرمی نے مسلم قیادت کو سخت مایوس کیا۔ مزید برآں، کانگریسی وزارتوں نے مسلمانوں کے ساتھ متعصبانہ سلوک کیا اور ان کے حقوق کو پامال کیا۔ کانگریسی وزارتوں نے چند ایسے اقدامات کیے جن سے مسلمان قوم سخت نالاں ہوئی:

- کانگریس نے متنازعہ ترانہ "بندے ماترم" کو قومی ترانہ قرار دیا۔
- عوامی مقامات پر کانگریس کے جھنڈے لہرانا شروع کیے گئے۔
- تعلیمی اداروں میں ذریعہ تعلیم ہندی کو بنایا گیا۔

کانگریسی وزارتوں کا مسلمانوں کے ساتھ رویہ متعصبانہ تھا، جس کے باعث مسلمانوں کو سیاسی منظرنامے سے دانستہ طور پر باہر کردیا گیا۔ بعض صوبوں میں کانگریسی حکومت نے مسلمانوں کے ساتھ سرکاری ملازمتوں میں امتیازی سلوک روا رکھا اور ان کی مذہبی آزادی کو محدود کرنے کی کوشش کی۔

چنانچہ جب ۱۹۳۹ء میں کانگریس وزارتوں نے استعفیٰ دیا تو مسلمانوں نے سکھ کا سانس لیا۔ قائداعظم محمد علی جناح نے ۲۲ دسمبر ۱۹۳۹ء کو "یوم نجات" کے طور پر منانے کا اعلان کیا۔

قراردادِ لاہور (۱۹۴۰ء)

پس منظر

کانگریسی وزارتوں کے مظالم نے مسلمانوں کو یہ یقین دلادیا کہ متحدہ ہندوستان میں ان کے سیاسی، مذہبی اور معاشی وسماجی حقوق محفوظ نہیں۔ چناچہ کانگریسی

نئے افق تلاش کریں

آن لائن ذرائع سے تلاش کریں کہ قراردادِ لاہور کو قراردادِ پاکستان کا نام کیسے ملا۔

وزارتوں کے استعفے کے چندماہ بعد، برصغیر کے مسلمانوں نے اپنے لیے ایک علیحدہ وطن کا مطالبہ کیا۔ یہ مطالبہ آل انڈیا مسلم لیگ کے ۲۷ویں سالانہ اجلاس کے دوران کیا گیا، جو ۲۲ سے ۲۴ مارچ ۱۹۴۰ کو منٹو پارک لاہور (موجودہ اقبال پارک) میں منعقد ہوا۔ اس تاریخی اجلاس میں بنگال کے وزیر اعظم اے کے فضل الحق نے قراردادِ لاہور پیش کی۔ یہ تحریکِ آزادی کی تاریخ کا ایک سنگِ میل ثابت ہوئی کیونکہ مسلم لیگ کے پلیٹ فارم سے پہلی مرتبہ علیحدہ وطن کا واضح مطالبہ کیا گیا تھا۔

قرارداد کا متن

"اس ملک میں کوئی بھی آئینی منصوبہ اُس وقت تک قابلِ عمل یا مسلمانوں کے لیے قابلِ قبول نہیں ہوگا، جب تک کہ اسے مندرجہ ذیل بنیادی اصولوں پر ترتیب نہ دیا جائے۔ جغرافیائی لحاظ سے متصل علاقوں کو اس انداز میں علاقائی طور پر تشکیل دیا جائے کہ جہاں مسلمان اکثریت میں ہوں، جیسے شمال مغربی اور مشرقی حصے انہیں 'خود مختار ریاستوں' میں تبدیل کر دیا جائے جہاں ہر اکائی خود مختار اور خود اختیار کی حامل ہو۔"

ماخذ: Foundations of Pakistan (از سید شریف الدین پیرزادہ)

قراردادِ لاہور کی اہمیت

قراردادِ لاہور کی منظوری سے پہلے مسلمان اپنے حقوق متحدہ ہندوستان کے اندر رہتے ہوئے حاصل کرنے کی کوشش کر رہے تھے۔ تاہم، اس قرارداد کے بعد مسلمانوں کی جدوجہد کا رخ ایک علیحدہ وطن کے قیام کی طرف مڑ گیا۔ قراردادِ لاہور نے مسلم لیگ کی ساکھ اور مقبولیت میں نمایاں اضافہ کر دیا۔

قراردادِ لاہور کی منظوری کی بدولت مسلم لیگ کو ۱۹۴۵-۴۶ء کے انتخابات میں زبردست کامیابی حاصل ہوئی۔ اس قرارداد کے بعد قائد اعظم کی مقبولیت اور وقار میں بے پناہ اضافہ ہوا اور وہ برصغیر کے مسلمانوں کے متفقہ اور غیر متنازع رہنما بن گئے۔

کرپس مشن پلان (۱۹۴۲ء)

دوسری جنگ عظیم کے ابتدائی برسوں میں اتحادی افواج کو ہر محاذ پر شکست کا سامنا تھا۔ چنانچہ برطانوی حکومت کو ہندوستانیوں کی حمایت کی اشد ضرورت محسوس ہوئی کیونکہ ان کی فوج کا ایک بڑا حصہ ہندوستانیوں پر مشتمل تھا۔ برطانوی وزیر اعظم نے اپنے کابینہ کے رکن سر اسٹیفورڈ کرپس کو ہندوستان بھیجا تاکہ ہندوستانی سیاسی جماعتوں کی حمایت حاصل کی جا سکے۔

• ۳۰ مارچ ۱۹۴۲ء کو کرپس نے اپنا منصوبہ پیش کیا جس میں ہندوستانیوں کو مطمئن کرنے کی کوشش کی گئی۔ پہلی مرتبہ برطانوی حکومت نے ہندوستان کے ڈومینین بننے کے حق کو تسلیم کیا۔ اس منصوبے کے ذریعے پہلی بار برطانیہ نے پاکستان کے مطالبے کو سنجیدگی سے لیا اور مسلم اکثریتی صوبوں کو ہندوستان سے علیحدہ ہونے کا حق دینے کی بات کی گئی۔

مسلم لیگ اور کانگریس کا ردِ عمل

کرپس مشن کے منصوبے نے ہندوستان کی سیاسی جماعتوں کو مطمئن نہ کیا۔ مسلم لیگ نے اس منصوبے کو مسترد کر دیا کیونکہ اس میں قیامِ پاکستان کا واضح طور پر ذکر نہیں تھا۔ کانگریس نے بھی کرپس مشن کو رد کر دیا کیونکہ منصوبے کے مطابق تمام تجاویز جنگ کے خاتمے کے بعد نافذ کی جانی تھیں۔

جناح-گاندھی مذاکرات (۱۹۴۴ء)

ہندوستان کے مسلمانوں نے پاکستان کے مطالبے کی منظوری دے دی اور علیحدہ وطن کے حصول کے لیے اپنی جدوجہد میں شدت پیدا کر دی۔ برطانوی حکومت اور کانگریس، جو ۱۹۴۰ء میں اس مطالبے کو شاعر کا خواب قرار دے کر مذاق اُڑاتے تھے اب اسے سنجیدگی سے لینے لگے تھے۔ رہائی کے بعد گاندھی نے قائداعظم رحمۃ اللہ علیہ سے ملاقات کی خواہش ظاہر کی تا کہ پاکستان کے سوال پر گفتگو ہو سکے۔ ستمبر ۱۹۴۴ء میں بمبئی میں قائداعظم رحمۃ اللہ علیہ کی رہائش گاہ پر ان مذاکرات کا آغاز ہوا مگر یہ مذاکرات کامیاب نہ ہو سکے۔ قائداعظم رحمۃ اللہ علیہ نے گاندھی کی اس تجویز کو مسترد کر دیا کہ پہلے مسلم لیگ انگریزوں کو ہندوستان سے نکالنے میں کانگریس کا ساتھ دے، اور بعد میں تقسیم پر غور کیا جائے۔ قائداعظم رحمۃ اللہ علیہ نے واضح الفاظ میں مطالبہ کیا کہ پہلے کانگریس ہندوستان کی تقسیم کو تسلیم کرے۔

شملہ کانفرنس (۱۹۴۵ء)

مئی ۱۹۴۵ء میں جب جنگ عظیم دوم اپنے اختتام کے قریب تھی تو حکومت نے ۱۹۴۲ء سے قید تمام کانگریسی رہنماؤں کو رہا کر دیا۔ وائسرائے لارڈ ویول نے اعلان کیا کہ کمانڈران چیف کے علاوہ وائسرائے کی ایگزیکٹو کونسل میں تمام ارکان ہندوستانی ہوں گے۔ اس مقصد کے تحت جون ۱۹۴۵ء میں لارڈ ویول نے شملہ میں آل پارٹیز کانفرنس بلائی جس میں تمام بڑی سیاسی جماعتوں کے نمائندوں نے شرکت کی۔ قائداعظم نے اپنے مؤقف پر زور دیا کہ مسلم لیگ ہی مسلمانوں کی واحد نمائندہ جماعت ہے اور صرف اسے ہی حق ہے کہ وہ مسلم نمائندوں کا انتخاب کرے۔ کانگریس نے اس مؤقف کو تسلیم نہ کیا۔ نتیجتاً کانفرنس ناکامی سے دوچار ہوئی اور وائسرائے نے نئے انتخابات کے انعقاد کا اعلان کر دیا۔

انتخابات ۱۹۴۵-۴۶ء

شملہ کانفرنس کی ناکامی کے بعد برطانوی حکومت نے مرکزی اور صوبائی اسمبلیوں کے انتخابات کرانے کا اعلان کیا۔ مسلم لیگ نے انتخابات میں پاکستان کے مطالبے کو بنیاد بنایا اور واضح طور پر اعلان کیا کہ انتخابات کے بعد مسلمانوں کے لیے ایک علیحدہ آزاد وطن کے قیام کے لیے جدوجہد کی جائے گی۔ مسلم لیگ نے ۱۹۴۶-۴۵ء کے انتخابات میں غیر معمولی کامیابی حاصل کی۔ مرکزی اسمبلی میں مسلمانوں کے لیے مخصوص تمام ۳۰ نشستیں مسلم لیگ نے جیت لیں۔ اسی طرح صوبائی اسمبلیوں میں مسلمانوں کے لیے مختص ۴۹۵ نشستوں میں سے ۴۶۶ نشستوں پر مسلم لیگ نے کامیابی حاصل کی۔ ان نتائج نے واضح کر دیا کہ ہندوستان کے مسلمان پاکستان کے قیام کے خواہاں ہیں۔

کابینہ مشن پلان (۱۹۴۶ء)

برطانوی وزیرِاعظم کلیمنٹ ایٹلی نے ہندوستان میں سیاسی بحران ختم کرنے اور مسلم لیگ، کانگریس اور دیگر جماعتوں کے مابین مفاہمت پیدا کرنے کے لیے اپنی کابینہ کے تین اہم ارکان سر پیتھک لارنس، اسٹفورڈ کرپس اور اے وی الیگزینڈر پر مشتمل ایک وفد ہندوستان بھیجا۔

یہ وفد ۲۴ مارچ ۱۹۴۶ء کو ہندوستان پہنچا اور سیاسی رہنماؤں سے مذاکرات کا آغاز کیا، جو کئی ہفتے جاری رہے۔ تاہم اہم سیاسی جماعتیں کسی متفقہ آئینی ڈھانچے پر اتفاق نہ کر سکی۔ لہٰذا ۱۶ مئی ۱۹۴۶ء کو کابینہ مشن نے از خود ایک منصوبہ پیش کیا جو "کابینہ مشن پلان" کے نام سے جانا جاتا ہے۔ کابینہ مشن پلان کے مطابق ہندوستان کو ایک وفاقی ریاست قرار دیا گیا جس میں مرکزی حکومت صرف خارجہ امور، دفاع اور مواصلات سے متعلق معاملات کی نگرانی کرے گی۔ جبکہ باقی تمام امور کی نگران صوبائی حکومتیں ہوں گی۔

صوبوں کو تین گروپوں میں تقسیم کیا گیا:

- گروپ A: چھ ہندو اکثریتی صوبے (مدراس، بمبئی، یوپی، سی پی، بہار، اڑیسہ)
- گروپ B: تین مسلم اکثریتی صوبے (پنجاب، سندھ اور سرحد)
- گروپ C: بنگال اور آسام

کابینہ مشن پلان کے تحت ایک عبوری حکومت قائم کرنے کی تجویز بھی پیش کی گئی جو آئندہ آئین کی تشکیل تک کام کرے گی۔

مسلم لیگ کا ردِ عمل

مسلم لیگ نے کابینہ مشن پلان کو اس لیے قبول کر لیا کیونکہ اس میں صوبوں کو زیادہ سے زیادہ خود مختاری دی گئی تھی۔ مزید یہ کہ دس سال بعد مسلم اکثریتی صوبوں کو ہندوستانی یونین سے علیحدہ ہونے کا حق حاصل ہوتا، جس سے ایک بڑا پاکستان قائم کیا جا سکتا تھا۔ تاہم، کانگریس کے دباؤ پر حکومت نے پورے منصوبے پر عمل درآمد سے گریز کیا، جس پر قائداعظم رحمۃ اللہ علیہ شدید برہم ہوئے۔ حکومت کی تاخیری پالیسی اور کانگریس کے عدم تعاون پر مبنی رویے کے باعث قائداعظم رحمۃ اللہ علیہ نے کابینہ مشن کو مسترد کرتے ہوئے ۱۶ اگست ۱۹۴۶ء کو "یومِ راست اقدام" منانے کا اعلان کیا۔

عبوری حکومت کا قیام

کابینہ مشن پلان کے مطابق حکومت کو مسلم لیگ اور کانگریس دونوں کو عبوری حکومت میں شمولیت کی دعوت دینی تھی۔ جون ۱۹۴۶ء میں وائسرائے نے اعلان کیا کہ اگر کوئی جماعت حکومت میں شامل ہونے سے انکار کرے گی تو وہ صرف رضامند جماعت کے ساتھ حکومت قائم کر دیں گے۔ آل انڈیا مسلم لیگ نے حکومت میں شمولیت کی پیشکش قبول کر لی، لیکن کانگریس نے انکار کر دیا۔ اصولاً وائسرائے کو مسلم لیگ کو حکومت بنانے کی دعوت دینی چاہیے تھی، مگر اس نے ایسا نہ کیا اور اعلان کیا کہ کانگریس کی غیر موجودگی میں حکومت قائم نہیں کی جا سکتی۔ بعد ازاں، مسلم لیگ نے بھی حکومت اور کانگریس کے رویوں کے وجہ سے عبوری حکومت میں شمولیت کا فیصلہ واپس لے لیا اور حکومت کی پالیسیوں کے خلاف سول نافرمانی کی تحریک چلانے کا فیصلہ کیا۔ اسی دوران کانگریس نے اپنا مؤقف تبدیل کیا اور حکومت میں شامل ہونے پر آمادگی ظاہر کی۔ ۱۲ اگست ۱۹۴۶ء کو وائسرائے نے کانگریس کو عبوری حکومت بنانے کی دعوت دی۔

اس کے رد عمل میں مسلم لیگ نے "یوم راست اقدام" منایا، جس کے بعد کلکتہ اور بنگال کے دوسرے شہروں میں شدید فرقہ وارانہ فسادات پھوٹ پڑے، جن میں ہزاروں افراد ہلاک ہوگئے۔ یہ خونی تصادم اتنا شدید تھا کہ حکومت کو حالات کی سنگینی کا اندازہ ہوا۔ بنگال میں فرقہ وارانہ فسادات کے بعد برطانوی حکومت اس نتیجے پر پہنچی کہ مسلم لیگ کو نظر انداز کر کے قائم کی گئی عبوری حکومت بے معنی ہے۔ لہٰذا وائسرائے نے دوبارہ قائد اعظم رحمۃ اللہ علیہ سے درخواست کی کہ مسلم لیگ بھی عبوری حکومت میں شامل ہو۔ قائد اعظم رحمۃ اللہ علیہ نے سیاسی حالت کو مد نظر رکھتے اپنے فیصلے پر نظر ثانی کی اور عبوری حکومت میں شامل ہونے کا فیصلہ کیا۔ چنانچہ ۲۶ اکتوبر ۱۹۴۶ کو مسلم لیگ کے پانچ اراکین نے مختلف وزارتوں کا حلف اٹھایا۔ لیاقت علی خان کو وزارت خزانہ کا اہم قلمدان سونپا گیا۔ آل انڈیا مسلم لیگ کا عبوری حکومت میں شامل ہونے کا فیصلہ درست ثابت ہوا۔ اس دوران کانگریس کو بھی اس حقیقت کا احساس ہوا کہ دونوں جماعتیں مل کر کام نہیں کر سکتیں، اور ہندوستان کو متحد رکھنا ممکن نہیں رہا۔

۳ جون کا منصوبہ (۱۹۴۷ء)

دوسری جنگ عظیم کے خاتمے کے بعد ہندوؤں اور مسلمانوں کے مابین خلیج اس حد تک بڑھ چکی تھی کہ دونوں قوموں کا ایک ساتھ رہنا ناممکن ہو چکا تھا۔ اگست ۱۹۴۶ میں کلکتہ کے فسادات نے کانگریس اور برطانوی حکومت کو باور کرا دیا کہ برصغیر کی تقسیم ناگزیر ہو چکی ہے۔ فروری ۱۹۴۷ کو برطانوی وزیر اعظم کلیمنٹ ایٹلی نے اعلان کیا کہ ہندوستان کو جون ۱۹۴۸ تک آزادی دے دی جائے گی۔ انہوں نے لارڈ ماؤنٹ بیٹن کو نیا گورنر جنرل مقرر کیا تاکہ وہ آزادی کے اس منصوبے پر عمل درآمد کر سکیں۔

لارڈ ماؤنٹ بیٹن ۲۲ مارچ ۱۹۴۷ء کو ہندوستان پہنچے اور تمام بڑی سیاسی جماعتوں کے رہنماؤں سے ملاقاتیں کیں۔ ان ملاقاتوں سے انہیں یقین ہو گیا کہ اب ہندوستان کی تقسیم ہی واحد حل ہے۔ انہوں نے کانگریس کو بھی قائل کر لیا کہ پاکستان کا مطالبہ نظر انداز نہیں کیا جا سکتا۔ آخر کار کانگریس نے بھی ہندوستان کی تقسیم پر رضامندی ظاہر کر دی۔ تین جون ۱۹۴۷ کو ماؤنٹ بیٹن نے تقسیم ہند کا منصوبہ پیش کیا جس کے مطابق ۱۵ اگست ۱۹۴۷ء کو پاکستان اور ہندوستان دو علیحدہ ریاستوں کے طور پر وجود میں آئیں گی۔ برطانوی پارلیمنٹ نے ۱۸ جولائی ۱۹۴۷ء کو "قانون آزادی ہند" کے ذریعے اس منصوبے کی منظوری دے دی، اور پاکستان ۱۴ اگست ۱۹۴۷ء کو ایک آزاد ریاست کے طور پر وجود میں آیا۔

اسلامی جمہوریہ پاکستان کے ابتدائی مسائل

پس منظر

تحریک آزادی کے دوران قائد اعظم رحمۃ اللہ علیہ نے مطالبہ کیا کہ بنگال اور پنجاب کے مسلم اکثریتی صوبوں کو تقسیم نہ کیا جائے۔ لیکن حکومت نے اس مطالبے کو تسلیم نہ کیا اور صرف ان صوبوں کے مسلم اکثریتی علاقے پاکستان میں شامل کرنے کا فیصلہ کیا۔ وائسرائے لارڈ ماؤنٹ بیٹن نے پنجاب اور بنگال کی سرحدوں کے تعین کے لیے ایک باؤنڈری کمیشن قائم کرنے کا اعلان کیا۔ قائد اعظم رحمۃ اللہ علیہ نے تجویز دی کہ ان صوبوں کی حد بندی یا تو اقوام متحدہ کی نگرانی میں کی جائے یا برطانوی پرائیوی کونسل کے تحت ہو، لیکن یہ تجویز بھی مسترد کر دی گئی۔ برطانوی حکومت نے سیرل ریڈکلف کو باؤنڈری کمیشن کا چیئرمین مقرر کر دیا۔

ریڈکلف ایوارڈ

سر سیرل ریڈکلف پیشے کے لحاظ سے ایک وکیل تھے۔ وہ اس سے قبل کبھی ہندوستان نہیں آئے تھے اور یہاں کی سیاسی و جغرافیائی صورتحال سے بالکل ناآشنا تھے۔ انہوں نے محض ۳۸ دن میں ہزاروں کلو میٹر لمبی سرحدی لائن کھینچ دی۔ ۱۷ اگست ۱۹۴۷ء کو پنجاب اور بنگال کی حد بندی کا اعلان کیا گیا، جو "ریڈکلف ایوارڈ" کہلاتا ہے۔ مسلم لیگ نے ریڈکلف ایوارڈ پر شدید رد عمل دیا کیونکہ یہ ایوارڈ تعصب اور جانبداری پر مبنی تھا۔ کئی ایسے علاقے جہاں مسلمان اکثریت میں تھے اور جو پاکستان کے لیے نہایت اہم تھے، انہیں بھارت کے حوالے کر دیا گیا۔

ریڈکلف ایوارڈ کی ناانصافیاں

ریڈکلف ایوارڈ میں کئی ایسی ناانصافیاں کی گئیں جو پاکستان کے لیے سخت نقصان دہ ثابت ہوئیں:

- ریڈکلف نے ابتدائی طور پر مسلم اکثریتی تحصیلوں، فیروزپور اور زیرہ، کو پاکستان کے حوالے کیا تھا، لیکن لارڈ ماؤنٹ بیٹن کی مداخلت پر انہیں بھارت کو دے دیا گیا۔ اس فیصلے نے پاکستان کو نہری نظام کے ہیڈ ورکس کے کنٹرول سے محروم کر دیا۔
- ضلع گورداس پور میں مسلمان اکثریت میں تھے، لیکن اس کے تین اہم تحصیلیں (پٹھان کوٹ، بٹالہ اور گورداس پور) بھارت کو دے دی گئیں، تاکہ اسے کشمیر تک زمینی راستہ فراہم کیا جا سکے۔
- کلکتہ، جو کہ بنگال کا دارالحکومت اور سب سے بڑا صنعتی، تجارتی اور تعلیمی مرکز تھا، مسلمانوں کے دعوے کو نظر انداز کرتے ہوئے بھارت کو دے دیا گیا۔

ریڈکلف ایوارڈ کی ناانصافیوں کے اثرات

پاکستان کے بیشتر ابتدائی مسائل کی بنیادی وجہ ریڈکلف کی ناانصافیوں پر مبنی غیر منصفانہ تقسیم تھی۔ تحصیل پٹھان کوٹ کو بھارت میں شامل کرنے کی وجہ سے مسئلہ کشمیر نے جنم لیا۔ تقسیم کے وقت تقریباً ۱ کروڑ ۵۰ لاکھ افراد کو اپنے گھر بار چھوڑنے پڑے اور اندازاً ۱۰ لاکھ لوگ فسادات میں جان سے گئے۔ اگر یہ ایوارڈ بر وقت جاری کیا جاتا تو بے شمار قیمتی جانیں بچائی جا سکتی تھیں۔ ریڈکلف ایوارڈ نے پاکستان کو نہری ہیڈ ورکس کے کنٹرول سے بھی محروم کر دیا، جس کا نتیجہ یہ نکلا کہ ۱۹۴۸ میں بھارت نے پاکستان کا پانی بند کر دیا، جس سے تیار فصلیں تباہ ہو گئیں۔ بھارت ابھی بھی وقتاً فوقتاً دریاؤں کا پانی بند کرنے کی دھمکی دیتا رہتا ہے۔

پاکستان کے ابتدائی مسائل

پاکستان، کانگریس اور برطانوی حکومت کی شدید مخالفت کے باوجود قائم ہوا۔ کانگریس اور برطانوی حکومت دونوں برصغیر کو متحد رکھنا چاہتے تھے۔ چنانچہ جب پاکستان آزاد ہوا تو یہ دونوں عناصر اس کے مخالف تھے اور انہوں نے اس نوزائیدہ ریاست کے لیے مختلف رکاوٹیں کھڑی کیں۔ پاکستان کے بیشتر ابتدائی مسائل انہی رکاوٹوں کا نتیجہ تھے، جو یا تو برطانوی حکومت نے پیدا کیں یا تقسیم کے بعد قائم ہونے والی کانگریسی حکومت نے۔

انتظامی مسائل

پاکستان کا سب سے پہلا اور بڑا انتظامی مسئلہ دارالحکومت کا قیام تھا۔ تقسیم سے قبل دہلی دارالحکومت تھا جو اب بھارت کا حصہ بن چکا تھا۔ پاکستان نے کراچی کو عارضی دارالحکومت کے طور پر منتخب کیا، لیکن وہاں بنیادی ڈھانچہ موجود نہیں تھا۔ ایک اور مسئلہ تربیت یافتہ اور تجربہ کار افسران کی کمی تھی۔ بیشتر اعلیٰ افسران ہندو تھے، جو بھارت چلے گئے تھے۔ مزید براں بھارتی حکومت نے پاکستان کو دفاتر کے ریکارڈ اور دیگر سامان کی منتقلی میں بھی تعاون نہیں کیا۔ جو سامان پاکستان کو دیا گیا وہ زیادہ تر ناکارہ اور بیکار تھا۔

مالی اثاثوں کی تقسیم

پاکستان کو متحدہ ہندوستان کے کل ۴ارب روپے میں سے ۷۵ کروڑ روپے کا حصہ ملنا تھا۔ ابتدائی طور پر صرف ۲۰ کروڑ روپے دیے گئے جو پاکستان کے اخراجات کے لیے ناکافی تھے۔ بھارتی حکومت اس حد تک انتقامی رویہ اختیار کیے ہوئے تھی کہ اس نے ان رقوم کی ادائیگی روکنے کی پوری کوشش کی تاکہ پاکستان کو دباؤ میں لاکر دوبارہ بھارت میں ضم کیا جاسکے۔ بالآخر ۵۰ کروڑ روپے جاری کیے گئے، مگر باقی رقم پاکستان کو کبھی نہیں دی گئی۔

فوج کی تقسیم

فیلڈ مارشل آکن لیک کی زیرِ صدارت ایک کمیٹی تشکیل دی گئی تھی جس کا کام فوجی اہلکاروں اور سازوسامان کی تقسیم کی نگرانی کرنا تھا۔ تاہم، بھارتی حکومت نے اس کمیٹی سے کسی قسم کا تعاون نہ کیا اور پاکستان کو ملنے والے سامان کی منتقلی میں بھی رکاوٹیں ڈالیں۔ فوجی سازوسامان کی ترسیل نہایت سست، غیر محفوظ اور غیر منظم تھی۔ بھارت نے جو سازوسامان پاکستان کو بھیجا وہ زیادہ تر ناکارہ اور ٹوٹا پھوٹا تھا، جو کسی کام کا نہیں تھا۔ پاکستان کو سولہ اسلحہ ساز فیکٹریوں میں سے ایک بھی نہیں دی گئی۔ افواج کی از سرِ نو تنظیم نو ایک اور مشکل مرحلہ تھا۔ اس وقت پاکستانی فوج میں کرنل کے عہدے سے اوپر کوئی مقامی افسر موجود نہ تھا۔ تجربہ کار افسران کی کمی کے باعث قائداعظم رحمۃ اللہ علیہ نے برطانوی افسران سے خدمات جاری رکھنے کی درخواست کی۔ سینئر افسران کی کمی کو پورا کرنے کے لیے افواج میں غیر معمولی رفتار سے ترقیاں دی گئیں، جو ملک کے لیے خوش آئند ثابت نہ ہوئیں۔

نہری پانی کا مسئلہ

تقسیم کے وقت نہروں کے متعدد ہیڈورکس بشمول دریائے راوی، ستلج اور بیاس کے ہیڈورکس بھارت کو دے دیے گئے، جو ایک غیر منصفانہ تقسیم کا نتیجہ تھا۔ صورتحال اُس وقت مزید سنگین ہوگئی جب بھارت نے جموں و کشمیر پر زبردستی قبضہ کرلیا کیونکہ زیادہ تر دریاؤں کا منبع کشمیر میں واقع ہے۔ اپریل ۱۹۴۸ء میں بھارت نے پاکستان کی نہروں کا پانی روک دیا، جس سے پاکستان کی زرعی معیشت کو شدید خطرہ لاحق ہوگیا۔ بھارت کی جانب سے اُن دریاؤں پر ڈیم بنانے کے منصوبے، جو پاکستان کے لیے زندگی کی حیثیت رکھتے تھے، نے صورتحال کو مزید خراب کردیا۔ اس رویے نے بھارت کی روایتی مسلم دشمنی کو بھی واضح کردیا۔ آخر کار ورلڈ بینک کی ثالثی میں ستمبر ۱۹۶۰ء میں سندھ طاس معاہدہ طے پایا، تاہم بھارت آج بھی اس معاہدے کی خلاف ورزی کرتے ہوئے غیر قانونی طور پر پاکستان کے حصے کے دریاؤں پر ڈیم تعمیر کررہا ہے۔

مہاجرین کی آبادکاری

پاکستان کو اپنے ابتدائی دنوں میں مہاجرین کی آبادکاری جیسے بڑے مسئلے کا سامنا کرنا پڑا۔ تقریباً ۶۵ لاکھ مسلمان بھارت سے ہجرت کر کے پاکستان آئے۔ یہ لوگ نہایت کسمپرسی میں، خالی ہاتھ آئے تھے۔ ان کے لیے رہائش، خوراک اور روزگار کے انتظامات کرنا ایک کٹھن چیلنج تھا۔ قائداعظم محمد علی جناحؒ نے ذاتی طور پر اس مسئلے پر توجہ دی اور "ریفیوجی ریلیف فنڈ" قائم کیا۔ عوام نے دل کھول کر عطیات دیے، جن کی مدد سے مہاجرین کی بحالی ممکن ہوئی۔ مہاجرین کی اکثریت کو پنجاب اور سندھ میں آباد کیا گیا، جہاں مقامی لوگوں نے انہیں خندہ پیشانی سے خوش آمدید کہا۔ افواج پاکستان نے مہاجرین کو بحفاظت پاکستان پہنچانے میں کلیدی کردار ادا کیا۔

جغرافیائی و سیاسی مسائل

پاکستان کو ابتدا ہی سے اندرونی و بیرونی خطرات لاحق تھے۔ پاکستان کی سرحدیں بھارت اور افغانستان جیسے ممالک سے ملتی تھیں جو اسے غیر مستحکم کرنے کی کوشش کرتے رہے۔ ان ممالک کی جانب سے فوجی جارحیت کا خطرہ ہمیشہ منڈلاتا رہا، جس نے پاکستان کی خارجہ پالیسی پر گہرے اثرات مرتب کیے۔ ان ممالک نے پاکستان کے اندر لسانی اور علیحدگی پسند تحریکوں کو ہوا دی۔

آئینی مسائل

قیام پاکستان کے بعد ۱۹۳۵ء کے ایکٹ کو چند ترامیم کے ساتھ پاکستان کا عبوری آئین بنا دیا گیا۔ آئندہ کے لیے ایک مستقل آئین مرتب کرنے کی ذمہ داری دستور ساز اسمبلی کو سونپی گئی۔ تاہم، اسمبلی اس اہم فریضے کو بروقت سرانجام نہ دے سکی۔ مشرقی اور مغربی پاکستان کے درمیان اختیارات کی تقسیم، قومی زبان کے تعین اور ریاست میں مذہب کے کردار جیسے بنیادی معاملات طے نہ ہو سکے۔ نتیجتاً، پاکستان کو پہلا آئین بنانے میں نو سال کا عرصہ لگ گیا۔ آئین سازی میں تاخیر کے باعث عوام نے سیاسی قیادت پر سے اعتماد کھو دیا، جس کا نتیجہ سیاسی عدم استحکام کی صورت میں نکلا۔

شاہی ریاستوں کے مسائل / مسئلہ کشمیر

پس منظر

تقسیم پاک و ہند کے وقت بھارت میں تقریباً ۵۶۲ شاہی ریاستیں موجود تھیں جنہیں ایک مخصوص خود مختار حیثیت حاصل تھی۔ اگرچہ یہ ریاستیں اپنے اندرونی معاملات میں خود مختار تھیں، تاہم ان کے بیرونی معاملات برطانوی حکومت کے ماتحت تھے۔ ان ریاستوں کو آپس میں معاہدے کرنے یا کسی دوسرے ملک سے تعلقات قائم کرنے کی اجازت نہیں تھی۔ ان ریاستوں کے حکمران برطانوی حکومت کے وفادار تھے اور ضرورت کے وقت برطانیہ کا ساتھ دیتے تھے۔ جب ہندوستان کی آزادی کا وقت قریب آیا تو برطانوی حکومت نے ان ریاستوں کے حکمرانوں کو مشورہ دیا کہ وہ عوام کی خواہشات اور جغرافیائی حالات کو مدِنظر رکھتے ہوئے پاکستان یا بھارت میں سے کسی ایک کے ساتھ الحاق کر لیں۔ وائسرائے لارڈ ماؤنٹ بیٹن کے مشورے پر عمل کرتے ہوئے زیادہ تر ریاستوں نے یا تو بھارت جبکہ کچھ ریاستوں نے پاکستان سے الحاق کر لیا۔ تاہم، تین اہم ریاستیں (جوناگڑھ، حیدرآباد اور کشمیر) ایسی تھیں جنہوں نے بروقت کوئی فیصلہ نہیں کیا اور تقسیم کے وقت کسی بھی ملک سے الحاق نہیں کیا۔

جونا گڑھ نے آزادی کے بعد پاکستان سے الحاق کیا، مگر بھارت نے طاقت کا استعمال کرتے ہوئے ریاست پر زبردستی قبضہ کرلیا۔ اسی طرح ریاست حیدر آباد میں مسلمانوں کی حکومت تھی لیکن بھارتی حکومت نے وہاں بھی بزور طاقت قبضہ کرلیا اور یہ مؤقف اپنایا کہ چونکہ اس ریاست کی اکثریتی آبادی غیر مسلم تھی، اس لیے اس کا بھارت سے الحاق ضروری تھا۔ بھارتی حکومت کا مؤقف تھا کہ جن علاقوں میں مسلمان اکثریت میں ہوں گے وہ پاکستان سے الحاق کریں گے اور جہاں ہندو اکثریت میں ہوں گے وہ بھارت میں شامل ہوں گے۔ تاہم، اسی اصول کی کشمیر میں کھلم کھلا خلاف ورزی کی گئی۔ ریاست جموں و کشمیر میں مسلمانوں کی اکثریت تھی لیکن بھارت نے وہاں کے حکمران مہاراجہ ہری سنگھ پر دباؤ ڈال کر بھارت سے الحاق پر مجبور کیا، جو کشمیری عوام کی خواہشات کے برعکس تھا۔

مسئلہ کشمیر

پس منظر

کشمیر ایک مسلم اکثریتی ریاست تھی جو اپنی قدرتی خوبصورتی کی وجہ سے دنیا بھر میں مشہور ہے۔ اس ریاست کا کل رقبہ ۸۴،۴۷۱ مربع کلومیٹر تھا اور یہ پاکستان، چین اور افغانستان سے ملحق تھی۔ ثقافتی، مذہبی اور جغرافیائی اعتبار سے کشمیر پاکستان سے قریب تر ہے۔ بہت سے دریاؤں کا منبع کشمیر ہے، جو پاکستان کی زمینوں کو سیراب کرتے ہیں۔ ۱۹۴۱ء کی مردم شماری کے مطابق ریاست کشمیر کی آبادی تقریباً ۴۰ لاکھ تھی، جس میں ۷۷ فیصد مسلمان تھے۔ کشمیری مسلمانوں کی مشکلات اس وقت شروع ہوئیں جب ۱۸۴۶ء میں برطانوی حکومت نے کشمیر کو ڈوگرہ راجہ گلاب سنگھ کے ہاتھوں بیچ دیا۔ گلاب سنگھ کے جانشینوں نے کشمیر پر حکمرانی جاری رکھی اور مسلمانوں پر سخت مظالم کیے۔ مسلمان، حکمرانوں کے ان ظالمانہ رویوں سے ناراض تھے اور اپنی آزادی کی جدوجہد جاری رکھے ہوئے تھے۔

1948ء کی جنگ

کشمیری عوام ہمیشہ ڈوگرہ حکمرانوں کے ظلم و ستم کے خلاف آواز بلند کرتے رہے اور اپنے حقوق و آزادی کے لیے جدوجہد جاری رکھی۔ ۱۹۴۷ء میں جب پاکستان کے قیام کا اعلان ہوا تو کشمیری عوام نے بھی اپنی ریاست کو پاکستان میں شامل کرنے کی خواہش کا اظہار کیا۔ انہوں نے ایک عوامی تحریک کا آغاز کیا، تاہم انہیں ڈوگرہ راجہ کے مظالم کا سامنا کرنا پڑا۔ مگر اس بار ڈوگرہ حکمران کشمیریوں کی تحریک کو دبانے میں ناکام رہا۔

کشمیری مسلمانوں کی پکار پر پاکستان کے قبائلی پختون عوام انفرادی حیثیت میں ان کی مدد کو پہنچے۔ قبائلی لشکر نے کشمیری عوام کے ساتھ مل کر ریاست کے ایک بڑے حصے کو ڈوگرہ فوج کے تسلط سے آزاد کرا لیا۔ مجاہدین ریاست کے دارالحکومت پر قبضے کے قریب تھے کہ اس اثناء میں بھارت نے ڈوگرہ راجہ کی مدد کے لیے اپنی فوج کشمیر میں داخل کردی۔ بھارت نے دعویٰ کیا کہ ۲۷ اکتوبر ۱۹۴۷ء کو مہاراجہ نے بھارت کے ساتھ الحاق کے معاہدے پر دستخط کیے ہیں، لہٰذا اب کشمیر بھارت کا حصہ ہے۔ کشمیری عوام نے مہاراجہ کے اس یک طرفہ فیصلے کو تسلیم کرنے سے انکار کردیا۔

۳۰ اکتوبر ۱۹۴۷ء کو گلگت اسکاؤٹس (ایک مقامی نیم فوجی) نے مہاراجہ کے گورنر اور افواج کو گلگت بلتستان سے نکال باہر کیا اور پاکستان سے انتظام سنبھالنے کی درخواست کی۔ اسی دوران پاکستان نے اپنی افواج کشمیر میں بھی روانہ کیں اور دونوں ملکوں کے درمیان کئی ماہ تک جنگ جاری رہی۔ پاکستانی فوج نے بہادری سے مقابلہ کرتے ہوئے بھارتی فوج سے کچھ علاقہ آزاد کروایا جو آج آزاد کشمیر کے نام سے جانا جاتا ہے۔

اقوام متحدہ کی قرارداد

کشمیری مجاہدین کی بہادری دیکھ کر بھارت نے اقوام متحدہ سے مسئلہ کشمیر کے پرامن حل کی درخواست کی۔ اقوام متحدہ نے فوری جنگ بندی کا مطالبہ کیا اور بعد ازاں ایک قرارداد منظور کی جس میں کہا گیا کہ کشمیر میں استصواب رائے (ریفرنڈم) کرایا جائے تاکہ کشمیری عوام اپنی مرضی سے پاکستان یا بھارت میں سے کسی ایک کا انتخاب کر سکیں۔ لیکن بھارت کو علم تھا کہ کشمیری عوام اس کے ساتھ شامل نہیں ہونا چاہتے، اس لیے اس نے ریفرنڈم کرانے سے انکار کر دیا اور ریاست پر زبردستی قبضہ جمالیا۔ مسئلہ کشمیر آج تک حل طلب ہے۔

آرٹیکل ۳۷۰ کا خاتمہ

بھارتی آئین کے آرٹیکل ۳۷۰ کے تحت ریاست کشمیر کو بھارت کا باقاعدہ حصہ نہیں مانا جاتا تھا اور اسے خصوصی حیثیت حاصل تھی۔ کشمیر کا اپنا آئین، پرچم اور بعض داخلی خود مختاری کے حقوق تھے۔ تاہم ۵ اگست ۲۰۱۹ء کو بھارت کی فاشسٹ جماعت بھارتیہ جنتا پارٹی (بی جے پی) نے کشمیر کی خصوصی حیثیت کو ختم کر دیا اور کشمیریوں سے ان کے محدود حقوق بھی چھین لیے۔ (بی جے پی) حکومت نے کشمیر کی آبادیاتی ساخت کو تبدیل کرنے کے لیے غیر کشمیری ہندوؤں کو ڈومیسائل سرٹیفکیٹس جاری کیے تاکہ مسلمان اقلیت میں بدل جائیں۔ کشمیری عوام کو انسانی حقوق کی پامالیوں، طویل لاک ڈاؤنز، ثقافت اور مذہب کے خطرات کا سامنا ہے۔ تاہم بھارت کی تمام ترسفاکیت کے باوجود وہ کشمیریوں کے حق خود ارادیت کی خواہش کو دبا نہیں سکا۔

مسئلہ کشمیر کے لیے پاکستان کی غیر متزلزل حمایت

پاکستان اور بھارت کے درمیان چار بڑی جنگیں (۱۹۴۸، ۱۹۶۵، ۱۹۹۹ اور ۲۰۲۵) کشمیر کے مسئلے پر ہو چکی ہیں۔ پاکستان کے عوام ہر سال ۵ فروری یوم یکجہتی کشمیر کے طور پر مناتے ہیں تاکہ کشمیری عوام کے ساتھ اپنی وابستگی اور حمایت کا اعادہ کر سکیں۔ پاکستان کشمیر کو اپنی شہ رگ سمجھتا ہے اور اسے بھارتی تسلط سے آزاد کرانا چاہتا ہے۔ پاکستان نے ہمیشہ بین الاقوامی فورمز پر کشمیری عوام کے حق میں آواز بلند کی ہے۔ دنیا کو مسئلہ کشمیر کی سنگینی کا ادراک کرنا چاہیے اور کشمیری عوام کو ان کا حق خود ارادیت دینا چاہیے۔ بھارت کو ظلم بند کرنا چاہیے، مقبوضہ کشمیر خالی کرنا چاہیے اور اقوام متحدہ کی قرارداد کے مطابق مسئلہ کشمیر کو حل کرنے پر آمادگی ظاہر کرنی چاہیے۔

مشقی سوالات

درج ذیل کثیر الانتخابی سوالات میں سے درست جواب کی نشان دہی کریں۔

1. سرسید احمد خان ﷫ نے ۱۸۷۵ میں کس ہائی اسکول کی بنیاد رکھی؟

(الف) دیوبند اسکول (ب) ندوۃ العلماء

(ج) محمڈن اینگلو اورینٹل (د) علی گڑھ

2. 1905 میں بنگال کی تقسیم کس وائسرائے کے دور میں ہوئی؟

(الف) لارڈ منٹو (ب) لارڈ کرزن

(ج) لارڈ ویول (د) لارڈ ماؤنٹ بیٹن

3. گول میز کانفرنسیں کس شہر میں منعقد ہوئیں؟

(الف) لندن (ب) لکھنؤ

(ج) دہلی (د) نیویارک

4. 1930 میں مسلم لیگ کے سالانہ اجلاس کی صدارت کس نے کی؟

(الف) قائداعظم ﷫ (ب) لیاقت علی خان ﷫

(ج) گاندھی (د) علامہ اقبال ﷫

5. 1906 میں شملہ وفد کا سب سے اہم مطالبہ کیا تھا؟

(الف) الگ وطن (ب) ملازمتوں میں مسلمانوں کا کوٹہ

(ج) جداگانہ انتخابات (د) مشترکہ انتخابات

6. لیاقت علی خان ﷫ کو ۱۹۴۶ء کی عبوری حکومت میں کون سی وزارت دی گئی؟

(الف) خزانہ (ب) تجارت

(ج) صحت (د) دفاع

7. قرارداد لاہور کے متن میں لفظ "پاکستان" کتنی بار استعمال ہوا؟

(الف) ایک بار (ب) دو بار

(ج) تین بار (د) استعمال نہیں ہوا

8. "قانون آزادی ہند" کس نے منظور کیا؟

(الف) برطانوی پارلیمنٹ (ب) کانگریس

(ج) مسلم لیگ (د) گورنر جنرل

9. قائداعظم محمد علی جناحؒ ۱۹۱۳ء سے کس سال تک بیک وقت مسلم لیگ اور کانگریس کے رکن رہے؟

(الف) ۱۹۱۶ء (ب) ۱۹۱۸ء

(ج)۱۹۱۹ء (د) ۱۹۲۰ء

10. ۱۶اگست ۱۹۴۶ء کو مسلم لیگ نے کون سا دن منایا؟

(الف) یوم نجات (ب) یوم راست اقدام

(ج)یوم پاکستان (د) بھارت چھوڑو دن

سوال نمبر۲: مندرجہ ذیل سوالات کے مختصر جواب دیں۔

۱. دو قومی نظریہ سے کیا مراد ہے؟

۲. لارڈ کرزن نے ۱۹۰۵ء میں بنگال کو دو صوبوں میں کیوں تقسیم کیا؟

۳. مسلم لیگ نے اپنے مقاصد کب اور کیوں تبدیل کیے؟

۴. قائداعظم نے کابینہ مشن پلان کو کیوں قبول کیا؟

۵. ۱۹۴۵ء کی شملہ کانفرنس ناکام کیوں ہوئی؟

۶. مسئلہ کشمیر پاکستان اور بھارت کے تعلقات پر کس طرح اثرانداز ہوتا ہے؟

۷. تحریک خلافت کے ہندوستانی مسلمانوں پر مثبت اور منفی اثرات بیان کریں۔

سوال نمبر۳: مندرجہ ذیل سوالات کے جواب تفصیل سے دیں۔

1. آل انڈیا مسلم لیگ کے قیام کے بنیادی اسباب کیا تھے؟

2. سرسید احمد خان کی تعلیمی اور سیاسی خدمات کا تجزیہ کریں۔

3. قرارداد لاہور کے پس منظر اور اہمیت پر بحث کریں۔

4. اپنے قیام کے وقت پاکستان کو درپیش ابتدائی مسائل کا جائزہ لیں، اور بتائیں کہ ملک نے ان مسائل / چیلنجز پر قابو پانے کی کس طرح کوشش کی۔

5. جواز پیش کریں کہ دو قومی نظریہ پاکستان کے قیام کی بنیاد بنا۔

تعلیمی سرگرمیاں

- دو قومی نظریے کے تصور پر جماعتی بحث۔
- تحریری کام کی صورت میں سوالات کے جوابات (جماعتی یا گھریلو مشق)۔
- گول میز کانفرنس کی مشق (ڈرامائی خاکہ)۔
- ان اہم رہنماؤں کے بارے میں ایک منٹ کی خلاصہ تقریر جنھوں نے دو قومی نظریہ پیش کیا۔

ٹائم لائن سرگرمی

بورڈ کے درمیان میں ایک ٹائم لائن (خطِ وقت) بنائیں اور جیسے جیسے تاریخ کے اسباق آگے بڑھیں، اس میں اہم واقعات شامل کرتے جائیں۔

- طلبہ کو اس بات کی ترغیب دیں کہ وہ اپنے سیکھے گئے اسباق کے مطابق اس لائن میں معلومات کا اضافہ کریں۔
- وہ اقدامات جو تحریکِ پاکستان یا مسلمانوں کے حق میں تھے، انھیں سبز یا نیلے رنگ میں اوپر کی جانب درج کریں۔
- وہ واقعات جو مسلمانوں کے مقصد کے خلاف یا منفی اثرات کے حامل تھے، انھیں سرخ رنگ میں اور نیچے کی طرف درج کریں۔

فرہنگ

- ایوارڈ: ثالث یا عدالت کا دیا گیا فیصلہ
- فیلڈ مارشل: فوج کا ایک اعلیٰ ترین عہدہ، جو پانچ ستاروں والے جنرل کے مساوی ہوتا ہے
- گورنر جنرل: برصغیر میں برطانوی حکومت کا سب سے بڑا عہدیدار
- خلافت: اسلامی طرزِ حکومت، جس کی قیادت ایک خلیفہ کرتا تھا۔
- ریاستیں (Princely States): برطانوی راج کے تحت نیم خود مختار علاقے، جن پر مقامی راجے حکمرانی کرتے تھے
- شملہ: برطانوی ہندوستان کا موسم گرما کا دارالحکومت
- برطانوی راج: ۱۸۵۸ء سے ۱۹۴۷ء تک ہندوستان میں برطانیہ کی حکمرانی کا دور
- سلطنت عثمانیہ: ایک مسلم سلطنت جو ترکی میں قائم تھی اور تیرھویں صدی سے بیسویں صدی کے اوائل تک قائم رہی۔

استاد کی مدد سے، اس باب میں شامل وہ الفاظ جو آپ کو مشکل لگتے ہیں ان کی فہرست بنائیں اور معنی لکھیں۔

باب:02

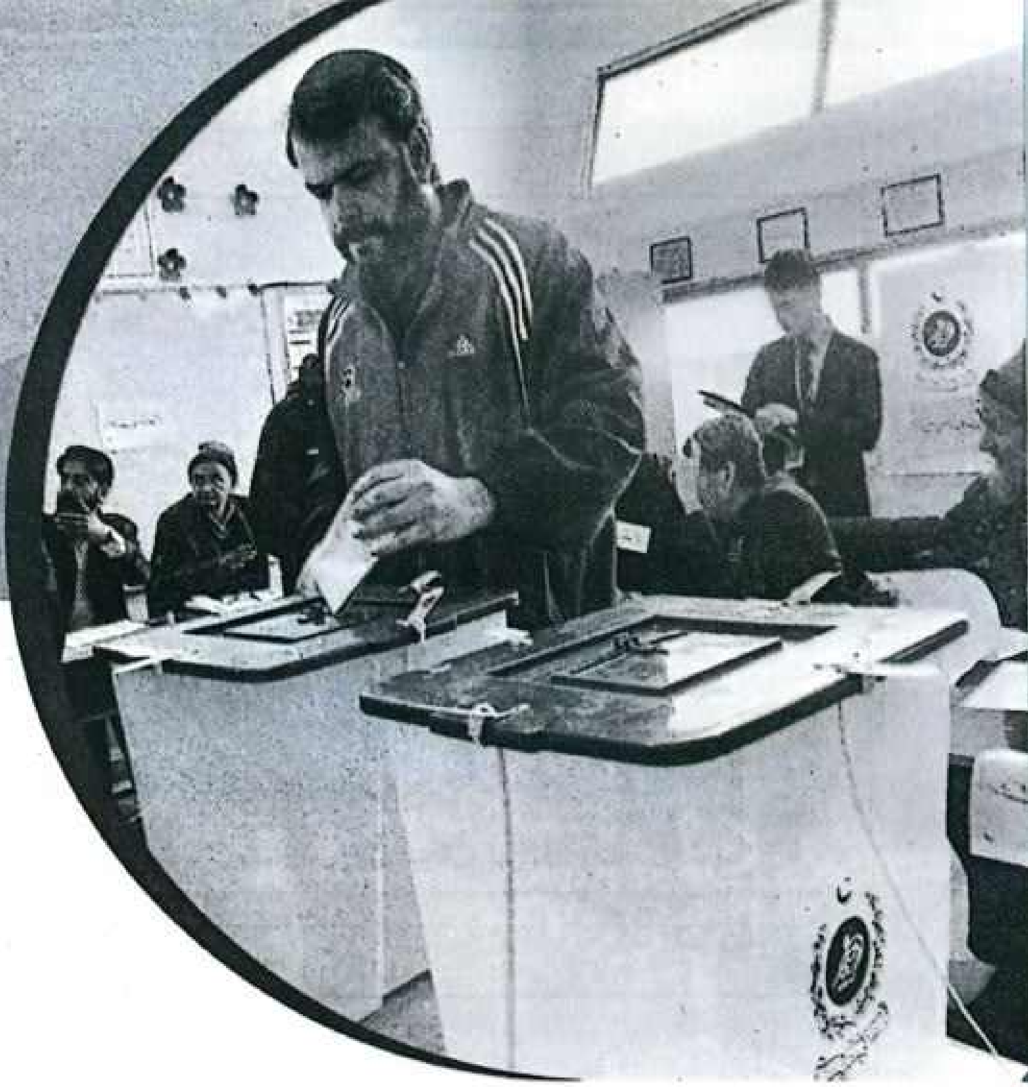

حصہ اول:
پاکستان کی تاریخ

پاکستان میں سیاسی ارتقاء

یہ سبق پڑھنے کے بعد طلبہ اس قابل ہو جائیں گے کہ وہ:

- قائداعظم رحمۃ اللہ علیہ کی بطور پہلے گورنر جنرل اور لیاقت علی خان رحمۃ اللہ علیہ کی بطور پہلے وزیراعظم پاکستان کی قیادت اور خدمات کا جائزہ لے سکیں اور ملک کے سیاسی، سماجی اور معاشی ترقی پر اثرات کا تجزیہ کر سکیں۔
- مختلف ادوارِ حکومت (۱۹۵۸ء تا ۲۰۲۲ء) کا تنقیدی تجزیہ کر سکیں، اور ان ادوار میں اختیار کی جانے پالیسیوں کے پاکستان کی سیاسی، سماجی اور معاشی ترقی پر مرتب اثرات کا جائزہ لے سکیں۔
- پاکستان اور بھارت کے درمیان ہونے والی جنگوں (۱۹۴۸، ۱۹۶۵، ۱۹۷۱ اور ۲۰۲۵ء) کے اسباب اور نتائج کا تنقیدی تجزیہ کر سکیں۔
- بین الاقوامی جنگوں (سویت-افغان جنگ اور دہشت گردی کے خلاف جنگ) کے پاکستان پر سیاسی، سماجی اور معاشی اثرات کا تجزیہ کر سکیں۔

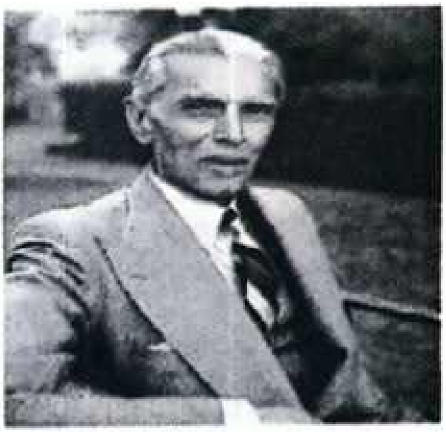

پاکستان میں سیاسی ارتقاء

آزادی کے بعد، قائد اعظم رحمۃ اللہ علیہ پاکستان کے پہلے گورنر جنرل مقرر ہوئے جبکہ لیاقت علی خان رحمۃ اللہ علیہ کو ملک کا پہلا وزیر اعظم منتخب کیا گیا۔ قائد اعظم رحمۃ اللہ علیہ پاکستان کو ایک جمہوری ریاست کے طور پر دیکھنا چاہتے تھے، جو سماجی اور معاشی انصاف پر مبنی ہو۔ ان کی خواہش تھی کہ پاکستان کے امور کو اسلام کے سنہری اصولوں کے مطابق چلایا جائے۔ بد قسمتی سے بانیِ پاکستان، قیام پاکستان کے صرف تیرہ ماہ بعد ۱۱ ستمبر ۱۹۴۸ء کو وفات پاگئے۔

قیام پاکستان کے بعد، قائد اعظم رحمۃ اللہ علیہ نے قوم کی رہنمائی کی اور ان مسائل کے حل کے لیے عملی اقدامات کیے جن کا پاکستان کو سامنا تھا۔ اگر وہ چند برس اور زندہ رہتے تو وہ یقیناً کئی اہم مسائل حل کر سکتے تھے۔ تاہم، وہ اپنی زندگی کے آخری ایام تک ریاست کی رہنمائی کرتے رہے اور اہم قومی معاملات میں عملی کردار ادا کیا۔ ذیل میں قائد اعظم رحمۃ اللہ علیہ کے پاکستان کے بارے میں ویژن اور بطور گورنر جنرل اُن کی خدمات کا مختصر جائزہ پیش کیا گیا ہے:

بطور گورنر جنرل قائد اعظم رحمۃ اللہ علیہ کی خدمات

مہاجرین کی بحالی

قائد اعظم رحمۃ اللہ علیہ نے ہندوستان سے آنے والے تقریباً ۶۵ لاکھ مہاجرین کی بحالی پر خصوصی توجہ دی۔ انہوں نے "ریفیوجی فنڈ" قائم کیا اور عوام سے اپیل کی کہ وہ اس میں دل کھول کر عطیات دیں۔ عوام نے اس فنڈ میں بڑھ چڑھ کر حصہ لیا اور مہاجرین کی مدد کی۔ قائد اعظم نے مہاجرین کی بحالی کے لیے ایک وزارت بھی قائم کی اور اس کے کام کی نگرانی خود کی۔ انہوں نے مقامی لوگوں کو بھی مہاجرین کی مدد کرنے اور انہیں اپنا بھائی سمجھنے کی تلقین کی۔ حکومت کی کوششوں اور عوام کے تعاون کے نتیجے میں مہاجرین کی آبادکاری قلیل مدت میں ممکن ہوئی۔

آئین سازی کی طرف اقدامات

قائد اعظم رحمۃ اللہ علیہ ۱۱ اگست ۱۹۴۷ء کو دستور ساز اسمبلی کے پہلے صدر منتخب ہوئے۔ چونکہ اس وقت پاکستان کا کوئی آئین موجود نہیں تھا، اس لیے انگریزوں کا بنایا ہوا ۱۹۳۵ کا ایکٹ چند ترامیم کے ساتھ عبوری آئین کے طور پر نافذ کیا گیا۔ اس دوران قائد اعظم رحمۃ اللہ علیہ نے اسمبلی کی رہنمائی کی اور اسے ایک ایسا آئین تیار

کیا آپ جانتے ہیں؟

قائد اعظم کو تپ دق (ٹی بی) اور پھیپھڑوں کے کینسر کا عارضہ لاحق تھا، جو اپنی آخری مراحل میں تھا۔ قائد اعظم کو اپنی مہلک بیماری کا اُس وقت علم ہوا جب وہ آزادی کی تحریک کو بھرپور انداز میں آگے بڑھا رہے تھے۔ انہوں نے اپنی بیماری کو خفیہ رکھا تاکہ سیاسی مخالفین کو اس کا علم نہ ہو، کیونکہ اگر وہ جان لیتے تو وہ تقسیم ہند کو مؤخر کرنے کی تدبیریں اختیار کر سکتے تھے۔ لارڈ ماؤنٹ بیٹن نے ایک موقع پر کہا کہ اگر ہمیں قائد اعظم کی بیماری کی اصل نوعیت کا علم ہوتا تو ہم تقسیم کو کچھ وقت کے لیے مؤخر کر دیتے، اور ممکن ہے کہ پاکستان وجود میں نہ آتا۔

کرنے کا ذمہ سونپا جو عوام کی اُمنگوں اور ضروریات کی عکاسی کرے۔ قائداعظم نے واضح کیا کہ آئندہ آئین اسلامی و جمہوری اصولوں کو مدنظر رکھ کر تشکیل دیا جائے گا۔ انہوں نے یہ بھی واضح کیا کہ پاکستان کے تمام شہری، خواہ مسلم ہوں یا غیر مسلم، مساوی حقوق کے حامل ہوں گے اور کسی کے ساتھ مذہب کی بنیاد پر امتیاز نہیں برتا جائے گا۔

اسٹیٹ بینک کا افتتاح

معاشی مسائل پر قابو پانے کے لیے، قائداعظم رحمۃ اللہ علیہ نے یکم جولائی ۱۹۴۸ کو اسٹیٹ بینک آف پاکستان کا افتتاح کیا۔ یہ اقدام پاکستان کی اقتصادی خود مختاری کی جانب ایک اہم قدم تھا۔ قائداعظم رحمۃ اللہ علیہ نے ماہر معاشیات زاہد حسین کو اسٹیٹ بینک آف پاکستان کا پہلا گورنر مقرر کیا۔ اسٹیٹ بینک کی افتتاحی تقریب کے موقع پر اپنے خطاب میں قائداعظم رحمۃ اللہ علیہ نے قوم کو مستقبل کی معیشت کے خدوخال سے آگاہ کیا۔ انہوں نے فرمایا:

"مغربی دنیا کا معاشی نظام انسانیت کے لیے تقریباً نا قابلِ حل مسائل پیدا کر چکا ہے، اور ہمیں ایسا محسوس ہوتا ہے کہ اب صرف کوئی معجزہ ہی دنیا کو اس تباہی سے بچا سکتا ہے جس کا وہ سامنا کر رہی ہے۔ مغربی دنیا، تمام تر مشینی ترقی اور صنعتی مہارت کے باوجود، آج تاریخ کے بدترین انتشار کا شکار ہے۔ ہمیں اپنی تقدیر کا تعین اپنے انداز سے کرنا ہے اور دنیا کے سامنے ایسا معاشی نظام پیش کرنا ہے جو اسلامی تصورِ مساوات اور سماجی انصاف پر مبنی ہو۔"

سرکاری ملازمین کے لیے رہنمائی

برطانوی دورِ حکومت میں سرکاری ملازمین مقامی لوگوں کو کمتر سمجھتے تھے۔ انہیں ایسی تربیت دی گئی تھی جیسے وہ عوام کے حاکم ہوں۔ قائداعظم رحمۃ اللہ علیہ نے انہیں ہدایت کی کہ وہ اب ایک آزاد قوم کے خادم ہیں، اس لیے وہ اپنے رویے کو بدلیں۔ مزید برآں انہوں نے سرکاری ملازمین کو سیاست سے دور رہنے کی تلقین کی۔

طلبہ کے لیے نصیحت

قائداعظم رحمۃ اللہ علیہ کی درخواست پر طلبہ نے تحریکِ آزادی میں بھرپور کردار ادا کیا۔ لیکن قیامِ پاکستان کے بعد، قائد نے طلبہ کو سیاست سے دور رہنے کا مشورہ دیا کیونکہ اُن کا ہدف حاصل ہو چکا تھا۔ انہوں نے طلبہ کو نصیحت کی کہ اب وہ اپنی توانائیاں تعلیم کے حصول پر صرف کریں۔

صوبائیت کا خاتمہ

قائداعظم رحمۃ اللہ علیہ ایک صاحبِ بصیرت رہنما تھے، انہوں نے آغاز ہی سے صوبائیت اور لسانی تعصب جیسے خطرات کو بھانپ لیا اور انہیں پاکستان کی وحدت کے لیے بڑا خطرہ قرار دیا۔ انہوں نے قوم کو ان خطرات سے خبردار کیا اور انہیں اتحاد و یگانگت کا جذبہ اپنانے کی تلقین کی۔ ۱۵ جون ۱۹۴۸ء کو اپنے خطاب میں قائداعظم رحمۃ اللہ علیہ نے فرمایا:

"جب تک ہم متحد رہیں گے، ہم کامیاب اور مضبوط ہوں گے۔ اگر ہم متحد نہ رہے تو ہم کمزور ہو جائیں گے اور ذلت کا شکار ہوں گے۔ ہم سب پاکستانی ہیں۔ ہم میں سے کوئی پنجابی، سندھی، بلوچ، پٹھان یا بنگالی نہیں۔ ہمیں خود کو صرف پاکستانی سمجھنا، اس پر عمل کرنا اور اس پر فخر کرنا چاہیے۔"

خارجہ پالیسی کے رہنما اصول

قائد اعظم رحمۃ اللہ علیہ نے پاکستان کی خارجہ پالیسی کے خدوخال واضح کیے۔ انہوں نے غیر جانبدار خارجہ پالیسی اپنانے پر زور دیا اور بالخصوص مسلم ممالک کے ساتھ خوشگوار تعلقات قائم کرنے کی اہمیت پر زور دیا۔ قائد کی ہدایت کے مطابق پاکستان نے دنیا کے کئی ممالک میں سفارت خانے اور مشن قائم کیے۔ ان نمائندہ دفاتر میں قابل اور باصلاحیت افراد کو سفیر مقرر کیا گیا اور انہیں ملک کا مثبت تشخص اجاگر کرنے کی ہدایت دی گئی۔ قائد کی کوششوں سے پاکستان نے ۳۰ ستمبر ۱۹۴۷ء کو اقوامِ متحدہ کی رکنیت بھی حاصل کر لی۔

لیاقت علی خان رحمۃ اللہ علیہ کی خدمات

لیاقت علی خان

قائد اعظم رحمۃ اللہ علیہ کی رحلت کے بعد پاکستان کی قیادت کی بھاری ذمہ داری نواب زادہ لیاقت علی خان رحمۃ اللہ علیہ کے کندھوں پر آگئی۔ وہ قائد اعظم رحمۃ اللہ علیہ کے بااعتماد ساتھی اور آل انڈیا مسلم لیگ کے طویل عرصے تک سیکریٹری جنرل رہے تھے۔ متحدہ ہندوستان میں انہوں نے وزیرِ خزانہ کی حیثیت سے بھی خدمات انجام دیں۔

لیاقت علی خان رحمۃ اللہ علیہ ایک صاحبِ بصیرت اور تجربہ کار منتظم تھے۔ انہوں نے خلوص اور حکمت کے ساتھ قوم کی قیادت کی اور اُن مسائل کو حل کرنے کی کوشش کی جن کا پاکستان کو سامنا تھا۔

لیاقت علی خان رحمۃ اللہ علیہ نے نہایت کامیابی سے قراردادِ مقاصد کو دستور ساز اسمبلی سے ۱۲ مارچ ۱۹۴۹ء کو منظور کروایا جو بعد ازاں پاکستان کے تمام آئندہ دساتیر کے لیے رہنما اصول بنی۔ انہوں نے ہندوستان میں اپنے ہم منصب کے ساتھ اپریل ۱۹۵۰ء میں ایک معاہدہ بھی کیا تاکہ مہاجرین سے متعلقہ مسائل کو حل کیا جا سکے۔ "لیاقت نہرو معاہدہ" مہاجرین کے مسائل کے حل کے لیے ایک اہم پیش رفت ثابت ہوا۔ اس کے ساتھ ساتھ لیاقت علی خان رحمۃ اللہ علیہ نے ملک کو درپیش معاشی اور سلامتی کے چیلنجز سے نمٹنے کے لیے بھی سنجیدہ اقدامات کیے۔ انہوں نے ریاست ہائے متحدہ امریکہ کا دورہ کیا تاکہ معاشی و دفاعی تعاون حاصل کیا جا سکے۔ امریکہ نے نوزائیدہ پاکستان کو درپیش اقتصادی بحران سے نکلنے کے لیے تعاون فراہم کرنے کا وعدہ کیا۔ لیاقت علی خان رحمۃ اللہ علیہ نے پاکستان کو ترقی و استحکام کی راہ پر گامزن کیا، لیکن افسوس کہ اس مدبر اور مخلص رہنما کو ۱۶ اکتوبر ۱۹۵۱ء کو راولپنڈی میں ایک جلسہ عام سے خطاب کے دوران شہید کر دیا گیا۔ ان کے آخری الفاظ تھے: "خدا پاکستان کی حفاظت کرے"۔

سیاسی عدم استحکام

لیاقت علی خان رحمۃ اللہ علیہ کی شہادت کے بعد پاکستان کو شدید سیاسی عدم استحکام کا سامنا کرنا پڑا۔ مسلم لیگ کی قیادت میں داخلی اختلافات اور تقسیم پیدا ہو گئی۔ سیاسی قیادت کی نااہلی، خود غرضی، اور موقع پرستی کی وجہ سے سول بیورو کریسی نے سیاست پر غلبہ حاصل کر لیا اور کلیدی عہدوں پر قابض ہو گئی۔ سیاسی عدم استحکام کی ایک واضح مثال یہ ہے کہ ۱۶ اکتوبر ۱۹۵۱ء سے ۷ اکتوبر ۱۹۵۸ء کے درمیانی عرصے میں سات وزرائے اعظم کو مختلف وجوہات کی بنیاد پر عہدے سے ہٹایا گیا جبکہ دوسری جانب بھارت کے پہلے وزیر اعظم جواہر لال نہرو ۱۹۴۷ء سے ۱۹۶۴ء تک برسرِ اقتدار رہے۔

پاکستان میں سیاسی قیادت نے عام انتخابات کے انعقاد سے گریز کیا آئین سازی میں تاخیر کی اور بنیادی مسائل کے حل میں ناکام رہے جس کا نتیجہ یہ نکلا کہ عوام کا

اپنے لیڈروں پر سے اعتماد اٹھ گیا۔ اس صورت حال نے سول بیورو کریسی کو سیاسی قیادت پر غالب آنے کا موقع فراہم کیا۔

لیاقت علی خان ؒ کی شہادت کے بعد خواجہ ناظم الدین جو اس سے پہلے گورنر جنرل کے عہدے پر فائز تھے، کو وزیر اعظم مقرر کیا گیا جبکہ غلام محمد جو ایک اعلیٰ سول افسر تھے، کو گورنر جنرل بنایا گیا۔ اُس وقت کے آئینی اختیارات کے تحت گورنر جنرل وزیر اعظم کو برطرف کرنے کا مجاز تھا۔ چنانچہ غلام محمد نے ۱۷ اپریل ۱۹۵۳ء کو خواجہ ناظم الدین کو ملک میں بگڑتی ہوئی امن وامان کی صورتحال کو سنبھالنے میں ناکامی کا الزام لگا کر برطرف کر دیا۔ ان کی جگہ محمد علی بوگرہ کو وزیر اعظم مقرر کیا گیا حالانکہ وہ اسمبلی کے رکن بھی نہ تھے۔ سیاسی بحران اس وقت مزید شدت اختیار کر گیا جب ۲۴ اکتوبر ۱۹۵۴ء کو غلام محمد نے دستور ساز اسمبلی تحلیل کر دی کیونکہ اسمبلی نے گورنر جنرل کے اختیارات محدود کرنے کی کوشش کی تھی۔ اسمبلی کی تحلیل ایک افسوسناک واقعہ تھا جو آئین سازی کے عمل کو مزید موخر کرنے کا سبب بنا۔ ۱۹۵۵ء میں بیمار غلام محمد کی جگہ اسکندر مرزا نے گورنر جنرل کا عہدہ سنبھالا۔ اس اثناء اسمبلی نے محمد علی بوگرا کو وزارتِ عظمیٰ سے استعفیٰ دینے پر مجبور کر دیا۔ اس کے بعد چوہدری محمد علی کو وزیر اعظم مقرر کیا گیا، جو ایک ماہر منتظم اور تجربہ کار بیورو کریٹ تھے۔

قیامِ پاکستان کے فوراً بعد مشرقی و مغربی بازوؤں کے مابین وسائل اور اختیارات کی تقسیم ایک اہم مسئلہ بن چکا تھا، جو چوہدری محمد علی کے دورِ حکومت میں مزید شدت اختیار کر گیا۔ مشرقی پاکستان لسانی وثقافتی لحاظ سے یکساں آبادی کا حامل خطہ تھا جہاں کل ملکی آبادی کا ۵۶ فیصد رہتا تھا، جبکہ مغربی پاکستان مختلف قومیتی گروہوں پر مشتمل اور کئی انتظامی اکائیوں میں منقسم تھا چنانچہ چوہدری محمد علی نے مغربی پاکستان کو ایک وحدت بنانے کی تحریک کی حمایت کی اور ۱۹۵۵ء میں مغربی پاکستان کے تمام صوبوں کا خاتمہ کر کے "ون یونٹ" قائم کر دیا۔

چوہدری محمد علی کے دور میں ہی پاکستان کا پہلا آئین نافذ کیا گیا۔ اس آئین کے تحت گورنر جنرل کا عہدہ ختم کر کے صدرِ مملکت کا عہدہ قائم کیا گیا۔ اس طرح اسکندر مرزا جو آخری گورنر جنرل تھے پاکستان کے پہلے صدر بنے۔ نئے آئین کے تحت صدرِ مملکت کو ملک میں ہنگامی حالت نافذ کرنے کا اختیار مل گیا۔ بد قسمتی سے، اس اختیار کا اکثر وبیشتر غلط استعمال کیا گیا۔ چوہدری محمد علی جو ابتدا میں عوامی نمائندوں کا اعتماد حاصل کیے ہوئے تھے رفتہ رفتہ اسمبلی کا اعتماد کھو بیٹھے اور بالآخر ۸ ستمبر ۱۹۵۶ء کو مستعفی ہو گئے۔ ان کے بعد حسین شہید سہروردی نے وزارتِ عظمیٰ سنبھالی، جو اس وقت قومی سطح کے ممتاز رہنما تصور کیے جاتے تھے تاہم صدرِ مملکت اسکندر مرزا نے ان پر دباؤ ڈال کر انہیں مستعفی ہونے پر مجبور کر دیا۔ ان کے بعد ابراہیم اسماعیل چندریگر وزارتِ عظمیٰ کے منصب پر فائز ہوئے لیکن ان کی مدتِ اقتدار محض دو ماہ سے بھی کم رہی۔ وہ بھی اندرونی سیاسی سازشوں کا نشانہ بنے اور ۱۶ دسمبر ۱۹۵۷ء کو مستعفی ہو گئے۔ ساتویں وزیرِ اعظم فیروز خان نون اس وقت برطرف کر دیے گئے جب صدرِ پاکستان نے آئین معطل کر کے ملک میں ہنگامی حالت نافذ کی اور افواجِ پاکستان کو حکومت سنبھالنے کی ہدایت دی۔

ایوب خان کا دورِ حکومت (۱۹۵۸ء-۱۹۶۹ء)

فیلڈ مارشل ایوب خان

7 اکتوبر ۱۹۵۸ء کو جب ملک میں مارشل لا نافذ کیا گیا، تو صدرِ مملکت اسکندر مرزا نے پاکستان آرمی کے اس وقت کے سپہ سالار جنرل محمد ایوب خان کو چیف مارشل لا ایڈمنسٹریٹر مقرر کر دیا۔ تاہم آئین کی تنسیخ کے بعد صدارت کا عہدہ محض ایک رسمی حیثیت اختیار کر چکا تھا اور اسکندر مرزا خود کو بے اختیار محسوس کرنے لگے۔ چنانچہ انہوں نے ایوب خان کے خلاف خفیہ سازشیں شروع کیں اور انہیں

گرفتار کرنے کا منصوبہ بنایا۔ ایوب خان، جوان سرگرمیوں سے پوری طرح باخبر تھے، نے اسکندر مرزا کو حکومت کے لیے خطرہ تصور کرتے ہوئے ۲۷ اکتوبر ۱۹۵۸ء کو ان سے استعفیٰ طلب کر لیا، اور یوں ایوب خان خود ملک کے صدر بن گئے۔

کیا آپ جانتے ہیں؟

ایوب خان پاکستان آرمی کے پہلے مسلمان سپہ سالار تھے۔

سیاسی سرگرمیوں پر پابندی

ایوب خان سیاسی جماعتوں کے شدید ناقد تھے کیونکہ ان کے خیال میں سیاسی پارٹیاں عوام میں تفرقہ پیدا کرتی ہیں اور بعض اوقات قومی مفادات کے منافی سرگرمیوں میں بھی ملوث ہوتی ہیں۔ انہوں نے سیاست دانوں کو ملکی تنزلی کا ذمہ دار قرار دیا اور ان کے سیاسی کردار کو محدود کرنے کے لیے ایبڈو اور پوڈو جیسے قوانین متعارف کروائے۔ ایوب خان کا خیال تھا کہ پاکستانی عوام کی اکثریت ناخواندہ اور سیاسی لحاظ سے ناپختہ ہیں، اس لیے عمومی بالغ رائے دہی کا نفاذ نقصان دہ ثابت ہو سکتا ہے۔ چنانچہ ۱۹۵۹ء میں انہوں نے "بنیادی جمہوریتوں" کا نظام متعارف کرایا جس کے تحت ۸۰،۰۰۰ ارکان منتخب کیے جاتے جو صدرِ مملکت اور دیگر ایوانوں کے انتخابات کے لیے انتخابی ادارہ بھی ہوتے اور مقامی حکومتوں کے فرائض بھی انجام دیتے۔ ایوب خان پارلیمانی نظام کے مخالف تھے انہوں نے اس کی جگہ صدارتی نظام نافذ کرنے کا وعدہ کیا۔ بالآخر، انہوں نے ۱۹۶۲ء میں ایک نیا آئین نافذ کیا جس کے تحت ملک میں صدارتی طرزِ حکومت کی بنیاد ڈالی گئی۔

معاشی پالیسی

ایوب خان کی معاشی پالیسی بھی خاطر خواہ کامیاب رہی۔ انہوں نے صنعتی شعبے کی ترقی پر بھرپور توجہ دی اور نجی سرمایہ کاری کو فروغ دینے کے لیے سرمایہ کاروں کی حوصلہ افزائی کی۔ پاکستان کی اقتصادی ترقی کا اشاریہ بھارت اور دیگر ہمسایہ ممالک کے مقابلے میں زیادہ بہتر رہا۔ انہوں نے زرعی اصلاحات نافذ کیں اور زرعی زمینوں کی حد ملکیت مقرر کرتے ہوئے ۵۰۰ ایکڑ تک نہری اور ۱۰۰۰ ایکڑ تک بارانی زمین کی حد مقرر کی۔ ایوب خان نے زرعی شعبے میں انقلابی تبدیلیاں متعارف کروائیں۔ جدید مشینری اور آلات کے استعمال سے فصلوں کی پیداوار میں نمایاں اضافہ ہوا۔ زرعی اراضی کو سیراب کرنے اور توانائی کی بڑھتی ہوئی ضروریات کو پورا کرنے کے لیے انہوں نے وارسک، منگلا ڈیم اور تربیلا ڈیم تعمیر کروائے۔ پاکستان کی تاریخ میں دوسرا پانچ سالہ ترقیاتی منصوبہ (۱۹۶۰ء تا ۱۹۶۵ء) سب سے کامیاب منصوبہ قرار دیا جاتا ہے جس کے تحت مقرر کردہ اہداف سے کہیں زیادہ نتائج حاصل کیے گئے۔

صدارتی انتخابات

جنوری ۱۹۶۵ء میں ہونے والے صدارتی انتخابات ایوب خان کی شہرت کو دھچکا پہنچانے کا باعث بنے۔ ان انتخابات میں قائداعظم محمد علی جناح رحمۃ اللہ علیہ کی ہمشیرہ محترمہ فاطمہ جناح، ایوب خان کے مقابل صدارتی امیدوار تھیں۔ حکومت نے ان کے خلاف ایک منظم کردار کشی کی مہم شروع کی، جسے عوام نے سخت ناپسند کیا اگرچہ ایوب خان نے انتخابات جیت لیے لیکن یہ حقیقت واضح ہے کہ ایوب خان کی جیت کی اصل وجہ ووٹنگ کا دائرہ صرف اسی ہزار منتخب نمائندگان تک محدود ہونا تھا۔ اگر بالغ رائے دہی کا نظام رائج ہوتا تو محترمہ فاطمہ جناح کی انتخابات میں کامیابی یقینی تھی۔

ستمبر ۱۹۶۵ء کی جنگ

چھ ستمبر ۱۹۶۵ء کو پاکستان اور بھارت کے درمیان مسئلہ کشمیر کے تناظر میں جنگ چھڑ گئی۔ دونوں ممالک کے مابین کشیدگی کا آغاز اس وقت ہوا جب بھارت نے رن آف کچھ کے متنازع علاقے میں فوجی چوکیاں قائم کر لیں۔ جواباً پاکستان نے بھی اپنی افواج روانہ کیں اور اپریل ۱۹۶۵ء میں جھڑپیں شروع ہو گئیں۔ پاکستانی

افواج نے بھارتی دستوں کو گھیر لیا اور انہیں قید کرنے کی پوزیشن میں آگئیں، تاہم صدر ایوب خان نے اعلیٰ ظرفی کا مظاہرہ کرتے ہوئے جنگ بندی پر رضامندی ظاہر کی۔

کیا آپ جانتے ہیں؟

رن آف کچھ (Rann of Kutch) ایک نشیبی اور دلدلی علاقہ ہے جو صوبہ سندھ (پاکستان) اور بھارتی ریاست گجرات کے درمیان واقع ہے۔

رن آف کچھ میں ناکامی کے بعد بھارت نے کشمیر میں جارحیت کا نیا باب کھولا۔ مئی ۱۹۶۵ء میں بھارتی حکومت نے کشمیری مسلم قیادت کو گرفتار کر لیا اور مقبوضہ کشمیر کو بھارت میں ضم کرنے کے اقدامات کیے۔ ان اقدامات نے کشمیری عوام میں شدید ردعمل پیدا کیا۔ بھارت نے مسئلہ کشمیر کو پُرامن طریقے سے حل کرنے کے بجائے ریاستی جبر واستبداد کا راستہ اپنایا۔ بھارتی مظالم پر خاموش رہنا پاکستانی قیادت کے لیے ممکن نہ تھا۔ پاکستانی رضاکاروں نے کشمیری بھائیوں کی مدد کے لیے وادی کشمیر کا رخ کیا۔ بھارت نے اس امداد کو بنیاد بنا کر بین الاقوامی سرحد کی خلاف ورزی کی اور پاکستان پر حملہ کر دیا۔

جنگ کے آغاز سے ہی پاکستانی عوام اور افواج کا حوصلہ بلند تھا۔ ہماری مسلح افواج نے انتہائی جانفشانی سے جنگ لڑی اور دشمن کی جانب سے کیے گئے بلند وبانگ دعووں کو خاک میں ملا دیا۔ مثال کے طور پر، بھارت نے لاہور پر قبضے کا منصوبہ بنایا تھا، لیکن وہ ناکام رہا۔ پاکستانی افواج نے میجر عزیز بھٹی شہید کی قیادت میں بی آر بی نہر کے کنارے دشمن کا راستہ روکے رکھا۔ اسی طرح سیالکوٹ پر بھارتی حملہ بھی پسپا ہو گیا۔

چونڈہ کے مقام پر دونوں افواج کے درمیان ٹینکوں کی سب سے بڑی لڑائی ہوئی جس میں بھارتی افواج کو شکست کا سامنا کرنا پڑا۔ پاک فضائیہ نے بھی شاندار کارکردگی دکھائی اور دشمن کے ۷۵ طیارے مار گرائے جب کہ پاکستان نے ۱۹ طیارے کھوئے۔ پاکستانی افواج نے بھارتی سرزمین کا ۱۶۵۰ مربع کلومیٹر رقبہ قبضے میں لے لیا اور بھارتی افواج کے سینکڑوں سپاہی وافسر قیدی بنا لیے۔

اقوامِ متحدہ کی قرارداد اور تاشقند معاہدہ

اقوامِ متحدہ نے ۲۰ ستمبر کو جنگ بندی کی قرارداد منظور کی، جسے پاکستان اور بھارت دونوں نے ۲۲ ستمبر کو تسلیم کیا۔ سوویت یونین (USSR) جو اس جنگ میں غیر جانبدار رہا، ثالثی کے لیے آگے آیا اور دونوں ممالک کو تاشقند مدعو کیا تاکہ بات چیت کے ذریعے تنازعات کا حل تلاش کیا جاسکے۔ تاشقند میں کئی روزہ مذاکرات کے بعد دونوں ممالک کی قیادت نے جنوری ۱۹۶۶ء میں تاشقند معاہدے پر دستخط کیے۔ اس معاہدے کے تحت دونوں ممالک نے جنگ سے قبل کی پوزیشن پر واپسی اور جنگی قیدیوں کی واپسی پر اتفاق کیا۔

ایوب خان کے اقتدار کا زوال

پاکستان کے عوام نے معاہدہ تاشقند کو پسند نہیں کیا کیونکہ اس میں مسئلہ کشمیر کے حل کا ذکر نہ تھا حالانکہ مسئلہ کشمیر ہی 1965ء کی جنگ کا سبب بنا تھا۔ یہ تاثر عام ہوا کہ ایوب خان نے ایک جیتی ہوئی جنگ کو مذاکرات کی میز پر ہار دیا۔ ایوب خان کی کابینہ میں شامل وزیرِ خارجہ ذوالفقار علی بھٹو جو تاشقند مذاکرات میں شریک تھے، نے صورتِ حال کا فائدہ اٹھایا اور یہ مؤقف اپنایا کہ معاہدہ تاشقند پاکستان کے مفاد میں نہیں ہے۔ کچھ ہی عرصہ بعد انہوں نے وزارت سے استعفیٰ دے دیا اور ایوب خان کے خلاف تحریک شروع کر دی۔ تاشقند اعلامیے کے بعد ایوب خان عوام کا اعتماد کھو بیٹھے اور ملک میں ان کے خلاف احتجاجی فضا قائم ہو گئی۔ دیگر

سیاسی جماعتوں نے بھی عوامی جذبات کو ابھارا اور ایوب خان سے مستعفی ہونے کا مطالبہ کیا۔ بالآخر عوامی دباؤ کے پیشِ نظر ایوب خان نے ۲۵ مارچ ۱۹۶۹ء کو صدارت سے استعفیٰ دے دیا۔

جنرل یحییٰ خان

یحییٰ خان کا دورِ حکومت (۱۹۶۹ء-۱۹۷۱ء)

ایوب خان نے اقتدار مسلح افواج کے سربراہ جنرل یحییٰ خان کے حوالے کیا، جنہوں نے فوری طور پر ملک میں مارشل لا نافذ کر دیا۔ اپنے پہلے خطاب میں جنرل یحییٰ خان نے واضح کیا کہ ان کے کوئی سیاسی عزائم نہیں ہیں۔ ان کے بقول فوجی مداخلت کا مقصد محض امن وامان کی مخدوش صورتحال کو قابو میں لانا تھا۔ انہوں نے جلد از جلد انتخابات کروانے اور اقتدار عوامی نمائندوں کے سپرد کرنے کا وعدہ کیا۔ مارچ ۱۹۷۰ء میں انہوں نے لیگل فریم ورک آرڈر (ایل ایف او) جاری کیا جس میں آئندہ انتخابات کے خدوخال متعین کیے گئے تھے۔ ایل ایف او کے تحت قومی اسمبلی کی نشستوں کی تعداد ۳۱۳ مقرر کی گئی، ون یونٹ کا خاتمہ کیا گیا اور بالغ رائے دہی کی بنیاد پر انتخابات کرانے کا اعلان کیا گیا۔ انتخابی مہم کے لیے تمام سیاسی جماعتوں کو مکمل آزادی فراہم کی گئی۔

۱۹۷۰ء کے انتخابات کے نتیجے میں دو بڑی پارٹیاں سیاست کے افق پر ابھریں۔ مشرقی پاکستان سے عوامی لیگ جس کی قیادت شیخ مجیب الرحمٰن کر رہے تھے، اور مغربی پاکستان سے پاکستان پیپلز پارٹی جس کی سربراہی ذوالفقار علی بھٹو کے پاس تھی۔ عوامی لیگ نے چھ نکات کی بنیاد پر انتخابی مہم چلائی، جن کا لبِ لباب زیادہ سے زیادہ صوبائی خودمختاری کا حصول تھا۔ عوامی لیگ ایک انتہائی کمزور مرکزی حکومت دیکھنا چاہتی تھی۔ مجیب الرحمٰن کا دعویٰ تھا کہ مشرقی پاکستان سے حاصل شدہ مالی وسائل کو مغربی پاکستان کی صنعتی ترقی پر صرف کیا گیا۔ دوسری طرف پیپلز پارٹی نے "روٹی، کپڑا اور مکان" کے نعرے پر اپنی انتخابی مہم کی بنیاد رکھی۔ ذوالفقار علی بھٹو نے وعدہ کیا کہ اگر ان کی پارٹی اقتدار میں آئی تو وہ عوام کو بنیادی سہولیات کی فراہمی یقینی بنائیں گے۔

بالآخر دسمبر ۱۹۷۰ء میں انتخابات کا انعقاد ہوا جن میں عوامی لیگ نے مشرقی پاکستان سے ۱۶۲ میں سے ۱۶۰ نشستوں پر زبردست کامیابی حاصل کی مگر مغربی پاکستان سے ایک بھی نشست حاصل نہ کر سکی۔ پیپلز پارٹی نے ۸۱ نشستیں جیتیں لیکن تمام نشستیں مغربی پاکستان سے تھیں۔ یہ نتائج ظاہر کرتے ہیں کہ کوئی بھی سیاسی جماعت قومی سطح کی نمائندگی کی حامل نہ تھی۔ انتخابات کے بعد یحییٰ خان نے اعلان کیا کہ ۳ مارچ ۱۹۷۱ء کو قومی اسمبلی کا اجلاس ڈھاکہ میں بلایا جائے گا جہاں وزیرِ اعظم کا انتخاب اور آئین سازی کا عمل شروع کیا جائے گا۔

تاہم ذوالفقار علی بھٹو نے اسمبلی اجلاس کے بائیکاٹ کا اعلان کر دیا اور مطالبہ کیا کہ اجلاس سے قبل ان کے اور مجیب الرحمٰن کے درمیان آئینی معاملات اور اقتدار کی تقسیم کے حوالے سے بامعنی مشاورت ہونی چاہیے۔ ۲ مارچ ۱۹۷۱ء کو یحییٰ خان نے قومی اسمبلی کا اجلاس ملتوی کرنے کا اعلان کیا جس کی وجہ پیپلز پارٹی کا بائیکاٹ قرار دیا گیا۔ یہ فیصلہ عوامی لیگ کے اس یقین کو مزید تقویت دینے کا باعث بنا کہ یحییٰ خان کی حکومت اقتدار ان کے حوالے کرنے میں مخلص نہیں۔

مشرقی پاکستان کی علیحدگی

قومی اسمبلی کا اجلاس ملتوی ہونے کے بعد مشرقی پاکستان میں شدید عوامی اضطراب پیدا ہوا۔ عوامی لیگ کے کارکنان اور حامیوں نے مشرقی پاکستان میں ہڑتالیں اور احتجاج شروع کر دیے۔ مختلف شہروں میں سرکاری عمارتوں اور دفاتر کو نشانہ بنایا گیا، اور امن وامان کی صورتحال بدتر ہوتی چلی گئی۔ عوامی لیگ نے در حقیقت مشرقی پاکستان میں متوازی حکومت قائم کر لی اور ریاستی عملداری تقریباً ختم ہو گئی۔ امن وامان کی صورتِ حال اس قدر ابتر ہو گئی کہ مارچ کے وسط میں یحییٰ خان اور مغربی پاکستان کے دیگر سیاسی رہنماؤں کو ڈھاکہ جانا پڑا تا کہ عوامی لیگ سے مذاکرات کیے جا سکیں۔ یہ مذاکرات تقریباً دس روز تک جاری رہے، تاہم یہ کسی فیصلہ کن نتیجے پر نہ پہنچ سکے۔ شیخ مجیب الرحمٰن اپنے چھ نکات سے ایک انچ بھی پیچھے ہٹنے پر آمادہ نہ تھے جنہیں وفاقی حکومت ریاستِ پاکستان کی وحدت وسالمیت کے لیے خطرہ تصور کرتی تھی۔

ابتداء میں یحییٰ خان نے ان چھ نکات کو محض انتخابی حربہ سمجھ کر نظر انداز کر دیا تھا مگر مذاکرات کے دوران وہ ان نکات کے اثرات و مضمرات سے مکمل طور پر آگاہ ہو چکے تھے اور انہوں نے شیخ مجیب سے ان پر نظرِ ثانی کا تقاضا کیا۔ تاہم، مجیب الرحمٰن نے کسی بھی قسم کی لچک کا مظاہرہ نہیں کیا۔ مذاکرات کی ناکامی کے بعد، ۲۴ مارچ ۱۹۷۱ء کو یحییٰ خان نے مشرقی پاکستان میں فوجی آپریشن کا حکم جاری کیا۔ یہ فیصلہ نہایت تباہ کن ثابت ہوا کیونکہ سیاسی مسائل کا حل محض فوجی طاقت کے ذریعے ممکن نہیں ہوتا۔ یہ اقدام نہ صرف حکومت بلکہ تمام سیاسی جماعتوں کی اجتماعی ناکامی کا مظہر تھا کہ وہ کسی قابلِ قبول سیاسی حل تک نہ پہنچ سکے۔ اگرچہ مشرقی پاکستان میں تعینات فوجی کمانڈر جنرل ٹکا خان شہری علاقوں میں نظم وضبط بحال کرنے میں کامیاب رہے لیکن فوجی کارروائی کی شدت نے ان حلقوں کو بھی حکومت سے بد ظن کر دیا جو پہلے فوج یا یحییٰ حکومت کے ہمدرد سمجھے جاتے تھے۔

جنگ ۱۹۷۱ء اور بھارت کی مداخلت

مشرقی پاکستان کی غیر مستحکم صورت حال نے بھارت کو ۱۹۶۵ء کی جنگ کا بدلہ لینے کا سنہری موقع فراہم کیا۔ بھارت نے بنگالی علیحدگی پسندوں کی نہ صرف سیاسی و سفارتی سطح پر حمایت کی بلکہ انہیں عسکری تربیت، مالی امداد اور پناہ بھی فراہم کی۔ عوامی لیگ کی قیادت ماسوائے مجیب الرحمٰن کے بھارت منتقل ہو گئی اور وہاں بھارتی سرپرستی میں "مکتی باہنی" کے نام سے ایک مسلح تنظیم قائم کی گئی جس نے پاکستان فوج کے خلاف گوریلا جنگ شروع کی۔ جب بھارت نے دیکھا کہ مکتی باہنی تنہا اپنے اہداف حاصل کرنے سے قاصر ہیں تو اس نے ۲۱ نومبر ۱۹۷۱ء کو براہِ راست مشرقی پاکستان میں مداخلت کر دی اور بالآخر ۳ دسمبر کو پاکستان کے خلاف باقاعدہ جنگ کا اعلان کیا۔ یہ جنگ ۱۶ دسمبر ۱۹۷۱ء تک جاری رہی۔

پاکستانی افواج ابتدا ہی سے ایک نہایت دشوار صورت حال سے دوچار تھیں۔ اسلحہ، رسد اور خوراک کی شدید قلت، مغربی پاکستان سے زمینی وفضائی رابطے منقطع ہونے اور مقامی آبادی کی اکثریت کے مخالفانہ رویے نے فوجی پوزیشن کو مزید کمزور کر دیا۔ مشرقی پاکستان میں موجود پاکستانی فوج کی تعداد پچاس ہزار سے کم تھی، جبکہ بھارت کے فوجی سربراہ جنرل مانک شاہ کے مطابق، بھارتی افواج اور مکتی باہنی کی تعداد پاکستانی افواج سے بیس گنا زیادہ تھی۔ جنرل مانک شاہ نے پاکستان آرمی کی بہادری کو سراہتے ہوئے کہا کہ "پاک فوج نے غیر معمولی دلیری سے جنگ لڑی، لیکن وہ اپنے مرکزِ رسد سے ہزار میل دور تھے۔" "ایسے حالات میں کسی بھی فوج کے لیے جنگ جیتنا ناممکن تھا۔" چنانچہ ۱۶ دسمبر ۱۹۷۱ء کو جنرل امیر عبداللہ خان نیازی نے جنگ بندی پر رضامندی ظاہر کی تاکہ فوج کو مزید نقصان اور معصوم شہریوں کو غیر ضروری ہلاکتوں سے بچایا جا سکے۔

ذوالفقار علی بھٹو کا دورِ حکمرانی (۱۹۷۱ء-۱۹۷۷ء)

سقوطِ ڈھاکہ کے بعد فوج اور عوامی دباؤ کے تحت جنرل یحییٰ خان نے اقتدار سے استعفیٰ دے دیا اور حکومت ذوالفقار علی بھٹو کے سپرد کر دی گئی۔ بھٹو نے قوم سے وعدہ کیا کہ وہ ایک "نئے پاکستان" کی بنیاد رکھیں گے۔ انہوں نے فوری طور پر آئین سازی کے عمل کا آغاز کیا اور ۱۹۷۳ء میں ملک کو ایک نیا آئین دیا۔ آئین ۱۹۷۳ء اس لحاظ سے منفرد تھا کہ یہ قومی اسمبلی سے متفقہ طور پر منظور ہوا اور تمام وفاقی اکائیوں کی رضامندی اس میں شامل تھی۔

ذوالفقار علی بھٹو

خارجہ پالیسی کے محاذ پر بھی بھٹو نے اہم کامیابیاں حاصل کیں۔ انہوں نے ۱۹۷۲ء میں بھارت کے ساتھ "شملہ معاہدہ" پر دستخط کیے جس کے تحت دونوں ممالک نے ایک دوسرے کے زیرِ قبضہ علاقوں کو واپس کیا۔ ۱۹۷۴ء میں انہوں نے بھارت کے ساتھ "دہلی معاہدہ" کیا، جس کے تحت جنگی قیدیوں کی واپسی ممکن ہوئی۔ بھٹو اس حقیقت سے بخوبی واقف تھے کہ امریکہ اور یورپی طاقتوں نے پاکستان کو سقوطِ مشرقی پاکستان سے بچانے کے لیے کوئی مثبت کردار ادا نہیں کیا۔ اس تناظر میں انہوں نے خارجہ پالیسی کی سمت کو از سرِ نو متعین کرتے ہوئے عالمِ اسلام اور تیسری دنیا کے ممالک کے ساتھ روابط کو ترجیح دی۔ چنانچہ بھٹو نے امریکہ کے ساتھ دفاعی معاہدوں کو منسوخ کرنے کا اعلان کیا۔ اسی ضمن میں، اُنہوں نے دولتِ مشترکہ (کامن ویلتھ) سے علیحدگی کا فیصلہ بھی کیا، جس کا رکن پاکستان قیام کے وقت سے تھا۔

بھٹو کی فکری وابستگی سوشلسٹ نظریات سے تھی اور وہ سرمایہ دار طبقے کے خلاف شدید تنقید رکھتے تھے۔ ۱۹۷۲ء میں اُنہوں نے بھاری صنعتوں کو قومی تحویل میں لینے کا عمل شروع کیا۔ بعد ازاں، بینکاری اور تعلیمی شعبوں کو بھی قومیایا گیا۔ اگرچہ یہ اقدامات نیک نیتی پر مبنی تھے، تاہم معیشت پر ان کے اثرات منفی ثابت ہوئے اور صنعتی ترقی کی رفتار سست پڑ گئی۔

نئے افق تلاش کریں

ذوالفقار علی بھٹو نے آکسفورڈ یونیورسٹی سے تعلیم حاصل کی تھی۔
آن لائن ذرائع سے تحقیق کیجیے اور پاکستان کے دیگر وزرائے اعظم کی تعلیمی قابلیت کے بارے میں معلومات حاصل کیجیے۔
یہ فہرست مرتب کریں کہ کتنے وزرائے اعظم نے بیرونی جامعات سے تعلیم حاصل کی ہے۔

بھٹو کو پاکستان کے ایٹمی پروگرام کا بانی بھی قرار دیا جاتا ہے۔ جب ۱۹۷۴ء میں بھارت نے جوہری تجربات کیے تو بھٹو نے دوٹوک اعلان کیا کہ پاکستان کی بقا اب جوہری صلاحیت کے حصول سے مشروط ہے۔ اُنہوں نے یہ تاریخی جملہ ادا کیا کہ: "ہم گھاس کھا لیں گے، بھوکے رہیں گے مگر ایٹم بم ضرور بنائیں گے۔" بھٹو نے ممتاز جوہری سائنس دان ڈاکٹر عبدالقدیر خان کو پاکستان آنے کی دعوت دی اور اُنہیں ایٹمی پروگرام کی بنیاد رکھنے کے لیے ہر ممکن ریاستی تعاون فراہم کیا۔

تاہم، بھٹو کے دورِ حکومت میں بعض ایسے اقدامات بھی اُٹھائے گئے جو جمہوری اقدار کے منافی تھے۔ بھٹو سیاسی مخالفین کو برداشت کرنے کا حوصلہ نہیں رکھتے تھے۔ اُنہوں نے بلوچستان کی صوبائی حکومت، جس کی قیادت اُن کے سیاسی حریف سردار عطاءاللہ خان مینگل کر رہے تھے، برخاست کر دی۔ مزید برآں ۱۹۷۴ء میں بھٹو نے مری اور مینگل قبائل کے خلاف فوجی کارروائی کا حکم دیا جس سے بلوچستان میں علیحدگی پسند تحریکوں کو تقویت ملی۔ اپنے سیاسی مخالفین کو اُنہوں نے غدار اور ریاست دشمن قرار دے کر قید و بند کی صعوبتوں کا نشانہ بنایا۔

ذوالفقار علی بھٹو کے اقتدار کا زوال

بھٹو اپنی حکومت کی کارکردگی سے مطمئن تھے اور اُنہیں یقین تھا کہ اگر عوام سے از سرِ نو رجوع کیا جائے تو اُن کی جماعت دو تہائی اکثریت حاصل کرلے گی۔ چنانچہ اُنہوں نے ۷ مارچ ۱۹۷۷ء کو قومی اسمبلی کے انتخابات کروانے کا اعلان کیا۔ اس اعلان کے بعد نو سیاسی جماعتوں نے "پاکستان نیشنل الائنس" (پی این اے) کے نام سے اتحاد قائم کرلیا۔ اگرچہ پاکستان پیپلز پارٹی نے انتخابات میں نمایاں کامیابی حاصل کی اور ۲۰۰ میں سے ۱۵۶ نشستیں حاصل کرلیں جبکہ پی این اے محض ۳۶ نشستیں جیت سکی، تاہم پی این اے نے نتائج تسلیم کرنے سے انکار کردیا اور انتخابات میں وسیع پیمانے پر دھاندلی کے الزامات عائد کیے۔ اس کے نتیجے میں ملک گیر احتجاجی تحریک کا آغاز ہوا جو پر تشدد صورت اختیار کرگئی۔ صورتحال پر قابو پانے کے لیے لاہور اور ملتان جیسے شہروں میں جزوی مارشل لا نافذ کیا گیا، مگر امن وامان کی صورتحال سنبھل نہ سکی۔ بالآخر ۵ جولائی ۱۹۷۷ء کو آرمی چیف جنرل ضیاء الحق نے بھٹو حکومت کو برطرف کرکے ملک میں مارشل لا نافذ کردیا۔

جنرل ضیاء الحق کا دورِ حکومت (۱۹۷۷ء–۱۹۸۸ء)

جنرل ضیاء الحق

اقتدار سنبھالنے کے بعد جنرل ضیاء الحق نے بیان دیا کہ فوج نے حالات کی سنگینی اور امن وامان کی بگڑتی ہوئی صورتِ حال کے پیشِ نظر مداخلت کی ہے تاکہ ملک کو ممکنہ تباہی سے بچایا جاسکے۔ اُنہوں نے عوام کو یقین دلایا کہ اُن کے کوئی سیاسی عزائم نہیں ہیں اور یہ کہ نوّے دن کے اندر اندر انتخابات منعقد کروا کر اقتدار عوامی نمائندوں کے حوالے کردیا جائے گا۔ تاہم جنرل ضیاء الحق نے اپنا وعدہ پورا نہ کیا اور بعد میں انتخابات کے انعقاد سے انکار کردیا۔ جنرل ضیاء الحق نے مؤقف اپنایا کہ پاکستان اسلام کے نام پر قائم ہوا تھا، لیکن یہاں اسلامی نظام نافذ نہیں کیا گیا۔ دوسرا، ملک میں احتساب کا کوئی نظام موجود نہیں۔ جنرل ضیاء الحق نے اعلان کیا کہ پہلے ملک میں اسلامی نظام نافذ کیا جائے گا، اس کے بعد انتخابات منعقد کیے جائیں گے۔ اس دوران ۴ اپریل ۱۹۷۹ء کو ذوالفقار علی بھٹو کو ایک مشتبہ اور بظاہر جھوٹے قتل کے مقدمے میں پھانسی دے دی گئی، جسے اکثر مبصرین سیاسی انتقام قرار دیتے ہیں۔

ضیاء الحق کے تحت اسلامائزیشن

جنرل ضیاء الحق نے ملک میں اسلامی قوانین کے نفاذ کے لیے چند اقدامات کیے۔ جنرل ضیاء الحق ۱۹۷۹ء میں حدود آرڈیننس نافذ کیا جس کے تحت چوری، زنا، شراب نوشی اور دیگر جرائم کی سزائیں اسلامی تعلیمات کے مطابق مقرر کی گئیں۔ ۱۹۸۰ء میں وفاقی شرعی عدالت قائم کی گئی جسے یہ اختیار حاصل تھا کہ وہ یہ فیصلہ کرے کہ موجودہ قوانین اسلامی تعلیمات کے مطابق ہیں یا نہیں۔ اسی طرح جنرل ضیاء الحق نے ذرائع ابلاغ میں اصلاحات متعارف کرائیں اور ریڈیو ٹیلی ویژن پر اسلامی پروگرام نشر کیے جانے لگے۔ جنرل ضیاء الحق نے عوام کو صوم وصلوٰۃ کی پابندی کی ترغیب دی۔ علماء کو فوج میں جونیئر کمیشنڈ افسران کے طور پر مقرر کیا گیا۔ تاہم، بعض ناقدین جنرل ضیاء الحق کے اسلامائزیشن پروگرام کو مشکوک نگاہوں سے دیکھتے ہیں اور یہ مؤقف رکھتے ہیں کہ جنرل ضیاء الحق اسلامی نظام کو سنجیدگی سے نافذ کرنے میں مخلص نہ تھے بلکہ اس کا استعمال محض اپنے اقتدار کو دوام بخشنے کے لیے کرتے رہے۔

سوویت-افغان جنگ (۱۹۷۹ء تا ۱۹۸۸ء)

جنرل ضیاء الحق کی حکومت کو بین الاقوامی سطح پر اس وقت پذیرائی ملی جب دسمبر ۱۹۷۹ء میں سوویت یونین کی افواج نے افغانستان پر حملہ کیا تاکہ وہاں قائم کمیونسٹ حکومت کا تحفظ کیا جاسکے۔ اس جارحیت کے بعد لاکھوں افغان شہریوں نے پاکستان کی طرف ہجرت کی۔ جنرل ضیاء الحق کی حکومت نے افغان مہاجرین کو خوش آمدید کہا اور ان کے لیے خوراک و رہائش کا انتظام کیا۔

افغان عوام نے سوویت افواج کے خلاف مزاحمت کی تحریک شروع کی جسے پاکستان نے مکمل حمایت فراہم کی۔ امریکہ جو اس وقت سوویت یونین کا شدید مخالف تھا، اس صورتحال کو بغور دیکھ رہا تھا۔ امریکہ نے اس موقع کو سوویت یونین کو کمزور کرنے کے لیے ایک موزوں موقع سمجھا۔ چنانچہ امریکہ نے جنرل ضیاء الحق کی حکومت سے رابطہ کیا اور وعدہ کیا کہ وہ اقتصادی اور عسکری امداد فراہم کرے گا۔

پاکستان جو پہلے ہی افغان مزاحمت کاروں کی مدد کر رہا تھا اس تعاون کے لیے آمادہ ہو گیا۔ اس طرح افغان مجاہدین نے پاکستان اور امریکہ کی مدد سے دس سال تک سوویت افواج کے خلاف سخت مزاحمت کی۔ بالآخر ۱۹۸۹ء میں سوویت یونین نے جنیوا معاہدے کے تحت افغانستان سے اپنی افواج واپس بلا لیں۔ تاہم اس جنگ کی پاکستان کو بھاری قیمت ادا کرنا پڑی۔ پاکستان کو اس جنگ کے نتیجے میں جو منفی اثرات سہنے پڑے اُن میں غیر قانونی اسلحہ کی بہتات، منشیات کی اسمگلنگ اور معاشرتی بے چینی شامل تھی۔

جمہوریت کی بحالی

جنرل ضیاء الحق سیاسی جماعتوں اور جمہوری نظام کے سخت مخالف تھے۔ ان کا کہنا تھا کہ سیاسی جماعتوں کا قیام اسلامی تعلیمات کے منافی ہے۔ جنرل ضیاء الحق نے کئی برسوں تک انتخابات سے گریز کیا۔ تاہم بین الاقوامی اور اندرونی دباؤ کے باعث، جنرل ضیاء الحق نے بالآخر ۱۹۸۵ء میں عام انتخابات کروائے۔ لیکن یہ انتخابات سیاسی جماعتوں کے بغیر کرائے گئے اور امیدواروں نے انفرادی حیثیت میں حصہ لیا۔ کثیر تعداد میں لوگوں کا ماننا تھا کہ جنرل ضیاء الحق کو خدشہ تھا کہ اگر سیاسی جماعتوں کو انتخابات میں حصہ لینے کی اجازت دی گئی تو پاکستان پیپلز پارٹی دوبارہ اقتدار میں آجائے گی۔

انتخابات کے بعد قومی اسمبلی نے محمد خان جونیجو کو، جو جنرل محمد ضیاء الحق کے نامزد کردہ تھے، وزیر اعظم منتخب کیا۔ نو منتخب اسمبلی نے مطالبہ کیا کہ مارشل لا ختم کیا جائے کیونکہ جمہوری حکومت اور مارشل لا کا بیک وقت جاری رہنا ناممکن تھا۔ جنرل محمد ضیاء الحق نے سول حکومت کی بحالی اس شرط پر قبول کی کہ پارلیمان ۱۹۷۳ء کے آئین میں آٹھویں آئینی ترمیم منظور کرے۔ پارلیمان نے یہ ترمیم منظور کر لی اور جنرل محمد ضیاء الحق نے ۳۰ دسمبر ۱۹۸۵ء کو مارشل لا اٹھا لیا۔ اس ترمیم کے تحت وزیر اعظم کے اختیارات کا بڑا حصہ صدرِ مملکت کو منتقل کر دیا گیا۔ آئین میں آرٹیکل ۵۸(۲) (b) کا اضافہ کیا گیا جس کے تحت صدر کو یہ اختیار حاصل ہو گیا کہ وہ اپنی صوابدید پر قومی اسمبلی تحلیل اور وزیر اعظم کو برطرف کر سکے۔ جنرل محمد ضیاء الحق نے یہی اختیار استعمال کرتے ہوئے ۱۹۸۸ء میں محمد خان جونیجو کی حکومت کو اس بنا پر برطرف کر دیا کہ جونیجو نے ضیاء الحق کی اجازت کے بغیر جنیوا معاہدے میں شرکت کی۔ جونیجو حکومت کی برطرفی کے بعد ضیاء الحق نے نوے دن کے اندر انتخابات کرانے کا اعلان کیا لیکن انتخابات سے قبل ۱۷ اگست ۱۹۸۸ء کو ایک فضائی حادثے میں ان کا انتقال ہو گیا۔

جمہوری دور کا آغاز (۱۹۸۸ء-۱۹۹۹ء)

جنرل محمد ضیاء الحق صدر پاکستان اور آرمی چیف دونوں عہدوں پر فائز تھے۔ ان کے انتقال کے بعد چیئرمین سینیٹ غلام اسحاق خان کو قائم مقام صدر مقرر کیا گیا جبکہ جنرل اسلم بیگ کو نیا آرمی چیف بنایا گیا۔ انتخابات شیڈول کے مطابق نومبر ۱۹۸۸ء میں منعقد ہوئے۔ ان انتخابات میں پاکستان پیپلز پارٹی سب سے بڑی جماعت کے طور پر ابھری اور ۹۳ نشستیں حاصل کیں جبکہ اسلامی جمہوری اتحاد (آئی جے آئی) نے ۵۴ نشستیں حاصل کیں۔ بینظیر بھٹو کو محض ۳۵ سال کی عمر میں وزیرِ اعظم منتخب کیا گیا۔ بینظیر بھٹو نہ صرف دنیا کی سب سے کم عمر وزیرِ اعظم تھیں بلکہ انھیں اسلامی دنیا کی پہلی خاتون وزیرِ اعظم بننے کا اعزاز بھی حاصل ہے۔

اس دور میں پاکستان نے سیاسی عدم استحکام اور معاشی بحران کا سامنا کیا، جس کی بڑی وجہ صدرِ مملکت کے صوابدیدی اختیارات تھے جن کے تحت وہ قومی اسمبلی تحلیل کر سکتے تھے۔ صدور نے بارہا ان اختیارات کو استعمال کیا اور کسی بھی حکومت کو اپنی آئینی مدت مکمل کرنے نہ دی۔ ان قبل از وقت برطرفیوں کی وجہ سے جمہوری حکومتیں عوامی توقعات پر پورا نہ اتر سکیں۔

بینظیر بھٹو کی حکومت کو کمزور پارلیمانی اکثریت حاصل تھی، جس کے سبب بینظیر بھٹو کو اتحادی جماعتوں اور آزاد امیدواروں کے ساتھ سمجھوتہ کرنا پڑتا کہ اقتدار میں رہ سکیں۔ اس کے علاوہ اسلامی جمہوری اتحاد نے پنجاب میں حکومت قائم کر لی، جو پاکستان کا سب سے گنجان آباد صوبہ ہے۔ یہ پہلا موقع تھا جب مرکزی حکومت اور پنجاب میں مختلف جماعتیں برسرِ اقتدار آئیں۔ وفاقی حکومت اور پنجاب حکومت کے مابین مسلسل کشمکش نے بینظیر بھٹو کی حکومت پر گہرے منفی اثرات چھوڑے۔

بینظیر بھٹو نے بھارت کے ساتھ دوستانہ تعلقات قائم کرنے کی کوشش کی۔ دونوں ممالک اِس بات پر متفق ہوئے کہ تنازعات کو مذاکرات کے ذریعے حل کیا جائے گا، لیکن اسلامی جمہوری اتحاد کی مخالفت کے باعث ان کوششوں میں خاطر خواہ کامیابی حاصل نہ ہو سکی۔ ۱۹۸۹ء میں بینظیر بھٹو نے امریکہ کا کامیاب دورہ کیا، جس کے نتیجے میں امریکہ نے پاکستان کو اقتصادی اور عسکری امداد فراہم کرنے پر آمادگی ظاہر کی۔

بینظیر بھٹو نے خواتین کو بااختیار بنانے کے لیے متعدد اقدامات کیے۔ خواتین کے لیے علیحدہ پولیس اسٹیشن قائم کیے گئے۔ بڑی تعداد میں لیڈی ہیلتھ ورکرز بھرتی کی گئیں۔ پاکستان کی تاریخ میں پہلی مرتبہ خواتین کی مالی معاونت کے لیے ویمن ڈویلپمنٹ بینک قائم کیا گیا۔ بینظیر بھٹو نے متعدد خواتین کو اپنی کابینہ میں شامل کیا اور کلیدی عہدوں پر تعینات کیا، جن میں ایک یونیورسٹی کی وائس چانسلر، ایک صوبے کی گورنر اور ہائی کورٹ کی جج بھی شامل تھیں۔ خواتین کی فلاح و بہبود کے لیے پہلی مرتبہ علیحدہ وزارت بھی قائم کی گئی۔

تاہم، بینظیر بھٹو اپوزیشن جماعتوں اور ریاستی اداروں کے ساتھ تعلقات بہتر بنانے میں ناکام رہیں۔ متحدہ قومی موومنٹ اور عوامی نیشنل پارٹی، جو پاکستان پیپلز پارٹی کی حکومت کا حصہ تھیں، ایک سال کے بعد حکومتی اتحاد سے علیحدہ ہو کر اپوزیشن میں شامل ہو گئیں۔ بینظیر بھٹو کا پنجاب حکومت سے مسلسل تصادم ان کی سیاسی ساکھ کو متاثر کرنے کا سبب بنا اور حکومتی کارکردگی بھی اس سے متاثر ہوئی۔ معیشت کے مسائل جوں کے توں رہے اور مہنگائی میں اضافہ ہوا۔ مزید برآں، بینظیر بھٹو اور صدر غلام اسحاق خان کے مابین تعلقات ان کے دورِ حکومت میں زیادہ تر کشیدہ رہے۔ بالآخر، ۶ اگست ۱۹۹۰ کو صدر غلام اسحاق خان نے بدعنوانی، اقربا پروری اور بدانتظامی کے الزامات عائد کرتے ہوئے قومی اسمبلی تحلیل کر دی اور بینظیر بھٹو کی حکومت برطرف کر دی۔

میاں محمد نواز شریف کی حکومت

میاں محمد نواز شریف

بینظیر بھٹو کی حکومت کے خاتمے کے بعد ۱۹۹۰ میں عام انتخابات منعقد ہوئے، جن میں اسلامی جمہوری اتحاد سب سے بڑی جماعت کے طور پر ابھری، اور اس اتحاد کے امیدوار میاں محمد نواز شریف وزیرِ اعظم منتخب ہوئے۔ میاں محمد نواز شریف ایک کاروباری خاندان سے تعلق رکھتے تھے اور ذوالفقار علی بھٹو کی قومیانے کی پالیسی کے سخت ناقد تھے۔ وہ نجی کاروبار اور صنعت کے فروغ کے قائل تھے۔ ان کے دور میں ٹیلی کمیونی کیشن، شپنگ اور توانائی کی پیداوار سمیت ۸۹ سرکاری اداروں کو نجی شعبے کو منتقل کر دیا گیا۔ خود روزگاری اسکیم کے تحت "پیلو کیب اسکیم" کا آغاز کیا گیا، جس کے ذریعے ہزاروں افراد کو ٹیکسیاں اور ٹرک خریدنے کے لیے قرضے فراہم کیے گئے۔

تاہم، سندھ میں امن وامان کی صورتحال بدستور خراب رہی۔ علاوہ ازیں، میاں محمد نواز شریف کی حکومت کی خارجہ پالیسی کو بھی عوامی سطح پر تنقید کا سامنا کرنا پڑا، خصوصاً ۱۹۹۱ء میں خلیجی جنگ کے دوران عراق کے خلاف امریکہ کی حمایت کے فیصلے پر شدید احتجاج کیا گیا۔ میاں محمد نواز شریف صدر غلام اسحاق خان کے ساتھ خوشگوار تعلقات قائم نہ رکھ سکے اور اپریل ۱۹۹۳ء میں صدر نے تقریباً انہی الزامات کے تحت جن کے تحت بینظیر بھٹو کی حکومت برطرف کی گئی تھی، میاں محمد نواز شریف کی حکومت کو بھی برطرف کر دیا۔

میاں محمد نواز شریف نے صدر غلام اسحاق خان کے اس فیصلے کے خلاف عدالت عظمیٰ سے رجوع کیا جس نے ان کی حکومت کو بحال کر دیا تاہم وزیرِ اعظم اور صدر کے درمیان تعلقات بدستور کشیدہ ہی رہے۔ آخر کار ایک معاہدے کے تحت، میاں محمد نواز شریف اور غلام اسحاق خان دونوں نے اپنے عہدوں سے استعفیٰ دے دیا۔

بینظیر بھٹو کا دوسرا دورِ حکومت

بینظیر بھٹو

بینظیر بھٹو اکتوبر ۱۹۹۳ء کے عام انتخابات کے نتیجے میں دوبارہ اقتدار میں آئیں۔ اس بار بینظیر بھٹو نے اپنی ہی جماعت کے رکن فاروق احمد خان لغاری کو صدرِ پاکستان منتخب کروانے میں کامیابی حاصل کی۔ بینظیر بھٹو کو اطمینان تھا کہ اب کم از کم صدارتی برطرفی کا خطرہ نہیں رہا۔ تاہم اس دوسرے دورِ حکومت میں بھی بینظیر بھٹو کو سنگین معاشی و سیکیورٹی مسائل کا سامنا رہا۔ معیشت بدترین حالات میں تھی۔ بینظیر بھٹو نے عالمی مالیاتی ادارے (آئی ایم ایف) کے ساتھ ایک معاہدہ کیا تاکہ معیشت کو بہتر بنایا جاسکے۔ حکومت نے پولیو کے خاتمے کے لیے سنجیدہ اقدامات کیے۔ مزید برآں سندھ کے شہری علاقوں میں امن وامان کی بحالی کے لیے فوجی آپریشن کا آغاز کیا گیا۔

بینظیر بھٹو نے افغان اور کشمیر پالیسی کو نہایت مہارت کے ساتھ چلایا۔ حکومت نے کشمیری مجاہدین کی حمایت جاری رکھی اور مسئلہ کشمیر کو مؤثر انداز میں بین الاقوامی فورمز پر اجاگر کیا۔ بھارت، پاکستان کے غیر متزلزل مؤقف پر ناخوش تھا، جس کے باعث دونوں ممالک کے تعلقات میں کشیدہ رہے۔ بینظیر بھٹو امریکہ کے ساتھ تعلقات کو بہتر بنانے میں کامیاب ہوئیں۔ امریکہ نے وہ اقتصادی اور عسکری پابندیاں ختم کرنے پر آمادگی ظاہر کی جو ۱۹۹۰ء سے پاکستان پر عائد تھیں۔

تاہم بینظیر بھٹو کی حکومت اور عدلیہ کے درمیان تعلقات کشیدہ رہے۔ حکومت نے اعلیٰ عدلیہ میں متعدد جج تعینات کیے، لیکن بعد ازاں سپریم کورٹ نے ان تعیناتیوں کو غیر قانونی قرار دے دیا۔ علاوہ ازیں بینظیر بھٹو کا صدرِ مملکت سے اختلاف شدت اختیار کر گیا جس کا نتیجہ نومبر ۱۹۹۶ء میں ان کی حکومت کی برطرفی کی صورت میں نکلا۔

نواز شریف کا دوسرا دورِ حکومت

فروری ۱۹۹۷ء کے عام انتخابات کے نتیجے میں میاں محمد نواز شریف دوبارہ وزیر اعظم منتخب ہوئے۔ اس بار پاکستان مسلم لیگ (ن) نے قومی اسمبلی میں دو تہائی اکثریت حاصل کی، جس کے باعث نواز شریف کو ایک مضبوط وزیر اعظم کی حیثیت حاصل ہوگئی۔ وزارت عظمیٰ سنبھالنے کے فوری بعد، نواز شریف نے آئین میں ترمیم کرتے ہوئے صدرِ مملکت کا وزیر اعظم کو برطرف کرنے کا صوابدیدی اختیار ختم کر دیا۔

نواز شریف کے دوسرے دورِ حکومت میں عدلیہ کے ساتھ تعلقات خراب رہے، خاص طور پر سپریم کورٹ کے چیف جسٹس سجاد علی شاہ کے ساتھ انتہائی خراب رہے۔ سپریم کورٹ پر حکمران جماعت کے حامیوں نے حملہ کیا اور بالآخر سپریم کورٹ کے چیف جسٹس سجاد علی شاہ کو ۱۹۹۷ء میں برطرف کر دیا گیا۔ اس دوران حکومت نے اُن بااثر افراد کے خلاف کوئی کارروائی نہ کی جنھوں نے بینکوں سے بھاری قرضے حاصل کیے مگر واپس نہ کیے جس سے ملکی معیشت کو بھاری نقصان پہنچا۔

ایٹمی دھماکے

نواز شریف کی حکومت کو اُس وقت ایک بڑا چیلنج درپیش آیا جب بھارت نے مئی ۱۹۹۸ء میں ایٹمی تجربات کیے۔ امریکہ اور یورپی ممالک نے حکومتِ پاکستان پر شدید دباؤ ڈالا کہ وہ جوابی ایٹمی دھماکے نہ کرے۔ تاہم تمام تر دباؤ کے باوجود حکومتِ نے جرات مندانہ فیصلہ کرتے ہوئے ۲۸ مئی ۱۹۹۸ء کو ایٹمی دھماکے کیے اور پاکستان نے خود کو ایک ایٹمی طاقت کے طور پر دنیا کے سامنے پیش کیا۔ اس دور میں نواز شریف نے مواصلاتی نظام کی بہتری پر بھی توجہ دی اور بین الاقوامی معیار کی کئی اہم شاہراہیں تعمیر کروائیں، جن میں لاہور تا اسلام آباد موٹروے (M-2) نمایاں ہے۔

کارگل جنگ (۱۹۹۹ء)

مئی ۱۹۹۹ء میں پاکستان اور بھارت کے مابین اس وقت شدید کشیدگی پیدا ہوئی جب مجاہدین اور پاکستانی نیم عسکری دستوں نے لائن آف کنٹرول کے قریب واقع کارگل کی چوٹیوں پر قبضہ کر لیا۔ بھارتی افواج نے ان چوٹیوں کو واپس لینے کی متعدد ناکام کوششیں کیں، اور دونوں ممالک میں تقریباً دو ماہ تک لڑائی جاری رہی۔ اس لڑائی میں دونوں جانب بھاری جانی نقصان ہوا۔ جوہری جنگ کے خدشے کے پیش نظر امریکہ نے مداخلت کی اور میاں محمد نواز شریف سے مطالبہ کیا کہ لائن آف کنٹرول کا احترام کیا جائے اور کارگل کی چوٹیوں کو خالی کیا جائے۔ چنانچہ جولائی ۱۹۹۹ء میں مجاہدین اور پاکستانی دستے واپس بلا لیے گئے۔

میاں محمد نواز شریف اور آرمی چیف جنرل پرویز مشرف کے درمیان کارگل کے مسئلے پر شدید اختلافات پیدا ہو گئے۔ میاں محمد نواز شریف کا موقف تھا کہ جنرل پرویز مشرف نے اُن کی منظوری کے بغیر کارگل کی جنگ کا آغاز کیا۔ ۱۲ اکتوبر ۱۹۹۹ء کو میاں محمد نواز شریف نے جنرل پرویز مشرف کو برطرف کر کے جنرل ضیاء الدین بٹ کو نیا آرمی چیف مقرر کر دیا۔ اس غیر متوقع فیصلے پر عسکری قیادت نے سخت ردِ عمل دیا اور سول حکومت کا تختہ الٹ دیا۔

جنرل پرویز مشرف کا دورِ حکومت (۱۹۹۹ء–۲۰۰۸ء)

جنرل پرویز مشرف

جنرل پرویز مشرف، جنہیں حکومت نے برطرف کرنے کا حکم دیا تھا، سرکاری دورے پر سری لنکا میں موجود تھے۔ وہ پاکستان واپس آئے اور ملک کا انتظام سنبھال لیا۔ پرویز مشرف نے ۱۹۷۳ء کے آئین کو معطل کر کے ملک میں ایمرجنسی نافذ کر دی۔ تاہم عالمی سطح پر ان کے اس اقدام کو ناپسند کیا گیا اور متعدد ممالک نے ان کی حکومت کو تسلیم نہ کیا۔ مگر ۱۱ ستمبر ۲۰۰۱ء کے نیویارک اور واشنگٹن پر ہونے والے حملوں کے بعد پرویز مشرف کی حکومت کو عالمی سطح پر جواز مل گیا۔ امریکہ نے اس حملے کا ذمہ دار اسامہ بن لادن کو ٹھہرایا اور افغانستان پر حملے کا فیصلہ کیا جہاں اسامہ بن لادن چھپا ہوا تھا۔ امریکہ نے اس کارروائی کو "دہشت گردی کے خلاف جنگ" کا نام دیا۔ پرویز مشرف نے امریکہ کا ساتھ دینے کا فیصلہ کیا اور یوں پاکستان امریکہ کا قریبی اتحادی بن گیا۔ اس فیصلے کے نتیجے میں پرویز مشرف کی حکومت کو بین الاقوامی سطح پر تسلیم کر لیا گیا۔

پرویز مشرف نے ۲۰۰۲ء میں عام انتخابات کروائے، لیکن محمد نواز شریف اور بینظیر بھٹو کو ان انتخابات میں حصہ لینے کی اجازت نہ دی گئی۔ ان انتخابات کے نتیجے میں پاکستان مسلم لیگ (قائد اعظم)، جو پرویز مشرف کی حامی جماعت تھی اقتدار میں آئی۔ اس دوران پرویز مشرف نے مقامی حکومتوں کو مستحکم کرنے کی کوشش کی اور اختیارات کو نچلی سطح تک منتقل کیا۔ پرویز مشرف کے دورِ حکومت میں پاکستان کو دہشت گردی کی شدید لہر کا سامنا کرنا پڑا، جس میں لاکھوں افراد جان سے ہاتھ دھو بیٹھے۔ پرویز مشرف نے بلوچستان میں بگٹی اور مری قبائل کے خلاف فوجی آپریشن کا حکم دیا۔ نواب اکبر خان بگٹی جو بگٹی قبیلے کے سربراہ تھے، کو ۲۰۰۶ء میں قتل کر دیا گیا۔ ان کے قتل کے بعد بلوچستان میں امن وامان کی صورتحال مزید خراب ہو گئی۔

پرویز مشرف کا زوال اس وقت شروع ہوا جب انہوں نے سپریم کورٹ کے چیف جسٹس افتخار محمد چوہدری کو ۹ مارچ ۲۰۰۷ء کو معطل کر دیا۔ اس اقدام کے خلاف وکلاء اور سول سوسائٹی نے عدلیہ بحالی کی تحریک شروع کی۔ بالآخر سپریم کورٹ نے افتخار محمد چوہدری کو بحال کر دیا لیکن پرویز مشرف نے ۳ نومبر ۲۰۰۷ء کو دوبارہ ایمرجنسی نافذ کر دی اور اعلیٰ عدالتوں کے متعدد ججوں کو برطرف کر دیا۔ اس اقدام سے پرویز مشرف کی ساکھ کو شدید نقصان پہنچا۔ ایک اور واقعہ جس سے پرویز مشرف کی ساکھ مزید متاثر ہوئی وہ لال مسجد آپریشن تھا جس میں متعدد افراد ہلاک ہوئے۔ پرویز مشرف کی مقبولیت اس وقت انتہائی حد تک گر گئی جب بینظیر بھٹو کو ۲۷ دسمبر ۲۰۰۷ء کو لیاقت باغ راولپنڈی میں قتل کر دیا گیا۔

پاکستان پیپلز پارٹی کا دورِ حکومت (۲۰۰۸ء–۲۰۱۳ء)

۲۰۰۸ء کے عام انتخابات کے نتیجے میں پاکستان پیپلز پارٹی اقتدار میں آئی۔ یوسف رضا گیلانی وزیر اعظم منتخب ہوئے جبکہ آصف علی زرداری پرویز مشرف کے استعفے کے بعد صدر رہے۔ پیپلز پارٹی کی حکومت کا پہلا اہم اقدام ان ججز کی بحالی تھا جنہیں پرویز مشرف نے برطرف کر دیا تھا۔

آصف علی زرداری اور یوسف رضا گیلانی

جولائی ۲۰۰۸ء میں حکومت نے "بینظیر انکم سپورٹ پروگرام" کا آغاز کیا، جس کے تحت اُن خاندانوں کو مالی امداد دی گئی جو خطِ غربت سے نیچے زندگی گزار رہے تھے۔ پرویز مشرف کے دورِ حکومت میں چھوٹے صوبوں کی محرومیاں بڑھ گئی تھیں۔ ان شکایات کو دور کرنے کے لیے حکومت نے ۲۰۰۹ء میں ساتواں قومی مالیاتی ایوارڈ (این ایف سی ایوارڈ) متعارف کرایا۔ اس ایوارڈ کے ذریعے صوبوں کا مالیاتی حصہ ۴۵ فیصد سے بڑھا کر ۵۷.۵ فیصد کر دیا گیا۔

اسی طرح پارلیمنٹ نے اپریل ۲۰۱۰ء میں اٹھارھویں ترمیم منظور کی۔ اس ترمیم کا مقصد ۱۹۷۳ء کے آئین کو اس کی اصل حالت میں بحال کرنا اور صوبوں کو زیادہ خود مختاری دینا تھا۔ وہ کئی محکمے جو پہلے وفاقی حکومت کے تحت چل رہے تھے، اٹھارویں ترمیم کے بعد صوبوں کو منتقل کر دیے گئے۔ قدرتی وسائل کی آمدنی میں بھی صوبوں کو ۵۰ فیصد حصہ دیا گیا۔ بد قسمتی سے پاکستان پیپلز پارٹی کے دورِ حکومت میں خیبر پختونخوا اور دیگر علاقوں میں دہشت گردی کے واقعات میں اضافہ ہوا۔ تاہم، افواجِ پاکستان نے ان دہشت گردوں کے خلاف کامیاب فوجی کارروائیاں کیں اور انہیں پاکستانی حدود سے نکال باہر کر کے امن بحال کیا۔ تمام مثبت اقدامات کے باوجود ملک کی معاشی حالت غیر مستحکم رہی۔ مہنگائی میں نمایاں اضافہ ہوا، جبکہ مجموعی قومی پیداوار (GDP) کی سالانہ شرحِ نمو محض ۳ فیصد رہی، جو کہ ملکی تاریخ کی سست ترین شرحِ نمو میں سے ایک تھی۔

پاکستان مسلم لیگ (ن) کا دورِ حکومت (۲۰۱۳ء–۲۰۱۸ء)

2013ء کے عام انتخابات کے نتیجے میں پاکستان مسلم لیگ (ن) برسرِ اقتدار آئی اور محمد نواز شریف تیسری مرتبہ وزیرِ اعظم منتخب ہوئے۔ نواز شریف نے معیشت کی بہتری کے لیے سنجیدہ اقدامات کیے۔ چین کے ساتھ ایک تاریخی اقتصادی معاہدہ کیا گیا جس کے تحت "چین-پاکستان اقتصادی راہداری (CPEC)" کا آغاز ہوا۔ یہ منصوبہ کئی ترقیاتی منصوبوں پر مشتمل ہے۔ 2015ء میں نواز شریف نے چین کے ساتھ ۵۶ ارب ڈالر مالیت کے ۵۱ معاہدے اور مفاہمتی یادداشتوں پر دستخط کیے۔ اقتصادی راہداری کا مقصد پاکستان کی معیشت کو جدید خطوط پر استوار کرنا تھا، خصوصاً سڑکوں، ریل، توانائی اور بندرگاہوں کے شعبوں کو ترقی دینا۔ ابتداء ہی سے نواز شریف کو اپوزیشن کی شدید تنقید اور مزاحمت کا سامنا کرنا پڑا۔ پاکستان تحریکِ انصاف (عمران خان کی قیادت میں) اور پاکستان عوامی تحریک (ڈاکٹر طاہر القادری کی قیادت میں) نے اگست ۲۰۱۴ء میں اسلام آباد میں دھرنا دیا جو ۱۲۶ دن تک جاری رہا۔ اس سیاسی احتجاج نے حکومت کی کارکردگی اور ساکھ پر منفی اثر ڈالا۔

میاں محمد نواز شریف اور شاہد خاقان عباسی

اچھی حکمرانی کی راہ میں ایک اور رکاوٹ دہشت گردی کے بڑھتے ہوئے واقعات تھے۔ دسمبر ۲۰۱۴ء میں دہشت گردوں نے پشاور میں آرمی پبلک اسکول پر حملہ کیا جس میں ۱۵۰ طلباء و اساتذہ شہید ہوئے۔ قانون نافذ کرنے والے اداروں نے اس حملے میں ملوث ملعون دہشت گردوں کو یا تو مار دیا یا عدالت کے حکم پر پھانسی دی۔

نواز شریف کو ۲۰۱۷ء میں سپریم کورٹ نے وزارتِ عظمیٰ کے لیے نااہل قرار دے دیا، جس کے بعد وہ اس عہدے کے اہل نہ رہے۔ (اگرچہ سپریم کورٹ نے کچھ سالوں بعد اپنے ہی فیصلے پر نظرِ ثانی کرتے ہوئے اس سزا کو ناجائز اور غیر قانونی قرار دے کر کالعدم کر دیا) ۔ نواز شریف کی نااہلی کے بعد شاہد خاقان عباسی کو وزیرِ اعظم منتخب کیا گیا۔ مگر حکومتی مسائل یہیں ختم نہ ہوئے۔ خادم حسین رضوی کی قیادت میں ایک مذہبی جماعت نے اسلام آباد میں دھرنا دیا جو کئی ہفتوں تک جاری رہا۔ ان تمام رکاوٹوں کے باوجود ملک کی معیشت نسبتاً بہتر تھی اور مہنگائی پر قابو پایا جا چکا تھا۔ حکومت نے متعدد ترقیاتی منصوبے بھی کامیابی سے مکمل کیے۔

پاکستان تحریکِ انصاف کا دورِ حکومت (۲۰۱۸ء-۲۰۲۲ء)

ڈاکٹر عارف علوی

پاکستان مسلم لیگ (ن) کا دورِ حکومت مکمل ہونے کے بعد جولائی ۲۰۱۸ء میں عام انتخابات منعقد ہوئے۔ پاکستان تحریکِ انصاف جولائی ۲۰۱۸ء کے عام انتخابات کے نتیجے میں ملک کی سب سے بڑی جماعت کے طور پر ابھری، اور کرکٹ سے سیاست میں قدم رکھنے والے عمران خان وزیرِ اعظم منتخب ہوئے۔ عمران خان نے کرپشن کے خاتمے اور ملک کو ترقی کی راہ پر گامزن کرنے کا وعدہ کیا۔ تاہم حکومت کو ابتدا ہی سے ادائیگیوں کے توازن اور بڑھتی ہوئی مہنگائی جیسے سنگین معاشی مسائل کا سامنا کرنا پڑا۔ حکومت نے معیشت کی بہتری کے لیے کوششیں کیں اور اس سلسلہ میں بین الاقوامی مالیاتی فنڈ (آئی ایم ایف) اور دوست ممالک سے قرض لیا۔

سال ۲۰۲۰ء میں کووڈ-۱۹ کی عالمی وبا نے پاکستان کو بری طرح متاثر کیا مگر حکومت، افواجِ پاکستان کی بھرپور مدد سے مؤثر انداز میں اس بحران سے نمٹنے میں کامیاب ہوئی۔ پاکستان تحریکِ انصاف اپوزیشن جماعتوں کے ساتھ خوشگوار تعلقات قائم کرنے میں ناکام رہی۔ اپوزیشن جماعتوں نے حکومت کے خلاف "پاکستان ڈیموکریٹک موومنٹ (P D M)" کے نام سے اتحاد قائم کیا۔ اس اتحاد نے حکومت پر بدانتظامی، سیاسی مخالفین کے خلاف انتقامی کارروائیوں، معیشت کی ناقص حالت اور کمزور خارجہ پالیسی کے الزامات عائد کیے۔ حتیٰ کہ تحریکِ انصاف کے اتحادی بھی حکومتی صفوں سے علیحدہ ہو کر اپوزیشن میں شامل ہو گئے۔ اپریل ۲۰۲۲ء میں قومی اسمبلی میں عمران خان کے خلاف تحریکِ عدمِ اعتماد کامیاب ہوئی اور یوں وہ وزارتِ عظمیٰ سے ہٹا دیے گئے۔ بعد ازاں میاں محمد شہباز شریف کو وزیرِ اعظم منتخب کیا گیا۔ پی ڈی ایم کے دورِ حکومت میں ملکی معیشت مزید دباؤ کا شکار رہی اور مہنگائی کی شرح بلند ترین سطح پر پہنچ گئی۔

نگران حکومت اور سیاسی صورتحال (۲۰۲۳ء-۲۰۲۴ء)

پاکستان ڈیموکریٹک موومنٹ کے دور کے اختتام پر نگران حکومت قائم کی گئی اور انوار الحق کاکڑ کو نگران وزیرِ اعظم مقرر کیا گیا۔ نگران حکومت نے معاشی مسائل کے حل اور امن و امان کی بہتری میں کچھ کامیابیاں حاصل کیں۔ بالآخر ۸ فروری ۲۰۲۴ء کو عام انتخابات منعقد ہوئے، جن کے نتیجے میں ۳ مارچ ۲۰۲۴ء کو شہباز شریف ایک بار پھر وزیرِ اعظم منتخب ہوئے۔ شہباز شریف نے ۲۰۱ ووٹ حاصل کیے، جبکہ اُن کے حریف عمر ایوب خان کو صرف ۹۲ ووٹ ملے۔ شہباز شریف نے مختلف سیاسی جماعتوں پر مشتمل اتحادی حکومت تشکیل دی۔

اسی دوران آصف علی زرداری ملک کے نئے صدر منتخب ہوئے۔ موجودہ حکومت معاشی بحران سے نکلنے کی کوشش کر رہی ہے اور مہنگائی پر قابو پانے میں کسی حد

انوار الحق کاکڑ

تک کامیابی حاصل کر چکی ہے۔ حکومت نے کرنسی کے استحکام کے لیے مؤثر اقدامات کیے جن کے باعث روپے کی قدر میں مزید کمی رُکی ہے۔ اس کے ساتھ ساتھ حکومت بین الاقوامی سطح پر پاکستان کا مثبت تاثر اُجاگر کرنے کی بھی کوشش کر رہی ہے۔ اس نے کشمیر اور فلسطین کے عوام پر ہونے والے مظالم اور جارحیت کے خلاف ہر بین الاقوامی فورم پر بھرپور آواز اٹھائی ہے۔

پاکستان-بھارت جنگ ۲۰۲۵ء

مئی ۲۰۲۵ء کو بھارتی افواج نے پاکستان پر جارحانہ حملے کا آغاز کیا۔ بھارت نے اس حملے کے جواز کے طور پر یہ بے بنیاد الزام عائد کیا کہ پاکستان بھارتی مقبوضہ کشمیر کے قصبے پہلگام میں اپریل ۲۰۲۵ء ہونے والے ایک حملے میں ملوث ہے، جس میں متعدد افراد ہلاک ہوئے۔ پاکستان نے ان تمام الزامات کو سختی سے مسترد کرتے ہوئے انہیں من گھڑت اور بے بنیاد قرار دیا۔ تاہم اس کے باوجود بھارت نے ۷ مئی ۲۰۲۵ء کو پاکستان کے خلاف کھلی عسکری جارحیت کا ارتکاب کیا۔ پاکستان کی مسلح افواج نے نہایت جرأت، پیشہ ورانہ مہارت اور حکمت عملی کا مظاہرہ کرتے ہوئے بھارتی افواج کو منہ توڑ جواب دیا۔ پاکستانی افواج نے بھارتی مقبوضہ کشمیر میں متعدد بھارتی فوجی چوکیاں تباہ کر دیں۔ دونوں ممالک کی فضائی افواج کے مابین شدید فضائی جھڑپیں ہوئیں جن میں پاکستان ایئر فورس کو نمایاں برتری حاصل رہی۔ ان جھڑپوں میں پاکستان ایئر فورس نے بھارت کے کئی جنگی طیارے مار گرائے، جن میں بھارت کے فرانس سے حاصل کردہ چار رافیل طیارے بھی شامل تھے۔ بھارت کا یہ گمان تھا کہ رافیل طیارے اسے فضائی برتری دلائیں گے، تاہم اس کی یہ توقعات عملی میدان میں سراسر غلط ثابت ہوئیں۔

بھارت کی جانب سے ڈرون حملوں کے جواب میں ۱۰ مئی ۲۰۲۵ء کو پاکستان نے ایک منظم فوجی آپریشن بعنوان "بنیان المرصوص" کا آغاز کیا۔ اس آپریشن کے دوران پاکستان ایئر فورس نے بھارتی فضائی اڈوں سمیت ۲۶ کلیدی و تزویراتی اہداف کو کامیابی سے نشانہ بنایا، جن میں بھارتی دفاعی تنصیبات کو بھاری نقصان پہنچایا گیا۔ اس جنگ میں شدید جانی و مالی نقصان اٹھانے کے بعد بھارت کو بالآخر صلح کی درخواست کرنے پر مجبور ہونا پڑا۔ امریکی صدر ڈونلڈ ٹرمپ کی جانب سے متعدد بار ثالثی کی درخواستوں کے بعد پاکستان نے جنگ بندی پر آمادگی ظاہر کی۔ اس عسکری معرکہ میں پاکستان آرمی کی شاندار کارکردگی کے اعتراف میں جنرل عاصم منیر کو ترقی دے کر فیلڈ مارشل کے عہدے پر فائز کیا گیا جو پوری قوم کے لیے باعثِ افتخار و مسرت ثابت ہوا۔

مشقی سوالات

درج ذیل کثیر الانتخابی سوالات میں سے درست جواب کی نشان دہی کریں۔

۱۔ پاکستان کے اسٹیٹ بینک کے پہلے گورنر کون تھے؟

الف) زاہد حسین   ب) محمد علی   ج) غلام محمد   د) لیاقت علی خان

۲۔ لیاقت علی خان کو کس شہر میں شہید کیا گیا؟

الف) لاہور   ب) کراچی   ج) راولپنڈی   د) دہلی

۳۔ پاکستان کے پہلے صدر تھے:

الف) قائدِ اعظم   ب) اسکندر مرزا   ج) لیاقت علی خان   د) ایوب خان

۴۔ ذوالفقار علی بھٹو کے پاس ۱۹۶۳ء سے ۱۹۶۶ء تک کے عرصہ کے دوران وزارت تھی:

الف) خارجہ   ب) قانون   ج) داخلہ   د) زراعت

۵۔ عوامی لیگ کا ۱۹۷۰ء کے انتخابات میں منشور کیا تھا:

الف) چھ نکات   ب) سات نکات   ج) آٹھ نکات   د) پانچ نکات

۶۔ حدود آرڈیننس کس نے نافذ کیا:

الف) ایوب خان   ب) بینظیر بھٹو   ج) یحییٰ خان   د) ضیاء الحق

۷۔ بینظیر بھٹو اور نواز شریف کی پہلی حکومت کو کس نے برطرف کیا:

الف) ایوب خان   ب) غلام اسحاق خان   ج) پرویز مشرف   د) ضیاء الحق

۸۔ بینظیر بھٹو کو ۲۷ دسمبر کو لیاقت باغ میں شہید کیا گیا:

الف) ۲۰۰۵ء   ب) ۲۰۰۶ء   ج) ۲۰۰۷ء   د) ۲۰۰۸ء

۹۔ عمران خان کے خلاف قومی اسمبلی میں عدم اعتماد کی قرارداد منظور ہوئی:

الف) ۲۰۲۰ء ب) ۲۰۲۱ء ج) ۲۰۲۲ء د) ۲۰۲۳ء

۱۰۔ اٹھارویں ترمیم نے صوبائی خود مختاری اس طرح بڑھائی:

الف) صوبوں کو بااختیار بنا کر ب) وفاقی پالیسیوں کو چیلنج کر کے

ج) جمہوریت کو مضبوط کر کے د) مرکزی حکومت کو مستحکم کر کے

سوال نمبر ۲: مندرجہ ذیل سوالات کے مختصر جوابات دیں۔

1. جنرل ضیاء الحق نے پاکستان کو اسلامی ریاست بنانے کے لیے کیا اقدامات کیے؟
2. قائداعظم محمد علی جناح نے طلبہ کو کیا نصیحت کی تھی؟
3. ایوب خان کی سیاسی جماعتوں کے بارے میں کیا رائے تھی؟
4. جنرل یحییٰ خان کی جانب سے قومی اسمبلی کا اجلاس مؤخر کرنے کے کیا نتائج نکلے؟
5. ذوالفقار علی بھٹو کی قومیانے کی پالیسی کے معیشت پر کیا اثرات مرتب ہوئے؟
6. کن واقعات نے پرویز مشرف کے زوال میں کردار ادا کیا؟
7. آئین کے آرٹیکل ۵۸(۲)(b) نے پاکستان میں سیاسی استحکام پر کس طرح اثر ڈالا؟

سوال نمبر۳ مندرجہ ۲۰ سوالات کے جوابات تفصیل سے دیں۔

1. پاکستان کے پہلے گورنر جنرل کی حیثیت سے قائداعظم محمد علی جناح کی خدمات کا جائزہ لیں۔
2. لیاقت علی خان کی شہادت کے بعد پاکستان میں پیدا ہونے والی سیاسی عدم استحکام کی صورتحال کی مثالوں سے وضاحت کریں۔
3. ذوالفقار علی بھٹو کے دورِ حکومت کے مثبت اور منفی پہلوؤں کو اہم واقعات اور پالیسیوں کے تناظر میں اجاگر کریں۔
4. سویت-افغان جنگ میں پاکستان کے کردار پر تفصیل سے روشنی ڈالیں۔
5. مشرقی پاکستان کی علیحدگی میں بھارت کے منفی کردار پر بحث کریں۔

تعلیمی سرگرمیاں

سیاسی ادوار کا جائزہ

طلباء کو پاکستان کے مختلف سیاسی ادوار تفویض کیے جاسکتے ہیں۔ وہ ان ادوار میں کی جانے والی اصلاحات کا جائزہ لیں، عام عوام اور معیشت پر ان کے اثرات پر دلائل دیں، اصلاحات کی کامیابیوں اور ناکامیوں پر بحث کریں، دیگر سیاسی جماعتوں پر اپنی آراء کا اظہار کریں۔ طلباء اپنے قائدین کی طرح لباس بھی پہن سکتے ہیں۔ یہ سرگرمیاں طلباء کو سیاسی جماعتوں کا تقابلی جائزہ لینے میں مدد فراہم کریں گی۔

کلاس میں ڈسپلے / گریفیٹی بورڈ

کلاس روم ڈسپلے بورڈز مختلف گروپوں کو تفویض کیے جاسکتے ہیں جن پر وہ مختلف سیاسی ادوار، ان میں ہونے والی اصلاحات، کامیابیوں اور ناکامیوں کی وجوہات کی نمائش کریں۔ تصویری مواد اور تحریری مواد دونوں کو پیش کرنے اور معمول کی بنیاد پر اسباق کے اعادہ کے لیے استعمال کیا جاسکتا ہے۔ یہ بورڈ ایک متحرک ذریعہ ہوگا جس پر طلباء نئے اسباق سیکھنے کے ساتھ ساتھ مسلسل مواد شامل کرتے رہیں گے۔

اصطلاحات

اسٹیٹ بینک: پاکستان کا مرکزی بینک جو مالیاتی پالیسی اور مالیاتی ضوابط کا نگران ہے۔

صوبائیت پرستی: کسی خاص صوبے کے مفادات کو قومی اتحاد پر ترجیح دینا۔

سیکرٹری جنرل: کسی تنظیم یا سیاسی جماعت کا اعلیٰ انتظامی افسر۔

سوشلسٹ: وہ شخص جو اس بات پر یقین رکھتا ہے کہ پیداواری ذرائع ریاست کے کنٹرول میں ہونے چاہئیں۔

آئی جے آئی (IJI): ایک انتخابی اتحاد جو ۱۹۸۰ کی دہائی کے آخر میں پاکستان پیپلز پارٹی کے خلاف قائم ہوا۔

مغربی پاکستان: پاکستان کا ایک صوبہ جو بعد ازاں ایک علیحدہ ملک کی صورت میں ابھرا اور بنگلہ دیش کہلایا۔

قائدِ اعظم ﷫: عظیم رہنما

استاد کی مدد سے، اس باب میں شامل وہ الفاظ جو آپ کو مشکل لگتے ہیں ان کی فہرست بنائیں اور معنی لکھیں۔	

باب:03

حصہ دوم:
پاکستان کا جغرافیہ

سرزمین پاکستان اور ماحولیاتی خطرات

یہ سبق پڑھنے کے بعد طلبہ اس قابل ہو جائیں گے کہ وہ:

الف۔ پاکستان کی زمین

- دنیا کے نقشہ پر سرزمین پاکستان کے صحیح محل وقوع کا تعین کرنا۔ اور اُس کے جغرافیائی وقوع کے مطابق اس کی سیاسی اور معاشی اہمیت کا جائزہ لینا۔
- پاکستان کے محل وقوع کا اس کے ہمسایہ ممالک، جنوبی اور وسطی ایشیا کے دیگر ممالک کے ساتھ دفاعی اہمیت کے حوالے سے اس کی اقتصادی، سیاسی، سماجی ترقی پر اثر انداز ہونے والے اثرات کا جائزہ لینا۔

ب۔ ماحولیاتی خطرات

- جنوبی ایشیا پر پچھلی پانچ دہائیوں سے ہونے والے موسمی تبدیلیوں کا جائزہ لینا نیز اچانک شدید موسمی واقعات کو مد نظر رکھتے ہوئے لوگوں کے ایسے عوامل پر روشنی ڈالنا جو ماحولیاتی تبدیلی اور دیگر حوادث کا باعث بنتے ہیں۔
- ایسے عوامل کا جائزہ لینا جو کرہ ارض پر گرمی کی شدت کے ساتھ ساتھ اُس کے اُن (Physical) مادی عناصر کا جائزہ لینا جو سیلاب، موسمی تبدیلی اور دیگر ماحولیاتی خطرات کا باعث بنتے ہیں۔
- سیلاب کے قابل ذکر فوائد اور نقصانات پر سیر حاصل روشنی ڈالیں نیز ایسی تجاویز پیش کریں جو ماحولیاتی دیرپا پائیداری کے حل سے موسمی شدت کے ساتھ ساتھ سیلاب اور خشک سالی کے منفی اثرات کو بھی کم کرے۔
- زمین سے نکلنے والے ایندھن (خام تیل۔ قدرتی گیس اور کوئلہ کے استعمال کا ماحولیات پر اثر انداز ہونا اور ایسی تجاویز کا جائزہ لینا جو کرہ ارض پر گرمی کی شدت اور موسمی تبدیلی کے منفی اثرات کو کم کرے۔ سرکاری اور دیگر غیر سرکاری اداروں کے ماحولیات کی بہتری کے لئے کارکردگی کا جائزہ لینا مثال کے طور پر سرکاری ادارہ (Pakistan National Authority) پاکستان نیشنل اتھارٹی کی کارکردگی کا جائزہ لینا کہ کس طرح سے وہ حادثات اور قدرتی آفات کی وقت پر تیاری رکھتے ہیں اور بعد میں بھی ایسے انتظامات فراہم کرتے ہیں جو حادثات کے اثرات کو کم کرتے ہیں نیز ایسی تجاویز پیش کرنا جو اداروں کی بہتر کارکردگی میں مددگار ثابت ہوں۔
- زمین پر بہنے والے صاف پانی اور سمندری پانی کی آلودگی کے اہم اسباب کا جائزہ لینا اور زرعی اور صنعتی اداروں کی وجہ سے رونما ہوتے ہیں نیز ایسی تجاویز پیش کرنا جو ان مسائل کو حل کرنے میں مدد دیں۔

سرزمین پاکستان

پاکستان کا محل وقوع اور ہمسایہ ممالک

پاکستان جنوبی ایشیا میں واقع ہے۔ اسکے جنوب میں بحیرہ عرب ہے۔ مشرق میں ہندوستان اور مغرب میں ایران اور افغانستان اور شمال میں چین کے ممالک واقع ہیں اس کا کل رقبہ ۷۹۶۰۹۶ مربع کلومیٹر ہے۔

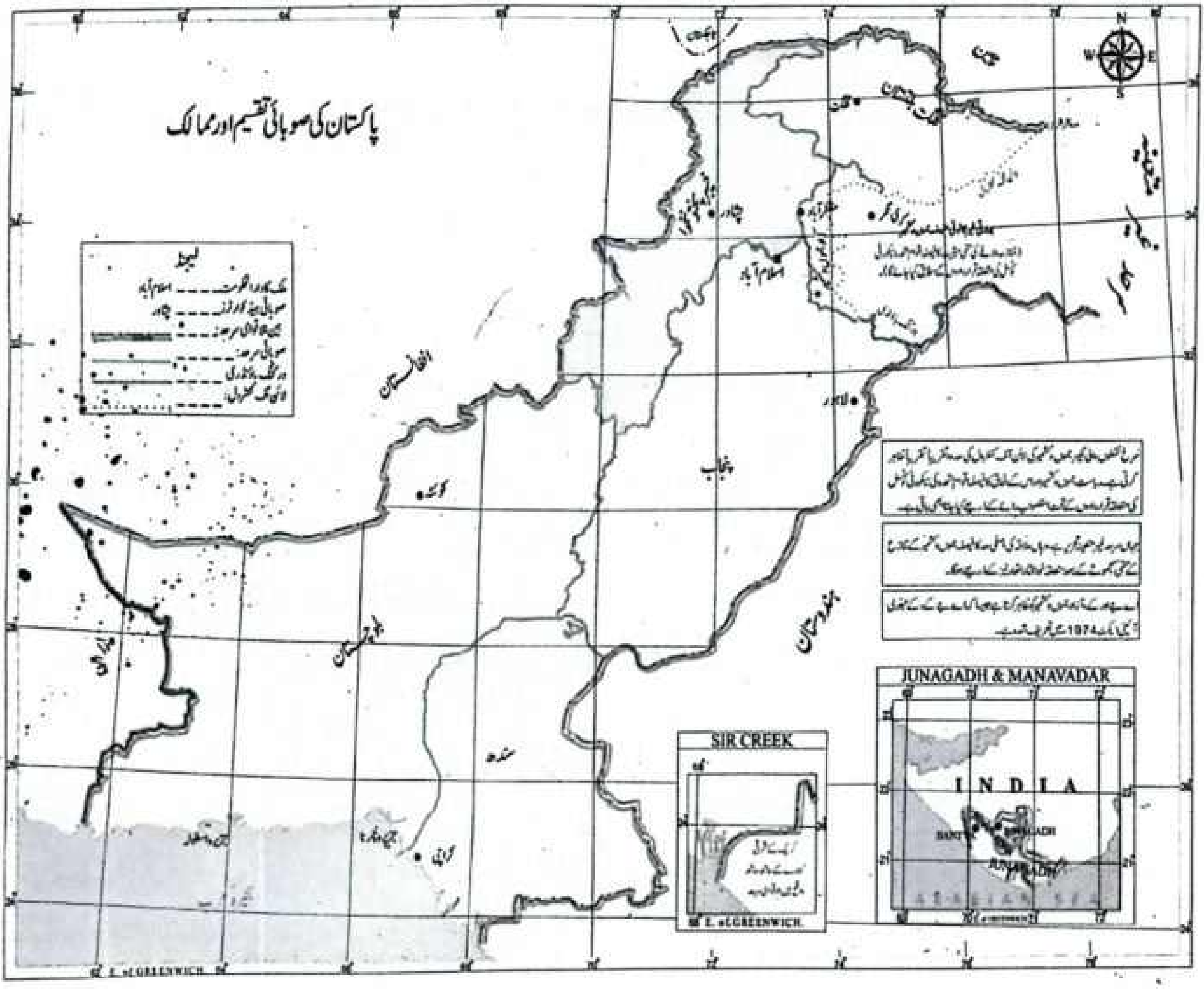

پاکستان کا حدود اربعہ:

پاکستان عرض بلد 24° شمال سے 37° ڈگری شمال تک اور 60° سے 77° مشرق طول بلد کے درمیان واقع ہے۔ اس کی لمبائی جنوب سے شمال تک 1400 کلو میٹر ہے۔ جبکہ اس کی چوڑائی مشرق سے مغرب میں ۸۸۵ کلومیٹر تک ہے۔

پاکستان کو جنوبی ایشیا میں ایک وسطی مقام حاصل ہے۔ دیے گئے نقشہ کے مطابق یہ تین اطراف سے ہمسایہ ممالک میں گھرا ہوا ہے اور جنوب میں بحیرہ عرب کے ساتھ

۱۰۴۶ کلومیٹر کا ساحلی علاقہ ہے۔یہی بحیرہ عرب آگے آکر بحر ہند سے مل جاتا ہے۔پاکستان کے مغرب میں ایک سرحد ایران سے ملتی ہے، جو ۹۰۹ کلومیٹر لمبی ہے۔ شمال مغرب میں افغانستان کا سرحدی علاقہ ہے جو ۲۶۴۰ کلومیٹر لمبا ہے اور (Durand line) ڈیورنڈلائن کہلاتا ہے۔یہ سرحد ۱۸۹۳ء میں افغان حکومت اور انگریز حکومت کے مابین طے پائی تھی۔ مشرق میں پاکستان کی ۲۹۱۲ کلومیٹر کی سرحد ہندوستان سے ملتی ہے۔پاکستان کے شمالی علاقہ میں بلندو بالا پہاڑ ہیں شمال مغرب میں ۲۰ کلومیٹر کا راستہ جو واخان کہلاتا ہے اس کو تاجکستان سے جدا کرتا ہے جبکہ شمال مشرق میں تقریباً ۵۲۳ کلومیٹر ایک لمبی سرحد ہے جو کوہ قراقرم کے درمیان سے گزرتی ہے اور پاکستان کو چین سے ملاتی ہے۔

پاکستان کی جغرافیائی اہمیت

پاکستان کو جنوبی اور وسطی ایشیا کے درمیان ایک پل کی حیثیت حاصل ہے جو اسکی جغرافیائی، اقتصادی، سیاسی اور سماجی اہمیت میں کافی حد تک اضافہ کا باعث ہے۔

اقتصادی اہمیت

پاکستان کو جنوبی ایشیا میں ایک وسطی مقام کی وجہ جنوب میں بحیرہ عرب کے ساحلی علاقہ میں کراچی، پورٹ بن قاسم اور گوادر کی بندرگاہیں وسط ایشیاء کے زمین بند (Land locked) ممالک اور افغانستان کو وقتی تجارتی راہداری فراہم کرتے ہیں اس علاقہ میں یہ بندرگاہیں مغرب میں North Atlantic trade Route شمالی بحراوقیانوس کے تجارتی راستہ اور مشرق میں (Asia Pacific) ایشیا بحرالکاہل کے تجارتی راستوں سے منسلک ہیں۔

(i) شمالی بحراوقیانوس کا تجارتی راستہ

یہ راستہ بحراوقیانوس کے مغرب میں شمال مشرقی امریکہ کے ساحلی علاقوں کو اور مشرق میں مغربی یورپ کے ساحلی ممالک کو تجارتی سہولیات فراہم کرتا ہے۔ یہ دنیا کا مصروف ترین تجارتی راستہ ہے جہاں بین الاقوامی تجارت کا ایک چوتھائی سے زیادہ سامان مختلف تجارتی منڈیوں میں پہنچایا جاتا ہے۔ جس میں خاص طور پر پٹرولیم مصنوعات، کیمیکلز، مشینری اور بجلی کے سازوسامان کے علاوہ مختلف قسم کی بیشمار اشیاء شامل ہیں۔پاکستان کے ان سب ممالک سے اچھے تعلقات ہیں اس لئے یہ اس تجارتی راستے کے فوائد حاصل کرتا ہے۔

(ii) ایشیاء بحرالکاہل کا تجارتی راستہ

یہ راستہ ایشیاء کے مشرقی اور جنوب مشرق میں بحرالکاہل کے ساحلی علاقوں کو تجارتی سہولیات فراہم کرتا ہے اس میں کوریا، فلپائن، انڈونیشیا، آسٹریلیا اور ہانگ کانگ کے علاوہ دیگر ممالک بھی شامل ہیں۔پاکستان بھی اس راستہ سے اپنی زرعی مصنوعات اور خام مال برآمد کرتا ہے۔

۲۰ اپریل ۲۰۱۵ء میں پاکستان اور چین کے مابین ۴۶ ارب ڈالر کے معاہدہ پر دستخط ہوئے جو ۲۰۱۸ء کے آخر تک مکمل ہونا تھا۔ اس منصوبہ کا مقصد ایک اقتصادی راہداری (Economic Corridor) کی تعمیر کے ذریعے پاکستان اور چین کے عوام کی زندگیوں کو بہتر بنانا اور ممکنہ دوطرفہ سرمایہ کاری، اقتصادیات اور تجارت کو فروغ دینا تھا یہ منصوبہ چین کے شہر کاشغر سے پاکستان میں بحیرہ عرب کی بندرگاہ گوادر تک پھیلا ہوا ہے۔

اس منصوبے کے تحت چین کا پاکستان کے علاوہ جنوبی ایشیا، مشرق وسطی، مشرقی یورپ اور افریقہ کے ممالک کو بھی تجارتی تعلقات میں شامل کرنا ہے۔ ان تعلقات کے لیے بین الاقوامی شاہراہوں کے لیے (Belt and Road Initative) (BRI) کو بھی (CPEC) میں شامل کیا گیا ہے تاکہ

تجارتی سامان بحفاظت عالمی منڈیوں تک پہنچ سکے۔

پاکستان کے اپنے ہمسایہ ممالک کے ساتھ ریل اور سڑکوں کے زمینی روابط موجود ہیں۔ شمال میں تاریخی درہ خیبر اسے افغانستان اور وسطی ایشیا سے ملاتا ہے۔ درۂ خنجراب شمال میں شاہراہ قراقرم پاکستان کو چین سے ملاتی ہے جو آرٹ، ثقافت، تجارت اور ٹیکنالوجی کی باہمی ترقی کے لئے دونوں ممالک کے اچھے تعلق پر اثر انداز ہے۔ یہ شاہراہ قدیم اور تاریخی شاہراہ ریشم کے نشانات پر تعمیر کی گئی ہے۔ شاہراہ قراقرم کی لمبائی ۱۳۰۰ کلومیٹر ہے۔ اس میں ۸۸۷ کلومیٹر پاکستان میں اور ۴۱۳ کلومیٹر چین میں واقع ہے۔ یہ منصوبہ ۱۹۷۹ء میں مکمل ہوا اور 1986ء میں عوام کے لیے کھول دیا گیا۔ شاہراہ چین، چین میں کاشغر اور پاکستان میں حسن ابدال (پنجاب) کو ملاتی ہے۔ شاہراہ آر سی ڈی (R C D) ایک اور بین الاقوامی شاہراہ ہے جو پاکستان کو ایران اور ترکی سے ملاتی ہے۔ یہ تمام شاہراہیں پاکستان کی بڑی شاہراہوں سے ملادی گئی ہیں تاکہ سامان اور لوگوں کی نقل و حمل میں آسانی ہو اور انہیں مناسب حفاظتی انتظامات فراہم کئے جاسکیں۔ پاکستان کا مشرق میں ہندوستان کے ساتھ بھی واہگہ باڈر کے راستے زمینی رابطہ موجود ہے۔

پاکستان میں ہوائی سفر کی بین الاقوامی معیاری سہولتیں موجود ہیں۔ کراچی، لاہور، اسلام آباد، پشاور اور کوئٹہ کے ہوائی اڈے نہ صرف اس کو مغربی ایشیاء سے ملاتے ہیں بلکہ تمام دنیا میں ہوائی سفر کی سہولیات بھی فراہم کرتے ہیں۔ پاکستان نہ صرف ہمسایہ ممالک کو ریل، روڈ، ہوائی اور سمندری سفر کی سہولتیں فراہم کرتا ہے بلکہ باہم معاشی، جغرافیائی، سماجی اور اقتصادی ترقی کا باعث بھی ہے۔

پاکستان میں معاشی ترقی کے وسیع امکانات موجود ہیں۔ اس کے مادی اور قدرتی وسائل اس کو خود کفیل ہونے میں کافی مددگار ہیں سیاحت ایک اور بڑھتی ہوئی صنعت ہے۔ پاکستان میں پرانی تہذیب کی تاریخ اور آثار قدیمہ کے مقامات سیاحوں کی دلچسپی کا باعث ہیں۔ وادی سندھ کی تہذیب دنیا کی پرانی تہذیبوں میں سے ہے۔ اس کے آثار موہنجوڈرو (لاڑکانہ کے قریب) اور ہڑپہ (پنجاب) ساہیوال سے ۲۵ کلومیٹر شمال میں بہت نمایاں ہیں شمال میں ٹیکسلا، گندھارا، بدھ تہذیب کی نمائندگی کرتے ہیں۔ ملک میں بیشمار تاریخی عمارتیں دہلی سلطنت اور مغل بادشاہوں کے منفرد فن تعمیر کی یاد دلاتی ہیں جو اس خطے میں ساڑھے چھ سو سال تک قائم رہی۔ ان میں بادشاہی مسجد، شالیمار گارڈن، جہانگیر کا مقبرہ لاہور اور مہابت خان کی مسجد پشاور چند مثالیں ہیں۔ شمال اور شمال مغرب میں بلند و بالا پہاڑ جن کی بلندی سطح سمندر سے ۱۰۰۰ سے ۸۰۰۰ میٹر بلند ہے۔ بین الاقوامی سیاحوں کے لئے ایک اہم کشش کا باعث ہیں۔ برف سے ڈھکی ہوئی چوٹیاں اور خوبصورت وادیاں جن میں چترال، سوات، ناران، ہنزہ اور گلگت چند مثالیں ہیں۔ یہ پہاڑی علاقے انتہائی منفرد نباتات، حیوانات اور پھلوں پھولوں سے لدے ہوئے باغات کے حامل ہیں۔ یہ علاقہ جات کوہ پیماؤں، مہماتی سیاحت کے دلدادہ افراد میں بہت مقبول ہیں۔ ان علاقوں کے لوگ منفرد اور روائتی ثقافتوں کی پیروی کرتے ہیں جن میں موسیقی اور ٹراوٹ مچھلی کے ٹھنڈے پانی میں شکار اور سکینگ شامل ہیں۔

پاکستان ٹورزم ڈویلپمنٹ کارپوریشن حکومت پاکستان کے تعاون سے بین الاقوامی معیار کے مطابق سیاحت کو فروغ دینے کا کام کررہا ہے تاکہ ویب سائٹس اور دیگر ذرائع ابلاغ کے ذریعہ زیادہ سے زیادہ سیاحوں کو راغب کیا جاسکے۔ یہ ادارہ سیاحوں کی رہائش، سیاحتی گائیڈ، نقل و حمل کی سہولیات اور بہت سی دیگر ضروریات فراہم کرتا ہے۔ سیاحت لوگوں کو مختلف قسم کے روزگار بھی فراہم کرتی ہے جو مقامی ڈھانچے میں بہتری اور ترقی کا باعث بھی ہے لوگوں کو بہتر تعلیمی اور صحت سہولیات میسر آتی ہیں اور لوگوں کا معیار زندگی بہتر ہوتا ہے۔

بین الاقوامی تعلقات کی سطح پر جغرافیائی اہمیت

جغرافیائی حالات کا جائزہ لینے کے لئے کسی ملک کا بین الاقوامی سطح پر خارجہ پالیسی کا مطالعہ کیا جاتا ہے جو بین الاقوامی سیاسی رویئے کو جغرافیائی تغیرات -حالات حاضرہ اور مستقبل کے تعلقات کی وضاحت کرتا ہے۔پاکستان کا ایشیاء میں مرکزی مقام اس کی دفاعی اہمیت کو بڑھاتا ہے۔خاص طور پر شمال میں دو دنیا کی طاقتوں روس اور چین کی قربت اور بھارت کے ساتھ ۲۹۱۲ کلومیٹر غیر فطری سرحد کی وجہ سے (اس خطے کی اہمیت بڑھ جاتی ہے) اس کے علاوہ مغرب میں افغانستان میں ایک طویل مدتی تنازعہ اور ایک نئے قائم شدہ حکومت کی موجودگی پاکستان سے انتہائی مدد اور تعاون کی توقع کرتی ہے۔

حکومت پاکستان اپنے ہمسایہ ممالک کے ساتھ اچھے سفارتی اور تجارتی تعلقات برقرار رکھنے کی بھرپور کوشش کرتی ہے۔ تاکہ اپنے داخلی، سیاسی اور معاشی استحکام کو برقرار رکھ سکے اس نے اپنی آزادی کے فوراً بعد اقوام متحدہ میں شمولیت اختیار کی تاکہ اقوام متحدہ کے مقاصد کے مطابق رکن ممالک کے ساتھ اپنے اچھے سفارتی تعلقات قائم کئے جاسکیں۔پاکستان نے ۱۹۵۴ء میں جنوب مشرقی ایشیا (SEATO) South East Asia Treaty organization کے معاہدے پر دستخط کئے تاکو اپنے دفاعی اور دیگر معاملات میں خود امریکی حمایت سے ہم آہنگ کر سکے۔

۱۹۶۷ء میں عرب اسرائیل جنگ کے بعد پاکستان نے ۱۹۶۹ء میں اسلامی تعاون تنظیم (OIC) Organization of Islamic Countries کے قیام میں اہم کردار ادا کیا۔اس تنظیم کا صدر دفتر جدہ سعودی عرب میں واقع ہے۔پاکستان نے مسلم دنیا کی خیرسگالی کے لئے (OIC) اسلامی تنظیم کی تقریباً پانچ اجلاس کی میزبانی کی۔

پاکستان نے اپنی آزادی کے بعد ۱۹۴۹ء عوامی جمہوریہ چین کے ساتھ اچھے سفارتی تعلقات قائم کئے۔پاکستان نے ہمیشہ اقوام متحدہ میں مستقل رکن کی حیثیت سے جمہوریہ چین کی حمایت کی ہے۔۲۵ اکتوبر ۱۹۷۱ء کو عوامی جموریہ نے تائیوان کی بجائے اقوام متحدہ میں منتقل نشست حاصل کی۔پاک چین دوستی کی وجہ سے پاک چین راہداری (CPEC) کا قیام عمل میں آیا ہے۔

اقتصادی تعاون کی تنظیم (ECO) کا قیام 1985 میں عمل میں آیا۔اس کا صدر دفتر تہران میں ہے۔ایران، ترکی اور پاکستان اس تنظیم میں شامل ہوئے۔ان بانی ممبران نے 1997 میں اسلام آباد میں ECO کا اجلاس منعقد کیا جس میں وسط ایشیا کے چھ ممالک آزر بائیجان، کرغزستان، تاجکستان، ترکمانستان، ازبکستان، کازکستان اور افغانستان نے شرکت کی۔اس دس ممبر ارکان ممالک نے ایک دوسرے کے سماجی، اقتصادی اور سیاسی ترقی میں مددگار ہونے پر سمجھوتہ کیا۔

1985 میں قائم ہونے والی سارک تنظیم کا صدر دفتر نیپال کے شہر کھٹمنڈو میں ہے۔اس کے رکن ممالک میں بھارت، مالدیپ، سری لنکا، بھوٹان، نیپال، پاکستان اور بنگلہ دیش شامل ہیں۔اس تنظیم کا مقصد ایشیا کے لوگوں کی فلاح و بہبود کا فروغ، سماجی اور معاشی ترقی فراہم کرنا ہے۔پاکستان ہمیشہ اس تنظیم کا سرگرم رکن رہا ہے۔اس نے متعدد بار سارک اجلاس کی میزبانی بھی کی ہے۔

بڑے شہروں کی جغرافیائی اور اقتصادی اہمیت

ملک کا مختصر انتظامی ڈھانچہ

ملک کے آئین کے مطابق حکومت کی تین بنیادی شاخیں ہیں۔

i. قانون سازی کے اختیارات دوایوانی پارلیمنٹ (قومی اسمبلی اور سینٹ) کو تفویض کئے گئے ہیں۔

ii. انتظامی اختیارات وزیر اعظم کو تفویض کئے جاتے ہیں۔ جسے اُس کی کابینہ کی مدد حاصل ہوتی ہے۔ صدر ایک رسمی سربراہ ہوتا ہے۔

iii. عدلیہ کے دو دفاتر اعلیٰ عدلیہ جس میں سپریم کورٹ اور وفاقی شرعی عدالت شامل ہیں اس کے علاوہ ہائی کورٹس بھی ملک کے مختلف حصوں میں انصاف کے مواقع فراہم کررہی ہیں۔

عدلیہ حکومت کی وہ شاخ ہے جو قانون سازی کی تشریح کرتی ہے تنازعات حل کرتی ہے اور شہریوں کو انصاف فراہم کرتی ہے۔ یہ آئین کی محافظ بھی ہے۔

ملک کا دارالحکومت ایک وفاقی علاقہ ہے۔ اسلام آباد اس کا دارالخلافہ ہے چاروں صوبے پنجاب، خیبر پختونخواہ، سندھ اور بلوچستان کو صوبائی حکومتوں کو اعلیٰ درجے کی خود مختاری اور اختیارات حاصل ہیں۔ آزاد کشمیر، گلگت بلتستان ملک کی دو خود مختار انتظامی ریاستیں ہیں۔

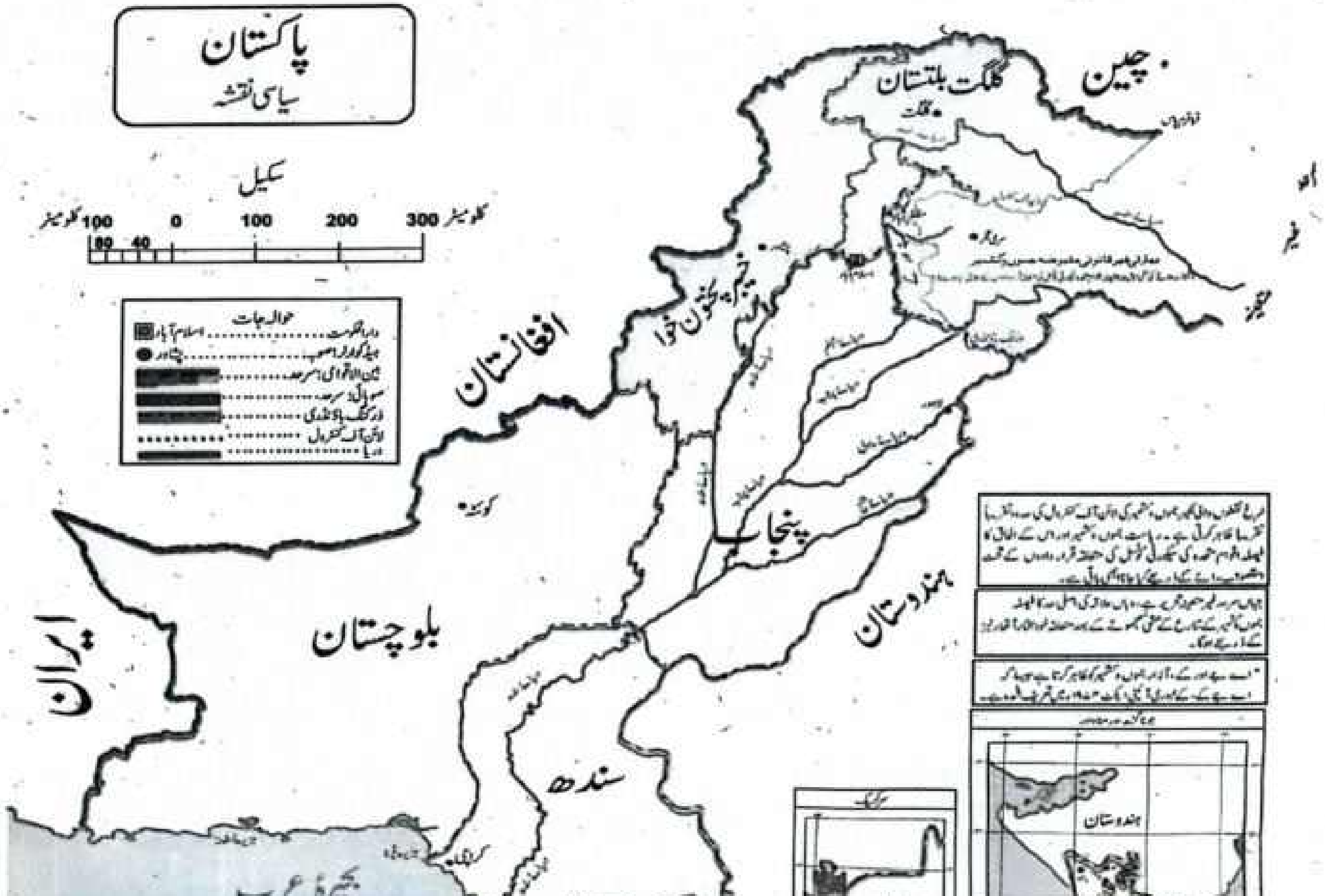

اسلام آباد

اسلام آباد اسلامی جمہوریہ پاکستان کا دار لحکومت ہے۔ یہ ملک کے شمال میں پوٹھوہار سطح مرتفع کے شمالی کنارے اور مارگلہ کی پہاڑیوں کے جنوب میں واقع ہے، یہ خوشگوار آب و ہوا کا علاقہ ہے۔ یہ ایک خوبصورت شہر ہے اور جدید طرز پر تعمیر کیا گیا ہے۔ اس کی عمومی بلندی ۵۴۰ میٹر ہے یہ دار لحکومت پاکستان کے صوبہ پنجاب اور صوبہ خیبر پختونخواہ کی سرحد کے ساتھ واقع ہے۔ یہ ملک کا نواں بڑا آبادی والا شہر ہے اس کی آبادی تقریباً ۲ ملین سے زیادہ ہے۔

اس شہر کی منصوبہ بندی ملک کے دار لحکومت کی ضروریات کے عین مطابق کی گئی ہے۔ شہر کو آٹھ بنیادی زونز میں تقسیم کیا گیا ہے۔ مثلاً انتظامی، ڈپلومیٹک انکلویز، رہائشی علاقے، تجارتی علاقہ، دیہی اور سرسبز علاقے ہیں۔ ہر شعبے کا اپنا شاپنگ ایریا اور عوامی پارک ہے۔ ملک کے دس بڑے سرکاری دفاتر ملک کی بڑی منصوبہ بندی اور ترقی کے لئے کام کر رہے ہیں۔ صدر ہاؤس، وزیر اعظم ہاؤس، پارلیمنٹ ہاؤس، سپریم کورٹ، الیکشن کمیشن اور موسمیاتی تبدیلی کی مختلف وزارتیں، خارجہ امور، وزارت بلدیات اور دیہی ترقی وغیرہ۔

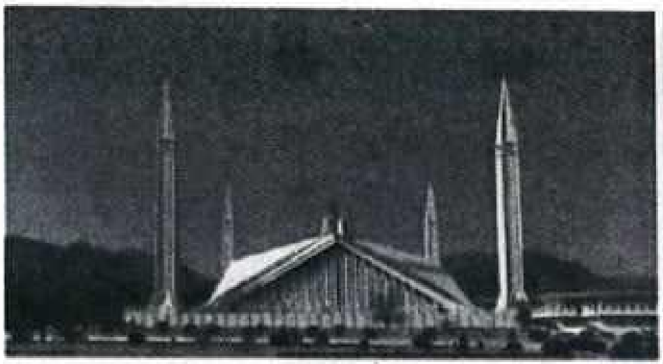

فیصل مسجد

پاکستان مونومنٹ اور شکر پڑیاں

اسلام آباد مارگلہ نیشنل پارک، شکر پڑیاں سمیت بہت سے (فلیگ شپ) پرچم بردار مقامات ہیں۔ مثال کے طور پر فیصل مسجد جو دنیا کی سب سے بڑی مساجد میں سے ایک ہے۔

لاہور

پنجاب کا دار لحکومت لاہور دریائے راوی کے مشرقی کنارے پر بالائی سندھ کے میدان میں شمال مشرق کی طرف واقع ہے یہ پاکستان کا ایک صنعتی اور اقتصادی مرکز ہے، شالیمار گارڈن، جہانگیر کا مقبرہ، شاہی قلعہ اور مینار پاکستان اس کی تاریخی اہمیت کو نمایاں کرتی ہے۔ مینار پاکستان ۱۹۴۰ء میں قرارداد پاکستان کے پاس ہونے کی اہم یادگار ہے۔ لاہور تعلیم و تربیت کا بھی ایک اہم مرکز ہے، پنجاب یونیورسٹی پاکستان کی پرانی یونیورسٹی یہاں موجود ہے۔

لاہور ایک اہم صنعتی مرکز بھی ہے۔ یہاں ٹیکسٹائل، کیمیکل اور بہت سے مکینکل مصنوعات کی فیکٹریاں اور صنعتی مراکز بھی ہیں۔ چونکہ لاہور دریائے راوی کے کنارے واقع ہے۔ اس لئے دریا کے زرخیز علاقہ میں گندم، چاول، گنا اور کپاس جیسی اہم فصلیں اگائی جاتی ہیں۔ ان زرعی علاقوں میں مختلف قسم کے موسمی پھل اور سبزیوں کی کاشت بھی ہوتی ہے، جو اس شہر کی ضروریات کو کافی حد تک پورا کرتی ہیں۔ زرعی علاقوں میں بھیڑ بکریوں کی گلہ بانی کی جاتی ہے اور بیشمار مرغی خانے بھی لوگوں کو مختلف قسم کے روزگار فراہم کرتے ہیں۔

شہر کاری اور صنعت کاری کے اضافہ سے لاہور شہر اپنے اطراف میں بہت پھیل چکا ہے۔ جس سے یہاں کے لوگوں کو سفر میں بہت دشواریاں پیش آتی ہیں۔ حکومت نے ان مشکلات پر قابو پانے کے لئے انڈر پاس، اوور ہیڈ برج، رنگ روڈز بنائے ہیں اور سڑکوں کے نظام کو کافی حد تک بہتر کیا ہے۔ اس کے علاوہ تیز چلنے والی سواریاں مثلاً ریپڈ بس سروس، میٹرو بس، اورنج لائین ٹرانسپورٹ سسٹم بھی فراہم کی ہیں۔ علامہ اقبال انٹر نیشنل ایئرپورٹ ہوائی سفر کی سہولیات فراہم کرتا ہے۔ جو اس شہر کو نہ صرف ملک کے مختلف حصوں سے ملاتا ہے بلکہ دنیا کے دوسرے ممالک کے لئے بھی سہولیات فراہم کرتا ہے۔

بادشاہی مسجد

مینار پاکستان

پشاور

پشاور خیبر پختونخواہ کا دار لحکومت اور صوبہ کا سب سے بڑا تاریخی شہر ہے۔ یہ درہ خیبر کے مشرقی دہانے پر واقع ہے، یہ شہر افغانستان کے سرحدی علاقہ سے ۱۴۰ کلو میٹر کے فاصلہ پر ہے۔ یہ ایک تعلیمی، سیاسی اور کاروباری مرکز ہے۔ یہ پاکستان کا چھٹا بڑا آبادی والا شہر ہے۔ اس کی معیشت، زراعت اور معدنیات، دونوں پر مبنی ہے۔ گنا، مکئی، تمباکو، دالیں اور تیل کے بیج اہم فصلیں ہیں۔ مویشیوں کی گلہ بانی اہم پیشہ ہے۔ خیبر پختونخواہ مختلف دھاتی اور غیر دھاتی معدنیات سے مالامال ہے جس کی وجہ سے کان کنی ایک اہم پیشہ ہے۔ چمڑے کے جوتے، کپڑے، گھی، چینی، ماچس کے ڈبے اور (ماربل) سنگ مرمر کی مصنوعات نمایاں ہیں۔ مہابت خان کی مسجد اور اسلامیہ کالج پشاور پرانی اور تاریخی یادگاریں ہیں۔

اسلامیہ کالج

درہ خیبر

کوئٹہ صوبہ بلوچستان کادارالخلافہ ہے۔اس شہر میں قدرتی خوبصورتی اور ثقافتی تنوع کاانوکھاامتزاج پایاجاتا ہے۔یہ دشوار گزار پہاڑوں سے گھرا ہوا ہے اور یہ شہر سطح سمندر سے ۱۶۸۰ کلومیٹر کی بلندی پر بلند پہاڑوں سے گھرا ہوا ہے ان پہاڑوں میں کئی درے ہیں جن میں سے درہ بولان بہت اہم تجارتی راستہ فراہم کرتا ہے اور ملک کے دیگر علاقوں کو بلوچستان سے ملاتا ہے۔کوئٹہ ملک کے دوسرے حصوں سے ریل،روڈ اور ہوائی راستوں سے منسلک ہے۔درہ خوجک، سبی، کوئٹہ اور قندھار کو چمن سے ملاتا ہے۔

کوئٹہ ایک تجارتی شہر ہے جو بارونق بازاروں اور مختلف قسم کے پھلوں سے جانا جاتا ہے۔یہ موسم گرما کا ایک تفریحی مقام ہے۔اس کے پھلوں میں تازہ پھل اور خشک میوہ جات کثرت سے پائے جاتے ہیں۔یہ اپنی گھریلو دستکاریوں کی وجہ سے بھی بہت مشہور ہے۔کپڑوں، شیشے کا کام، قالین اور غالیچوں کی بنائی۔چمڑے کے کوٹ، جیکٹ یہاں کے خانہ بدوش لوگوں کی کی اہم دستکاریاں ہیں۔

درہ بولان

زیارت ریزیڈینسی

کوئٹہ موسم گرما میں سیاحوں کے لیے ایک پرکشش مقام ہے۔یہاں کے تفریحی مقامات میں ہنّہ جھیل، کشتی رانی، مچھلی کا شکار وغیرہ شامل ہیں۔قائداعظم ہاؤس پہلے کوئٹہ ریزیڈنسی کے نام سے جانا جاتا تھا۔یہ پاکستان کی تاریخ میں ایک اہم سنگ میل ہے اور ملک بھر سے سیاحوں کو اپنی طرف متوجہ کرتا ہے۔یہ سائٹ مسلمانوں کی جدوجہد آزادی کی علامت ہے اور قاعد اعظم کے وژن اور قیادت کو خراج تحسین پیش کرتا ہے۔

اس علاقے میں لکڑی کے بنے ہوئے فرش اور اس کے اطراف میں جونیپر (Juniper) کے گھنے جنگلات اس علاقے کی خوبصورتی میں اضافہ کرتے ہیں۔کوئٹہ کے عجائب گھر میں پائی جانے والی مختلف چٹانوں کو لوگوں کی دلچسپی کے لئے رکھا گیا ہے۔معیار تعلیم بہتر کرنے کے لیے کئی تعلیمی مراکز اور یونیورسٹیز قائم ہیں۔کوئٹہ انسٹیٹیوٹ صحت کی سہولیات قائم کیا گیا ہے اور سرکاری اور غیر سرکاری ہسپتال اور ڈسپینسریاں بھی قائم کی گئی ہیں۔کوئٹہ میں جیولوجیکل سروے کا دفتر اور زلزلہ شناسی کا ادارہ قائم ہے۔تاکہ اس کے زلزلوں کی شدت پر غور کیا جاسکے۔

کراچی

کراچی صوبہ سندھ کا دار لحکومت ہے۔ اور ملک کا سب سے زیادہ گنجان آباد میٹروپولیٹن شہر ہے۔ یہ بحیرۂ عرب کے ساحل پر واقع ہے اور دو سمندری بندر گاہوں کراچی اور پورٹ بن قاسم کے ساتھ ملک کی خدمت کر تا ہے۔ یہ شہر ملک کے دیگر حصوں سے ریل اور سڑک سے جڑا ہوا ہے۔ کراچی کا ہوائی اڈا جناح ٹرمینل قومی اور بین الاقوامی فضائی خدمات فراہم کرتا ہے۔

کراچی ملک کا سب سے بڑا تجارتی اور صنعتی مقام ہے۔ یہاں اہم صنعتوں میں لوہے، سٹیل، ٹیکسٹائل اور بہت سی کیمیائی اور مکینکل صنعتیں شامل ہیں۔ مختلف قسم کے گاڑیوں کے حصوں کی صنعتیں آٹو موبائل پلانٹس قائم کئے گئے ہیں۔ اس شہر کو اس کی متحرک رات کی زندگی کی وجہ سے روشنیوں کا شہر بھی کہتے ہیں۔ یہ پاکستان کے بڑے بڑے شاپنگ مراکز کا مرکزی مقام بھی ہے۔ یہ اپنے پارکوں، تفریحی مقامات خاص طور پر ساحل سمندر کی تفریح کی وجہ سے بہت مشہور ہے اور ملکی اور غیر ملکی سیاحوں کی دلچسپی کا باعث ہے۔

مزار قائد

کلفٹن کا ساحل

گلگت بلتستان

گلگت بلتستان پہلے شمالی علاقہ جات کے نام سے جانا جاتا تھا۔ یہ علاقہ پاکستان میں سب سے زیادہ شمال میں سیاسی اکائی ہے، جو حکومت پاکستان کے زیر انتظام ہے۔ اس کی سرحد جنوب میں آزاد کشمیر، مغرب میں صوبہ خیبر پختونخواہ، مشرق اور شمال میں چین کے علاقہ سنکیانگ سے ملتی ہے۔ گلگت اس کا دار لحکومت ہے جو کہ دریائے گلگت اور ہنزہ کے سنگم کے قریب ایک وسیع و عریض وادی میں واقع ہے۔ اس علاقہ میں دنیا کی پانچ بلند ترین چوٹیاں ہیں۔ جن میں کے ٹو (K 2) جو سطح سمندر سے آٹھ ہزار میٹر بلند ہے۔ تقریباً

پچاس (۵۰) چوٹیاں سات ہزار میٹر سے زیادہ بلند ہیں۔ گلگت اور سکردو ان پہاڑوں پر کوہ پیمائی مراکز ہیں۔ یہ علاقہ اپنی قدرتی خوبصورتی کے لئے مشہور ہے اور قومی اور بین الاقوامی سیاحوں کے لئے ایک پرکشش مقام ہے۔ لوگوں کی یہاں مئی سے اکتوبر تک زیادہ آمد ہوتی ہے پولو اور سکینگ مقبول ترین سرگرمیاں ہیں ۔یہ علاقہ اپنی پہاڑی بلندی اور سرد آب وہوا کی وجہ سے بہت کم آبادی کا علاقہ ہے سیاچین، بوتورو اور بتورہ گلیشئر ان پہاڑوں میں موجود ہیں۔

مظفر آباد

مظفر آباد آزاد جموں اور کشمیر کا دارلحکومت ہے جو پاکستان کے زیر انتظام ہے اور اس خطے کا سب سے بڑا شہر ہے۔ اس کا جغرافیہ پہاڑی ندی نالوں پہاڑوں کے دامن میں اور درمیان میں تنگ وادیوں پر مشتمل ہے۔ پہاڑوں کی بہت سی چوٹیاں ۵۰۰۰ کلومیٹر سے زیادہ بلند ہیں۔ یہ شہر راولپنڈی اور اسلام آباد سے ۱۳۸ کلو میٹر دور ہے اور کوہالہ پل اور ہزارہ موٹروے کے ذریعے قابل رسائی ہے۔ یہ شہر دریا جہلم اور دریائے نیلم کے سنگم پر واقع ہے پیر چناسی ایک قابل ذکر علاقہ ہے۔ جو مظفر آباد کے دلکش نظارے پیش کرتا ہے۔ یہاں خواندگی کی شرح کافی زیادہ ہے۔ یونیورسٹی آف آزاد جموں اینڈ کشمیر معیاری تعلیم فراہم کرتی ہے اس سے وابستہ بہت سے کالج ہیں جن میں کشمیر لاء کالج، سکالرز کالج آف سائنس اینڈ انفارمیشن ٹیکنالوجی اور فاطمہ جناح گورنمنٹ پوسٹ گریجویٹ کالج شامل ہیں۔ آمدنی کے ذرائع میں سرکار اور نجی اداروں میں روزگار ہیں زراعت زیادہ تر دریا کے زرخیز علاقوں میں گندم، مکئی اور دالوں پر مبنی ہے۔

اخروٹ کی لکڑی پر نقش ونگار کا فرنیچر، کشمیری شال، چٹائی اور قالین سازی، پتھر پر نقش نگاری یہاں کی گھریلو دستکاریوں میں شامل ہیں جو قومی اور بین الاقوامی منڈیوں میں بہت مقبول اور مشہور ہیں۔ مظفر آباد کی ترقیاتی اتھارٹی نے تعمیرات کو ریگولیٹ کرنے اور شہر کے تعمیراتی کاموں کو صوبوں کے مطابق بنانے میں ایک اہم کردار ادا کیا ہے۔ ہل ویو پارک اور کشمیر آبشار مقبول ترین تفریحی مقامات میں سے ہیں۔

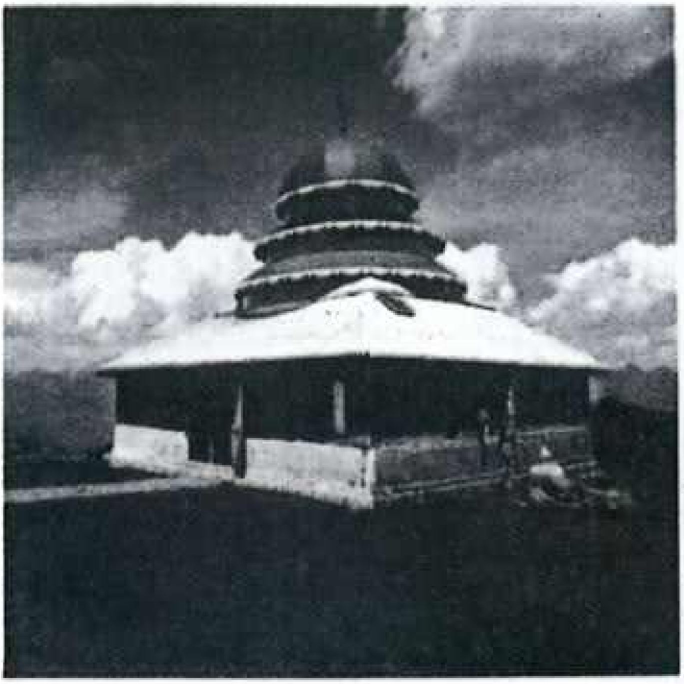

پیر چناسی

کوہالہ کا پل

(ب) ماحولیاتی خطرات

(گلوبل وارمنگ) کرۂ ارض پر گرمی کی شدت

کرہ ارض پر گرمی کی شدت کی وجہ اوسط درجہ حرارت میں بتدریج اضافہ کا مظہر ہے۔ یہ کاربن ڈائی آکسائیڈ، میتھین، کلوفلوروکاربن (CFC) جیسی گرین ہاؤس گیسوں کی فضا میں اخراج کی وجہ سے ہوتا ہے۔ پچھلی دو صدیوں سے عوامی اور قدرتی عوامل کی وجہ سے زمین پر درجہ حرارت میں بتدریج اضافہ ہوا ہے۔ اوزون کی تہ زمین کو نقصان دہ الٹراوائلٹ (Ultraviolet) شعاعوں سے بچاتی ہے جبکہ ان شعاؤں کے زیادہ ہونے سے زمین کے درجۂ حرارت میں اضافہ ہوتا ہے۔

2013 میں بین الاقوامی حکومتی کمیٹی کا موسمی تبدیلی کا اجلاس پولینڈ کے شہر وارسا میں منعقد ہوا۔ رپورٹ میں بتایا گیا کہ 2013 میں کرہ ارض میں اوسط درجہ حرارت C° 14.6 تھا۔ 1880 کے بعد سے اب تک یہ درجہ حرارت 0.8C° بڑھ چکا ہے۔ نئی تحقیق کے مطابق کرہ ارض پر گرمی کی شدت کاربن ڈائی آکسائیڈ کی زیادہ ہونے کی وجہ سے ہے۔

پاکستان بھی گرمی کی شدت سے اثر انداز ہو رہا ہے۔ پاکستان کے موسمیاتی ادارہ کے مطابق 1952 سے 2009 کے درمیان ملک میں 0.36C° درجہ حرارت کا اضافہ ہوا ہے، جس کی وجہ سے زیر زمین پانی کے ذخائر میں کمی واقع ہوئی ہے۔

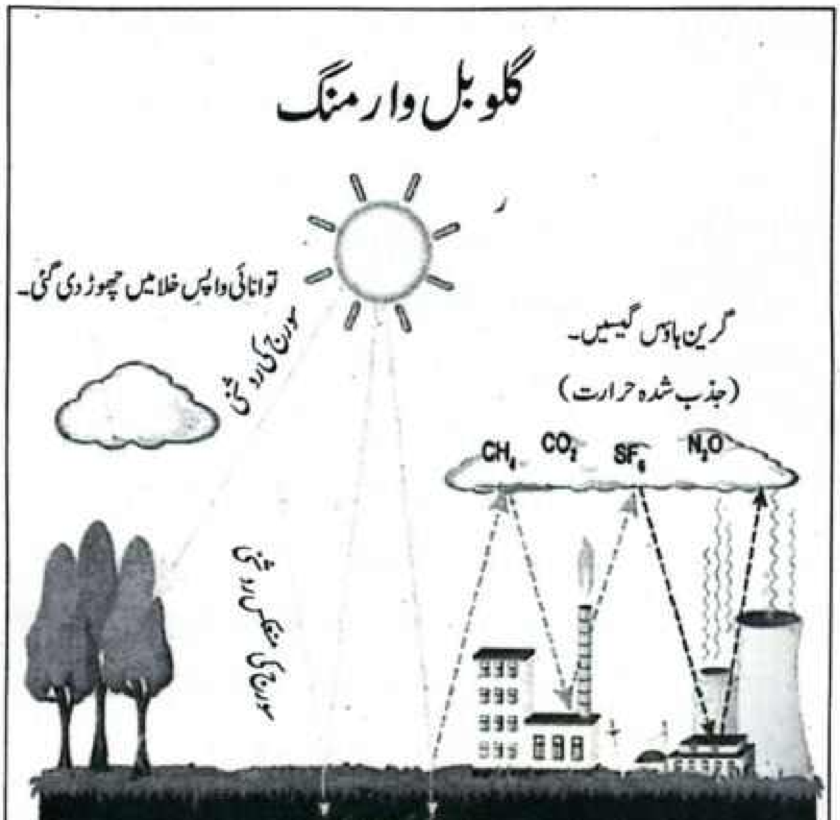

کاربن ڈائی آکسائیڈ جو ہم ماحول میں خارج کرتے ہیں وہ ہوا کی درجہ حرارت میں اضافہ کرتا ہے (Fossil Fuel) زمین سے نکلنے والے ایندھن مثلاً قدرتی گیس، خام تیل اور کوئلہ کے جلنے سے گرمی کی شدت میں اضافہ ہوتا ہے۔ اسی طرح گرین ہاؤس گیس کی سطح میں بھی اضافہ ہوتا ہے۔ گذشتہ پچاس برس میں زمین سے نکلنے والے ایندھن کے استعمال میں اضافہ ہو رہا ہے۔ جو فضائی گرمی کی شدت کا باعث ہے۔

گرین ہاؤس اثر (Green House Effect)

گرین ہاؤس اثر ایک قدرتی عمل ہے۔ جو سورج کی گرمی کو ماحول میں جمع کر کے زمین گرم رکھتا ہے۔ یہ گرین ہاؤس گیسوں، کاربن ڈائی آکسائیڈ میتھین، نائٹرس آکسائیڈ اوزون اور کچھ غیر قدرتی کیمیکل کے سورج کی نکلتی ہوئی (infrared radiation) سرخ شعاؤں کی گرمی کو جذب کرنے بعد دوبارہ خارج کرتے ہیں۔ زمین کا اوسط درجہ حرارت تقریباً ۲۰ درجے سیلسیس ہوتا اگر اس پر گرین ہاؤس گیسوں کے اثرات نہ ہوتے۔

کرۂ زمین پر گرمی کی شدت کی وجوہات

۱۔قدرتی اسباب

آتش فشاں: آتش فشاں کرہ ارض پر گرمی کی شدت کے اضافے میں سب سے زیادہ اہم ہیں۔ آتش فشاں پھٹنے کے دوران نکلنے والی گرم راکھ، دھواں فضا میں بہت بلندی تک جاتا ہے۔ اور وہاں کچھ دیر تک قائم رہنے سے فضا کے درجہ حرارت کو کافی حد تک بڑھا دیتا ہے۔

زلزلے: پاکستان کا شمار ایشیاء کے بہت زیادہ خطرے والے علاقوں میں ہوتا ہے۔ تکنیکی طور پر یہ علاقہ تین بڑی ٹیکٹونک پلیٹس tectonics (Plates) (1) انڈین (۲) یوریشن اور (۳) عربین پلیٹس کے ملاپ کا علاقہ ہے ان پلیٹس کی حرکت عام طور پر سست ہوتی ہے۔ لیکن سرحدوں کے قریب کے علاقے زلزلے، سونامی اور آتش فشاں کے لئے زیادہ حساس ہوتے ہیں۔ 31 مئی 1935 کو کوئٹہ کا ریکٹر سکیل پر 7.7 کی شدت کا خوفناک زلزلہ آیا جس میں (70000) ستر ہزار افراد ہلاک ہوئے۔ کوئٹہ شہر مکمل طور پر تباہ ہو گیا۔ 8 اکتوبر 2005 میں پاکستان کے شمالی علاقوں میں ایک اور شدید زلزلہ آیا جسے کشمیر کا زلزلہ کہا جاتا ہے۔ ریکٹر سکیل پر زلزلے کی شدت 7.6 ریکارڈ کی گئی۔ تقریباً (100,000) ایک لاکھ سے زیادہ افراد ہلاک ہوئے (130,00) ایک لاکھ تیس ہزار افراد زخمی ہوئے اور 305 افراد بے گھر ہوئے زلزلے سے ہونے والے اثرات کو زمینی پلیٹوں کے اُتار چڑھاؤ کو قرار دیا جاتا ہے۔ کوئٹہ کے 1935 کے زلزلے کے بعد 24 ستمبر 2013ء میں آوران، بلوچستان کے علاقے کچ میں 7.7 کی شدت سے محسوس کیا گیا۔ 31 نومبر 2018ء کو 4.1 کی شدت کا ایک اور زلزلہ آیا جس کی شدت کے جھٹکے کوئٹہ کراچی، لاہور، اسلام آباد، پشاور، مری اور سرگودھا، شانگلہ، ہری پور اور گوجرانوالہ میں محسوس کئے گئے۔ یہ شدید زلزلوں کی چند مثالیں ہیں اس کے علاوہ بھی کم شدت کے زلزلے اکثر آتے رہتے ہیں۔

۱۸ اکتوبر ۲۰۰۵ء کا زلزلہ

کینیڈا میں لگی جنگلات کی آگ

جنگلاتی آگ: کرہ ارض پر گرمی کی شدت درجہ حرارت بڑھا دیتی ہے، جس کی وجہ سے درختوں میں پانی کی مقدار کم ہو جاتی ہے۔ اور درخت آگ پکڑ لیتے ہیں۔ جو جنگلوں کو جلا کر راکھ کر دیتی ہے۔ باوجود متاثرہ حکومتوں کی فوری کوششوں کے جنگلات کا کافی نقصان ہو جاتا ہے۔ 2023 مئی کو کینیڈا کی جنگلی آگ جو آسمانی بجلی کی وجہ سے لگی مغربی کینیڈا کے کئی صوبوں کو متاثر کر گئی۔ تقریباً "155,856 لوگوں کو علاقہ سے نکالا گیا۔ 18.496 کا ملین ہیکٹر علاقہ متاثر ہوا۔

زلزلہ زدہ علاقوں کا نقشہ

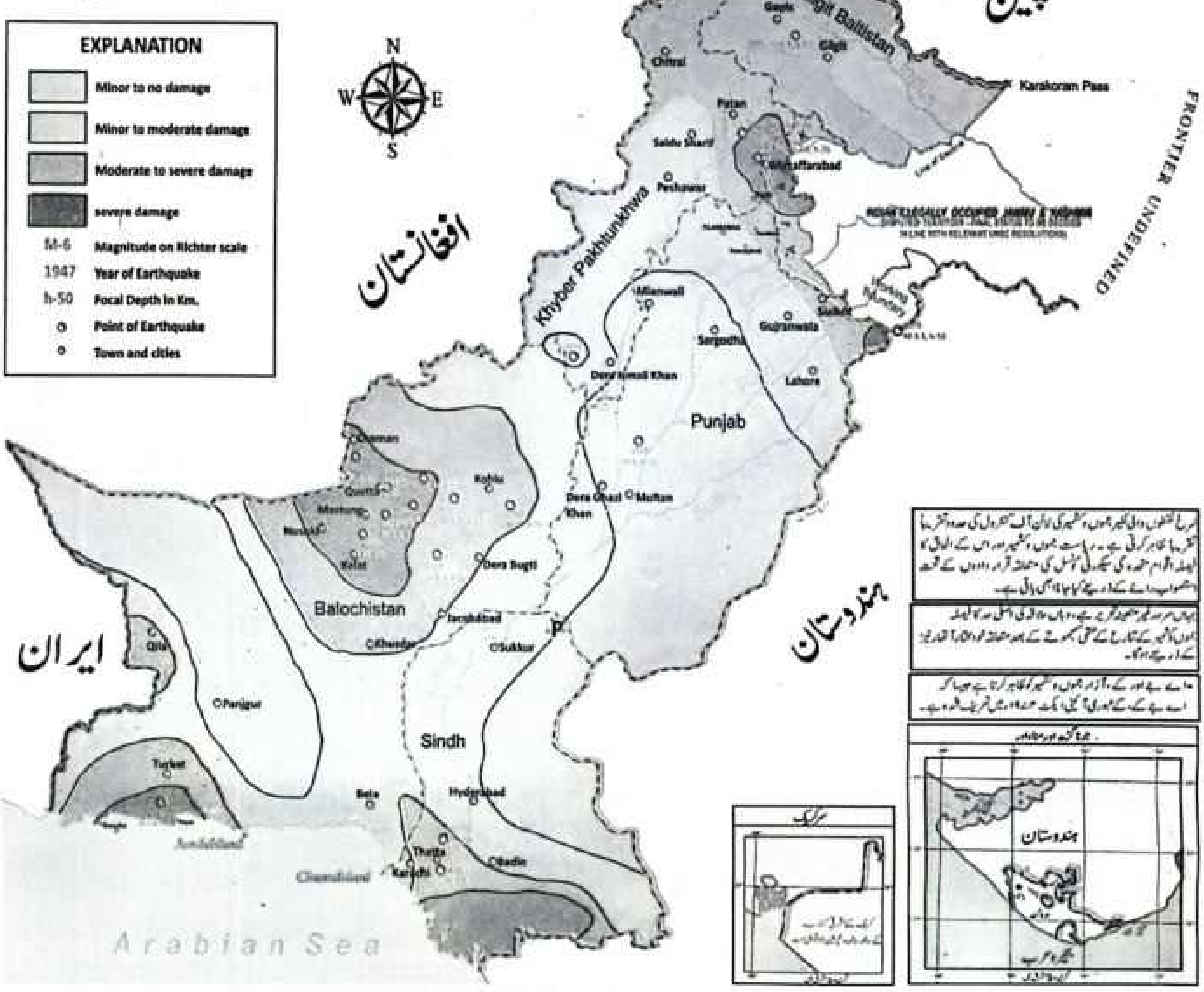

ماحولیاتی خطرات

انسانی عوامل: انسانی عوامل میں لوگوں کے عمل سے پیدا ہونے والے ماحولیاتی خطرات مثلاً پانی اور ہوا کی آلودگی معدنی ایندھن، کیڑے مار دوائیں، زہریلہ مادہ اور کیمیکل کا استعمال وغیرہ شامل ہیں۔

کیمیکلز: کیڑے مار دوائیں اور کیمیائی کھاد، کاربن ڈائی اکسائیڈ اور میتھین پیدا کرتے ہیں جس سے فضا میں گرین ہاؤس کے اثرات میں اضافہ ہوتا ہے۔ اور ہوا کا درجہ حرارت بڑھ جاتا ہے۔ جراثیم کش دوائیں انسانی صحت پر مضر اثرات مرتب کرتی ہیں جو پیٹ کی بیماریوں اور الرجی کا سبب بنتے ہیں۔ کیمیائی کھاد بارش کے پانی میں حل ہو کر قریبی ندی نالوں یا دریاؤں میں بہہ جاتی ہے۔ جو پانی کی آلودگی کا باعث بنتی ہے۔ یہ آلودگی ماہی گیری کے لئے بھی بہت نقصان دہ ہے۔ جانوروں کے زیادہ گھاس چر جانے سے زمین خشک اور بنجر ہو جاتی ہے۔ آبپاشی کے نظام کی وجہ سے پانی کا تناسب زمین میں بڑھ گیا ہے۔ زرعی علاقے ناقابل کاشت ہو گئے ہیں اور فصلوں کی پیداوار میں کمی ہوئی ہے۔

صنعتی ترقی نے ماحولیات پر منفی اثرات میں نمایاں کردار ادا کیا ہے۔ فیکٹریوں سے نکلنے والا دھواں ہوا کو آلودہ کرتا ہے۔ اور ہوا کے درجہ حرارت میں اضافہ کرتا ہے لاہور کو کئی سالوں سے موسم سرما میں سموگ (دھند اور دھویں کا امتزاج) کے مسئلے کا سامنا ہے۔ سموگ کی وجہ سے حدِ نظر فضا متاثر ہوتی ہے۔ اور موٹروے کو اکثر ٹریفک کے لیے بند کرنا پڑتا ہے۔ سموگ صحت کے لئے بھی شدید خطرہ ہے۔

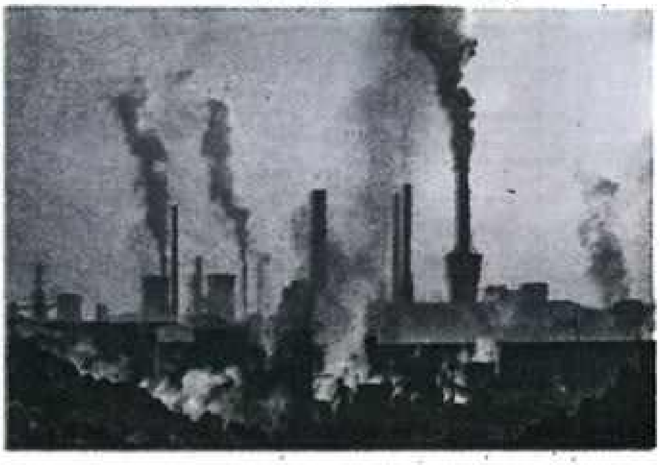

زمینی ایندھن کے ماحول پر اثرات

زمینی ایندھن میں کوئلہ، معدنی تیل اور قدرتی گیس شامل ہیں۔ جب یہ ایندھن جلایا جاتا ہے۔ تو بہت دھواں، راکھ کی باقیات کاربن ڈائی اکسائیڈ پانی میں آبی بخارات پر اثرات گرین ہاؤس کے اثرات کو متاثر کرتے ہیں۔ گرین ہاؤس گرمی کی شدت کے اثرات کو کنٹرول کر لیتی ہے۔ جس سے ماحولیاتی گرمی بڑھ جاتی ہے۔ کیمیکلز اور اُن سے بنے ہوئے خام مال ماحول کو مزید آلودہ کرتے ہیں۔ گذشتہ پہلے پچاس سالوں یا اس سے بھی زیادہ عرصہ میں ہوا میں کاربن ڈائی اکسائیڈ اور زرات میں اضافہ ہوا ہے۔ گاڑیوں اور ذرائع آمدورفت میں پیٹرول اور صنعتوں میں زیادہ کیمیکلز کے استعمال سے ماحول پر بہت منفی اثرات واقع ہوئے ہیں۔

پاکستان شدید ماحولیاتی تبدیلی کا شکار ہے۔ اس تبدیلی کی وجہ سے غیر موسمی بارشیں، اُن کی مقدار میں کمی بیشی، اچانک سیلاب اور گرج چمک کے ساتھ طوفان مختلف علاقوں کو متاثر کر رہے ہیں۔ کچھ علاقے شدید قحط سالی کا شکار ہیں۔ جو لوگوں کو نقل مکانی پر مجبور کر رہے ہیں یہ غیر یقینی موسمی رویہ زراعت کو تبدیل کر رہا

ہے۔ تازہ پانی کی فراہمی کو کم کر رہا ہے۔ حیاتیاتی تغیر کو نقصان پہنچا رہا ہے۔ ہوا اور پانی کی آلودگی سانس کی بیماریوں میں اضافہ کا باعث بن رہے ہیں۔ اس کے علاوہ فالج اور دل کی بیماریوں میں بھی اضافہ کر رہے ہیں۔ ۲۰۰۴ء میں عالمی ادارہ صحت نے پاکستان کے شہروں کراچی، پشاور، لاہور اور راولپنڈی کو دنیا کے آلودہ ترین شہروں میں شامل کیا ہے۔

آبادی میں اضافہ کی وجہ سے ہوا میں کاربن ڈائی آکسائیڈ میں اضافہ کرتا ہے۔ لوگوں کا طرزِ زندگی بلند و بالا عمارتیں، دھواں چھوڑنے والی گاڑیاں، کوئلہ، تیل اور قدرتی گیس کا استعمال کرنے والے پاور پلانٹس گلوبل وارمنگ کی چند مثالیں ہیں۔

میکروٹرینڈ کے مطابق ۵۰ سال پہلے ۱۹۷۴ء میں دنیا کی آبادی 3.996 بلین تھی ۲۰۲۴ء میں یہ تقریباً ۸ ملین تک پہنچ گئی ہے۔

https://www.macrotrend

دنیا کی آبادی کے بڑھنے سے ضروریاتِ زندگی کی مانگ بڑھ رہی ہے۔ جن کو پورا کرنے کے لئے صنعتی اداروں کی پیداوار میں اضافہ کیا جا رہا ہے جو زندگی کے ہر شعبہ میں کافی زیادہ روزگار فراہم کر رہے اور اس کے ساتھ ساتھ صنعتی فضلہ میں اضافہ مزید آلودگی بڑھا رہا ہے۔

جیسے جیسے انسانی کارکردگی میں اضافہ ہو رہا ہے۔ زمینی قوتِ استعمال کا تناسب درہم برہم ہو رہا ہے جس سے فضا میں کاربن ڈائی آکسائیڈ میں اضافہ ہو رہا ہے جو درجہ حرارت میں اضافہ کا باعث ہے۔ جس کے نتیجے میں گرین ہاوس کے اثرات کے نتیجے میں ساحلی علاقوں میں سیلاب، زرخیز علاقوں کا ناکارہ ہونا، گلیشرز کا تیزی سے پگھلنا، سمندری طوفان کا زیادہ ہونا شامل ہیں نقل و حمل کے تمام ذرائع بشمول زمینی، ہوائی اور آبی کرۂ ارض پر گرمی کی شدت کو بڑھا رہا ہے۔

فضائی گرمی کی شدت کے اثرات

کرہ ہوائی کے درجہ حرارت میں اضافہ ماحول کی شدت کا باعث ہے جو مختلف علاقوں میں مختلف شدت کے خطرات کا باعث ہیں۔ ناسا کے تجربہ کے مطابق کورونا وائرس (کووڈ۔۱۹) وبائی مرض سے متعلق عالمی بندش نے فضائی آلودگی کو کم کیا مگر سورج کی زیادہ روشنی زمین پر پہنچ گئی جس سے ۲۰۲۰ء گرم ترین سالوں میں سے ایک تھا۔ زیادہ درجہ حرارت کی وجہ سے کئی بیماریوں میں اضافہ ہوا، گھر سے باہر کام کرنا دشوار ہو گیا۔ جنگل کی آگ اور شدید طوفانوں نے علاقوں کو متاثر کیا، جن کی چند مثالیں درج ذیل ہیں:

۱۔ بارشوں میں کمی اور درجہ حرارت زیادہ ہونے سے کئی ممالک خشک سالی کی وجہ سے شدید گرد و غبار کے طوفان کا شکار ہوئے۔ ریگستانی اثرات کے بڑھنے سے زمین کی پیداواری صلاحیت کم ہو گئی۔ ماحولیاتی تنزلی کی وجہ سے لوگوں کے روزگار، صحت، معاشیات اور زراعت براہ راست متاثر ہوئے۔ پاکستان میں بھی کم بارش والے علاقوں میں ایسے اثرات میں اضافہ ہوا ہے۔

۲۔ ۲۰۰۴ء میں بحر ہند میں سونامی طوفان کی وجہ سے دو ملین لوگ ہلاک ہوئے، بہت سی املاک اور بنیادی ڈھانچے تباہ ہوئے چودہ ممالک جن میں انڈونیشیاء، سری لنکا، ہندوستان، مالدیپ اور تھائی لینڈ بھی شامل ہیں۔

۳۔ پاکستان میں ۷ جنوری ۲۰۲۲ء کو مری کے پہاڑی مقام پر ایک برفانی طوفان کی زد میں آیا۔ مری کوہ پیر پنجال میں ۷۵۱۷ فٹ کی بلندی پر ایک مقبول پہاڑی مقام ہے۔ یہ اسلام آباد کے شمال میں ایک گھنٹے کے سفر کے فاصلے پر ہے۔ برفباری کا سلسلہ اس طوفان میں (5) پانچ روز تک جاری رہا اور چار فٹ گہری برف پڑی۔ لوگوں کو اس طرف جانے سے روکنے کا انتباہ بھی کیا گیا۔ مگر کچھ لوگ اس سے پہلے ہی وہاں پہنچ چکے تھے جو اس برفباری میں پھنس گئے۔ لوگوں کو آرام دہ رہائش نہ مل سکی۔ بہت زیادہ ٹریفک جیم ہو گیا۔ سیاحوں کو اپنی گاڑیوں میں ہی رہنا پڑا۔ درجہ حرارت نقطہ انجماد سے منفی ۸ ڈگری نیچے چلا گیا۔ ۲۲ ملکی سیاح ہلاک ہوئے۔ یہ واقع اس انتہائی غیر یقینی موسمی شدت کو اجاگر کرتا ہے۔ جو مقامی لوگوں کی حفاظت اور معاشیات پر بھی اثر انداز ہوا۔

۲۰۲۲ء میں مری میں آیا برف کا طوفان

کرہ ارض پر گرمی کی شدت اور موسمی تبدیلی کے اسباب

سیلاب کی وجوہات

پاکستان کا شمار دنیا کے بلند ترین پہاڑی علاقوں میں ہوتا ہے جہاں برف سے ڈھکی ہوئی چوٹیاں اور بڑے بڑے گلیشیر ہیں۔ اس ملک کی آب و ہوا بہت منفرد ہے۔ یہ موسم گرما میں مون سون اور سردیوں میں مغربی دباؤ کے سسٹم سے بارش حاصل کرتا ہے۔ ان دونوں آب و ہوا کے آخری اثرات کی وجہ سے بارش کے دنوں کی تعداد اور مقدار غیر متوقع ہے۔ اس کے باوجود کہ موسمی پیشن گوئیوں کا ادارہ کافی حد تک موسمی حالات سے آگاہ کرتا ہے۔ مگر بعض اوقات موسمی تبدیلی بہت غیر متوقع ہوتی ہے۔

پاکستان خطِ سرطان ½ ۲۳ ڈگری کے شمال میں واقع ہے۔ ۲۲ جون سال کا طویل ترین گرم دن ہوتا ہے۔ بحیرہ عرب میں مون سون ہوائیں جولائی اگست میں بڑھتے ہوئے درجہ حرارت سے، بہت زیادہ متاثر ہوتی ہیں اور ملک میں موسلا دھار بارش کا سبب بنتی ہیں۔

اس وقت ملک میں شمالی پہاڑوں سے گرمی کی وجہ سے گلیشیئر پگھلنے کا عمل بھی تیز ہو جاتا ہے۔ دریاؤں میں زیادہ پانی اور اُن کے ساتھ لائی چٹانیں اور مٹی پانی میں شامل ہو جاتی ہیں شمالی علاقہ جات، برفانی طوفان اور لینڈ سلائڈنگ کے لئے انتہائی خطرناک ہو جاتے ہیں، چٹانوں کی کٹائی بھی پانی کے تیز بہاؤ میں مدد دیتی ہے۔ جس میں میدانی علاقوں میں دریاؤں کا پانی ان کے متوقع کناروں سے نکل کر نشیبی علاقوں میں سیلاب کا باعث بنتا ہے میں سے پنجاب، سندھ کے زیریں علاقے زیادہ متاثر ہوتے ہیں۔ بلوچستان بھی اب وقتاً فوقتاً اچانک سیلاب کی زد میں ہے۔ ۲۲ جولائی ۲۰۱۰ء کو خیبر پختونخواہ، پنجاب اور بلوچستان کے وسیع علاقوں میں اچانک سیلاب سے زیر آب آگئے جس سے بہت سی ریل کی پٹریاں اور سڑکیں بہہ گئیں۔ تقریباً ۱۰۰۰ لوگ ہلاک ہوئے۔ اور 100,000 لوگ متاثر ہوئے۔

سیلاب کی روک تھام کے اقدامات

واٹر مینیجمنٹ اور فلڈ پروٹیکشن ڈیپارٹمنٹ آبی وسائل کی وزارت کی مدد سے مل کر کام کرتے ہیں۔ ان کی کوششوں میں سیلاب کے لئے پیشن گوئی، وارننگ سسٹم، موسمی ریڈار کے ساتھ ایک اعلیٰ مواصلاتی نظام دریا کے بہاؤ اور کٹاؤ کے اعداد و شمار کی وصولی وغیرہ کی معلومات سے لوگوں کو آگاہ کرنا اور مدد کرنا ہے۔ اس کے علاوہ صوبائی اور وفاقی حکومت کے تعاون سے سیلاب، دریاؤں کے کناروں پر یوکلپٹس درختوں کو لگایا جارہا ہے۔ تاکہ دریا کے کٹاؤ کو روکا جاسکے۔ سیلاب کو کو روکنے کے لئے دریاؤں کے کناروں کو لوگوں کو اور اُن کے سامان کے انخلا کے لئے مختلف راستوں پر مدد کرنا۔ اور نہری نظام کو سیلابی نہروں سے ملانا تاکہ سیلاب کی شدت کو کم کیا جاسکے وغیرہ شامل ہیں۔

بڑے اور چھوٹے ڈیموں کی تعمیر کرنا مثلاً راول ڈیم (دریائے کورنگ) خان پور ڈیم (دریائے ہرو) گرم گڑھی ڈیم (دریائے کرم) پر واقع ہیں۔ بھکر ڈیم (دریائے ستلج) کے دوسری طرف بارش کے پانی کو ذخیرہ کرنے کے لئے بنائے گئے ہیں۔ یہ ڈیم ماہی گیری، گھریلو استعمال کے لیے پانی فراہم کرتے ہیں۔ اور اچانک سیلاب کے خطرات کم ہوجاتے ہیں۔ دریائے سندھ ملک کا ایک واحد قابل اعتماد دریا ہے جو ملک کے درمیان بہتے ہوئے اس کے چاروں صوبوں کو مناسب پانی فراہم کر سکتا ہے۔ ۱۹۹۱ء ایک معاہدہ پر دستخط کئے گئے جس میں تمام صوبوں کو منصفانہ پانی کی تقسیم یقینی بنائی جاسکے۔ اس معاہدے پر سخت اقدامات کرنے کی ضرورت ہے تاکہ معاہدہ پر صحیح عمل کیا جاسکے خاص طور پر سیلاب کے اوقات میں علاقوں کو بچایا جاسکے۔

ٹراپیکل سمندری طوفان

یہ سمندری طوفان غیر اطرافی علامتی پیمانے کے نام سے جانے جاتے ہیں یہ طوفان ٹراپیکل اور سب ٹراپیکل سمندروں میں انتہائی منظم گردش کے انتظام سے پیدا ہوتے ہیں۔ یہ ساحلی علاقوں میں شدید سیلاب کا باعث بنتے ہیں۔ سندھ اور بلوچستان کے ساحلی علاقے ان سے متاثر ہوتے ہیں۔ یہ سائیکلون بحیرہ عرب میں بنتے ہیں اور مون سون کی ہواؤں کی مدد سے گرمیوں میں پاکستان پہنچتے ہیں یہاں یہ زیادہ شدت کے حامل نہیں ہوتے زیادہ تیز ہواؤں کے ساتھ موسلا دھار بارش لاتے ہیں۔ ۲۰۲۳ء میں ایک خطرناک سائیکلون "شاہین" سندھ سے دور عمان کی طرف چلا گیا اور بلوچستان کے ساحل پر اس کی شدت مزید کم ہوگئی پاکستان میں صرف کراچی میں ان سائیکلون کا وارننگ دفتر ہے۔

خشک سالی

خشک سالی ایک لمبے وقفے کے لئے خشک موسم کی وجہ سے کہیں بھی واقع ہوسکتی ہے۔ یہ کم بارش اور زیادہ درجہ حرارت سے پیدا ہوتی ہے۔ بارش کی کمی شدید پانی کی قلت کا باعث بنتی ہے۔ خشک سالی کچھ دنوں، چند مہینوں یا سالوں تک جاری رہ سکتی ہے۔ ماحولیاتی حالات مثلاً آب وہوا کی تبدیلی سمندروں کا درجہ حرارت بڑھا دیتی ہے۔ "جیٹ سٹریم" مقامی علاقوں میں تبدیلی، خشک سالی کا باعث بنتے ہیں، جیٹ سٹریم ایک تیز ہوا کی لہر ہے جو دنیا کے گرد مغرب سے مشرق کی طرف سطح زمین سے ۷ میل کی بلندی پر چلتی ہے اور زمین کی آب وہوا پر گہرا اثر رکھتی ہے۔

پاکستان کافی زیادہ موسمی تبدیلی کی زد میں ہے۔اس کی متوسط خشک آب وہوا گرمیوں میں مون سون ہواؤں اور موسم سرمامیں مغربی ہوائی دباؤ کے اثرات میں ہے۔یہ ملک ان دونوں ہوائی نظام کے آخری اثرات میں ہے۔ جس کی وجہ سے بارش کی مقدار اور وقت میں کمی بیشی ہوتی رہتی ہے۔ملک کے کچھ علاقے ۲۵۰ ملی میٹر سے بھی کم بارش کے اثرات میں ہیں مثلاً تھل،چولستان(پنجاب)خاران(بلوچستان)اور تھرنارا(سندھ)کے علاقے شامل ہیں۔

موسمی تبدیلی کی آگاہی کے لئے حکومت کے اداروں کا کردار

موسم کی پیش گوئی

موسم ہوا کی خاص حالت۔خاص مقام اور وقت پر ہوا کی خاص حالت،ہوا کا رخ اُسکی رفتار،درجہ حرارت،نمی اور ہوا کا دباؤ۔بادل اور بارش کا پتا دیتا ہے،موسم گھنٹہ،دن بدن اور موسم کی تبدیلی میں تبدیل ہوسکتا۔

i۔پاکستان کا موسمیاتی ادارہ(Meteorological(PMD جو موسمی اور آب وہوا کی اطلاعات فراہم کرتا ہے۔اور آنے والے حالات کی پیش گوئی بھی کرتا ہے۔یہ ادارہ عالمی اور علاقائی موسمیاتی شماریاتی ڈیٹا سے منسلک ہے تاکہ مختلف تقریبات یا پروگرام کا وقت بدلتے ہوئے موسم کے مطابق مقرر کیا جاسکتا ہے۔موسم کی اطلاع مستقبل میں علاقائی اور عالمی نکتہ نظر سے اعدادی ماڈل کے اعداد وشمار کو یکساں مشاہدہ پر مشتمل ہے۔یہ مستقبل میں کسی مقام کے انتظام کے لئے موسمی تفصیل کا جائزہ بھی لیا ہے۔

پاکستان نیشنل ڈیزاسٹر مینجمنٹ اتھارٹی کا کردار

یہ محکمہ خطرے کی تشخیص (Hazard vulnerability and risk authority) ایچ۔او۔آر۔اے کا اندازہ لگاتا ہے۔اور وہاں موسم کی نگرانی کی پوسٹوں کو قبل از وقت وارننگ سسٹم کے ذریعے خطرے کی پیش گوئی کو بہتر بناتا ہے۔

آئی ٹی ایسی پالیسوں کا لائحہ عمل تیار کرتا ہے جو موجودہ حادثات کے امکانات کو کم کرنے اور آنے والے نئے حادثات کو روکنے کی تجاویز دینے اور دیگر حادثات کے لئے ایک لچکدار طویل مدتی اور پائیدار پالیسیوں کا اطلاق کرنے میں بھی مدد کرتا ہے۔

ڈیزاسٹر مینجمنٹ سائیکل

نیشنل ڈیزاسٹر مینجمنٹ اتھارٹی (NDMA) وفاقی حکومت کا ایک ادارہ ہے جو نیشنل ایمرجنسی آپریشن سنٹر (NEOC) کے ذریعے کام کرتا ہے۔ یہ کسی بھی حکومتی ادارے یا ایجنسی یا افراد کو حادثہ کے ریلیف کے لئے کام میں شامل کر سکتا ہے۔ اس کا مقصد کثیر المقاصد بہتر لائحہ عمل تیار کرنا ہے جہاں حادثات کو کم کرنے، ادارہ کی طرف سے عوام میں تعلیم، حادثات سے آگاہی اور ان سے بچنے کی ٹریننگ بھی دی جاتی ہے۔

این۔ڈی۔ایم۔اے۔ وفاقی سطح پر حادثات سے بچنے کی پالیسیاں بناتا ہے اور صوبائی سطح پر تکنیکی مدد فراہم کرتا ہے تاکہ وہ اپنے علاقوں کی ضرورت کے مطابق لائحہ عمل تیار کر سکیں۔ نیشنل کمیشن کی ہدایات کے مطابق انہیں کسی بھی حادثاتی خطرہ کے لیے مددگار اور رابطے میں ہونا چاہیے۔ اس ادارے کا مقصد ایک پائیدار حکمت عمل تیار کرنا ہے۔ جو پیشہ وارانہ قابلیت کے ساتھ فلاحی کاموں میں بھرپور مدد کرنے کے قابل ہو۔ ڈیزاسٹر نیٹ ورک حادثاتی عوامل کی شدت کو کم کرنے اور فلاحی سہولت کے لئے بھی کام کرتا ہے۔

تازہ پانی اور سمندری پانی کی آلودگی کی تقسیم

زمین پر تازہ پانی اور سمندری پانی کی تقسیم۔ زمین پر تازہ پانی (2.5 ٪) اور سمندری نمکین پانی (97.5٪) ہے۔ اِس تازہ پانی کا تقریباً (49٪) گلیشئر اور آئس کیپ سے آتا ہے اور ایک فیصد سے کم انسانی استعمال میں ہے اس کے حفاظتی انتظامات کی انتہائی ضرورت ہے۔ تاکہ مستقبل کی ضرورتوں کو پورا کیا جاسکے۔

تازہ پانی اور سمندری پانی کی زمین پر تقسیم

آبی آلودگی کی وجوہات

آبی آلودگی کرۂ زمین پر ایک بڑا ماحولیاتی مسئلہ ہے کیونکہ یہ ماحول کی خرابی اور تازہ اور سمندری دونوں پانیوں میں آبی ماحول کی خرابی کا باعث ہیں۔ آبی آلودگی اُس وقت پیدا ہوتی ہے۔ جب نقصان دہ مادے جو کیمیکل اور چھوٹے جراثیم پر مشتمل ہوتے ہیں اور ندی، دریا، جھیل، سمندر اور پانی کے دوسرے ذخائر کو آلودہ کرتے ہیں نہ صرف پانی کو آلودہ کرتے ہیں بلکہ اُس کے زہریلے اثرات انسانوں اور ماحول پر بھی اثرانداز ہوتے ہیں۔ آبی آلودگی انسانی صحت کو انتہائی نقصان

زمین پر سمندری (کھارے) پانی اور میٹھے پانی کی تقسیم

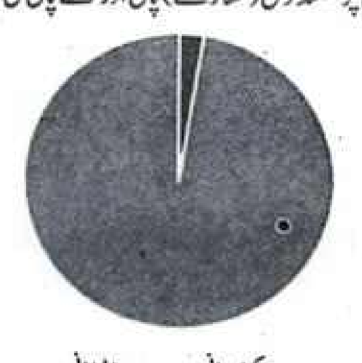

پہنچا رہی ہے۔ تازہ پانی بہت ذرائع سے آلودہ ہو رہا ہے جس میں معدنی تیل، صنعتی اور زرعی فضلے کے ساتھ بجلی کی پیداوار سے ضائع ہونے والا پانی، آٹو موبیل (Automobile) اور بھاری صنعتیں شامل ہیں۔ جو تقریباً دو ارب ٹن اضافی فضلہ آبی ذخائر میں داخل کر رہے ہیں۔ اس کے علاوہ پلاسٹک اور شیشے اور دوسرے مادی فضلے پانی کے ذخیروں کو مزید آلودہ کر رہے ہیں۔

حل: پانی کی کوالٹی کو قائم رکھنا وقت کی سب سے اہم ضرورت ہے۔ یہ صرف حکومتی اداروں کا کام نہیں ہے بلکہ یہ ملک کے ہر فرد پر لازم ہے کہ وہ پانی کو صاف رکھنے کا اہتمام کرے۔ گھریلو فضلہ دریاؤں میں نہیں بہانا چاہیے حیاتیاتی طور پر تحلیل پذیر اشیاء صفائی کے لئے استعمال کرنا چاہیے۔ جراثیم کش دواؤں اور کیمیائی کھادوں کا کم سے کم استعمال ہونا چاہیے۔ پلاسٹک کی اشیاء پانی میں نہیں پھینکنی چاہئے بلکہ ان کو دوبارہ استعمال میں لانے کی کوشش کرنی چاہئے۔ گھریلو فضلہ ندی نالوں میں نہیں گرانا چاہیے۔ کیمیکل اشیاء کو صحیح ہدایات کے مطابق پھینکنا چاہئے۔ تفریحی علاقوں اور ساحلی علاقوں کی تفریحات میں کوڑا کرکٹ ان کے لئے مخصوص ڈبوں میں ڈالنا چاہیئے۔ ویسٹ مینجمنٹ کا ادارہ کوڑا کرکٹ ٹھکانے لگانے کے مثبت طریقوں کو استعمال کرے۔ تمام احتیاطی تدابیر کے باوجود صنعتی ترقی میں بہت زیادہ فاضل پیکنگ مواد تیار ہو رہا ہے جو صنعتی نقل و حرکت کے لیے ناگزیر ہے اور ماحول کی آلودگی کا باعث ہے۔

ماحولیاتی نقصانات کو کسی حد تک کم کیا جاسکتا ہے مگر اس سے چھٹکارا ممکن نہیں۔ ماحول کی بہتری کے لیے وقتاً فوقتاً آگاہی پروگرام کا انعقاد ضروری ہے تاکہ عوام عامہ کی آگاہی اور تعاون سے کسی حد تک مقامی مسائل کو کم کیا جاسکے۔

مشقی سوالات

دیئے گئے نقشے میں مندرجہ ذیل کی نشان دہی کریں۔

- دریائے راوی
- لاہور شہر
- ہمسایہ ملک افغانستان
- ۳۰ ڈگری شمال معرض بلد
- ۶۰ ڈگری مشرق طول بلد

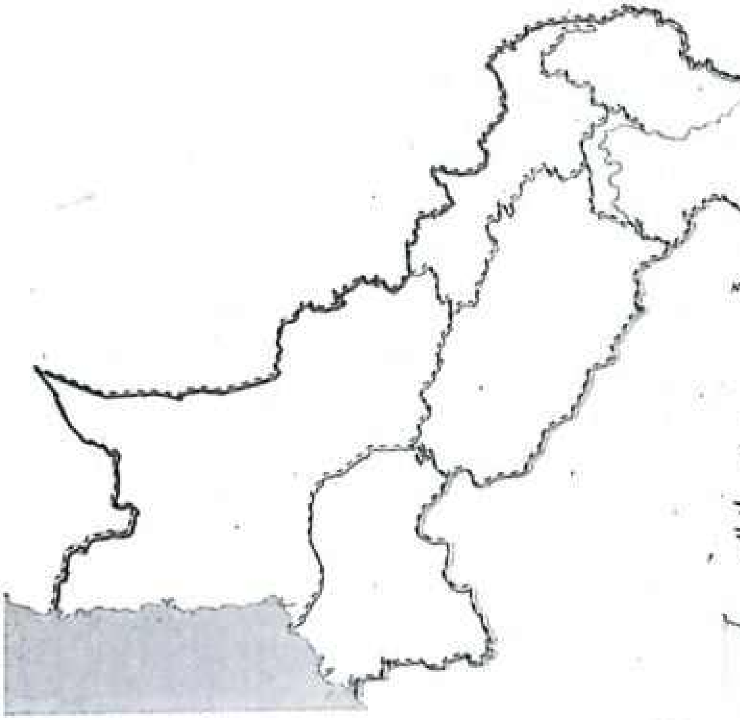

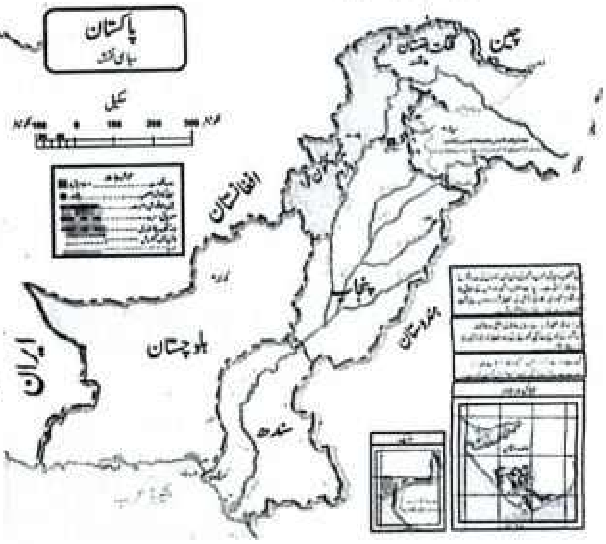

درج ذیل کثیر الانتخابی سوالات میں سے درست جواب کی نشان دہی کریں۔

۱-کون سا ملک پاکستان کے شمال مشرق کی طرف ہے:

الف۔ افغانستان ب۔ چین

ج۔ ہندوستان د۔ ایران

۲-ہندوستان اور پاکستانی سرحد کی لمبائی ہے:

الف۔ ۱۰۰۰ کلومیٹر ب۔ ۱۵۱۶ کلومیٹر

ج۔ ۲۱۹۲ کلومیٹر د۔ ۲۹۲۱ کلومیٹر

۳-پاکستان اور چین بیلٹ اینڈ روڈ کی ابتدا ہے:

الف۔ او۔ آئی۔ سی ب۔ سارک

ج۔ سی۔ پی۔ ای۔ سی د۔ ای۔ سی۔ او

۴-ڈیورنڈ لائن بین الاقوامی سرحد کے درمیان ہے:

الف۔ پاکستان۔ افغانستان ب۔ پاکستان-ہندوستان

ج۔ پاکستان۔ ایران د۔ پاکستان۔ چین

۵-کرۂ ارض پر گرمی کی شدت کی زیادہ ہونے سے ہے:

الف۔ درجۂ حرارت ب۔ بارش

ج۔ برف باری د۔ مٹی

۶-کوئٹہ کا زلزلہ بلوچستان پر .... میں اثر انداز ہوا:

الف۔ ۱۹۳۵ء ب۔ ۱۹۶۰ء

ج۔ ۱۹۴۵ء د۔ ۱۹۵۰ء

۷-ریگستانی اثرات پیدا ہوتے ہیں:

الف۔ زیادہ بارش ب۔ کم بارش سے

ج۔ ہوائی طوفان سے د۔ برفانی طوفان سے

۸-سونامی ہے:

الف۔ مٹی کا طوفان ب۔ برف کا طوفان

ج۔ گرج چمک کا طوفان د۔ سمندری طوفان

۹- گرمیوں کی مون سون وجہ ہیں:

الف۔ بارش کی　　ب۔ خشک سالی کی

ج۔ طوفان کی　　د۔ سونامی کی

۱۰- مری کا واقعہ پیش آیا:

الف۔ ۲۰۲۰ء　　ب۔ ۲۰۲۲ء

ج۔ ۲۰۲۳ء　　د۔ ۲۰۲۴ء

مندرجہ ذیل سوالوں کے مختصر جواب دیں۔

1. پاکستان کی جیولوجیکل اہمیت کا جائزہ لیں۔
2. گلگت بلتستان میں سیاحت کی اہمیت پر مختصر نوٹ لکھیں۔
3. پاکستان کے لیے سی۔پی۔ای۔سی کیوں اہم ہے؟
4. ڈایاگرام کی مدد سے گرین ہاؤس اثر کیا ہے؟ مختصر تحریر کریں۔
5. پاکستان میں زلزلوں کی اہم وجوہات کیا ہیں مختصر تحریر کریں۔
6. پاکستان میں سیلاب کی خاص وجوہات کیا ہیں؟

مندرجہ سوالوں کو مفصل جواب تحریر کریں۔

1. پاکستان کی اس کے ہمسایہ ممالک کے ساتھ سٹریٹیجک اہمیت کا جائزہ لیں۔
2. گوادر کی بندرگاہ کی بلوچستان کی معاشی ترقی کے حوالہ سے تفصیلی جواب تحریر کریں۔
3. پاکستان کی بے مثال جغرافیائی مقام کا سیاحت پر کیا اثرات ہیں وضاحت کریں۔
4. نیشنل ڈیزاسٹر مینجمنٹ کی اہمیت تفصیلی جائزہ لیں۔
5. سیلاب کے انسانی زندگی اور ماحول پر کیا اثرات ہیں۔ مثالوں کے ذریعے جائزہ لیں۔
6. پاکستان میں موسمی تبدیلی پر کون سے عناصر اثرانداز ہوتے ہیں مثالوں سے واضح کریں۔

اضافی سرگرمیاں

1. گوگل نقشوں کی مدد سے پاکستان کے محلِ وقوع کا جائزہ لیں اور اس محلِ وقوع کے مطابق کم سے کم پانچ باتیں لکھیں
2. طلبہ کو نقشہ پر جگہوں کو لیبل کرنے کی پریکٹس کرنا۔
3. کلاس کو کچھ حصوں میں تقسیم کریں اور اُنہیں پاکستان کے شہروں یا صوبوں کی اہمیت پر روشنی ڈالنے کے لئے الگ الگ جگہوں کا انتخاب کر کے موازنہ کرنا۔
4. پاکستان کے نقشہ کی چند فوٹو کاپیاں کروا کر اُن پر پاکستان کے مختلف جگہوں کی نشاندہی کی پریکٹس کرنا۔
5. طلباء کو موسمی تبدیلی کی ویب سائٹ شئیر کرنا اور اُنہیں مختلف ماحولیاتی آلودگی کے اثرات کے بچاؤ کے لئے پاکستان بچاؤ کی مہم پر بحث کرنا شامل ہیں۔

فرہنگ

زلزلے: زمینی پلیٹوں کے ہلنے سے اچانک زمین کا جنبش کرنا۔ جو چند سیکنڈ یا منٹ تک جاری رہے۔

جیوپولیٹکس: زمین کے جغرافیائی، سیاسی اور بین الاقوامی حالات کا مطالعہ۔

کرہ ارض پر گرمی کی شدت: لمبے عرصے سے زمین میں گرمی کی شدت جو صنعتی دور سے پہلے شروع ہوئی (۱۸۵۰-۱۹۰۰) جو انسانی انسانی کارکردگی خاص طور پر ایندھن کے جلانے سے اور گرین ہاؤس گیسوں کو کرہ ارض میں بند کرنے سے کی وجہ سے ہے۔

گرین ہاؤس اثر: ایسا عمل جس سے گرمی کی شدت میں زمین کے قریب بندش ہو جاتی ہے گرین ہاؤس گیسوں کے مادے سے۔

ہائرآرکی: ایسا انتظام جس میں ادارے کے ممبر اپنے اپنے عہدے کے مطابق کام کریں۔

عرض بلد: خطِ استوا زمین کے گرد 0 ڈگری شرقاً غرباً خط ہے۔ جو زمین کو دو مساوی حصوں میں تقسیم کرتا ہے۔ عرض بلد خطِ استوا کے متوازی شرقاً غرباً کھینچے ہوئے خطوط ہیں۔ یہ 90 خطِ استوا کے شمال میں اور 90 اس کے جنوب میں ہیں۔ یہ خطوط کسی مقام کا فاصلہ ڈگری میں ظاہر کرتے ہیں۔

طول بلد: شمالاً جنوباً قطب شمالی اور قطب جنوبی کے گرد کھینچے گئے ہیں یہ کل 360 ہیں۔ 0 ڈگری طول بلد نصف النہار کہلاتا ہے، جو گرین وچ انگلینڈ سے گزرتا ہے۔ اور زمین کو مشرق اور مغرب میں تقسیم کرتا ہے۔ 180 طول بلد نصف النہار کے مشرق میں اور 180 مغرب میں کھینچے گئے ہیں۔ 180 ڈگری طول بلد (Date line) (تاریخ کا مقام ظاہر کرتا ہے، جو دنیا کے ملکوں کو مقامی وقت مقرر کرنے میں مدد دیتا ہے۔ طول بلد کسی جگہ کا مقام ڈگری میں بھی ظاہر کرتے ہیں۔

سونامی: ایسی سمندری لہریں جو سمندر میں زلزلہ آنے سے پیدا ہوتی ہیں۔

استاد کی مدد سے، اس باب میں شامل وہ الفاظ جو آپ کو مشکل لگتے ہیں ان کی فہرست بنائیں اور معنی لکھیں۔

باب: 04

حصہ دوم:

پاکستان کا جغرافیہ

قدرتی نباتات اور پاکستان کے جنگلات

یہ سبق پڑھنے کے بعد طلبہ اس قابل ہو جائیں گے کہ وہ:

- گہری تفہیم کے لئے جغرافیائی نمائندگی اور جغرافیائی ٹیکنالوجی کا استعمال کرتے ہوئے قدرتی نباتات اور جنگلات کو متاثر کرنے والے جغرافیائی، آب وہوا، سیاسی، ثقافتی، معاشی اور صنعتی پہلوؤں کی تحقیقات کریں۔
- پاکستان میں پیداواری اور حفاظتی جنگلات کی مقامی تقسیم کا نقشہ بنانے کے لئے جغرافیائی اور تکنیک کا استعمال کریں اور ملک کے لیے ان کے فوائد اور استعمال کی وضاحت کریں۔
- مختلف قسم کے جنگلات کو متاثر کرنے والے مختلف عوامل کی تحقیقات کریں۔ اور پائیداری آب وہوا کے اثرات اور قدرتی آفات سے تحفظ کے سلسلے میں آبپاشی پودوں اور مینہ گرووز کے فوائد اور نقصانات کا جائزہ لیں۔
- پاکستان میں آب وہوا اور سماجی زندگی پر جنگلات کی کٹائی کی وجوہات اور اثرات کا تنقیدی تجزیہ کرتے ہوئے جنگلات کی کٹائی سے نمٹنے کے لیے پائیدار حل تجویز کریں۔

پاکستان کی قدرتی نباتات

قدرتی نباتات کسی ملک کے مختلف علاقوں میں پائے جانے والے (Flora- Fauna) نباتات اور حیوانات کا احاطہ کرتے ہیں "فلورا" سے مراد پودوں کی تقسیم جو کسی کسی علاقے میں بڑھتی ہے اس میں درخت، کانٹے دار جھاڑیاں اور طرح طرح خودرو پودے شامل ہیں۔ "فونا" سے مراد ان تمام جانوروں کی زندگی ہے جو ایک وقت میں ایک خاص علاقہ میں موجود ہوتے ہیں۔

جنگلات:

جنگلات درختوں کے زیادہ کثافت والے علاقے پر مبنی ہوتے ہیں۔ جنگلات پودوں، جانوروں اور جراثیموں سمیت مختلف جانداروں کی رہائش گاہ ہیں۔ درخت آکسیجن پیدا کرنے میں مدد دیتے ہیں۔ جو تمام جانداروں کی ضرورت ہے۔ ایک جنگل فطرت کا سب سے موثر ماحولیاتی نظام ہے۔ جس میں جانوروں اور پودوں کی زندگی دونوں کو متاثر کرنے والی فوٹو سنتھیسس کی اعلیٰ شرح ہے۔

مختلف قسم کے جنگلات کی نشاندہی اور نقشہ بنانے کے لئے جغرافیائی (Tools) آلات اور تیکنیک

جغرافیائی نمائندگی اور جغرافیائی ٹیکنالوجی ایک اصطلاح ہے جو زمین اور انسانی معاشروں کی جغرافیائی نقشہ سازی اور تجزیہ میں حصہ لینے والے جدید آلات کی رینج کو بیان کرنے کے لئے استعمال ہوتی ہے۔ یہ ہائی لیول ریزولوشن سیٹلائٹ تصاویر سے منسلک ہیں۔ جو کسی بھی علاقے کے جنگلات کے احاطہ زمین میں تبدیلیوں اور ماحولیاتی خصوصیات کی نگرانی کے لیے استعمال ہوتے ہیں جغرافیائی ٹیکنالوجی مطالعہ کا ایک ابھرتا ہوا معلوماتی انتظام ہے۔ جو تین اہم شعبوں پر مشتمل ہے۔

(i) جغرافیائی انفرمیشن سسٹم (GIS)(Geographic information System)

(ii) ریموٹ سینسنگ (Remote sensing)

(ii) گلوبل پوزیشننگ سسٹم (Global Positioning)

جیو سپیشل (Geo spatial System) ٹیکنالوجی میں سیٹلائیٹ تصاویر، ویڈیو کیمرہ، ٹیپس اور آڈیو ریکارڈ شامل ہیں۔ جب مشین لرننگ ٹیکنالوجی کے ساتھ اعداد و شمار جمع کئے جاتے ہیں تو یہ جنگل کی تباہی اُس کی تقسیم کا پتہ لگا سکتے ہیں۔ یہاں تک کہ جنگل میں ایک کٹائی تک پتہ بھی لگایا جا سکتا ہے۔ جی۔ آئی۔ ایس ہارڈ ویئر اور سافٹ ویئر ڈیٹا سے حاصل شدہ معلومات کو واضح کرتا ہے۔ یہ نظام تھری ڈی (3D) نقشے تیار کرنے میں بھی مدد دیتا ہے۔

یہ ٹیکنالوجی آبپاشی کے نظام کے پانی کی سطح اور اُس کی ٹریکنگ کی نگرانی بھی کرتی ہے۔ آب و ہوا کی تبدیلی کے اثرات کا جائزہ لینے کے لئے ایکو فرکی نقشہ سازی میں بھی مدد کرتی ہے اس ٹیکنالوجی کے ذریعے جنگلات کی کٹائی روکنے کے لئے ڈرونز اور روبوٹس کا استعمال کیا جا سکتا ہے۔ شجر کاری اور دوبارہ شجر کاری کی منصوبہ بندی آسان اور زیادہ موثر ہے۔ جنگلات کے انتظام کے لیے جی۔ آئی۔ ایس کے استعمال نے پاکستان میں 4.9٪ ہیکٹر پر لگائے گئے جنگلات کا پتہ لگایا ہے جن میں

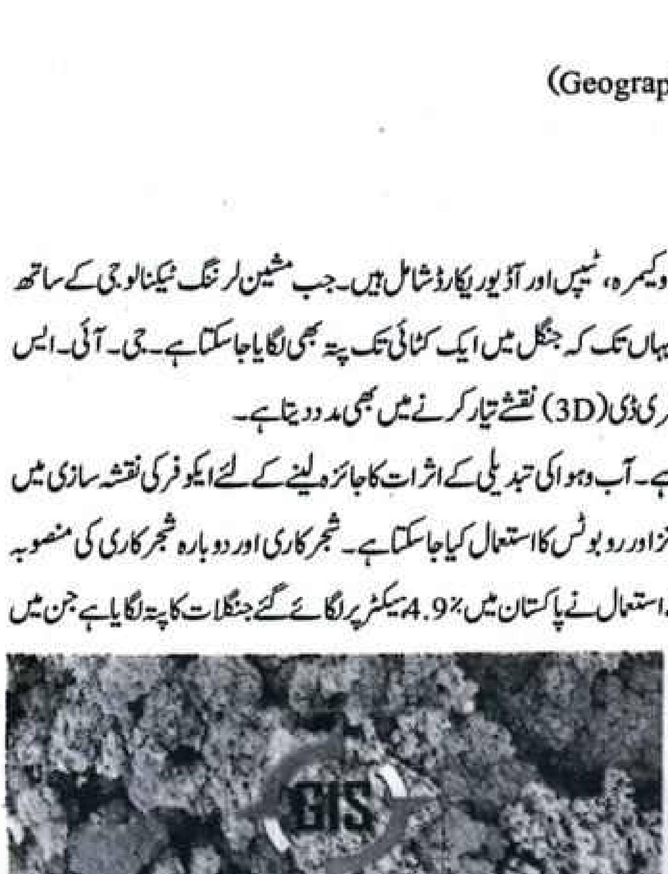

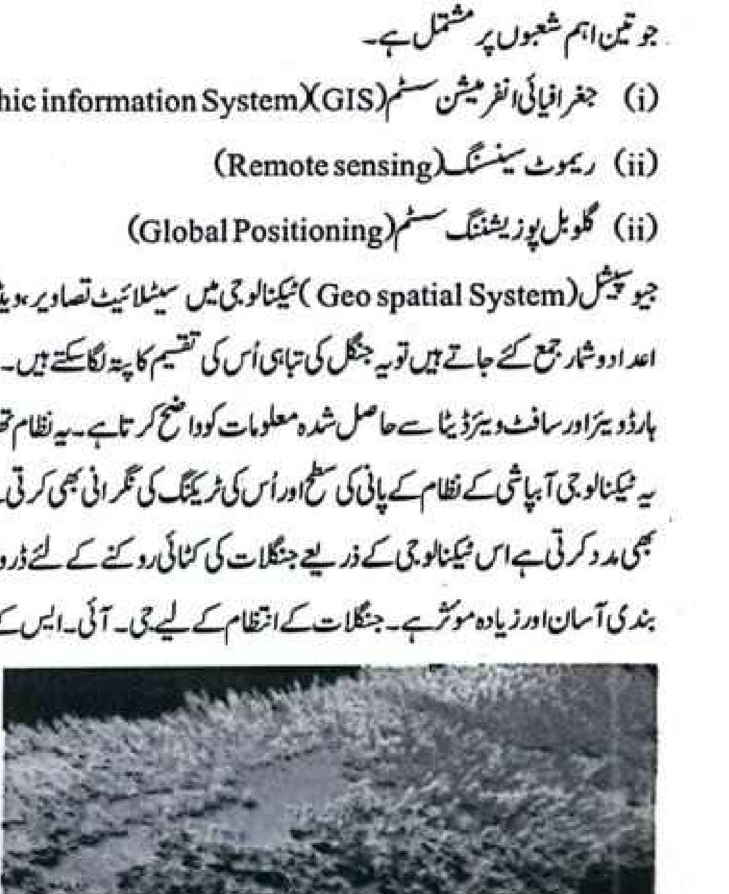

٪4.8 کونیفورس اور سکرپ کے جنگلات ہیں۔

جی آئی ایس جنگلات کا ماڈل اور نقشہ بناتے۔ مختلف حالات کے تحت مستقبل کے حالات کو پیش گوئی کرنا۔ فصلوں کی منصوبہ بندی کرنے جنگل میں آگ کی پیش گوئی، جنگلوں کی کثافت کی حد شجر کاری اور گھاس کے میدانوں کی اقسام کا اندازہ فراہم کرنے ہیں مدد کرتا ہے۔ ریڈار کے ذریعے سے کسی سطح کو نشانہ بنا کر رینج کا لیزر کی شعاؤں سے منعکس شدہ روشنی کے وصول کنندہ میں واپس آنے کی وقت کی پیمائش کرتا ہے۔

لیڈار (LIDAR) ایک طریقہ ہے جس سے کسی چیز یا اس کی سطح کا لیزر کی شعاؤں سے احاطہ کرنا اور منعکس شدہ روشنی وصول کنندہ میں واپس آنے کی پیمائش کرتا ہے۔ لیڈار ایک ٹیکنالوجی ہے جس میں بجلی کی شعاؤں سے معلومات کی جاتی ہیں، یہ جنگل کے پودوں کی سہ جہتی ساخت کا تخمینہ لگاتی ہے۔ بڑے جنگلات کی اونچائی اور کثافت کی پیمائش بھی کرتی ہے۔ جنگل کی آگ کا پتہ لگانے، اس کی ساخت اور انفرادی درختوں کا نقشہ بنانے کے لیے کامیابی سے استعمال ہو رہی ہے۔ جنگلات اور نباتات کی معلومات حاصل کرنے کے لیے بڑی مقدار میں اعداد و شمار حاصل کرنے اور D - 3 ماڈل بنانے میں انتہائی مددگار ہے۔ جنگلات کی دیکھ بھال کرنے والے ادارے اس ٹیکنالوجی کی مدد سے جنگلات کی حفاظت بھی کرتے ہیں۔

جنگلات کی اقسام

پاکستان اونچائی کے مطابق اُگنے والے جنگلات کی رینج اقسام کی ایک بہترین مثال ہے۔ جنوب میں بحیرۂ عرب کے ساحل جنگلات جیسے مینگروز سے گھرا ہوا ہے۔ جیسے جیسے شمال کی طرف بڑھتے ہیں۔ انچائی بڑھتی جاتی ہے ٹراپیکل کانٹے دار جنگلات اور جھاڑیاں ۱۰۰۰ میٹر کی اونچائی تک بڑھتی ہیں مزید

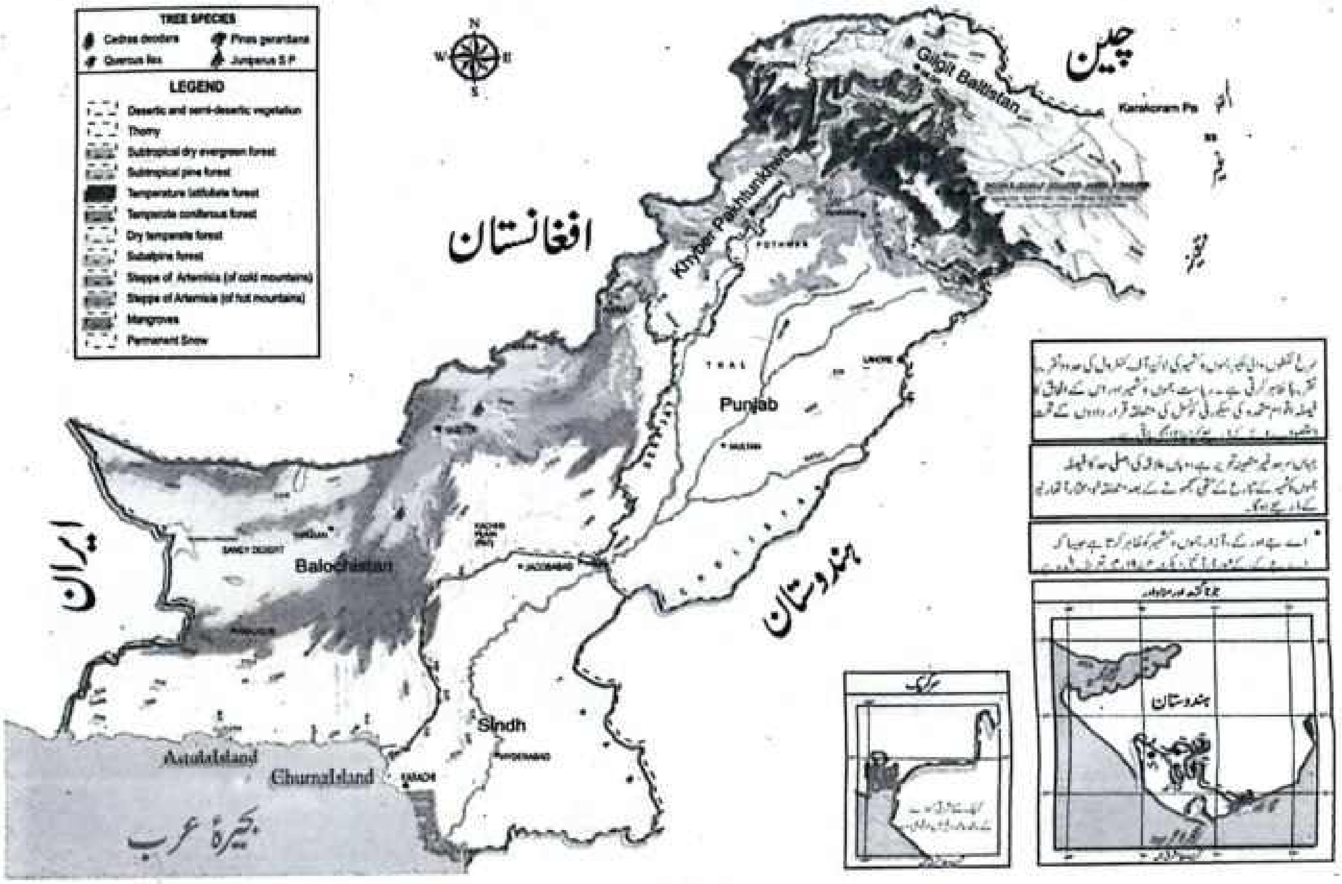

شمال میں ۳۰۰۰ میٹر کی اونچائی پر کونیفورس جنگلات پھیلتے پھولتے ہیں تقریباً ۴۰۰۰ میٹر کی اونچائی تک الپائن جنگلات پائے جاتے ہیں ہے۔

مختلف اقسام کے جنگلات کو متاثر کرنے والے عوامل

ارتفاع (Altitude)

ذیل کے جدول سے پتہ چلتا ہے کہ کسی طرح یکساں اونچائی والے علاقوں میں ایک جیسے پودے ہیں۔ یہ جنگل کی تقسیم کے نقشے میں بھی دیکھا جاسکتا ہے۔

اونچائی / بلندی	جنگلات کی اقسام
5000 میٹر سے بلند	5000 میٹر سے زیادہ برف کی لکیر اور ہمالیہ ہندو کش اور قراقرم کے پہاڑوں کے برف سے ڈھکی ہوئی چوٹیاں (مستقل صرف کا علاقہ) Alpine Forests
4000 سے 4500 میٹر	شمالی علاقوں، چترال، دیر، کوہستان، الپائن کے سدا بہار جنگلات
3000 میٹر	Coniferous Forests کو نیفورس کے سدا بہار جنگلات۔ راولپنڈی، اسلام آباد، مری، کوئٹہ اور قلات بلوچستان، ایبٹ آباد، مانسہرہ، کوہستان، سانگلہ اور (سوات خیبر پختونخواہ)
1000 میٹر	i. ٹراپیکل کانٹے دار جنگلات Tropical Thorn Forests پنجاب کے میدانی علاقے جنوبی اور مغربی بلوچستان اور سندھ کے میدانی علاقے
	ii. سب ٹراپیکل سکرب جنگلات Sub Tropical Scrub Forests زیریں ہمالیہ کے دامن، سلیمان اور میرتھ پہاڑی سلسلوں مغربی پہاڑ (پشاور، وزیرستان، کوہاٹ، مردان اور مران) اور مکران کے ساحلی سلسلوں کے شمال میں
	iii. دریائی، بیلا جنگلات Riverain of Bela Forests iv. آبپاشی جنگلات دریا سندھ اور اس کے معاون دریا۔
سطح سمندر	سندھ اور بلوچستان کے ساحلی علاقے مینگرووز Mangrove Forests

آب وہوا اور مٹی

سطح سمندر سے اوپر زمین کی اونچائی اور نیچائی نباتات کے فرق کا ایک اہم عنصر ہے۔ لیکن جنگلات کی کثافت اور نشو نما [redacted] بڑی مقدار میں پانی جذب کرتے ہیں۔ صحت مند، مضبوط اور سدا بہار بننے کے لئے اپنی جڑوں میں ذخیرہ کرتے ہیں۔ درجہ حرارت کا فرق بھی پودوں کی نشو نما پر اثر انداز ہوتا ہے۔ گرم علاقوں میں درخت کم گھنے ہوتے ہیں لکڑی سخت ہوتی ہے اور پتے چوڑے ہوتے ہیں یہ زیادہ تر پت جھڑ ہوتے ہیں مثلاً خزاں کے موسم میں اپنے پتے جھاڑ دیتے ہیں زیادہ درجہ حرارت اور کم بارش والے علاقوں میں زیادہ تر جھاڑیاں اُگتی ہیں۔ علاقہ کی مٹی بھی درختوں کی کثافت کا تعین کرتی ہے۔

جنگلات کے اقدام

یہ اندازہ لگایا گیا ہے کہ کسی بھی ملک کی مستحکم معیشت کے لئے اُس کے جنگلات کا احاطہ زمین کے رقبے کا ۲۰ سے ۲۵ فیصد ہونا چاہیے۔ پاکستان بارشوں میں کمی کا شکار ہے۔ ۲۰۲۴ تک قدرتی جنگلات کا احاطہ صرف پانچ فیصد ہے۔ جنگلات کی دو قسمیں ہیں۔

پیداواری جنگلات

ایسے جنگلات جو قدرتی عوامل کے مطابق بغیر کسی انسانی سرگرمیوں کے بڑھتے ہیں۔ ان میں زیادہ تر گھنی چھتری ہوتی ہے اور ان کی لکڑی تجارتی استعمال کے لئے ہوتی ہے۔

حفاظتی جنگلات

حفاظتی جنگلات میں ایسے درخت ہوتے ہیں جو لوگوں کے ذریعے اُگائے جاتے ہیں یا حکومت کے ذریعے مختلف سکیموں کے تحت لگائے جاتے ہیں تا کہ ان کے رقبے میں اضافہ ہو۔ یہ زیادہ تر مٹی کی حفاظت کے لئے لگائے جاتے ہیں۔ تا کہ ملک میں درختوں کے احاطہ کے فوائد میں اضافہ کیا جا سکے۔ یہ بڑے بلاکوں میں یا ایک لائن کی شکل میں لگائے جاتے ہیں کم بارش کی وجہ سے آبپاشی کا استعمال کرتے ہیں۔ یہ بنجر زمین کے مسائل کو بھی بہتر بناتے ہیں۔

آب پاشی کے پودے

پاکستان میں زیادہ تر نیم خشک آب وہوا ہے جس میں کم بارش اور زیادہ درجہ حرارت ہوتا ہے آبپاشی کے پودے درختوں کے احاطہ کے تحت رقبے کو بڑھانے میں مدد کرتے ہیں۔ ان کے فوائد کے ساتھ ان میں کچھ خامیاں بھی ہیں۔ جو ذیل میں دی گئی ہیں۔

فوائد:

- یہ سایہ فراہم کرتے ہیں اور زمین کو مٹی کے کٹاؤ سے روکتے ہیں زیادہ تر سڑکوں کے کنارے پر لگائے جاتے ہیں۔
- کاربن ڈائی آکسائیڈ جذب کرتے ہیں اور صحت مند ماحول فراہم کرنے کے لئے آکسیجن فراہم کرتے ہیں۔
- درختوں کے پتے موشیوں کے لیے خوراک فراہم کرتے ہیں۔
- گرنے والے پتے زمین کی زرخیزی میں اضافہ کرتے ہیں۔
- پھل اور درخت تجارتی مقاصد کے لیے استعمال ہوتے ہیں۔
- فصلوں کو تیز ہوا اور موسلادھار بارش سے محفوظ رکھتے ہیں۔
- زمین میں پانی جمع ہونے سے دلدل والے علاقوں اور نمکیات والے علاقوں میں خاص طور پر یوکلپٹس کے درخت لگائے جاتے ہیں۔

- یہ تفریح اور سیاحت کو فروغ دینے، بہتر ماحول اور مقامات کی خوبصورتی کے لیے پارکوں میں لگائے جاتے ہیں۔
- یہ پودوں کی دیکھ بھال اور تحفظ کے لئے لوگوں کو روزگار فراہم کرتے ہیں۔
- جلانے کی لکڑی، دستکاری اور چٹائیاں اور ٹوکریاں بنانے کے کام آتے ہیں۔

نقصانات

- درختوں سے آمدنی حاصل کرنے کے لیے ایک بڑے علاقے کو شجرکاری اور نجی جنگلات کے لیے ایک طویل عرصہ کے لیے مختص کرنا پڑتا ہے۔ جس کی وجہ سے چھوٹے کاشتکار زمین کو شجرکاری کی بجائے زراعت کے دیگر ذرائع کے لیے استعمال کرنے کو ترجیح دیتے ہیں۔
- طوفانوں، بیماریوں اور غیر قانونی کٹائی کی وجہ سے درختوں کو مسلسل نقصان کا خطرہ رہتا ہے۔
- زمین کو دوسرے تجارتی مقاصد اور فوری طور پر کسی دوسرے استعمال میں نہیں لایا جاسکتا۔
- جنگلات کی دیکھ بھال کے لیے پیسے کی ضرورت ہوتی ہے۔
- پانی کی محدود فراہمی پر اضافی بوجھ ہوتا ہے۔
- حکومت پارک اور تفریحی مقامات فراہم کر رہی ہے جہاں مختلف قسم کے درخت اور پودے اُگائے جاتے ہیں۔ لہٰذا لوگوں کو اس شعبے میں سرمایہ کاری کرنے کی ضرورت کم محسوس ہوتی ہے۔

پیداواری جنگلات

۱- الپائن جنگلات: یہ جنگلات مستقل برف لکیر کے نیچے ملک کی بلند ترین اونچائی پر پائے جاتے ہیں۔ یہ زیادہ تر ہمالیہ، ہندوکش اور قراقرم کے پہاڑوں میں ۴۰۰۰ میٹر ۴۵۰۰ میٹر کی اونچائی کے درمیان اگتے ہیں یہ درخت مخروطی شکل کے ہوتے ہیں یہ سدابہار درخت ہوتے ہیں کم دھوپ اور کم درجہ حرارت کی وجہ سے نرم لکڑی پر مشتمل ہوتے ہیں دیار، کیل اُن ایک اہم مثالیں ہیں۔ درخت زیادہ تر جلانے والی لکڑی کے طور پر استعمال ہوتے ہیں۔

۲- کونیفورس جنگلات: یہ درخت شمالی پہاڑوں میں ۱۰۰۰ میٹر سے ۴۰۰۰ میٹر کی اونچائی پر ایک بڑے علاقے میں اگتے ہیں۔ یہ جنگلات زیادہ تر سدابہار ہوتے ہیں اور نرم لکڑی پر مشتمل ہوتے ہیں یہ درخت لمبے اور مخروطی شکل کے ہوتے ہیں جن میں موٹی سوئی کی مانند پتے اور ڈھلوان والی شاخیں ہوتی ہیں تاکہ برف کو جمع ہونے سے روکا جاسکے۔ یہ درخت مختلف صنعتوں اور دستکاریوں کے لئے لکڑی فراہم کرتے ہیں۔ یہ مٹی کو بچانے، سیلاب کو روکنے اور لینڈ سلائیڈ کو روکنے میں مدد دیتے ہیں۔ یہ جنگلات پودوں اور جانوروں کی زندگی کی افزائش کے لئے ایک صحت مند ماحول پیش کرتے ہیں۔ اوک، اخروٹ، دیار، چیسٹنٹ، فر، بلیو پائن خاص مثالیں ہیں۔ یہ سیاحت کے لئے کشش کا باعث ہیں۔

۳۔ٹراپیکل کانٹے دار جنگل(رکھ):یہ درخت سطح سمندر سے ۱۰۰۰ میٹر کی بلندی تا وسیع علاقوں میں اُگتے ہیں ان میں زیادہ تر چوڑے پتے ہوتے ہیں اور خشک موسم میں اپنے پتے گرادیتے ہیں۔ان درختوں میں کیکر، ببول، پلاہی اور جنگلی زیتون شامل ہیں۔یہ عام طور پر کم اونچائی کے ہوتے ہیں۔زیادہ درجہ حرارت کم بارش کی وجہ سے ان کے چوڑے پتے ہوتے ہیں۔ان جنگلات میں خشک جھاڑیوں کا غلبہ ہوتا ہے جوزیادہ تر ایندھن کی لکڑی، چراہ گاہ اور واٹرشیڈ کے تحفظ کے لئے استعمال ہوتے ہیں۔

سب ٹراپیکل سکرب جنگلات

۴۔سب ٹراپیکل سکرب جنگلات:ان جنگلات میں چھوٹی چھوٹی کانٹے دار جھاڑیاں ہوتی ہیں یہ بھی زیادہ درجہ حرارت کو کم بارش کے علاقے میں پیدا ہوتے ہیں زیادہ تر مغربی پہاڑوں کوئٹہ، قلات ڈویژن کی خشک پہاڑی ڈھلوانوں پر اگتے ہیں۔درخت چھوٹے اور چوڑے پتوں والے ہوتے ہیں پائن میوے، بلیک بیری، پوپلر کے درخت ٹراپیکل کانٹے دار جھاڑیوں کے ساتھ اگتے ہیں۔

۵۔مینگرووز:مینگرووز سندھ اور حب ڈیلٹا کے سمندری علاقوں میں اگتے ہیں۔ جہاں دریاؤں کا تازہ پانی اور ان کی مٹی ساحلی دریاؤں نمکین سمندری پانی کے ساتھ مل جاتی ہے، مینگروز کے درختوں کو زندہ رہنے کے لئے سے ساحلی دلدل کے ساتھ ملانے کے لئے دریا کے ذریعے کافی مقدار میں لائی گئی مٹی کی بھی ضرورت ہوتی ہے۔مینگرووز بحرہ عرب کے ساحل پر مٹی کے لئے دلدلی علاقوں میں اُگتے ہیں۔ان کی جڑیں سمندر کے نمکین پانی میں پھیل جاتی ہیں۔اسے تیرتے ہوئے جنگلات کے نام سے بھی جانا جاتا ہے۔

ان جنگلات کی اونچائی زیادہ تر ۳ سے ۸ میٹر ہوتی ہے۔ان کے پتے چوڑے اور چرمی (Leathery Leaves) ہوتے ہیں تاکہ آبی بخارات کے اخراج کو کم کر سکیں۔ان درختوں کی جڑیں گانٹھ دار اور گھنی ہوتی ہیں۔یہ آکسیجن جذب کرنے کے لیے سمندری مٹی اور پانی کی سطح سے بلند ہو کر اپنی افزائش کو مضبوط کرتی ہیں۔ایوینا مرینا (Avicemna Marina) مینگرووز اور سرخ مینگرووز (Phizophora) ان کی زیادہ اُگنے والی مثالی ہیں۔

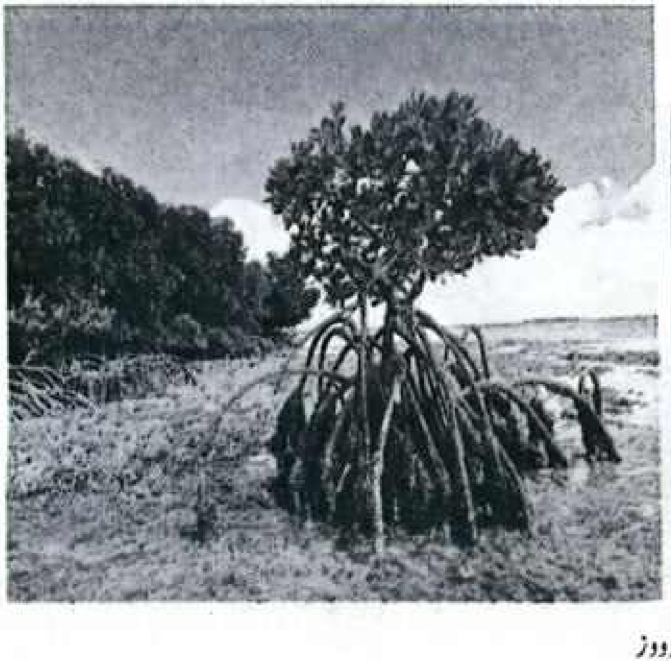

مینگرووز

مینگروز جنگلات کی اہمیت

یہ جنگلات سمندری طوفان، سونامی اور زلزلوں کے خلاف ساحلی تحفظ فراہم کرتے ہیں۔ یہ چھوٹی مچھلیوں اور جھینگوں کے افزائش گاہیں۔ جن کی مقامی اور بین الاقوامی مانگ بہت زیادہ ہے۔ یہ جنگلات پودوں اور جانوروں کی منفرد اقسام مثلاً اونٹ اور مویشیوں کو صحت مند خوراک فراہم کرتے ہیں۔ ساحلی علاقے کے لوگ یہاں، کشتی سازی اور ماہی گیری کے لئے مختلف قسم کی چھوٹی مصنوعات کے لئے لکڑی کا استعمال کرتی ہیں۔ لکڑی کو ایندھن کے لئے بھی استعمال کیا جاتا ہے۔

مینگروز کو خطرات

دریائے سندھ پر ڈیموں کی تعمیر اور آبپاشی کے نظام کی توسیع نے دریا کے نچلے حصے میں زیادہ پانی اور مٹی کی مقدار کو کم کر دیا ہے۔ جس سے مینگروز کی صحت مند نشو نما متاثر ہو رہی ہے۔ شہر کاری کی وجہ سے اور بندگاہوں کی توسیع، بحری جہازوں سے تیل کا اخراج، ساحلوں پر سیاحوں کے پرکشش مقامات کی ترقی اور گھریلو اور صنعتی فضلہ کا سمندر میں پھینکنا ہے۔ یہ سب ان جنگلات کی بقا کے لیے خطرہ ہیں۔

سمندری زندگی کے لیے مینگروز کی پائیدار ترقی

قدرتی وسائل کی پائیدار ترقی وقت کی اشد ضرورت بن چکی ہے۔ یہ ایک ایسا عمل ہے جس میں قدرتی وسائل کو نہ صرف موجودہ نسل کے لئے بلکہ آنے والی نسلوں کے نئے استعمال کے لئے بھی محفوظ کرنا کرنے کے لئے منصوبہ بندی کرنا ہوگی۔ محکمہ ماہی پروری سندھ نے مینگروز جنگلات کے لئے این جی او کی مدد سے نرسریوں کے قیام کے لئے مختلف کوشیش کی ہیں۔ تاکہ مینگروز جنگلات کی پائیدار اور ایکو سسٹم کی اہمیت کو قائم رکھا جائے۔

جنگلاتی برادریوں نچلی سطح کی این جی اوز اور محققین اور مقامی لوگوں کے ساتھ مل کر ان جنگلات کے تحفظ کے لئے نرسیاں قائم کرنے میں بھی بڑا حصہ ڈالا ہے۔ WWF نے بھی برادریوں میں آگاہی پیدا کی ہے۔ اور ان کے پائیدار استعمال کے لئے، تقریباً ۸۰۰ ہیکٹر زمین کا اضافہ کیا ہے۔ معاشی سرگرمیوں اور ان جنگلات کے تحفظ کے لیے توازن رکھنا بہت ضروری ہے۔

آب وہوا کی تبدیلی کے لئے مینگروز کی اہمیت

یہ جنگلات سمندری مینگروز ہوا کی تبدیلی کو کم کرنے اور موافقت کو برقرار رکھنے کے لیے بہت اہم ہیں۔ ساحلی تحفظ فراہم کرتے ہیں۔ حیاتیاتی تنوع کو برقرار رکھنے کے لیے اور ان کی نشو ونما کو برقرار رکھنے کے لیے زیادہ مقدار میں کاربن ڈائی آکسائیڈ جذب کرتے ہیں۔ مینگروز کی جڑوں کا پیچیدہ نظام کاربن کی ایک اہم مقدار فضا میں واپس جانے کو روکتا ہے اور آب وہوا کی تبدیلی کے تناسب کو برقرار رکھنے میں اہم کردار ادا کرتا ہے۔ زمینی جنگلات کے مقابلہ میں مینگروز فی ایکٹر علاقہ میں پانچ گنا زیادہ کاربن جذب کرتے ہیں۔

پاکستان میں جنگلات کی کٹائی

جنگلات کی کٹائی تجارتی استعمال یا ایندھن کی لکڑی کے لیے بڑے پیمانے پر درختوں کی بار بار کٹائی کا عمل ہے۔ جنگلات کی کٹائی کی دیگر وجوہات میں لکڑی پر مبنی صنعتیں، کھیلوں کا سامان فرنیچر بنانا، لکڑی کی دستکاری مثلاً چپ بورڈ، وینیز اور پلائی ووڈ شامل ہیں یہ صنعتیں زیادہ لکڑی کاٹنے کا سبب ہیں۔

زراعت، سیاحت کی ترقی، صنعتی توسیع، شہری ترقی اور سڑکوں اور بنیادی ڈھانچے کی تعمیر کے لیے جنگلات کو ختم کر دیا گیا ہے۔ مویشیوں کی افزائش زیادہ تر خانہ بدوش لوگوں پر منحصر ہے جو کہ غیر منصوبہ بند ہیں۔ خوراک اور پانی کی تلاش میں یہ خانہ بدوش اپنے مویشیوں کے ہمراہ ایک جگہ سے دوسری جگہ بسیرا کرتے ہیں۔ زمین بنجر ہو جاتی ہے اور مٹی کے کٹاؤ کی شکار ہو جاتی ہے۔ قدرتی گیس اور توانائی کے دیگر وسائل کی عدم دستیابی کی وجہ سے مقامی لوگ ایندھن کے لیے لکڑی کاٹ کر استعمال کرتے ہیں۔

جنگلات کی کٹائی کے اثرات

قدرتی نباتات زمین کو ایک سبزہ کی چادر فراہم کرتی ہے۔ جو اسے بہت سے قدرتی اور انسانی خطرات کے انحطاط سے بچاتا ہے۔ پودوں کی کمی کی وجہ سے آب وہوا میں کمی ماحولیاتی نظام کو متاثر کرتی ہے جس کی وجہ سے بے وقت بارشیں اور خشک سالی آب وہوا کی تبدیلی کا باعث بنتی ہے۔ اس سے فصل کی پیداوار کم ہو سکتی ہے جنگلات سے محروم زمین مٹی کے کٹاؤ کا شکار ہو سکتی ہے۔ بارش کا پانی بڑی تیزی سے ڈھلان سے نیچے جاتا ہے جس کے ساتھ ڈھیلی مٹی آبی ذخائر، ندی نالوں اور نہروں میں مٹی جمع ہو جاتی ہے۔ اس کی وجہ سے بھاری سیلاب آتا ہے۔ یہ سیلاب دیہی اور شہری زندگی کے لیے ایک بہت بڑا خطرہ رہتے ہیں۔ بنیادی ڈھانچے کو نقصان پہنچاتے ہیں اور زندگی کے نقصانات کا سبب بنتے ہیں۔ ڈیموں اور آبی ذخائر میں بھی مٹی جمع ہو جاتی ہے۔ جس سے پانی ذخیرہ کرنے کی صلاحیت کم ہو جاتی ہے اور پن بجلی میں کمی واقع ہوتی ہے جس کی وجہ سے لوڈشیڈنگ ہو رہی ہے۔ جنگلات کی کمی آلودگی میں اضافہ کرتی ہے اور ہوا، پانی اور مٹی کا معیار خراب ہو جاتا ہے۔ جنگلات کی کٹائی براہ راست حیاتیاتی تنوع کے نقصان کا باعث بن سکتی ہے جب جانوروں کی نسلیں اپنی رہائش گاہیں کھو دیتی ہیں۔ درختوں کی کچھ اقسام مستقل طور پر غائب ہو سکتی ہیں۔ زمین کا انحطاط فصلوں کی پیداوار کو کم کر سکتا ہے جس سے قحط اور آب وہوا کی تبدیلی کے لیے ایک بڑا خطرہ پیدا ہو سکتا ہے۔

پاکستان میں شجرکاری

شجرکاری کا مطلب بنجر زمین پر انسانی وسائل سے درخت لگانا ہے دوبارہ شجرکاری ان علاقوں میں درخت لگانا ہے جو جنگلات کی کٹائی سے متاثر ہوتے ہیں۔ پاکستان کو نہ صرف قدرتی نباتات کے تحت اپنے چھوٹے رقبے کی وجہ سے سنگین مسائل کا سامنا ہے بلکہ غیر منصوبہ بند کٹائی کے جنگلات میں مزید کمی کی وجہ سے بھی سنگین مسائل کا سامنا ہے لوگوں کو غیر ضروری کٹائی سے روکنے کے لیے ایک مضبوط آگاہی پروگرام کی ضرورت ہے۔

حکومت کا محکمہ جنگلات ملک میں پودوں کے احاطہ کو بڑھانے کے لیے مختلف شجرکاری پروگراموں کی لکڑی کاٹنے پر پابندی اور منصوبہ بندی کا ذمہ دار ہے۔ حکومت مسائل پر قابو پانے کے لیئے این جی اوز NGOs کی مدد سے مناسب اقدامات کر رہی ہے۔ موسم بہار اور مون سون کے موسم میں متاثرہ علاقوں میں مفت پودے لگا کر سال میں دوبار شجرکاری مہم شروع کی جاتی ہے۔ سال میں دوبار ملک میں جنگلات میں اضافہ کرنے کا یہ حکومت کا باقاعدہ پروگرام ہے۔ لگائے گئے پودوں کی دیکھ بھال نہ ہونے کی وجہ سے مطلوبہ فوائد حاصل نہیں ہو پاتے۔ درختوں کی نشوونما کی شرح مختلف ہوتی ہے لہٰذا درختوں کی دوبارہ کٹائی کے فوری بعد درختوں کی دوبارہ کاشت کی جانی چاہیے۔ تاکہ علاقے کو مستقبل میں کسی بھی نقصان سے بچایا جا سکے۔

پاکستان کی آب وہوا نیم خشک ہے اور شمالی پنجاب میں آبپاشی کے نظام کی ترقی کے بعد ۱۸۶۶ میں لاہور کے قریب چھانگا مانگا آبپاشی جنگل لگایا گیا تھا۔ یہ آس پاس کے لوگوں کو ریلوے اور تفریح کے لیے لکڑی فراہم کرنے کے لیے تھا پہلے آبپاشی جنگل کی کامیابی کے بعد نہروں اور بیراجوں کے قریب بہت سے مقامات پر دیگر آبپاشی جنگلات لگائے گئے تاکہ زمین کو پانی بھرنے اور مٹی کے کٹاؤ کے مسائل سے بچایا جاسکے، سکھر بیراج، کوٹری بیراج، تھل اور ساہیوال میں چیچہ وطنی اس کی اہم مثالیں ہیں۔ رچنادوآب منصوبہ پانی بھرنے اور نمکیات سے نجات دلانے کا منصوبہ ہے۔ جہاں دریائے راوی اور چناب کے درمیان زمین کو حاصل کرنے کے لیے ہزاروں درخت لگائے جاتے ہیں۔ سڑکوں، ریلوے، نہروں اور ندی کے کناروں پر لکیر linear شجرکاری عام ہے۔ آغاخان رورل سپورٹ پروگرام کے تحت ۱۹۹۵ء میں بلوچستان میں شجرکاری کا کامیاب پروگرام شروع کیا گیا۔ حکومت نے ۱۲۰ ہیکٹر سے زیادہ علاقے پر اضافی شجرکاری بھی شروع کردی ہے۔

حکومت نے "میاواکی" نظام کا استعمال کرتے ہوئے شہری جنگلات کی منصوبہ بندی بھی کی ہے تاکہ ماحولیاتی نظام کی بحالی کے لیے گروہی Cluster شکل میں مقامی پودوں اور درختوں کے تیزی سے بڑھتے ہوئے باغات لگائے جاسکیں۔ اسے ممکنہ قدرتی نباتات کہا جاتا ہے۔ صنعتی آلودگی اور مٹی کے کٹاؤ کو روکنے کے لیے جاپان کی کارپوریشنوں کے طریقہ کار کی پیروی کرتے ہوئے خیبر پختونخواہ کے جنگلات سے محروم علاقوں میں بلین ٹری منصوبہ بنایا گیا ہے تاکہ ان علاقوں میں دوبارہ جنگلات لگائے جاسکیں جو درختوں کی زبردست کٹائی، مویشی چراگاہوں اور پانی کے بہاؤ سے متاثر ہوئے ہیں۔

موسمیاتی تبدیلی کی وزارت

سرکاری اور غیر سرکاری تنظیموں کے تعاون سے ماحولیات کے تحفظ کی پالیسیاں اور پروگرام بناتی ہے۔ اس وزارت نے جنگلات اور جنگلی حیات کے محکموں کے ساتھ مل کر شجرکاری کی مثبت کامیابی پر کام کیا ہے۔ اور اس سے متعلق لوگوں کو روزگار بھی فراہم کئے ہیں۔ یہ ادارہ ماحولیاتی سیاحت اور کمیونٹی کی حوصلہ افزائی کرتا ہے اور ڈیزاسٹر مینجمنٹ کے تعاون سے ماحولیاتی آلودگی اور نباتاتی تحفظ کو بہتر بنانے کے لئے بھی کام کرتا ہے۔ پاکستان تمام عالمی ماحولیاتی تنظیموں کا ممبر ہے اور یہ ماحولیاتی تبدیلی پر اقوام متحدہ کے فریم ورک کنونشن (UNFCC) کے لئے فوکل حیثیت کے طور پر بھی کام کرتا ہے۔

قدرتی نباتات اور جنگلات کا لوگوں کے طرز زندگی پر اثرات

قدرتی نباتات اور جنگلات لوگوں کی زندگی اور طرز زندگی پر بہت گہرا اثر رکھتے ہیں۔ یہ فرق پاکستان میں بہت نمایاں ہے۔ کیونکہ مختلف علاقوں کے پورے جنگلات اور اس کی سطح کے خدوخال ان تفرقات کی واضح مثال ہیں۔

۱۔ شمالی پہاڑوں کے لوگوں کا طرزِ زندگی

پاکستان کے شمالی علاقے بلندوبالا جنگلات پر مشتمل ہیں۔ قدرتی وسائل کا یہ انوکھا امتزاج لوگوں کے طرز زندگی پر بہت اثرانداز ہوتا ہے۔ ڈھلوان دار چھتوں والے چھوٹے گھروں میں رہتے ہیں تاکہ انہیں گرم رکھا جائے اور برف کے جمع ہونے سے محفوظ رہیں موسم گرما اور سرما میں ان کی مختلف سرگرمیاں ہوتی ہیں۔ شدید سردی کی وجہ سے گھروں کے اندر رہتے ہیں۔ ایندھن کے لئے کافی مقدار میں لکڑی جمع کرتے ہیں۔ ہاتھ کی بنی ہوئی گھریلو دستکاریاں تیار کرتے ہیں شالوں اور کپڑوں کے لئے اونی کپڑے اور اونی ٹوپیاں بناتے ہیں قالین بافی کرتے ہیں چمڑے کی مختلف چیزیں بناتے ہیں۔ کپڑوں پر کڑھائی کی مصنوعات تیار

کرتے ہیں جو موسم گرما کے سیاحوں اور زائرین کی بڑی خریداری کا سبب ہیں۔ سردیوں میں بہت سے لوگ اپنے مویشیوں کے ساتھ گرم علاقوں میں نقل مکانی بھی کرتے ہیں اور موسم گرما میں چراگاہوں میں واپس آجاتے ہیں۔ وہ گزر بسر کے لیے کھیتی باڑی کرتے ہیں۔ غذائی فصلیں اگاتے ہیں موسم گرما میں یہاں کی قدرتی خوبصورتی کی وجہ سے ملکی اور غیر ملکی سیاحوں کی بڑی تعداد یہاں کا رخ کرتی ہے۔ شاہراہ قراقرم کے کھلنے کے بعد علاقے میں بہتر انفراسٹرکچر تیار ہوا ہے سیاحت کے لئے حکومت پاکستان کی ٹورزم کارپوریشن سیاحوں کے قیام طعام کی بہتر سہولیات فراہم کرتی ہے۔ سماجی خدمات کے بڑھنے سے لوگوں کے روزگار میں اضافہ ہوا ہے۔ زیادہ تر لوگ ہوٹل کے عملے اور ٹورسٹ گائیڈ کے طور پر کام کرتے ہیں لوگوں کو صحت اور تعلیم کی بہتر سہولیات فراہم کی جاتی ہیں۔ سیاحت میں اضافہ کی وجہ سے لوگوں کا معاشی معیار بہتر ہو رہا ہے۔

۲۔ مغربی پہاڑی علاقہ کے لوگوں کا طرز زندگی

مغربی پہاڑی علاقوں کی اونچائی کم ہے، بارش تقریباً ۲۵۰ ملی میٹر سے بھی کم ہے۔ قدرتی نباتات کانٹے دار جھاڑیاں چوڑے پتوں والے درخت اُگتے ہیں۔ سلیمان اور کیر تھر کے پہاڑ شمال اور جنوب کی طرف واقع ہیں۔ یہ علاقہ سنگ مرمر، چونے کے پتھر اور دیگر معدنی دولت سے مالا مال ہے۔ دشوار گزار علاقوں اور بنیادی سہولتوں کی کمی کی وجہ سے لوگ خانہ بدوش مویشیوں کی گلہ بانی کرتے ہیں۔ معدنیات کی وجہ سے سیمنٹ، کیمیکل کی صنعتیں عام ہیں۔ اس کے علاوہ چینی کے کارخانے بھی موجود ہیں جو لوگوں کو مختلف روزگار مہیا کرتے ہیں۔ سنگِ مرمر کی مصنوعات، قالین بافی، اونی شالیں اور کمبل مشہور دستکاریاں ہیں۔ کرم ٹوچی اور گومل اس علاقے کے موسمی دریا ہیں جو اکثر بارش کی کمی کی وجہ سے خشک ہو جاتے ہیں۔ ان آبی ذرائع پر چھوٹے ڈیم بنائے گئے ہیں جو زیادہ تر گھریلو استعمال کے لئے پانی ذخیرہ کرتے ہیں۔ لوگ زیادہ تر نقل و حمل کے نظام میں بھی ملازمت کرتے ہیں۔ یہ علاقہ ٹرک آرٹ کے لئے مشہور ہے۔ بہت سے لوگ دوسرے صوبوں کی طرف روزگار کے لئے نقل مکانی کرتے ہیں۔ کم خواندگی کی وجہ سے لوگ زیادہ تر کم آمدنی کی ملازمت کرتے ہیں۔

۳۔ بلوچستان کے لوگوں کا طرز زندگی

بلوچستان کی سطح مرتفع دشوار گزار اور کم بارش کا علاقہ ہے۔ بارش تقریباً ۱۲۵ ملی میٹر سے بھی کم ہوتی ہے۔ کوئٹہ کا ایک چھوٹا علاقہ ہے جو پہاڑوں سے گھرا ہوا ہے جہاں زیادہ بارش اور برفباری ہوتی ہے۔ اس میں آبپاشی کا ایک انوکھا انتظام ہے جسے کاریز کہتے ہیں۔ بجلی کی دستیابی کی وجہ سے ان کاریز کو بجلی سے جوڑ کر ٹیوب ویل میں تبدیل کر دیا گیا ہے۔ یہاں لوگ زیادہ تر چھوٹے قابلِ کاشت علاقوں میں سبزیاں اور پھل اُگاتے ہیں۔ خانہ بدوش مویشیوں کی گلہ بانی کرتے ہیں۔ کوئٹہ کے آس پاس پہاڑوں پر جونیپر (Juniper) کے جنگلات اُگتے ہیں۔ آب وہوا میں تبدیلی کی وجہ سے یہ درخت اب زوال پذیر ہیں۔ بلوچستان مختلف معدنی دولت سے بھی مالا مال ہے۔ اہم معدنیات سونا، چاندی، تانبا، سیسہ، کوئلہ، قدرتی گیس، معدنی تیل اور مینگنیز ہیں۔ گوادر بلوچستان کے ساحل پر ایک اہم بین الاقوامی سمندری بندرگاہ ہے۔ ساحلی علاقے کے لوگ ماہی گیری کے شعبہ سے منسلک ہیں۔ یہاں مچھلی مشرقِ وسطیٰ کے ممالک کو برآمد کی جاتی ہے۔ معدنیات کی وجہ سے لوگ کان کنی کے شعبہ سے منسلک ہیں۔ گوادر کی بندرگاہ کی وجہ سے لوگوں کے روزگار مزید وسیع ہو گئے ہیں۔

۴۔ میدانِ سندھ کے لوگوں کا طرز زندگی

دریائے سندھ کے معاون دریا، ندی نالے ماحولیاتی نظام کی وجہ سے مختلف حیاتیاتی تنوع کی ایک عمدہ مثال ہیں جس میں دریائی مسکن، سیلابی میدان، دلدلی علاقے اور خلیجی ساحلی علاقے شامل ہیں۔ یہ مختلف مسکن حیاتیاتی اور نباتاتی تفرقات فراہم کرتے ہیں اور لوگوں کے طرز زندگی پر اثر انداز ہوتے ہیں۔ دریائے

سندھ کا میدان ایک وسیع و عریض زرخیز زمین ہے، جو شمال میں ہمالیہ اور جنوب میں بحیرہ عرب سے جاملتا ہے۔ اس کا رقبہ تقریباً ۲۰۰،۰۰۰ مربع کلومیٹر ہے۔ شمال مغرب میں سطح مرتفع پوٹھوہار اور کوہ نمک واقع ہیں۔ دریائے سندھ اپنی مشرقی اور مغربی معاون کے ساتھ ساتھ وادی سندھ کی تہذیب سے بھی وابستہ ہے۔ زمین کی زرخیزی کی وجہ سے لوگوں کا پیشہ زیادہ تر زراعت پر مبنی ہے۔ اس خطے کو پاکستان کی روٹی کی ٹوکری بھی کہا جاتا ہے کم بارش کی وجہ سے زمینی قدرتی نباتات کیکر، ببول کے درخت اور گھاس پر مشتمل ہے۔

زرخیز زمین، آبی وسائل، زراعت کے بہتر سہولیات صنعت و حرفت، شہر کاری کی نقل و حرکت کے ذرائع توانائی کی بہتر پیداوار کے وجہ سے یہ پاکستان کا سب سے زیادہ ترقی یافتہ علاقہ بن گیا ہے۔ لوگ مختلف شدید موسمی آفات سے بچنے کے لئے اینٹوں کے پختہ گھر بناتے ہیں جو انہیں سیلاب، گردوغبار کے طوفان اور شدید گرمی سے بچاتے ہیں۔ اس میدان کا مشرقی علاقہ گرم اور زیادہ خشک ہے جو چولستان تھر Ther اور نارا Nara پر مشتمل ہے۔ یہاں آبپاشی کی مناسب منصوبہ بندی سے زرعی، صنعتی اور تجارتی ضروریات کے لئے پانی کی بڑھتی ہوئی ضروریات کو پورا کیا گیا ہے صحرائی علاقوں میں لوگ شدید گرمی سے بچنے کے لئے مٹی کے گھر بناتے ہیں۔

۵۔ ساحلی علاقے کے لوگوں کا طرز زندگی

سندھ اور حب ڈیلٹا کے ساحل "مینگرووز کے جنگلات لوگوں کو زیادہ تر ماہی گیری کی سہولیات فراہم کرتے ہیں۔ کشتیاں بنانا، مچھلی پکڑنے کے جال اور مچھلی کی پیکنگ ان کی اہم سرگرمیاں ہیں۔ وہ گھریلو اور تجارتی مارکیٹوں کے لئے مچھلی کی فروخت کے لئے پیکنگ کرتے ہیں۔ مچھلی کی مصنوعات کی تازگی اور معیار کو برقرار رکھنے کے لئے آئس فیکٹریاں قائم کی گئی ہیں۔ تاکہ برف شدہ ٹھنڈی مچھلی بین الاقوامی معیار کے مطابق دیگر ممالک کو برآمد کی جاسکے۔ سندھ کے ساحلی علاقہ کے ساتھ ایک چوڑی ساحلی بلند پٹی ہے، جو مختلف (Broad Continental shelf) قسم کی سمندری مچھلیاں ایک پرکشش ماحول اور خوراک مہیا کرتی ہیں جنکی وجہ سے علاقہ ماہی گیری کا ایک بڑا تجارتی علاقہ بن گیا ہے۔ ابراہیم حیدری، سندھ کی ایک بڑی مچھلی منڈی ہے۔ یہاں مچھلی کی منصوعات کے علاوہ مچھلی کی باقیات کی پروسیسنگ (Processing) کے بعد اُس کی باقیات سے مرغیوں کی خوراک بنائی جاتی ہے ساحلی علاقوں میں لوگوں کے لئے بہت سے تفریحی مقامات ہیں جو لوگوں کی انتہائی دلچسپی کا باعث بنتے ہیں۔

ماحولیات پر قدرتی نباتات اور جنگلات کی اہمیت

قدرتی نباتات صحت مند اور تازہ ہوا زمین کی خوبصورتی اور پودوں اور جانوروں کے لئے رہائش فراہم کرتے ہیں۔ جنگلات اور پودے پھل، سبزیاں اور لکڑی کی چیزوں کے لئے خام لکڑی مہیا کرتے ہیں جنگلات موسمی تبدیلیوں کی کے لیے خام مال کنٹرول کرتے ہیں یہ مختلف ادویات کے لیے خام مال کا ذریعہ ہیں اور تفریحی اور جمالیاتی فوائد فراہم کرتے ہیں۔

پاکستان میں جنگلات کا علاقہ بہت کم ہے، اور وہ بھی جنگلاتی کٹائی کا شکار ہے۔ حکومت کو محکمہ جنگلات کے تحفظ کی بہت ضرورت ہے۔ ملک میں تیزی سے بڑھتی ہوئی آبادی کو خوراک اور رہائش کی ضرورت ہے۔ قدرتی بڑھتی ہوئی ضروریات کو مدِ نظر رکھتے ہوئے اُن کے حفاظتی اقدامات کی ضرورت ہے۔ جنگلات ملک کے لئے ایک بہت قیمتی وسیلہ ہیں جو ماحول اور معیشت کے لئے انتہائی فائدہ مند ہیں۔ جنگلات کے تحفظ کے لئے خام لکڑی کی بجائے متبادل خام مال استعمال کرنا چاہیے۔ یا متبادل اشیاء متعارف کرائی جائیں تاکہ لکڑی کے استعمال سے بچا جائے۔ لکڑی کے ساز و سامان کو ری سائیکل بھی کیا جاسکتا ہے۔ ایندھن کی لکڑی کے

استعمال سے بچنے کے لیے قدرتی گیس کی فراہمی کو آسان اور سستا بنایا جائے۔ پہاڑی علاقوں میں قدرتی گیس کے سلنڈر بھی فراہم کئے جاسکتے ہیں۔ مصنوعی لکڑی کا استعمال زیادہ کرتے ہوئے چپ بورڈ، کاڈر بورڈ اور مصنوعی ربڑ کا استعمال کیا جاسکتا ہے۔ حکومت سورج، ہوا اور پانی کی پیداوار میں اضافہ کرے تاکہ لکڑی کو ایندھن کے طور پر استعمال کرنے سے روکا جاسکے۔

مٹی کے انحطاط کو روکنے کے لیے شہروں میں میونسپل حکام کے ذریعے ٹھوس فضلے کو کم کرنے کے لئے عوام کو آگاہی پروگرام میں شامل کرنا چاہیے جس کے لیے ملکی شرح خواندگی کو بڑھایا جائے جو لوگوں کی سماجی اور معاشی بہتری سے ملکی وسائل کے استعمال میں بھی مدد کر سکے۔ مینگرووز کی انتہائی حفاظت کی ضرورت ہے۔ ساحل سمندر کے ساتھ ساتھ ان پودوں سے ساحل سمندر کی نہ صرف حفاظت ہوتی ہے بلکہ ماہی گیری کی صنعت کو فروغ دینے کا بڑا ذریعہ ہیں۔ پاکستان کی ماحولیاتی اور معاشی بہتری کے لیے یہ چند اقدامات انتہائی قابل عمل ہیں۔

مشقی سوالات

درج ذیل کثیر الانتخابی سوالات میں سے درست جواب کی نشان دہی کریں۔

۱۔ کونیفورس کے درخت یہ ہیں:

الف۔ خشک جھاڑیاں — ب۔ پتھر والے درخت

ج۔ سدابہار درخت — د۔ اونچی گھاس

۲۔ مینگروز جنگلات بڑھتے ہیں:

الف۔ ساحل کے ساتھ — ب۔ آبپاشی والی زمینوں پر

ج۔ دریا کے کناروں کے ساتھ — د۔ پہاڑی ڈھلانوں پر

۳۔ چھانگا مانگا جنگلات ہیں:

الف۔ ٹراپیکل کانٹے دار جنگلات — ب۔ سدابہار جنگلات

ج۔ آبپاشی والے جنگلات — د۔ ساحلی جنگلات

۴۔ ببول کا درخت اِس میں بڑھتا ہے:

الف۔ سرد آب و ہوا — ب۔ نیم خشک آب و ہوا

ج۔ مرطوب آب و ہوا — د۔ خشک آب و ہوا

۵-صحرائے خاران صوبہ میں واقع ہے:

الف۔ صوبہ پنجاب　　ب۔ صوبہ سندھ

ج۔ صوبہ خیبر پختونخواہ　　د۔ صوبہ بلوچستان

۶-سب ٹراپیکل خشک جنگلات بڑھتے ہیں:

الف۔ سطح سمندر پر　　ب۔ ۱۰۰۰ میٹر سے نیچے

ج۔ ۲۰۰۰ میٹر سے اوپر　　د۔ ۳۰۰۰ میٹر سے اوپر

۷-ایو سینا، ریلیا کے درخت اُگتے ہیں:

الف۔ آبپاشی والے علاقے میں　　ب۔ شمالی پہاڑی علاقے میں

ج۔ بلوچستان　　د۔ ساحلی علاقوں میں

۸-رچنادو آب کا منصوبہ یہ ہے:

الف۔ مٹی کے کٹاؤ کو روکنا　　ب۔ سیلاب کی روک تھام کرنا

ج۔ زرعی زمین میں پانی کی سطح کا بڑھانا　　د۔ خشک سالی کو روکنا

۹-مینگر ووز کو کہا جاتا ہے:

الف۔ خشک جنگلات　　ب۔ آبپاشی والے علاقے

ج۔ تیرنے والے جنگلات　　د۔ شہری جنگلات

۱۰-فر اور سپروس درخت اُگتے ہیں:

الف۔ شمالی پہاڑی علاقوں میں　　ب۔ آبپاشی والے علاقوں میں

ج۔ وزیرستان کی پہاڑیوں میں　　د۔ سطح مرتفع پوٹھوہار میں

سوالات کے مختصر جواب دیں۔

1. قدرتی نباتات کی وضاحت کریں۔
2. آب پاشی کے جنگلات پاکستان کے لیے کیوں ضروری ہیں؟
3. پیداواری اور حفاظتی جنگلات کا موازنہ کریں۔
4. تجارتی استعمال کے لئے جنگل کی اہمیت کی وضاحت کریں۔
5. مینگرووز جنگلات کیا ہیں؟
6. ماہی گیری کے لئے مینگرووز کیوں ضروری ہیں؟
7. جنگلات کی کٹائی کے کیا اثرات ہیں؟

مندرجہ ذیل سوالات کی تفصیلی وضاحت کریں۔

1. مثالوں سے واضح کریں کہ جنگلات کی کٹائی نے ملک کی زمین اور معیشت کو کس طرح متاثر کیا؟
2. ملک کی اقتصادی اور سماجی ترقی کے لئے جنگلات کی اہمیت کا تفصیلی جائزہ لیں۔
3. ملک کے شمالی علاقوں میں کونی فورس جنگلات ۳۰۰۰ میٹر سے زیادہ بلندی پر کیوں اُگتے ہیں۔ مثالوں سے وضاحت کریں۔
4. مینگروز ساحلی علاقوں کی معیشت کے لئے کیوں اہم ہیں تفصیلی تجزیہ کریں۔
5. قدرتی نباتات لوگوں کے طرز زندگی پر کس طرح اثرانداز ہوتے ہیں۔ وضاحت کریں۔

سیکھنے کے لئے سرگرمیاں
1. جنگلات اور قدرتی نباتات کی شناخت کے لئے گوگل ارتھ کا استعمال کریں۔ 2. دیے گئے پاکستان کی نقشہ کے خاکہ پر آبپاشی والے جنگلات کو نشاندہی کریں۔ 3. جنگلات کی اہمیت پر تبادلہ خیال کرنے کے لئے کلاس کر دو گروپوں میں تقسیم کریں اور کام تفویض کریں۔ اور تفصیلی بحث کریں تاکہ مندرجہ ذیل جنگلات کی افادیت کا اندازہ ہو؛ i. آب پاشی کے جنگلات ii. پیداواری جنگلات iii. طلباء وضاحت کے لئے اپنے علاقوں سے مثالیں بھی پیش کرسکتے ہیں۔

فرہنگ
شجرکاری: ایسے علاقے جہاں درخت یا شجرکاری نہ ہو وہاں پودے لگانا اور پارکوں میں اضافہ کرنا۔
جنگلات کی کٹائی: زراعت جانوروں کی چراہ گاہ یا صنعتوں کے قیام کے لیے علاقے سے درختوں کی کٹائی کرنا۔
آبپاشی شجرکاری: انسانی ساختہ جنگلات زیادہ تر شہری علاقے میں شجرکاری کے بلاکس اور لائن میں درخت اگانا۔
مینگرووز: درختوں اور جھاڑیوں کا ایسا نظام جو ساحلی علاقوں کے ساتھ ساتھ اگتا رہتا ہے۔
تخفیف: کسی چیز کی شدت، سنجیدگی یا تکلیف کو کم کرنا۔
پائیداری: کسی معاشرے یا ملک کی صلاحیت ہے۔ کہ وہ مستقبل میں رہنے کے لئے درکار تمام قدرتی وسائل کو ختم کیے بغیر ترقی کرے اور آنے والی نسلوں کے لئے اُن کی منصوبہ بندی کرے۔

استاد کی مدد سے، اس باب میں شامل وہ الفاظ جو آپ کو مشکل لگتے ہیں ان کی فہرست بنائیں اور معنی لکھیں۔	

باب:05

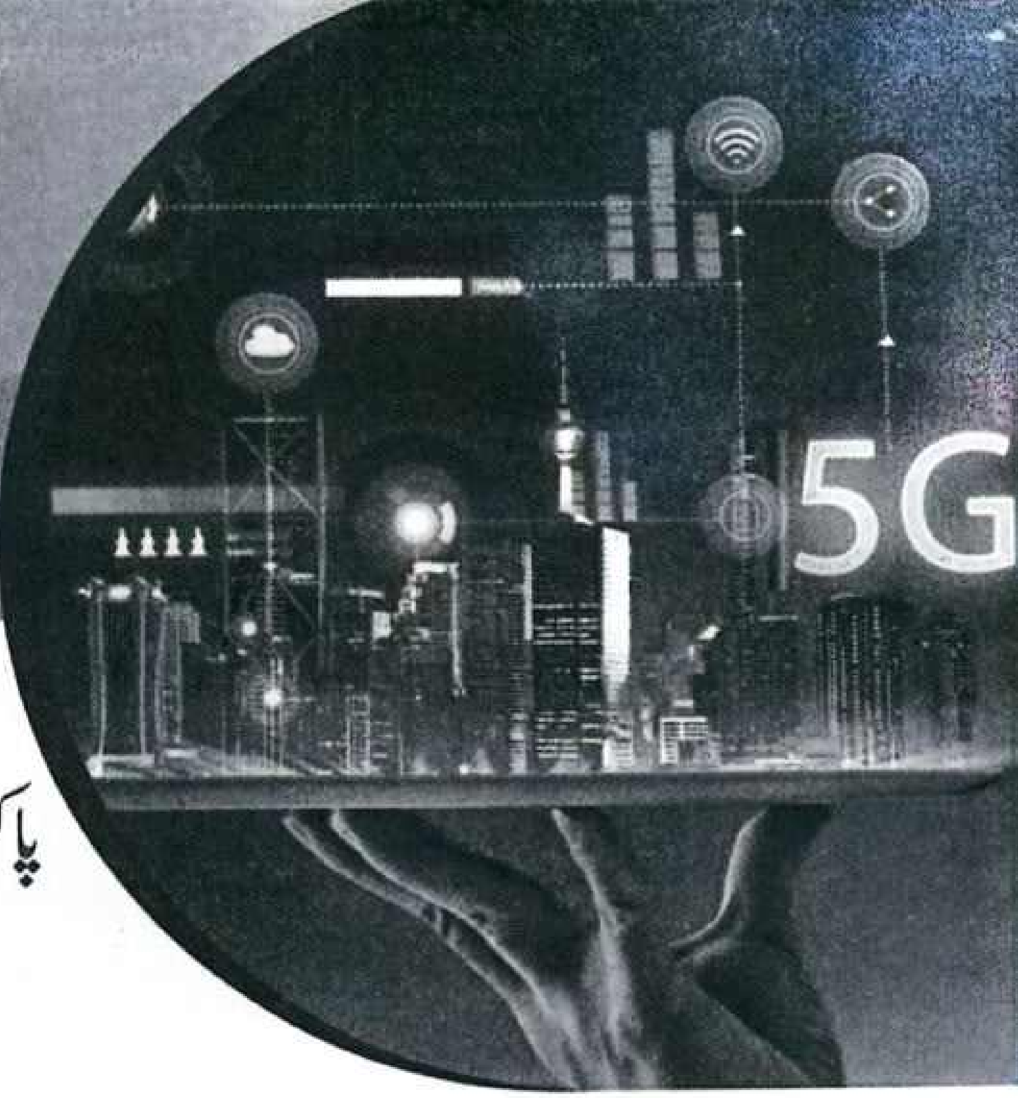

حصہ سوم:
پاکستان کے وسائل اور معاشی ترقی

معدنیات، توانائی کے وسائل اور ٹیلی کمیونیکیشن

یہ سبق پڑھنے کے بعد طلبہ اس قابل ہو جائیں گے کہ وہ:

- تحقیق کر سکیں کہ مختلف ثقافتی عناصر / اجزاء کس طرح ایک معاشرتی تنوع کی ترویج یا تبدیلی پر اثر انداز ہوتے ہیں۔
- ملک میں بولی جانے والی مختلف زبانوں اور لہجوں کے قومی اتحاد اور یگانگت پر اثرات کا جائزہ لے سکیں۔
- پاکستان کی ادبی تاریخ میں لوک کہانیوں اور ڈرامے کی ابتدا اور نشوونما کا تجزیہ کر سکیں۔
- علاقائی ثقافتوں کے حوالے سے قومی یکجہتی کا جائزہ لے سکیں اور پاکستان کی معاشرتی اور ثقافتی حیثیت پر عالمگیریت کے اثرات کا تجزیہ کر سکیں۔
- پاکستانی معاشرتی ترقی کا تجزیہ کر سکیں اور اس کے معاشرتی حرکیات کے مختلف پہلوؤں اور اثرات پر غور کر سکیں جن میں خواتین کا مقام، جاگیردارانہ نظام اور قبائلیت شامل ہیں۔
- سماجی سطح بندی کی خصوصیات اور کلیدی تصورات کا تجزیہ کر سکیں اور یہ دیکھیں کہ یہ کس طرح افراد اور معاشرے دونوں پر اثر انداز ہوتی ہے اور معاشرتی عدم مساوات کا سبب بنتی ہے۔
- پاکستان کے متنوع خطوں میں قابل ذکر صوفی سلسلوں کے اثرات کا تجزیہ کر سکیں تاکہ ان کی تعلیمات میں مشترکہ اصولوں کو اجاگر کیا جا سکے اور یہ دیکھ سکیں کہ کس طرح یہ سلسلے پاکستانی معاشرتی اور ثقافتی زندگی میں ایک مربوط روحانی عنصر بن گئے ہیں۔

معدنی وسائل

معدنی وسائل قدرتی طور پر زمین کی سطح یا اس کے اندر پائے جانے والے ٹھوس، مائع یا گیس کی شکل میں موجود ایسے ذخائر کو کہتے ہیں جو اتنی مقدار میں ہوں کہ ان کا سستے داموں نکالا جانا اور قابل قدر مواد میں تبدیل کیا جانا ممکن ہو۔

معدنیات مختلف حیاتیاتی اور صنعتی عوامل کے لیے بہت ضروری ہیں۔ مثال کے طور پر کیلشیم اور فاسفورس ہڈیوں کی تشکیل کے لیے ضروری ہیں، جبکہ کوارٹز، فیلڈ اسپار اور میکا جیسی معدنیات شیشہ، سیرامکس اور الیکٹرانکس کی صنعتوں میں استعمال ہوتی ہیں۔ لوہا اور کوئلہ بھی مختلف صنعتوں میں کلیدی حیثیت رکھتے ہیں۔

معدنیات کی اہمیت

جدید معاشروں میں معدنی وسائل جدید اہمیت کے حامل ہیں کیونکہ ان کا استعمال مختلف صنعتوں اور روزمرہ زندگی میں وسیع پیمانے پر کیا جاتا ہے۔ یہ مختلف اشیاء کی تیاری، تعمیرات، توانائی کی پیداوار اور ٹیکنالوجی میں ترقی کے لیے بنیادی خام مال کے طور پر کام کرتے ہیں۔

مثال کے طور پر، لوہا، تانبا اور ایلومینیم گاڑیوں، مشینری اور انفراسٹرکچر کی تیاری کے لیے ضروری ہیں۔ قیمتی دھاتیں جیسے سونا اور چاندی نہ صرف زیورات میں استعمال ہوتی ہیں بلکہ ان کا استعمال الیکٹرانکس اور مالیاتی شعبے میں بھی ہوتا ہے۔ توانائی سے متعلق معدنیات جیسے کوئلہ، یورینیم اور لیتھیم بجلی کی پیداوار اور بیٹریوں کو چلانے کے لیے اہم ہیں۔

نئے افق تلاش کریں

معدنیات جدید زندگی کے لیے ضروری ہیں، جو اسمارٹ فونز سے لے کر فلک بوس عمارتوں تک ہر چیز کو طاقت بخشتی ہیں۔ معدنیات کو سمجھنا ہماری روزمرہ کی زندگی میں ان کا اہم کردار سمجھنے میں ہماری مدد کرتا ہے۔ مختلف ذرائع سے جانیں کہ معدنیات ہماری دنیا کو کیسے تشکیل دیتے ہیں!

علاوہ ازیں، معدنیات معاشی ترقی میں بھی کردار ادا کرتی ہیں جیسے کہ روزگار کے مواقع پیدا کرنا، اختراع (innovation) کو فروغ دینا اور تجارت کو سہارا دینا۔ ان معدنیات کا پائیدار انتظام اور نکالنے کا عمل آئندہ نسلوں کے لیے مسلسل رسد کو یقینی بنانے میں مددگار ہے جو ذمہ دارانہ کان کنی اور ماحولیاتی تحفظ کو ضروری بناتا ہے۔

پاکستان میں معدنی وسائل

پاکستان مختلف اقسام کے معدنی وسائل سے مالا مال ہے جو ملک کے مختلف حصوں میں پائے جاتے ہیں۔ پاکستان میں پائی جانے والی معدنیات کی بنیادی اقسام درج ذیل ہیں:

i. دھاتی معدنیات
ii. غیر دھاتی معدنیات
iii. توانائی سے متعلق معدنیات
iv. قیمتی پتھر

دھاتی معدنیات

وہ معدنیات جن کی ظاہری شکل دھات جیسی ہو یا جن میں دھاتی خصوصیات پائی جائیں، انہیں دھاتی معدنیات کہا جاتا ہے۔

- آئرن کے بڑے ذخائر پنجاب میں چنیوٹ، کالاباغ اور بلوچستان میں نوکنڈی کے علاقے میں پائے جاتے ہیں۔ آئرن کا استعمال بنیادی طور پر اسٹیل بنانے میں ہوتا ہے۔
- تانبے کے ذخائر بلوچستان کے سیندک اور ریکوڈک علاقوں میں بڑی مقدار میں موجود ہیں۔ خیبر پختونخوا میں یہ چترال، دیر اور ہزارہ میں پایا جاتا ہے۔ تانبا برقی تاروں، الیکٹرانکس، تعمیرات اور صنعتی مشینری میں استعمال ہوتا ہے۔
- سونا بلوچستان اور وزیرستان میں تانبے کے ذخائر کے ساتھ دریافت ہوا ہے۔ سیندک اور ریکوڈک کے تانبے کے ذخائر میں تھوڑی مقدار میں سونا، چاندی اور دیگر قیمتی دھاتیں بھی موجود ہیں۔ سونا زیورات کے علاوہ الیکٹرانکس، کمپیوٹر، موبائل فون، ہوائی جہاز، دندان سازی، ادویات اور کاسمیٹکس میں بھی استعمال ہوتا ہے۔

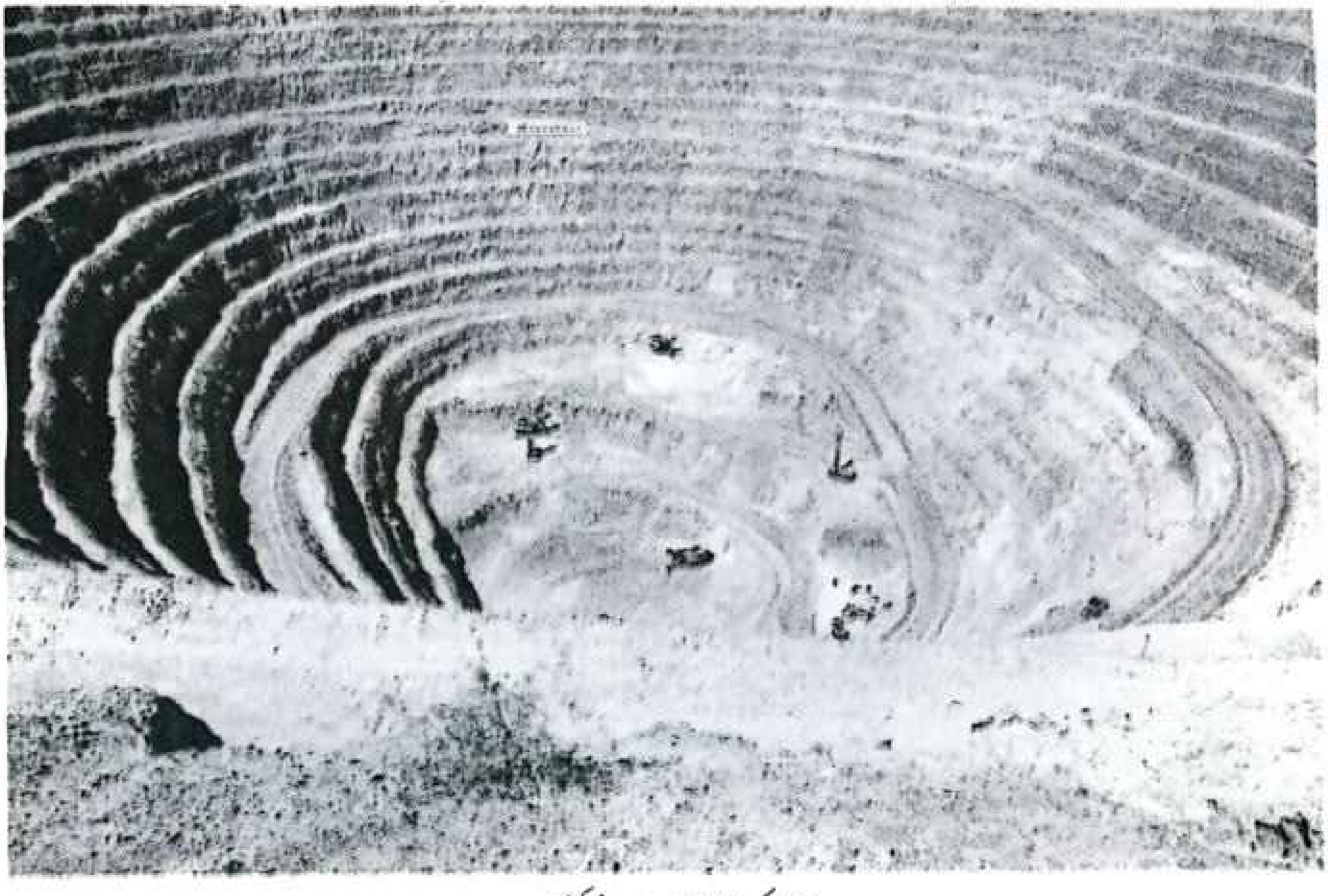

سیندک تانبے اور سونے کی کان

- کرومائٹ کے ذخائر بلوچستان میں مسلم باغ، خانوزئی اور وڈھ کے علاقوں میں بڑی مقدار میں موجود ہیں۔ کچھ ذخائر خیبر پختونخواہ میں مالاکنڈ اور مہمند ایجنسی میں بھی پائے جاتے ہیں۔ کرومائٹ کا استعمال اسٹین لیس اسٹیل، ریفریکٹری مواد اور رنگوں کی تیاری میں ہوتا ہے۔
- سیسہ (لیڈ) کے ذخائر بلوچستان میں خضدار، لسبیلہ اور کوئٹہ میں موجود ہیں جبکہ خیبر پختونخوا میں چترال، سوات، مردان اور پنجاب میں سرگودھا کے مقام پر بھی پائے جاتے ہیں۔ سیسہ کار بیٹریوں، رنگوں، پینٹس اور بندوق کی گولیوں میں استعمال ہوتا ہے۔

غیر دھاتی معدنیات

ایسی معدنیات جن میں دھات شامل نہ ہو غیر دھاتی معدنیات کہلاتی ہیں۔

- **جپسم:** یہ کھیوڑہ، ڈیرہ غازی خان، میانوالی اور کوہاٹ میں وافر مقدار میں پایا جاتا ہے۔ جپسم کا استعمال فاسفیٹ کھاد، سیمنٹ، پلاسٹر آف پیرس، سلفیورک ایسڈ، کاغذ، رنگ اور ربڑ کی صنعت میں کیا جاتا ہے۔ یہ ایک عرصے سے تعمیراتی مواد کے طور پر بھی استعمال ہو رہا ہے۔
- **چونے کا پتھر: (Limestone)** پنجاب کے سالٹ رینج کے علاوہ بلوچستان اور خیبر پختونخوا میں بڑی مقدار میں پایا جاتا ہے۔ اس کا استعمال سیمنٹ سازی، تعمیراتی میٹریل اور اسٹیل سازی میں ہوتا ہے۔
- **نمک:** پنجاب کے کھیوڑہ نمک کی کانیں دنیا بھر میں مشہور ہیں۔ یہ انسانوں اور جانوروں کی صحت کے لیے اہم ہے اور کھانوں کے ساتھ ساتھ کیمیکل صنعت میں بھی استعمال ہوتا ہے، جیسے کہ سوڈا ایش، بائیکاربونیٹ آف سوڈا، کاسٹک سوڈا وغیرہ۔
- **ماربل:** خیبر ایجنسی، صوابی، سوات، چاغی میں پایا جاتا ہے۔ یہ تعمیراتی کام، مجسمہ سازی، یادگاریں اور اندرونی آرائش کے لیے استعمال ہوتا ہے۔
- **گرینائٹ:** گلگت، دیر، چترال، صوابی، کوہستان، نگرپارکر، چاغی، مانسہرہ، مالاکنڈ اور سوات میں پایا جاتا ہے۔ یہ باورچی خانے کے کاؤنٹرز، فرش کی ٹائلز، فٹ پاتھ، سیڑھیاں اور یادگاروں کی تیاری میں استعمال ہوتا ہے۔

توانائی کی معدنیات (Energy Minerals)

ایسی معدنیات جو توانائی کے ذرائع کے طور پر استعمال ہوتی ہیں، توانائی کی معدنیات کہلاتی ہیں۔

کوئلہ (Coal)

پاکستان میں کوئلے کے وافر ذخائر موجود ہیں جو خصوصاً تھر پارکر اور لاکھڑا (سندھ)، سالٹ رینج (پنجاب) اور بلوچستان کے کوئٹہ کوئلہ فیلڈز میں پایا جاتا ہے۔ کوئلہ توانائی پیدا کرنے، سیمنٹ سازی اور اسٹیل سازی کے لیے ایک اہم معدنی وسیلہ ہے۔

فوائد اور نقصانات

فوائد:

- کوئلہ وافر مقدار میں دستیاب ہے اور بجلی کی بڑی مقدار پیدا کرنے کی صلاحیت رکھتا ہے۔
- کوئلہ پر مبنی توانائی کے منصوبے کان کنی اور بجلی پیدا کرنے کے شعبوں میں اقتصادی ترقی اور روزگار کے مواقع پیدا کرتے ہیں۔

نقصانات:

- کوئلے کی کان کنی اور اس کو جلانے سے ماحولیاتی آلودگی پیدا ہوتی ہے جیسے کہ گرین ہاؤس اور زہریلی گیسیوں کا اخراج اور آبی آلودگی وغیرہ۔
- زمین کی خرابی اور مقامی آبادی کی بے دخلی جیسے سماجی اور ماحولیاتی مسائل بھی پیدا ہوتے ہیں۔

کیا آپ جانتے ہیں؟

پاکستان کا تھر کول فیلڈ دنیا کے سب سے بڑے کوئلے کے ذخائر میں سے ایک ہے، جس میں ایک تخمینے کے مطابق ۱۷۵ ارب ٹن لگنائٹ کوئلہ موجود ہے۔ یہ ذخیرہ اتنا وسیع ہے کہ اس میں پاکستان کے لیے کئی سو سال تک بجلی پیدا کرنے کی صلاحیت ہے، جس سے درآمد شدہ توانائی پر ملک کا انحصار نمایاں طور پر کم ہوگا اور اس کے توانائی کے منظرنامے میں اہم تبدیلی آئے گی۔

قدرتی گیس (Natural Gas)

قدرتی گیس پاکستان میں توانائی کا ایک اہم ذریعہ ہے۔ سوئی (بلوچستان) میں واقع گیس فیلڈ ملک کی سب سے بڑی گیس فیلڈ ہے، جس میں ۸۹ فعال کنویں ہیں اور یہ ملک کی مجموعی پیداوار کا تقریباً ۶٪ فراہم کرتی ہے۔ مزید ذخائر سندھ کے خیرپور، مزرانی، ساری، کندھ لوٹ اور سارنگ کے علاقوں میں اور پنجاب کے ڈھوڈک، پیر کوہ، ڈھلیاں اور میل کے علاقوں میں دریافت ہوئے ہیں۔

قدرتی گیس بجلی کی پیداوار، حرارتی نظام، کھانا پکانے اور مخصوص گاڑیوں کے ایندھن کے طور پر استعمال ہوتی ہے۔ یہ پولیمرز کی تیاری اور دیگر کیمیائی

مصنوعات جیسے کھاد اور رنگ کی صنعت میں بھی بنیادی کردار ادا کرتی ہے۔

فوائد اور نقصانات

فوائد:

- قدرتی گیس کوئلے اور تیل کے مقابلے میں نسبتاً صاف ستھرا ایندھن ہے، جسے جلانے پر کاربن ڈائی آکسائیڈ اور دیگر آلودہ گیسیں کم خارج ہوتی ہیں۔
- پائپ لائنز اور پروسیسنگ سہولیات پر مشتمل انفراسٹرکچر توانائی کی فراہمی کو یقینی بناتا ہے اور توانائی کی سیکیورٹی کو بڑھاتا ہے۔

نقصانات:

- گیس نکالنے اور منتقل کرنے کے دوران میتھین گیس کے اخراج کا خطرہ ہوتا ہے، جو ایک خطرناک گرین ہاؤس گیس ہے۔
- قدرتی گیس کے ذخائر محدود ہیں اس لیے یہ طویل المدتی پائیداری کا مسئلہ بن سکتا ہے اور متبادل توانائی کے ذرائع تلاش کرنا ناگزیر ہے۔

تیل (Oil)

پاکستان میں تیل پوٹھوہار کے علاقوں میں دریافت ہوا ہے جن میں اٹک، چکوال اور جہلم شامل ہیں۔ پنجاب میں کھوڑ، ڈھلیاں اور کوٹمیال کے علاقوں میں بھی تیل کے ذخائر دریافت ہوئے ہیں۔

سندھ میں بدین اور حیدر آباد کے علاقے اور خیبر پختونخوا میں کوہاٹ، کرک اور ہنگو کے اضلاع میں بھی تیل کے ذخائر دریافت ہو چکے ہیں۔ اس علاقے میں نشپہ اور مکوری کے تیل کے ذخائر خاص طور پر اہم ہیں۔

تیل کا استعمال توانائی کی پیداوار، بجلی گھر چلانے اور ٹرانسپورٹ کے لیے پٹرول، ڈیزل اور ہوائی جہاز کے ایندھن کی شکل میں کیا جاتا ہے۔ اس کے علاوہ، تیل سے حاصل شدہ مصنوعات پیٹروکیمیکل صنعت میں پلاسٹک، کھاد اور ادویات جیسی اشیاء کی تیاری کے لیے استعمال ہوتی ہیں۔

فوائد اور نقصانات

فوائد:

- تیل میں توانائی کی کثافت زیادہ ہوتی ہے یعنی دیگر ذرائع کے مقابلے میں تھوڑی مقدار میں زیادہ توانائی فراہم کرتا ہے جو اسے توانائی کا ایک مؤثر ذریعہ بناتا ہے۔
- مقامی سطح پر تیل کی پیداوار درآمدی بوجھ کم کرتی ہے اور توانائی میں خود کفالت کی راہ ہموار کرتی ہے۔
- تیل صرف توانائی کا ذریعہ ہی نہیں بلکہ پلاسٹک، کھاد، دوائی اور دیگر اہم مصنوعات کی تیاری کا خام مال بھی ہے۔

• نقل و حمل میں آسانی اور دستیابی کی وجہ سے یہ عالمی معیشت اور روز مرہ زندگی میں کلیدی کردار ادا کرتا ہے۔

نقصانات:

فوائد کے ساتھ ساتھ تیل کے نقصانات بھی ہیں۔ ان میں تیل کے اخراج کے ماحولیاتی اثرات، فضائی آلودگی اور گرین ہاؤس گیسوں کا اخراج موسمیاتی تبدیلی کے اہم اسباب میں شامل ہیں۔ اس کے ساتھ ساتھ عالمی سطح پر تیل کی قیمتوں کا اتار چڑھاؤ معاشی استحکام کو بھی متاثر کر سکتا ہے۔

قیمتی پتھر

خیبر پختونخواہ کی وادی سوات اپنے غیر معمولی زمرد کے لیے مشہور ہے۔
گلگت بلتستان کی وادی ہنزہ میں واقع کانوں سے یاقوت نکالا جاتا ہے۔
پکھراج اور ایکوامیرین جواہرات گلگت بلتستان کی وادی شگر اور سکردو کے علاقوں میں پائے جاتے ہیں۔

پاکستان میں معدنی وسائل کی وسیع اقسام متعدد صنعتوں جیسے تعمیرات، مینوفیکچرنگ اور صنعتوں میں نمایاں حصہ ڈال کر ملکی معیشت میں اہم کردار ادا کرتی ہیں۔ ذرائع توانائی کی منظم انداز میں کان کنی اور موثر انتظام ملک کی پائیدار اقتصادی ترقی کے لیے اہم کردار ادا کر سکتا ہے۔

پاکستان کی کان کنی کی صنعت کا معاشی ترقی کے لیے ممکنہ کردار

پاکستان کا معدنی شعبہ ملک کی معاشی ترقی میں اہم کردار ادا کرنے کی صلاحیت رکھتا ہے۔ اگر ملک کے متنوع قدرتی وسائل کو موثر اور پائیدار طریقے سے استعمال کیا جائے تو صنعتی ترقی کو نمایاں فروغ حاصل ہو سکتا ہے، روزگار کے نئے مواقع پیدا ہو سکتے ہیں اور قومی معیشت کو مضبوط بنایا جا سکتا ہے۔ مائننگ انڈسٹری تانبے، سونے اور کرومائٹ جیسے قیمتی معدنیات کی برآمدات کے ذریعے کثیر زرمبادلہ پیدا کرنے کی صلاحیت رکھتی ہے۔ پاکستان ان وسائل کو بروئے کار لا کر اپنی غیر ملکی زرمبادلہ کی آمدنی میں اضافہ کر سکتا ہے۔

معدنیات کی کھدائی سے نہ صرف براہ راست بلکہ بالواسطہ طور پر بھی خصوصاً دیہی اور معاشی طور پر پسماندہ علاقوں میں روزگار کے وسیع مواقع پیدا ہو سکتے ہیں۔ اس سے غربت میں کمی اور معیار زندگی کو بہتر بنانے میں مدد مل سکتی ہے۔ مزید برآں، لوہے کے خام مال، چونے کے پتھر اور جپسم جیسے اہم وسائل کی موجودگی تعمیرات، سٹیل کی پیداوار اور سیمنٹ بنانے جیسے اہم شعبوں کی ترقی کو ممکن بنا سکتی ہے۔ اس شعبے کی توسیع سے وابستہ صنعتوں کو بھی فروغ ملے گا اور معیشت کی مجموعی ترقی میں اہم کردار ادا کرے گی۔ کان کنی کے جدید طریقہ ہائے کار اور ٹیکنالوجی کو اپنانے سے کان کنی کی صنعت کی پیداواری صلاحیت اور کارکردگی میں نمایاں اضافہ ہو سکتا ہے، جس کے نتیجے میں وسائل کا بہتر انتظام اور پیداوار میں اضافہ ممکن ہو گا۔

اہم معدنیات

- بلوچستان کے ریکوڈِک اور سینڈک کے علاقوں میں تانبے اور سونے کے وسیع ذخائر موجود ہیں، جو پاکستان کو عالمی سطح پر تانبے اور سونے کی صنعت میں ایک اہم کردار دلا سکتے ہیں۔ ان علاقوں سے پیداوار کا آغاز ۲۰۲۸ میں متوقع ہے۔
- تھر کے کوئلے کے ذخائر دنیا کے سب سے بڑے ذخائر میں شمار ہوتے ہیں۔ ان ذخائر کو استعمال میں لا کر ملک کی توانائی کی ضروریات کو پورا کیا جاسکتا ہے اور درآمدی توانائی پر انحصار کم کیا جاسکتا ہے۔
- خیبر پختونخوا اور بلوچستان میں اعلیٰ معیار کے سنگِ مرمر اور گرینائٹ کے ذخائر برآمدات کو بڑھا کر تعمیراتی شعبے میں اہم کردار ادا کر سکتے ہیں۔
- اس طرح پاکستان کی کان کنی کی صنعت کو جدید خطوط پر استوار کر کے ملکی معاشی ترقی کو نئی بلندیوں تک پہنچایا جاسکتا ہے۔

کان کنی کے ماحولیاتی اثرات

پاکستان کی کان کنی کی صنعت کے اہم ماحولیاتی اثرات ہیں جنھیں پائیدار طریقوں پر عمل پیرا ہو کر اور سخت ریگولیٹری قوانین کے نفاذ کے ذریعے مؤثر طریقے سے کم کیا جاسکتا ہے۔ کچھ اہم اثرات درج ذیل ہیں:

- کان کنی کی سرگرمیوں کے باعث جنگلات کی کٹائی، مٹی کا کٹاؤ اور زمین کی ہیئت میں تبدیلی۔
- کان کنی کے فضلے اور نامناسب طریقے سے کچرا ٹھکانے لگانے سے آبی آلودگی۔
- کان کنی سے اٹھنے والی دھول اور گیسوں کے اخراج سے ہوا کے معیار پر اثرات۔
- کان کنی کی سرگرمیوں کے باعث جانوروں کے مسکنوں اور ماحولیاتی نظام کی تباہی۔

کان کنی کی وجہ سے جنگلات کی کٹائی

برائے اساتذہ: طلبہ کی حوصلہ افزائی کریں کہ وہ پاکستان کی معدنیات کی صلاحیت کے بارے میں مزید معلومات حاصل کریں اور ان وجوہات کو تلاش کریں جن کی وجہ سے اس صلاحیت کو بھرپور انداز میں استعمال نہیں کیا جاسکا۔

حفاظتی اقدامات

حفاظتی اقدامات پر عمل درآمد کر کے ماحولیاتی اثرات کو کم کیا جاسکتا ہے۔ ایک مؤثر طریقہ ریگولیٹری نفاذ ہے، جس میں ماحولیاتی معیارات پر عملدرآمد کو یقینی بنانے کے لیے قوانین اور ضوابط کا نفاذ شامل ہے۔ یہ ماحول پر منفی اثرات کو روکنے اور کم کرنے میں مدد کرتا ہے۔ قوانین کے مطابق ذمہ داری کان کنی کو یقینی بنانے کے لیے سخت ماحولیاتی قانون سازی اور معیارات کا نفاذ اور ان پر عمل درآمد ضروری ہے۔

ضوابط کی پابندی کی نگرانی اور بہتری کے مواقع کی نشاندہی کرنے کے لیے معمول کے ماحولیاتی آڈٹ اور اثرات کے جائزے بھی ماحول سے متعلق مسائل کو حل کرنے میں مددگار ثابت ہوسکتے ہیں۔

جدید کان کنی کی ایسی ٹیکنالوجی اور طریقوں کو استعمال کرنے کی ضرورت ہے جو منفی ماحولیاتی اثرات کو کم کریں اور فضلہ کی پیداوار میں کمی اور پانی کے وسائل کا تحفظ یقینی بنائیں۔

کان کنی کے مقامات کو ان کی اصل حالت میں بحال کرنے یا متبادل کاموں کے لیے دوبارہ تیار کرنے کے لیے اراضی کی بحالی کے اقدامات سے متعلق قوانین کا نفاذ بھی بہتر نتائج لاسکتا ہے۔

دھول کے ذرات کے اخراج کو کم کرنے کے لیے دھول کم کرنے کے طریقوں کا استعمال، جیسے پانی کے اسپرے کا استعمال اور نباتاتی رکاوٹیں لگانا آلودگی کو کم کرنے میں مددگار ثابت ہوسکتا ہے۔

حیاتیاتی تنوع کے تحفظ کے لیے کان کنی کی جگہوں کے اردگرد محفوظ علاقے اور بفر زون قائم کرنا ضروری ہے۔ مزید برآں، مؤثر فضلہ ٹھکانے لگانے اور انتظام کی تکنیکوں کو اپنانے سے مٹی اور پانی کی آلودگی سے بچا جاسکتا ہے۔

پاکستان کے توانائی کے وسائل

پاکستان، اپنی متنوع زمینی ساخت اور موسمی نمونوں کی خصوصیت کے ساتھ توانائی کے وسیع ذخائر کا حامل ہے۔ ان وسائل کو سمجھنا ملک کی توانائی کی صلاحیت اور مشکلات کو پہچاننے کے لیے بہت ضروری ہے۔ ہم پہلے ہی غیر قابل تجدید توانائی کے وسائل جیسے کوئلہ، تیل اور گیس پر بات کر چکے ہیں۔ غیر قابل تجدید توانائی کے وسائل کی ایک اور مثال جوہری توانائی ہے۔

جوہری توانائی

جوہری توانائی جوہری ایکٹرز میں جوہری انشقاق کے ذریعے پیدا ہوتی ہے بجلی پیدا کرنے کا ایک اہم طریقہ ہے۔ اگرچہ اس کے ذریعے گرین ہاؤس گیسوں کا اخراج کیے بغیر توانائی کی ایک اہم مقدار فراہم ہوتی ہے لیکن جوہری توانائی کو غیر قابل تجدید توانائی کا ذریعہ قرار دیا جاتا ہے۔ اس کی وجہ یہ ہے کہ اس کا انحصار یورینیم پر ہوتا ہے جو ایک محدود مواد ہے۔ غیر قابل تجدید توانائی جیسے سورج کی روشنی یا ہوا کے برعکس اگر یورینیم ایک بار ختم ہو جائے تو اسے دوبارہ استعمال نہیں کیا جاسکتا۔

پاکستان میں جوہری توانائی ملک کے توانائی کے وسائل کا ایک لازمی حصہ ہے۔ پاکستان کا پہلا جوہری پاور پلانٹ، کراچی نیوکلیئر پاور پلانٹ (KANUPP)، ۱۹۷۱ء میں کراچی کے قریب قائم کیا گیا تھا۔ تب سے پاکستان نے اہم مقامات پر واقع اضافی پلانٹس کے ساتھ اپنی جوہری توانائی کی صلاحیت کو بڑھایا ہے، جن میں کراچی نیوکلیئر پاور کمپلیکس اور پنجاب میں چشمہ نیوکلیئر پاور کمپلیکس شامل ہیں۔ ان دونوں پلانٹس میں متعدد ری ایکٹرز شامل ہیں جو قومی گرڈ کو بجلی کی ایک اہم مقدار فراہم کرتے ہیں۔ ان پاور پلانٹس کو پاکستان اٹامک انرجی کمیشن (PAEC) چلاتا ہے جو ملک کی بڑھتی ہوئی بجلی کی طلب کو پورا کرنے میں اہم کردار ادا کرتے ہیں۔

فوائد

جوہری توانائی کم مقدار میں ایندھن سے بڑی مقدار میں بجلی پیدا کرتی ہے جو اسے دیگر ایندھن کے مقابلے میں انتہائی موثر بناتی ہے۔ مزید برآں، کوئلے یا قدرتی گیس کے برعکس، جوہری پلانٹس کام کے دوران کاربن ڈائی آکسائیڈ کا اخراج نہیں کرتے جو ملک کے کاربن فٹ پرنٹ کو کم کرنے میں مدد کرتا ہے۔ بجلی کی پیداوار کے دیگر ذرائع کے برعکس جو موسمی حالات پر منحصر ہوتے ہیں، جوہری پاور پلانٹس طویل عرصے تک مسلسل کام کر سکتے ہیں جو بجلی کا ایک مستحکم اور قابل اعتماد ذریعہ فراہم کرتے ہیں۔

نقصانات

جوہری توانائی کا انحصار یورینیم پر ہے جو ایک محدود اور ناقابل تجدید وسیلہ ہے۔ یورینیم نکالنے اور اسے پروسیس کرنے کے بھی ماحولیاتی اثرات ہیں۔ اس کے علاوہ، جوہری ری ایکٹرز تابکار فضلہ پیدا کرتے ہیں جو ہزاروں سال تک خطرناک رہتا ہے۔ اس فضلے کو محفوظ طریقے سے ٹھکانے لگانا اور اس کا انتظام ایک اہم چیلنج ہے۔ جوہری پلانٹس کی تعمیر اور دیکھ بھال ایک مہنگا اور وقت طلب کام ہے۔ ابتدائی تعمیر اور مستقبل میں ختم کرنے کے اخراجات کافی زیادہ ہیں۔ ایک اور اہم نقصان حادثات کا خطرہ ہے جو صحت اور ماحول کے لیے تباہ کن اثرات مرتب کر سکتے ہیں۔

قابل تجدید توانائی کے وسائل

پاکستان قابل تجدید توانائی کے وسیع ذخائر کا حامل ہے، جو ملک کی بڑھتی ہوئی توانائی کی ضروریات کو ماحولیاتی طور پر پائیدار طریقے سے پورا کرنے کے لیے اہم مواقع فراہم کرتے ہیں۔ قابل تجدید توانائی کے وسائل صاف اور پائیدار توانائی فراہم کرتے ہیں، درآمدی ایندھن پر ملک کے انحصار کو کم کرتے ہیں، توانائی کی سلامتی کو بہتر بناتے ہیں اور گرین ہاؤس گیسوں کے اخراج کو کم کر کے ماحولیاتی تحفظ میں مدد کرتے ہیں۔ ان قابل تجدید وسائل میں آبی برقی توانائی، ہوائی توانائی، شمسی توانائی اور بائیو فیول شامل ہیں۔

آبی برقی توانائی (Hydroelectric Energy)

آبی برقی توانائی پاکستان میں قابل تجدید توانائی کا اہم ذریعہ ہے جس میں بجلی پیدا کرنے کے لیے دریاؤں کے پانی کی توانائی کو استعمال کیا جاتا ہے۔ تربیلا، منگلا اور غازی بروتھا جیسے اہم ڈیم قومی پاور سسٹم میں نمایاں حصہ ڈالتے ہیں۔

فوائد

آبی برقی توانائی کے فوائد میں اس کا قابل تجدید اور پائیدار ہونا شامل ہے۔ ایک بار قائم ہونے کے بعد اس توانائی کی آپریشنل لاگت کم ہوتی ہے اور یہ بجلی کا ایک قابل اعتماد اور مستحکم ذریعہ فراہم کرتی ہے۔ ماحولیاتی لحاظ سے یہ طریقہ گرین ہاؤس گیسوں کے اخراج کو کم کرنے میں مددگار ثابت ہوتا ہے۔

نقصانات

آبی برقی توانائی کے نقصانات میں اس کی ابتدائی تعمیراتی لاگت کا زیادہ ہونا شامل ہے۔ اتنے بڑے منصوبوں کی وجہ سے ایک قابل ذکر تعداد میں لوگ بے گھر ہو جاتے ہیں اور ان کی دوبارہ آباد کاری کے لیے بھاری فنڈز کی ضرورت ہوتی ہے۔ اس کے علاوہ جہاں ڈیم اور بیراج گرین ہاؤس گیسوں کے اخراج کو کم کرنے میں مددگار ثابت ہوتے ہیں، ان کا آبی ماحولیاتی نظام پر منفی اثر پڑتا ہے۔ آبی برقی توانائی پر زیادہ انحصار کا ایک اور نقصان پانی کے بہاؤ میں موسمی تغیر ہے جو توانائی کی پیداوار کو متاثر کر سکتا ہے۔

تربیلا ڈیم

ہوائی توانائی (Wind Energy)

پاکستان میں ہوائی توانائی کی کافی صلاحیت موجود ہے خاص طور پر سندھ اور بلوچستان کے ساحلی علاقوں میں اس کے امکانات زیادہ ہیں۔ پاکستان میں زیادہ تر ونڈ پاور پلانٹس جھمپیر سندھ میں ہیں۔ اس کے علاوہ گھارو- کیٹی بندر، ونڈ کوریڈور سب سے زیادہ امید افزا مقامات میں سے ایک ہے جہاں توانائی کی پیداوار کے لیے مسلسل ہوا کی سازگار رفتار موجود ہے۔ یہ خطہ اکیلے ہزاروں میگاواٹ بجلی پیدا کرنے کی صلاحیت رکھتا ہے جو اسے پاکستان کی قابل تجدید توانائی کی حکمت عملی میں اہم مقام دیتا ہے۔

فوائد

پاکستان میں ہوائی توانائی کئی اہم فوائد کی حامل ہے۔ ایک قابل تجدید اور پائیدار توانائی کا ذریعہ ہونے کے ناطے یہ بجلی کی نہ ختم ہونے والی فراہمی کو یقینی بناتی ہے۔ ایک بار ونڈ ٹربائن نصب ہو جانے کے بعد ان کی آپریشنل اور دیکھ بھال کی لاگت کم ہوتی ہے جو انہیں طویل مدت میں اقتصادی طور پر قابل عمل بناتی ہے۔ ہوائی توانائی کی پیداوار سے کوئی گرین ہاؤس گیس یا آلودگی نہیں پھیلتی جو ماحولیاتی تحفظ اور موسمیاتی تبدیلی سے نمٹنے میں معاون ہے۔ مزید بر آں، ہوائی توانائی کی ترقی درآمدی ایندھن پر پاکستان کے انحصار کو کم کرتی ہے اور عالمی توانائی کی قیمتوں میں اتار چڑھاؤ کے خطرے کو کم کرتی ہے۔ ونڈ فارمز کا قیام مقامی ملازمتیں بھی پیدا کر سکتا ہے اور دیہی اور دور دراز علاقوں میں اقتصادی ترقی کو متحرک کر سکتا ہے۔

جھمپیر میں ہوائی توانائی کا پراجیکٹ

نقصانات

ہوائی توانائی میں کچھ نقصانات بھی ہیں۔ اس کی متواتر اور متغیر نوعیت کا مطلب ہے کہ توانائی کی پیداوار روزانہ اور موسمی طور پر اتار چڑھاؤ کا شکار ہو سکتی ہے، جس سے بجلی کی مسلسل فراہمی کو یقینی بنانے میں مشکلات پیش آسکتی ہیں۔ ونڈ ٹربائنز کی ابتدائی تنصیب اور انفراسٹرکچر کی لاگت زیادہ ہے جس کے لیے کافی سرمایہ کاری کی ضرورت ہے۔ ونڈ فارمز کو بڑے زمینی رقبے کی ضرورت ہوتی ہے، جس کی وجہ سے گنجان آباد یا زرعی طور پر اہم علاقوں میں زمین کے استعمال کے تنازعات پیدا ہو سکتے ہیں۔ اس کے علاوہ، ونڈ ٹربائن بصری طور پر ناخوشگوار ہو سکتی ہیں اور شور کا باعث بن سکتی ہیں جو قریبی رہائشیوں کے لیے تشویش کا باعث بن سکتا ہے۔ جنگلی حیات، خاص طور پر پرندوں اور چمگادڑوں کے لیے بھی ممکنہ خطرات موجود ہیں جنہیں ٹربائن کے آپریشن کی وجہ سے اپنے مسکن میں خلل اور زندگی کے خطرات کا سامنا کرنا پڑ سکتا ہے۔

شمسی توانائی (Solar Energy)

پاکستان شمسی توانائی کی نمایاں صلاحیت سے مالا مال ہے۔ سالانہ اوسطاً ۳۰۰ سے زیادہ دھوپ والے دنوں کے ساتھ زیادہ تر علاقے شمسی بجلی پیدا کرنے کے لیے بہترین ہیں۔ ان مقامات پر بڑے پیمانے پر سولر فارمز بنائے جا رہے ہیں۔ اس کے ساتھ ساتھ دیہی اور آف گرڈ لوگوں کے لیے چھوٹے غیر مرکزی سولر

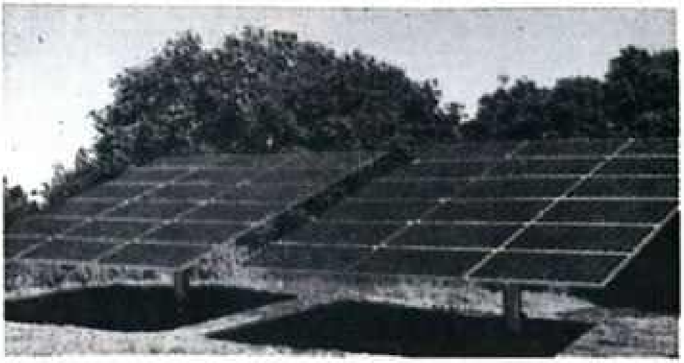

منصوبے بھی جاری ہیں۔ حکومت مختلف اقدامات اور مراعات کے ذریعے شمسی توانائی کی حوصلہ افزائی کر رہی ہے اور قومی توانائی کے لیے دوآمدی ایندھن پر انحصار کم کرنے کی اس کی صلاحیت کو تسلیم کر رہی ہے۔

شمسی توانائی کے منصوبوں کی مثالوں میں بہاولپور میں قائد اعظم سولر پارک شامل ہے جس کی نصب شدہ صلاحیت ۱۰۰ میگاواٹ ہے، سرگودھا میں بھلوال سولر پاور پلانٹ جس کی نصب شدہ صلاحیت ۹۰ میگاواٹ ہے اور سندھ میں منیاری سولر پاور پلانٹ جس کی نصب شدہ صلاحیت ۶۰ میگاواٹ ہے۔

کیا آپ جانتے ہیں؟

پاکستان میں شمسی توانائی کی بے پناہ صلاحیت موجود ہے، جو سالانہ ۲.۹ ملین میگاواٹ سے زیادہ بجلی پیدا کرنے کی صلاحیت رکھتا ہے۔ ملک میں سالانہ تقریباً ۳۰۰ دن دھوپ رہتی ہے، جس کی اوسطاً شرح ۵.۵ کلوواٹ فی گھنٹہ فی مربع میٹر یومیہ ہے، جو اسے دنیا کے شمسی توانائی سے مالا مال ترین خطوں میں سے ایک بناتا ہے۔ حکومت پاکستان نے اپنے سرکاری عمارتوں کو شمسی توانائی پر منتقل کرنے اور گھریلو صارفین کو سبسڈی والی شرحوں پر شمسی توانائی کی فراہمی کے لیے اہم اقدامات کیے ہیں۔

فوائد

شمسی توانائی یا سولر انرجی کے بے شمار فوائد ہیں۔ شمسی توانائی قابل تجدید توانائی کا ایک صاف ذریعہ ہے جس کا مطلب ہے کہ یہ گرین ہاؤس گیسوں یا آلودگی پیدا کیے بغیر بجلی بناتی ہے۔ اس طرح یہ موسمیاتی تبدیلی سے نمٹنے اور ہوا کے معیار کو بہتر بنانے میں بھی مددگار ثابت ہوتی ہے۔ پاکستان میں سورج کی روشنی کی وافر مقدار شمسی توانائی کو بجلی کا ایک قابل اعتماد اور مسلسل ذریعہ بناتی ہے، خاص طور پر ان علاقوں میں جہاں روایتی توانائی کے انفراسٹرکچر تک رسائی محدود ہے۔ شمسی تنصیبات، بڑے شمسی فارمز سے لے کر چھوٹے رہائشی نظاموں تک تیزی سے نصب کی جاسکتی ہیں جو توانائی کی مختلف ضروریات کے مطابق ڈھالنے والے حل فراہم کرتی ہیں۔ مزید برآں، شمسی توانائی کی تنصیبات تنصیب، دیکھ بھال اور تیاری میں مقامی روزگار کے مواقع پیدا کرتی ہیں، جس سے اقتصادی ترقی اور خوشحالی ہوتی ہے۔

نقصانات

شمسی توانائی کے کچھ نقصانات بھی ہیں۔ سولر پینلز کی تنصیب اور متعلقہ انفراسٹرکچر کے ابتدائی اخراجات نسبتاً زیادہ ہیں، جو وسیع پیمانے پر اسے اپنانے میں رکاوٹ بن سکتے ہیں۔ اگرچہ آپریشنل اخراجات کم ہیں، لیکن شمسی توانائی کی متواتر نوعیت، سورج کی روشنی میں روزانہ اور موسمی تغیرات کی وجہ سے، بجلی کی مسلسل فراہمی کو برقرار رکھنے کے لیے موثر اسٹوریج حل یا بیک اپ سسٹمز کی ضرورت ہوتی ہے۔ بڑے پیمانے پر شمسی فارمز کو زمین کے وسیع رقبے کی ضرورت ہوتی ہے، جس کی وجہ سے زمین کے استعمال کے تنازعات پیدا ہوسکتے ہیں۔ مزید برآں، شمسی پینلز کی کارکردگی دھول اور آلودگی سے متاثر ہوسکتی ہے

جس کے لیے مسلسل صفائی اور دیکھ بھال کی ضرورت ہوتی ہے۔ ان مسائل کے باوجود مسلسل تکنیکی پیش رفت اور معاون قانون سازی ان نقصانات کو کم کرنے اور پاکستان کے پائیدار توانائی کے مستقبل میں شمسی توانائی کے کردار کو بڑھانے میں مددگار ثابت ہو سکتی ہے۔

بائیوفیول

بائیوفیول کے وسائل زیادہ تر زرعی فضلے، جانوروں کے گوبر اور دیگر نامیاتی عناصر سے حاصل کیے جاتے ہیں۔ ملک کی وسیع و عریض زرعی صنعت بایوماس کی بڑی مقدار پیدا کرتی ہے۔ اس میں گندم، چاول، گنے اور مکئی کی فصلوں کا فضلہ شامل ہے جسے بائیوفیول میں تبدیل کیا جا سکتا ہے۔ بائیوفیول کے منصوبوں کو حکومتی پروگراموں اور نجی شعبے کی سرمایہ کاری حاصل ہے جس کا مقصد قابل تجدید توانائی کے ذرائع کو فروغ دینا اور درآمدی ایندھن پر انحصار کم کرنا ہے۔

پاکستان نے بائیوگیس کے کئی قابل ذکر منصوبے نافذ کیے ہیں جن میں پنجاب بائیوگیس پائلٹ پروجیکٹ، یونیورسٹی آف ایگریکلچر، فیصل آباد (UAF) بائیوگیس انیشیٹو، رورل سپورٹ پروگرامز نیٹ ورک (RSPN)، پاکستان ڈومیسٹک بائیوگیس پروگرام (PDBP) اور پاکستان ڈیری ڈیولپمنٹ کمپنی (PDDC) شامل ہیں۔ یہ منصوبے مجموعی طور پر پاکستان میں پائیدار توانائی کے طریقوں کو فروغ دینے اور دیہی معاش کو بہتر بنانے کے لیے بائیوگیس ٹیکنالوجی کی صلاحیت کا مظہر ہیں۔

فوائد

پاکستان میں بائیوفیول کے فوائد قابل ذکر ہیں۔ قابل تجدید توانائی کا ایک اہم ذریعہ ہونے کی وجہ سے، بائیوفیول گرین ہاؤس گیسوں کے اخراج اور موسمیاتی تبدیلی کو کم کرنے میں مدد کرتا ہے کیونکہ یہ کاربن ڈائی آکسائیڈ کو ری سائیکل کرتا ہے جسے پودے اپنی نشوونما کے دوران جذب کرتے ہیں۔ بائیوفیول کی پیداوار کے لیے زرعی فضلہ کا استعمال فضلہ کو منظم کرنے، ماحولیاتی آلودگی کو کم کرنے اور زرعی شعبے میں پائیداری کو بڑھانے کا ایک مؤثر طریقہ فراہم کرتا ہے۔ بائیوفیول بایوماس کو جمع کرنے، پروسیس کرنے اور اس کی تقسیم میں مقامی روزگار کے مواقع پیدا کر کے دیہی ترقی کو بھی فروغ دے سکتا ہے۔ مزید برآں، بائیوفیول ملک میں توانائی کے لیے درآمدی تیل اور گیس پر انحصار کم کر کے توانائی کی سلامتی کو بڑھا سکتا ہے۔

نقصانات

پاکستان میں بائیوفیول کی ترقی کچھ نقصانات کا باعث بھی بن سکتی ہے۔ بائیوفیول کی پیداوار زمین اور وسائل کے لیے خوراک کی پیداوار سے مقابلہ کر سکتی ہے، جس سے ممکنہ طور پر خوراک کی قیمتوں میں اضافہ اور غذائی تحفظ کے خدشات پیدا ہو سکتے ہیں۔ بایوماس فیڈ اسٹاک کے معیار اور توانائی کے مواد میں تغیر بائیوفیول کی پیداوار کی کارکردگی اور مستقل فراہمی کو متاثر کر سکتا ہے۔ اس کے علاوہ بائیوفیول کے انفراسٹرکچر اور ٹیکنالوجی کے لیے ابتدائی سرمایہ کاری کی لاگت زیادہ ہے جو اسے وسیع پیمانے پر اپنانے میں رکاوٹ بن سکتی ہے۔ بڑے پیمانے پر بایوماس کی کاشت کے ماحولیاتی اثرات جیسے کہ جنگلات کی کٹائی اور مٹی کا انحطاط کو بھی منفی ماحولیاتی نتائج سے بچنے کے لیے احتیاط سے منظم کرنے کی ضرورت ہے۔ ان چیلنجوں کے باوجود، مناسب پالیسیوں اور پائیدار طریقوں کے ساتھ بائیوفیول پاکستان کے قابل تجدید توانائی کے منظرنامے میں اہم کردار ادا کر سکتا ہے۔

ٹیلی کمیونیکیشن

ٹیلی کمیونی کیشن سے مراد وسیع فاصلوں پر الیکٹرانک طریقوں سے معلومات کی ترسیل ہے۔ اس میں ٹیلی فون، فیکس مشینیں، ریڈیو، ٹیلی ویژن اور انٹرنیٹ سمیت وسیع پیمانے پر ٹیکنالوجیز شامل ہیں۔ ٹیلی کمیونی کیشن سسٹم وائرڈ یا وائرلیس نیٹ ورکس کا استعمال کرتے ہوئے آواز، ڈیٹا، ٹیکسٹ، تصاویر اور ویڈیو کی ترسیل کرتے ہیں، جو ریئل ٹائم رابطوں اور ڈیٹا شیئرنگ کو ممکن بناتے ہیں۔

ٹیلی کمیونیکیشن کی اہمیت

ٹیلی کمیونی کیشن دورِ حاضر کی اہم ترین ایجادات میں سے ایک ہے جو لوگوں اور کاروباروں کو وسیع فاصلوں تک جوڑنے کی صلاحیت رکھتا ہے۔ ٹیلی کمیونی کیشن نے آج کی دنیا میں ہمارے بات چیت اور میل جول کے طریقوں میں انقلاب برپا کر دیا ہے۔ یہ گفتگو، ویڈیو کانفرنسز اور فوری پیغام رسانی کے ذریعے ریئل ٹائم رابطہ فراہم کرتا ہے جو باہمی تعاون اور معلومات کے تبادلے کو فروغ دیتا ہے۔

ٹیلی کمیونی کیشن اقتصادی ترقی کے لیے بہت اہم ہے، کیونکہ یہ ڈیجیٹل اکانومی کو فروغ دیتا ہے، کاروباروں کو ترقی اور جدت طرازی کو فروغ دیتا ہے۔ یہ فوری مواصلاتی ذرائع فراہم کر کے ہنگامی ردِ عمل اور آفات سے نمٹنے کے انتظام میں اہم کردار ادا کرتا ہے۔ مزید برآں، جدید ذرائع مواصلات جغرافیائی اور سماجی تقسیم کو ختم کرتے ہیں، تعلیم، صحت کی دیکھ بھال، صنعت، تجارت اور سرکاری خدمات تک رسائی کو آسان بناتے ہیں اور اس طرح جامع ترقی اور معاشرتی ترقی میں اہم کردار ادا کرتے ہیں۔

ٹیلی کمیونیکیشن میں ترقی کی وجہ سے دنیا ایک گلوبل ولیج میں تبدیل ہو گئی ہے۔ اس کے لیے عالمی شہریت کے تقاضوں کو سمجھنے کی ضرورت ہے جو باہمی احترام اور افہام و تفہیم پر مبنی ہیں۔

برائے اساتذہ: طلباء کو یاد دلائیں کہ توانائی کے بہترین ذرائع کا انتخاب کرتے وقت تنصیب، آپریشنل اور دیکھ بھال کے اخراجات پر غور کرنا ضروری ہے۔ یہ دستیاب ابتدائی وسائل، مقام جہاں انرجی پلانٹ نصب کیا جاتا ہے اور دیکھ بھال یا آپریشنل لاگت کی دستیابی پر منحصر ہے۔

پاکستان کی ترقی میں ٹیلی کمیونیکیشن کا کردار

ریڈیو، ٹیلی ویژن، فون، فیکس مشینیں، ای میلز اور انٹرنیٹ جیسی مواصلاتی ٹیکنالوجیز متعدد شعبوں میں پاکستان کی ترقی میں اہم کردار ادا کرتی ہیں۔ یہ ٹیکنالوجیز تعلیم اور ای لرننگ کو آسان بناتی، صنعتی کارکردگی میں اضافہ کرتی، خدمات کی فراہمی کو بہتر بناتی اور تجارت اور ای کامرس کے مواقع کو وسعت دیتی ہیں۔ افراد، کاروباروں اور اداروں کو آپس میں ملا کر یہ ملک کی اقتصادی اور معاشرتی ترقی میں نمایاں کردار ادا کرتی ہیں جس سے معلومات کے تبادلے اور ڈیجیٹل دنیا میں کاروبار کرنے کے طریقے میں تبدیلی آتی ہے۔

آیئے ان ذرائع مواصلات پر ایک ایک کر کے بات کرتے ہیں۔

ریڈیو

ریڈیو پاکستان کی تعلیمی اور صنعتی ترقی میں ایک اہم ذریعہ رہا ہے۔ تعلیم کے میدان میں ریڈیو نشریات نے تاریخی طور پر تدریسی معلومات فراہم کی ہیں خاص طور پر دور دراز علاقوں میں جہاں اسکولوں تک رسائی محدود ہے۔ یہ تعلیمی پروگراموں، خبروں اور عوامی خدمت کے اعلانات کے لیے ایک ذریعہ کے طور پر کام کرتا ہے جس سے متعدد مسائل کے متعلق شعور اجاگر کرنے میں مدد ملتی ہے۔ صنعتی شعبے میں ریڈیو مارکیٹ کے رجحانات، موسمی پیشن گوئیوں اور زرعی تجاویز کے بارے میں معلومات کی ترسیل کے لیے استعمال ہوتا ہے جو براہ راست پیداواریت اور کارکردگی میں اضافے کا باعث بنتا ہے۔

ٹیلی ویژن

ریڈیو کی طرح ٹیلی ویژن بھی پاکستان میں تعلیم اور عوامی شعور اجاگر کرنے میں ایک اہم کردار ادا کرتا ہے۔ تعلیمی چینلز اور پروگرام تعلیمی مواد نشر کرتے ہیں جس سے ان طلبہ کے لیے سیکھنا آسان ہو جاتا ہے جنہیں باقاعدہ اسکولوں تک رسائی حاصل نہیں ہے۔ کووڈ ۱۹ کی وبا کے دوران ٹیلی ویژن نے ریکارڈ شدہ لیکچرز اور اینیمیٹڈ ویڈیوز کے ذریعے لاکھوں پاکستانی طلبہ کے لیے تعلیم کی فراہمی جاری رکھی۔

ٹیلی فون

ٹیلی فون کے استعمال میں اضافے نے پاکستان میں مواصلات کے منظرنامے کو بدل دیا ہے۔ تعلیم کے میدان میں فون ایپلی کیشنز اور آن لائن وسائل کے ذریعے ای لرننگ فراہم کرتے ہیں جس سے طلبہ کسی بھی وقت اور کہیں بھی تدریسی مواد تک رسائی حاصل کر سکتے ہیں۔

صنعتی اور سروس سیکٹرز میں، موبائل فون ریئل ٹائم رابطہ فراہم

کرتے ہیں جس سے آپریشنل کارکردگی اور کسٹمر سروس میں بہتری آتی ہے۔ تجارت اور ای کامرس کے میدان میں فون موبائل بینکنگ، آن لائن شاپنگ اور ڈیجیٹل لین دین کے لیے ایک پلیٹ فارم مہیا کرتے ہیں، جس سے مارکیٹ کی رسائی اور اقتصادی صلاحیت میں اضافہ ہوتا ہے۔

فیکس

فیکس اگرچہ آج کل اتنا عام نہیں رہا تاہم فیکس مشینیں بھی اہم دستاویزات کی ترسیل میں اہم کردار ادا کرتی ہیں۔ خاص طور پر ان علاقوں میں جہاں یا تو انٹرنیٹ سروسز دستیاب نہیں یا قابل اعتماد نہیں ہیں۔

انٹرنیٹ اور ای میل

انٹرنیٹ پاکستان میں جدید ترقی کے لیے ریڑھ کی ہڈی کی حیثیت رکھتا ہے جو تعلیم، صنعت، خدمات اور تجارت میں ترقی کو یقینی بناتا ہے۔ تعلیم کے میدان میں انٹرنیٹ ای لرننگ پلیٹ فارمز، آن لائن کورسز اور دیگر تعلیمی وسائل تک رسائی فراہم کرتا ہے جس سے ڈیجیٹل خواندگی اور زندگی بھر سیکھنے کو فروغ ملتا ہے۔

صنعتی شعبے میں انٹرنیٹ آٹومیشن، سپلائی چین مینجمنٹ اور عالمی منڈیوں تک رسائی میں مدد کرتا ہے جس سے کارکردگی اور مسابقتی صلاحیت میں اضافہ ہوتا ہے۔ سروسز سیکٹر میں انٹرنیٹ آن لائن خدمات، کسٹمر سپورٹ اور ڈیجیٹل مارکیٹنگ فراہم کرتا ہے جس سے خدمات کی فراہمی اور صارفین کے اطمینان میں اضافہ ہوتا ہے۔ تجارت اور ای کامرس میں انٹرنیٹ آن لائن شاپنگ، ڈیجیٹل ادائیگیوں اور عالمی تجارت کے لیے ایک پلیٹ فارم مہیا کرتا ہے جس سے مارکیٹ تک رسائی بہتر ہوتی ہے اور اقتصادی ترقی کی حمایت ہوتی ہے۔

نئے افق تلاش کریں

پاکستان میں ۲۰۲۴ تک انٹرنیٹ صارفین کی تعداد ۱۲۴ ملین تک پہنچ چکی ہے جو آبادی کا تقریباً ۵۵ فیصد ہے۔ اس تیزی سے ڈیجیٹل توسیع نے پاکستان کو دنیا کی تیزی سے ترقی کرنے والی انٹرنیٹ مارکیٹوں میں سے ایک بنا دیا ہے۔ انٹرنیٹ کے رجحانات کے بارے میں مختلف ذرائع سے مزید معلومات حاصل کریں۔

ملک کی ترقی میں ٹیلی کمیونی کیشن کے اثرات

ٹیلی کمیونی کیشن ملک کی ترقی پر بڑا اثر ڈالتی ہے۔ یہ اقتصادی ترقی، سماجی بہتری اور سیاسی شمولیت کو فروغ دیتی ہے۔ فوری رابطے اور معلومات کے تبادلے کو آسان بنا کر ٹیلی کمیونیکیشن تعلیم، صحت کی دیکھ بھال، صنعت اور تجارت جیسے متنوع شعبوں میں پیداواریت، کارکردگی اور جدت طرازی کو فروغ دیتی ہے۔ یہ جغرافیائی اور سماجی تقسیم کو ختم کرتی ہے اور اس طرح دیہی اور پسماندہ آبادیوں کو اہم خدمات اور مواقع تک رسائی فراہم کرتی ہے۔ ٹیلی کمیونی کیشن عالمی رابطے کو فروغ دیتی ہے جس سے فرموں کو اپنی منڈیوں کو وسعت دینے اور بین الاقوامی سطح پر مقابلہ کرنے کی اجازت ملتی ہے۔ یہ آفات سے نمٹنے اور ہنگامی انتظام میں بھی اہم کردار ادا کرتی ہے جس سے اہم معلومات کی فوری ترسیل یقینی ہوتی ہے۔

ٹیلی کمیونیکیشن کے ممکنہ منفی اثرات

ٹیلی کمیونیکیشن کے سماجی اور سیاسی پہلوؤں پر مضر اثرات بھی مرتب ہو سکتے ہیں۔ سماجی سطح پر ڈیجیٹل مواصلات کے ہر جگہ استعمال سے مشکلات پیدا ہو سکتی ہیں۔ اس میں ایک دوسرے سے میل جول میں کمی، ذاتی تعلقات کا کمزور ہونا اور سماجی تنہائی میں اضافہ شامل ہیں۔

- ڈیجیٹل چینلز خصوصاً سوشل میڈیا کے ذریعے غلط معلومات اور جعلی خبروں کی ترسیل سماجی تناؤ میں اضافہ کر سکتی ہے اور اداروں پر اعتماد کو کمزور کر سکتی ہے۔ اس کے علاوہ، اسکرین پر زیادہ وقت گزارنا اور ڈیجیٹل آلات پر انحصار ذہنی و جسمانی صحت کو نقصان پہنچا سکتا ہے۔
- سیاسی طور پر، ٹیلی کمیونیکیشن مثبت اور منفی دونوں طریقوں سے رائے عامہ اور سیاسی عمل کو متاثر کر سکتی ہے۔ اگرچہ یہ آزادئ اظہار اور سیاسی سرگرمیوں کے لیے پلیٹ فارم مہیا کرتے ہیں لیکن ان کا استعمال غیر قانونی نگرانی، سنسر شپ اور ہیرا پھیری کے لیے بھی کیا جا سکتا ہے۔ مختلف گروہ اپنے پروپیگنڈا کو فروغ دینے، سائبر حملے شروع کرنے اور رازداری کے حقوق کی خلاف ورزی کرنے کے لیے ٹیلی کمیونیکیشن کا فائدہ اٹھا سکتے ہیں۔

ڈیجیٹل تقسیم بھی ٹیلی کمیونی کیشن کے منفی اثرات میں سے ایک ہے۔ جب بعض گروہوں کو ٹیلی کمیونی کیشن تک رسائی حاصل نہیں ہوتی تو اس سے سیاسی شمولیت میں عدم مساوات پیدا ہو سکتی ہے اور موجودہ سماجی ناانصافیوں میں اضافہ ہو سکتا ہے۔ لہٰذا جہاں ٹیلی کمیونیکیشن مختلف فوائد پیش کرتی ہے، ان ممکنہ منفی اثرات کو مؤثر قوانین، ڈیجیٹل خواندگی کے اقدامات اور ایسی پالیسیوں کے ذریعے حل کرنا بہت ضروری ہے جو ٹیکنالوجی کے منصفانہ رسائی اور اخلاقی استعمال کی حوصلہ افزائی کریں۔

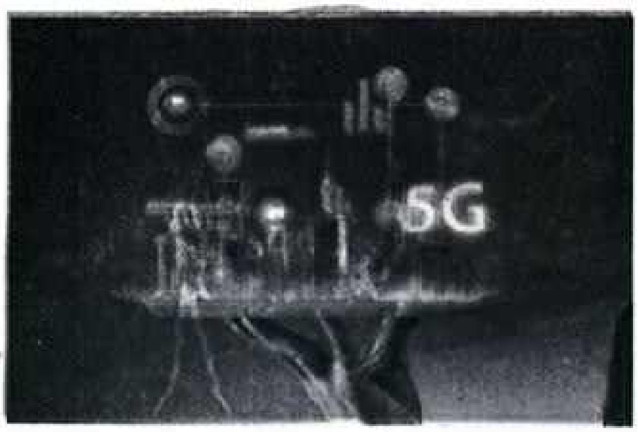

ٹیلی کمیونیکیشن کی فراہمی میں چیلنجز

تمام پاکستانیوں کو مؤثر طریقے سے ٹیلی کمیونیکیشن کی فراہمی میں مختلف مسائل کا سامنا کرنا پڑتا ہے۔ ان میں سے کچھ مسائل پر یہاں تبادلہ خیال کیا گیا ہے۔

- اقتصادی رکاوٹیں
- کم آبادی والے علاقوں میں ٹیلی کمیونیکیشن انفراسٹرکچر کی ترقی کی زیادہ لاگت اس کے پھیلاؤ میں ایک اہم رکاوٹ بن سکتی ہے۔ ان جگہوں پر سرمایہ کاری پر منافع عام طور پر کم ہوتا ہے جو نجی اداروں کو خدمات کو وسعت دینے سے روکتا ہے۔ حکومتی سبسڈی اور مراعات بعض اوقات اہم ہوتی ہیں لیکن محدود مالی وسائل ترقی کی حد اور رفتار کو محدود کر سکتے ہیں۔ یہی وجہ ہے کہ پاکستان کے کچھ معاشی طور پر پسماندہ علاقوں کو رابطے کے مسائل کا سامنا ہے۔

جغرافیائی رکاوٹیں

پاکستان کا متنوع جغرافیہ، بشمول سخت پہاڑ، صحرا اور دور دراز دیہی علاقے، ٹیلی کمیونیکیشن آلات کی تعمیر اور دیکھ بھال کے لیے اہم چیلنجز ہیں۔ خیبر پختونخوا اور گلگت بلتستان کے شمالی پہاڑی علاقے اور بلوچستان کے کچھ حصوں تک رسائی انتہائی مشکل ہے جس کی وجہ سے کیبل بچھانا، ٹاور زلگانا اور مسلسل سروس فراہم کرنا مشکل ہے۔

سیکیورٹی کے خدشات

پاکستان کے بعض علاقے خاص طور پر بلوچستان اور سابقہ وفاق کے زیر انتظام قبائلی علاقے (فاٹا) مسلسل تنازعات اور شورشوں کی وجہ سے سیکورٹی کی مشکلات کا سامنا کرتے رہے ہیں۔ یہ عدم استحکام ٹیلی کمیونی کیشن انفراسٹرکچر کی ترقی کو محدود کر سکتا ہے کیونکہ سروس فراہم کرنے والے ان مقامات پر سرمایہ کاری کرنے سے گریزاں ہو سکتے ہیں جہاں نقصان یا رکاوٹ کا زیادہ خطرہ ہو۔ اسی طرح بین الاقوامی سرحدوں اور لائن آف کنٹرول کے قریبی علاقوں کو بھی رابطے کے مسائل کا سامنا ہے۔ یہاں یہ ذکر کرنا مناسب ہے کہ گلگت بلتستان اور آزاد جموں و کشمیر کے بعض علاقوں میں، اسپیشل کمیونیکیشن آرگنائزیشن (سیکوم) ان علاقوں کو پاکستان اور باقی دنیا سے جوڑنے میں اہم کردار ادا کرتی ہے کیونکہ بہت سی نجی سیلولر کمپنیاں وہاں جانے کی جرات نہیں کرتیں۔

بجلی کی فراہمی کے مسائل

ٹیلی کمیونیکیشن انفراسٹرکچر کے لیے بجلی کی مسلسل فراہمی بہت ضروری ہے۔ تاہم، پاکستان کے بہت سے دیہی اور دور دراز علاقے بجلی کی باقاعدہ بندش یا مکمل طور پر توانائی تک رسائی کی کمی کا شکار ہیں، جس کی وجہ سے ٹیلی کام آلات کو چلانا اور ان کی دیکھ بھال کرنا مشکل ہے۔

ٹیلی کمیونیکیشن شعبے میں حالیہ بہتری

حالیہ برسوں میں پاکستان کی ٹیلی کمیونی کیشن صنعت میں نمایاں ترقی اور تبدیلی دیکھی گئی ہے۔ یہ ترقی تکنیکی اختراعات، ریگولیٹری اصلاحات اور بڑھتی ہوئی سرمایہ کاری کی وجہ سے ممکن ہوئی ہے۔ اس کے اہم نکات درج ذیل ہیں:

سرمایہ کاری میں اضافہ

ٹیلی کمیونیکیشن کے شعبے نے اہم غیر ملکی سرمایہ کاری کو راغب کیا ہے، جس سے انفراسٹرکچر کی بہتری میں مدد ملی ہے۔ بین الاقوامی کاروباری ادارے پاکستان کو اس کی بڑی آبادی اور ڈیٹا سروسز کی بڑھتی ہوئی طلب کی وجہ سے ایک اہم مارکیٹ کے طور پر دیکھتے ہیں۔ مزید برآں، حکومت اور نجی شعبے کے درمیان تعاون نے فائبر آپٹک نیٹ ورکس اور سیٹلائٹ کمیونیکیشن سسٹمز سمیت ضروری انفراسٹرکچر منصوبوں کی تعمیر کی راہ ہموار کی ہے۔

ریگولیٹری اصلاحات اور پالیسیاں

حکومت کی حالیہ ٹیلی کمیونی کیشن پالیسیاں جدت طرازی کو فروغ دینے، مسابقت کو بڑھانے اور خدمات تک سستی رسائی کو یقینی بنانے پر مرکوز ہیں۔ ان پالیسیوں میں آپریٹرز کو اپنے انفراسٹرکچر اور خدمات کو بہتر بنانے کے لیے مراعات شامل ہیں۔

صارفین کی تعداد میں بے مثال اضافہ

پاکستان میں ٹیلی کام صارفین کی تعداد میں گزشتہ پانچ سالوں میں حیرت انگیز طور پر ۲۵ فیصد تک اضافہ ہوا ہے، جو ۱۹۲.۳ ملین تک پہنچ گئی ہے۔ سیلولر موبائل سروسز فی الحال پاکستان کی ۹۰ فیصد آبادی کو دستیاب ہیں، جبکہ 3G اور 4D سگنلز ۸۰ فیصد سے زیادہ تک پھیل چکے ہیں۔

پاکستان کا متنوع جغرافیہ، بشمول سخت پہاڑ، صحرا اور دور دراز دیہی علاقے، ٹیلی کمیونیکیشن آلات کی تعمیر اور دیکھ بھال کے لیے اہم چیلنجز ہیں۔ خیبر پختونخوا اور گلگت بلتستان کے شمالی پہاڑی علاقے اور بلوچستان کے کچھ حصوں تک رسائی انتہائی مشکل ہے جس کی وجہ سے کیبل بچھانا، ٹاور لگانا اور مسلسل سروس فراہم کرنا مشکل ہے۔

- استطاعت

پاکستان میں ٹیلی کام ڈیٹا کی شرحیں سب سے سستی ہیں اور پاکستان کم ترین ڈیٹا نرخ والے ممالک میں شامل ہے۔ یہی وجہ ہے کہ پاکستان کے ہر کونے میں انٹرنیٹ دستیاب ہے۔

4G سروسز کی توسیع

گزشتہ چند سالوں میں، پاکستان نے اپنے 4G نیٹ ورک کوریج کو نمایاں طور پر وسعت دی ہے۔ بڑے ٹیلی کام آپریٹرز نے انفراسٹرکچر میں بھاری سرمایہ کاری کی ہے، جس کی وجہ سے شہری اور دیہی علاقوں میں وسیع تر اور زیادہ قابل اعتماد 4G سروسز دستیاب ہیں۔

ای کامرس اور ڈیجیٹل سروسز میں ترقی

بہتر ٹیلی کمیونی کیشن انفراسٹرکچر نے پاکستان کی ای کامرس انڈسٹری کی تیزی سے ترقی میں مدد کی ہے۔ قابل اعتماد انٹرنیٹ رابطے اور موبائل ادائیگی کے اختیارات کی وجہ سے آن لائن شاپنگ اور ڈیجیٹل لین دین زیادہ آسان ہوگئے ہیں۔ مزید برآں، تعلیم، صحت کی دیکھ بھال اور تفریح کے لیے ڈیجیٹل پلیٹ فارمز کی توسیع کو قابل اعتماد ٹیلی کمیونیکیشن سروسز کی مدد حاصل رہی ہے، جس سے معیار زندگی اور اقتصادی مواقع میں بہتری آئی ہے۔

تعلیم کے حوالے سے ٹیلی کمیونیکیشن شعبے میں بہتری

پاکستان کے ٹیلی کمیونیکیشن شعبے نے حالیہ برسوں میں زبردست پیش رفت کی ہے جس کے باعث تعلیم کے شعبے پر بھی اثر پڑا ہے۔ اس بہتری نے تعلیمی وسائل تک رسائی کو بہتر بنایا ہے، فاصلاتی تعلیم کے مواقع فراہم کیے اور یوں ملک بھر میں ڈیجیٹل خواندگی میں اضافہ کیا ہے۔

تعلیمی اداروں میں انٹرنیٹ رابطے کی توسیع

براڈبینڈ نیٹ ورکس کے پھیلاؤ نے پاکستان بھر کے کئی تعلیمی اداروں کو آپس میں جوڑ دیا ہے۔ یہ رابطہ طلبہ اور اساتذہ کو آن لائن تعلیمی وسائل تک رسائی حاصل کرنے، تحقیق کرنے اور ڈیجیٹل لرننگ پلیٹ فارمز میں حصہ لینے کے قابل بناتا ہے۔

اس کے علاوہ، دیہی اور دور دراز کے تعلیمی اداروں تک انٹرنیٹ رابطوں کو بہتر بنانے کی کوششیں کی گئی ہیں۔ اس کوشش کا مقصد ڈیجیٹل تقسیم کو ختم کرنا اور یہ یقینی بنانا ہے کہ کم رسائی والے مقامات پر طلبہ کو بھی بڑے شہروں کے طلبہ جیسے مواقع میسر ہوں۔

ای لرننگ پلیٹ فارمز کی ترقی

تیز رفتار انٹرنیٹ کی بڑھتی ہوئی دستیابی نے ای لرننگ پلیٹ فارمز کی تخلیق کو فروغ دیا ہے، جو کورسز اور تدریسی مواد کا ایک وسیع انتخاب پیش کرتے ہیں۔

کورسیرا، خان اکیڈمی اور مقامی متبادل پلیٹ فارمز زیادہ قابل رسائی ہو گئے ہیں، جو طلبہ کو اپنی رفتار سے تعلیم حاصل کرنے کے مواقع فراہم کرتے ہیں۔

انٹرنیٹ رابطوں میں بہتری کے ساتھ پاکستان کے بہت سے اداروں نے آن لائن ڈگری پروگرام تیار کیے ہیں، جس سے طلبہ گھر بیٹھے اعلیٰ تعلیم حاصل کر سکتے ہیں۔ یہ پروگرام مقامی اور بین الاقوامی دونوں قسم کے طلبہ کی ضروریات کو پورا کرتے ہیں اور بہترین تعلیم تک رسائی کو ممکن بناتے ہیں۔

ڈیجیٹل کلاس رومز

ٹیلی کمیونی کیشن میں بہتری نے انٹرایکٹو وائٹ بورڈز، پروجیکٹرز اور تیز رفتار انٹرنیٹ سے لیس سمارٹ کلاس رومز کو فروغ دیا ہے۔ یہ کلاس رومز ملٹی میڈیا مواد کی مدد سے تعلیم و تدریس کے عمل کو بہتر بناتے ہیں۔ اس کے علاوہ، ڈیجیٹل ٹولز اور تیز رفتار انٹرنیٹ نے سائنس اور انجینئرنگ کی تعلیم میں ورچوئل لیبارٹریز اور سیمولیشنز کے استعمال کو بھی فروغ دیا ہے۔ یہ ٹولز طلبہ کو حقیقی لیب انفراسٹرکچر کی ضرورت کے بغیر تجربات کرنے اور عملی انداز میں سیکھنے کے مواقع فراہم کرتے ہیں۔

فاصلاتی تعلیم

COVID-19 کی وبا کے دوران، حکومت نے فاصلاتی تعلیم کو آسان بنانے کے لیے تعلیمی ٹی وی چینلز اور ریڈیو پروگرام شروع کیے تھے۔ ان منصوبوں نے اس وقت تعلیم کی فراہمی کے تسلسل کو یقینی بنایا جب روایتی کلاس روم کی تدریس میں خلل پڑا مزید برآں، ویڈیو کانفرنسنگ پلیٹ فارمز فاصلاتی تعلیم کے لیے بہت اہم ہو گئے ہیں۔ بہتر ٹیلی کمیونی کیشن انفراسٹرکچر نے ان ٹولز کو وسیع پیمانے پر اپنانے کو آسان بنایا ہے جس سے لائیو کلاسز، ویبی نار اور ورچوئل دفتری اوقات ممکن ہوئے ہیں۔ موبائل انٹرنیٹ تک بہتر رسائی کی وجہ سے موبائل لرننگ ایپلی کیشنز میں تیزی سے اضافہ دیکھا گیا ہے۔ یہ ایپلی کیشنز مختلف قسم کے تعلیمی مواد پیش کرتی ہیں جن میں انٹرایکٹو اسباق، کوئز اور مشقیں شامل ہیں جو کسی بھی وقت کہیں سے بھی قابل رسائی ہو سکتے ہیں۔

مصنوعی ذہانت (Artificial Intelligence)

مصنوعی ذہانت (AI) ٹیلی کمیونیکیشن کے شعبے میں انقلاب برپا کر رہی ہے اور سروس کے معیار اور صارفین کے تجربات کو بہتر بنا رہی ہے۔ پاکستان اور عالمی سطح پر ٹیلی کام کمپنیاں نیٹ ورک مینجمنٹ کو بہتر بنانے، خدمات کو ترقی دینے اور صارفین کو زیادہ ذاتی نوعیت کے تجربات فراہم کرنے کے لیے AI ٹیکنالوجیز کا استعمال کر رہی ہیں۔ یہ پیشرفت ایک تیز تر، زیادہ قابل اعتماد ٹیلی کمیونیکیشن انفراسٹرکچر کی ضامن ہے جس سے پاکستان میں لاکھوں صارفین کی ڈیجیٹل سروسز بہتر ہو رہی ہیں۔

مصنوعی ذہانت پاکستان کے تعلیمی شعبے میں بھی شاندار کردار ادا کر رہی ہے۔ یہ ذاتی ضروریات پر مبنی تعلیم کو فروغ دے رہی ہے اور تعلیم تک رسائی کو بہتر بنا رہی ہے۔ اس کے ساتھ ساتھ یہ اساتذہ کو خودکار گریڈنگ اور انتظامی کاموں میں مدد بھی فراہم کر رہی ہے۔ مصنوعی ذہانت سے چلنے والے پلیٹ فارمز طلبہ کو حسب ضرورت سیکھنے کے تجربات فراہم کرتے ہیں، جبکہ ورچوئل ٹیوٹرز اور چیٹ بوٹس چوبیس گھنٹے مدد کے لیے حاضر ہوتے ہیں، جس سے طلبہ کو اسکول کے باقاعدہ اوقات کے بعد چیلنجوں پر قابو پانے میں مدد ملتی ہے۔ اس کے علاوہ، AI ٹولز اساتذہ کو طلبہ کی کارکردگی کے ڈیٹا کا تجزیہ کرنے، ان کے تعلیمی مسائل کی نشاندہی کرنے اور تدریسی حکمت عملیوں کو ہم آہنگ کرنے کے قابل بناتے ہیں۔ یہ پیشرفت تعلیم کو زیادہ موثر، قابل رسائی اور انفرادی ضروریات کے مطابق بناتی ہے جس سے بالآخر پورے پاکستان میں تعلیمی معیار بہتر ہو سکتا ہے۔

پاکستان کے ٹیلی کمیونی کیشن سیکٹر نے تعلیمی منظر نامے کو ایک نئی شکل دینے میں اہم کردار ادا کیا ہے۔ پاکستان میں ٹیلی کمیونی کیشن سیکٹر میں توسیع کی صلاحیت موجود ہے، جو مسلسل تکنیکی ترقی اور رابطے کی بڑھتی ہوئی طلب کی وجہ سے ہے۔ مستقبل میں 5G ٹیکنالوجی کے نفاذ کے ساتھ پاکستان انٹرنیٹ کی رفتار اور نیٹ ورک کے استحکام میں زبردست اضافے سے لطف اندوز ہونے کے لیے تیار ہے جو سمارٹ شہروں، جدید ایپلی کیشنز اور اعلیٰ ڈیجیٹل سروسز کو فروغ دے گا۔

مزید برآں، فائبر آپٹک انفراسٹرکچر اور سیٹلائٹ مواصلات میں جاری سرمایہ کاری سے دیہی رابطے کو فروغ ملنے اور ڈیجیٹل تقسیم کم ہونے کی توقع بھی کی جارہی ہے۔ حکومت کی معاون پالیسیاں اور ریگولیٹری اصلاحات، سرکاری اور نجی شراکت داروں کے ساتھ مل کر اس شعبے میں جدت طرازی اور مسابقتی صلاحیت کو مزید فروغ دیں گی۔ یہ پیشرفت نہ صرف مواصلاتی خدمات میں اضافہ کرے گی بلکہ اقتصادی ترقی کو بھی متحرک کرے گی، تعلیم اور صحت کی دیکھ بھال تک رسائی کو وسیع کرے گی اور ایک ڈیجیٹل معاشرے کو فروغ دے گی۔

میں نے کیا سیکھا

- پاکستان کوئلہ، قدرتی گیس، تانبا، سونا اور قیمتی پتھروں سمیت اہم معدنی وسائل کا حامل ہے۔
- معدنی وسائل پاکستان کے صنعتی شعبے میں اہم کردار ادا کرتے ہیں، جو سیمنٹ، سٹیل اور کھاد کی پیداوار جیسے شعبوں میں مدد فراہم کرتے ہیں۔
- کان کنی کی صنعت روزگار کے مواقع فراہم کرتی ہے اور قومی معیشت کے لیے آمدنی کا اہم ذریعہ ہے۔
- سیمنٹ کے لیے چونے کا پتھر، توانائی کے لیے کوئلہ اور مینوفیکچرنگ کے لیے تانبا جیسے ضروری معدنیات کلیدی حیثیت رکھتی ہیں۔
- معدنی وسائل کو درپیش چیلنجز میں محدود بنیادی ڈھانچہ، قانونی فریم ورک اور ماحولیاتی اثرات شامل ہیں۔ ماحولیاتی اثرات میں زمینی انحطاط، پانی کی آلودگی اور جانوروں کے مسکن کی تباہی شامل ہیں۔
- حفاظتی اقدامات میں پائیدار کان کنی کے طریقے، ماحولیاتی اثرات کا جائزہ اور کمیونٹی کی شمولیت شامل ہیں۔
- توانائی کے ناقابل تجدید ذرائع میں کوئلہ اور قدرتی گیس شامل ہیں، جو توانائی کی فراہمی میں اہم کردار ادا کرتے ہیں۔
- توانائی کے قابل تجدید ذرائع جیسے پن بجلی، ہوا اور شمسی توانائی کا استعمال تیزی سے بڑھ رہا ہے۔
- قابل تجدید توانائی کے فوائد میں گرین ہاؤس گیسوں کے اخراج میں کمی شامل ہے۔
- نقصانات میں قابل تجدید ذرائع کے لیے وقفہ وقفہ سے توانائی کی پیداوار اور ماحولیاتی اثرات جیسے مسکن میں خلل شامل ہیں۔

- ٹیلی کمیونیکیشن نے ای لرننگ پلیٹ فارمز اور فاصلاتی تعلیم کے ذریعے تعلیم کے شعبے میں انقلاب برپا کر دیا ہے۔
- صنعت کو بہتر مواصلاتی نیٹ ورکس سے فائدہ ہوتا ہے جس سے کارکردگی اور رابطے میں اضافہ ہوتا ہے۔
- بینکنگ اور صحت کی دیکھ بھال جیسی خدمات کو بہتر مواصلاتی چینلز سے فائدہ ہوتا ہے۔
- بہتر انٹرنیٹ کی رسائی اور ڈیجیٹل رابطے کی وجہ سے تجارت اور ای کامرس پھلتے پھولتے ہیں۔
- سماجی طور پر ٹیلی کمیونیکیشن رابطے کو فروغ دیتی ہے، شہری-دیہی تقسیم کو ختم کرتی ہے اور سماجی ہم آہنگی کو فروغ دیتی ہے۔
- اقتصادی طور پر، ٹیلی کمیونیکیشن کاروباری ترقی کو متحرک کرتی ہے، منڈیوں تک رسائی کو آسان بناتی ہے اور انٹرپرینیورشپ کو فروغ دیتی ہے۔
- چیلنجز میں ڈیجیٹل تقسیم اور رازداری اور ڈیٹا کی حفاظت پر ممکنہ منفی اثرات شامل ہیں۔ اس کے ساتھ ساتھ چیلنجز میں دیہی اور دور دراز علاقوں میں ناکافی انفراسٹرکچر شامل ہے۔
- تعلیمی شعبے میں بہتری میں آن لائن لرننگ پلیٹ فارمز اور ڈیجیٹل خواندگی کے پروگرام شامل ہیں۔
- مستقبل کی ترقی کی صلاحیت براڈ بینڈ رسائی کو بہتر بنانے اور ڈیجیٹل انفراسٹرکچر کو ترقی دینے میں مضمر ہے۔

مشقی سوالات

درج ذیل کثیر الانتخابی سوالات میں سے درست جواب کی نشان دہی کریں۔

1. سالٹ رینج مشہور ہے:

الف۔ گرینائٹ اور جپسم کے لیے　　ب۔ معدنی نمک اور چونے کے پتھر کے لیے

ج۔ چونے کے پتھر اور سیسے کے لیے　　د۔ معدنی نمک اور جپسم کے لیے

2. پاکستان میں تانبے اور سونے کی کانیں واقع ہیں:

الف۔ کھیوڑہ میں　　ب۔ سوات میں

ج۔ سینڈک میں　　د۔ لاڑکانہ میں

3. پاکستان کے سب سے بڑے کوئلے کے ذخائر واقع ہیں:

الف۔ کوئٹہ میں　　ب۔ ملاکنڈ میں

ج۔ تھر میں　　د۔ لاڑکانہ میں

4. میتھین گیس کا اخراج اس کے نقصانات میں سے ایک ہے:

الف۔ راک سالٹ　　ب۔ قدرتی گیس

ج۔ تانبا　　د۔ جپسم

5. پاکستان میں پائے جانے والے معدنی وسائل کے بارے میں درست بیان ہے:

الف۔ کوئلہ صرف تھرپارکر میں پایا جاتا ہے۔

ب۔ سوئی گیس فیلڈ پاکستان کی گیس کی زیادہ تر پیداوار کا ذریعہ ہے۔

ج۔ کوئلہ کی کان کنی سے زمینی تنزلی نہیں ہوتی۔

د۔ قدرتی گیس کے اخراج کا ماحول پر کوئی منفی اثر نہیں ہوتا۔

6. خیبر پختونخوا کی وادی سوات سے نکالا جانے والا قیمتی پتھر ہے:

الف۔ روبی　　د۔ زمرد

ج۔ ٹوپاز　　د۔ ایکویرین

7. پاکستان کی کان کنی صنعت کا ایک اہم ماحولیاتی اثر ہے:

الف۔ شہری کاری　　د۔ جنگلات کی کٹائی

ج۔ صحرا کاری　　د۔ مچھلیوں کا حد سے زیادہ شکار

8. پاکستان میں کان کنی کے ماحولیاتی اثرات کو کم کرنے کا موثر طریقہ ہے:

الف۔ کان کنی کی پیداوار بڑھانا　　ب۔ ضابطہ جاتی نفاذ

ج۔ شہری ترقی کو وسعت دینا　　د۔ معدنیات کی قیمتیں بڑھانا

9. پاکستان میں ہائیڈرو الیکٹرک توانائی کے نقصانات میں شامل ہے:

الف۔ کم آپریشنل اخراجات　　د۔ قابل تجدید اور پائیدار

ج۔ پانی کے بہاؤ میں موسمی تغیرات　　د۔ گرین ہاؤس گیسوں میں کمی

10. پاکستان میں شمسی توانائی کے فوائد میں شامل ہے:

الف۔ زیادہ آپریشنل اخراجات　　ب۔ گرین ہاؤس گیسوں کا اخراج

ج۔ مقامی روزگار کے مواقع پیدا کرنا　　د۔ زمین کے بڑے حصوں کی ضرورت

سوال نمبر ۲: مندرجہ ذیل سوالات کے مختصر جواب دیں۔

1. کوئلے کو توانائی کے ذریعہ کے طور پر استعمال کرنے کے ماحول اور معیشت پر کیا اثرات ہوتے ہیں؟
2. پاکستان کی کان کنی کی صنعت کی پیداواری صلاحیت اور کارکردگی کو کیسے بہتر بنایا جاسکتا ہے؟
3. پاکستان کے مستقبل کی توانائی کی ضروریات میں قابل تجدید توانائی کے وسائل کے کردار پر روشنی ڈالیں۔
4. جدید ذرائع مواصلات کے ممکنہ منفی اثرات کیا ہیں؟
5. ای-لرننگ میں مواصلات کا کیا کردار ہے؟

سوال نمبر ۳: مندرجہ ذیل سوالات کے جواب تفصیل سے دیں۔

1. پاکستان کی کان کنی کی صنعت معاشی ترقی کو کیسے فروغ دے سکتی ہے؟ حکومت اور صنعت کے رہنما زیادہ سے زیادہ فوائد حاصل کرنے اور ماحولیاتی اثرات کو کم کرنے کے لیے کون سی پالیسیاں یا طریقے اپنا سکتے ہیں؟
2. پاکستان اپنے متنوع توانائی کے وسائل جیسے فوسل فیول، ہائیڈروپاور اور قابل تجدید ذرائع کو طویل مدتی پائیدار ترقی کے لیے کیسے متوازن کر سکتا ہے؟
3. پاکستان کی ترقی میں مواصلات کے کردار کا جائزہ لیں۔ بہتر رابطہ کاری تعلیم، صحت اور معاشی مواقع جیسے شعبوں میں کیسے بہتری لاتی ہے؟
4. مواصلات کا شعبہ پاکستان میں سماجی اور معاشی ترقی کو کیسے فروغ دے سکتا ہے؟
5. پاکستان کے دور دراز علاقوں میں تعلیم پر مواصلات کی حالیہ ترقی کے اثرات کا جائزہ لیں۔ یہ بہتری رسائی کی رکاوٹوں کو کیسے دور کرتی ہے اور تعلیمی مواقع کو مزید بہتر کیسے بنایا جاسکتا ہے؟

موازنہ
پاکستان میں توانائی کے وسائل (Energy Resources in Pakistan) تاریخی پس منظر (Historical Context) پاکستان میں توانائی کے وسائل کے ارتقاء کا جائزہ لیں اور قابل تجدید (مثلاً پن بجلی، ہوا، شمسی توانائی) اور ناقابل تجدید (مثلاً کوئلہ، تیل، قدرتی گیس) توانائی کے ذرائع کی ترقی میں اہم سنگ ہائے میل کو اجاگر کریں۔ موجودہ صورتحال پاکستان میں توانائی کے موجودہ امتزاج کا جائزہ لیں، ان کے فوائد اور نقصانات کو بیان کریں۔ یہ بھی دیکھیں کہ حالیہ پالیسیوں اور ٹیکنالوجیز نے اس شعبے پر کس طرح اثر ڈالا ہے۔

پراجیکٹ

کان کنی کی سرگرمیوں کے ماحولیاتی اثرات کا جائزہ لیں۔ ماحولیاتی نتائج اور ماحولیاتی نقصان دہ اثرات کو کم کرنے کے اقدامات پر بات کریں۔ اپنی تحقیق کی بنیاد پر، پائیدار اقتصادی ترقی کے لیے حفاظتی تدابیر تجویز کریں۔

تجزیہ

پاکستان کے دورافتادہ علاقوں بمقابلہ شہری علاقوں میں ٹیلی کمیونیکیشن کی فراہمی کے چیلنجز کا تجزیہ کریں۔ ٹیلی کمیونیکیشن سیکٹر میں حالیہ بہتری اور پیشرفت پر تبادلہ خیال کریں۔

فرہنگ

معدنی وسائل: قدرتی طور پر زمین میں پائے جانے والے مادے جنہیں معاشی اور صنعتی مقاصد کے لیے نکالا جاتا ہے۔

قومی صنعت: کسی ملک کے اندر مینوفیکچرنگ اور پیداواری سرگرمیوں کا مجموعہ، جو اس کی معیشت اور روزگار میں مدد دیتا ہے۔

کان کنی کی صنعت: معیشت کا وہ شعبہ جس میں زمین سے معدنیات نکالی جاتی ہیں۔

قابل تجدید توانائی کے وسائل: توانائی کے وہ ذرائع جو قدرتی طور پر دوبارہ بھر جاتے ہیں، جیسے شمسی توانائی، ہوائی توانائی، پن بجلی، اور بائیوفیول۔

غیر قابل تجدید توانائی کے وسائل: توانائی کے وہ ذرائع جو مختصر مدت میں دوبارہ نہیں بھرے جاسکتے، جیسے کوئلہ، قدرتی گیس، تیل، اور جوہری توانائی۔

پن بجلی: عام طور پر دریاؤں یا ڈیموں سے بہتے ہوئے پانی کی توانائی سے پیدا ہونے والی بجلی۔

شمسی توانائی: سورج سے حاصل کی جانے والی توانائی جو شمسی پینلز یا دیگر ٹیکنالوجیز کا استعمال کرتے ہوئے حاصل کی جاتی ہے۔

ہوائی توانائی: ہوائی ٹربائنز کے ذریعے پیدا کی جانے والی توانائی جو ہوا کی حرکی توانائی کو برقی توانائی میں تبدیل کرتی ہے۔

بائیوفیول: نامیاتی مواد سے حاصل کردہ ایندھن، جیسے پودوں اور جانوروں کا مواد، جو دیگر ایندھن کے متبادل کے طور پر استعمال ہوتا ہے۔

ای لرننگ: الیکٹرانک میڈیا(عام طور پر انٹرنیٹ پر) کے ذریعے دی جانے والی تعلیم۔

جی ڈی پی: مجموعی ملکی پیداوار ایک مخصوص مدت میں کسی ملک کی سرحدوں کے اندر پیدا ہونے والی تمام اشیاء اور خدمات کی کل مالیاتی قدر ہے۔

استاد کی مدد سے، اس باب میں شامل وہ الفاظ جو آپ کو مشکل لگتے ہیں ان کی فہرست بنائیں اور معنی لکھیں۔	

باب: 06

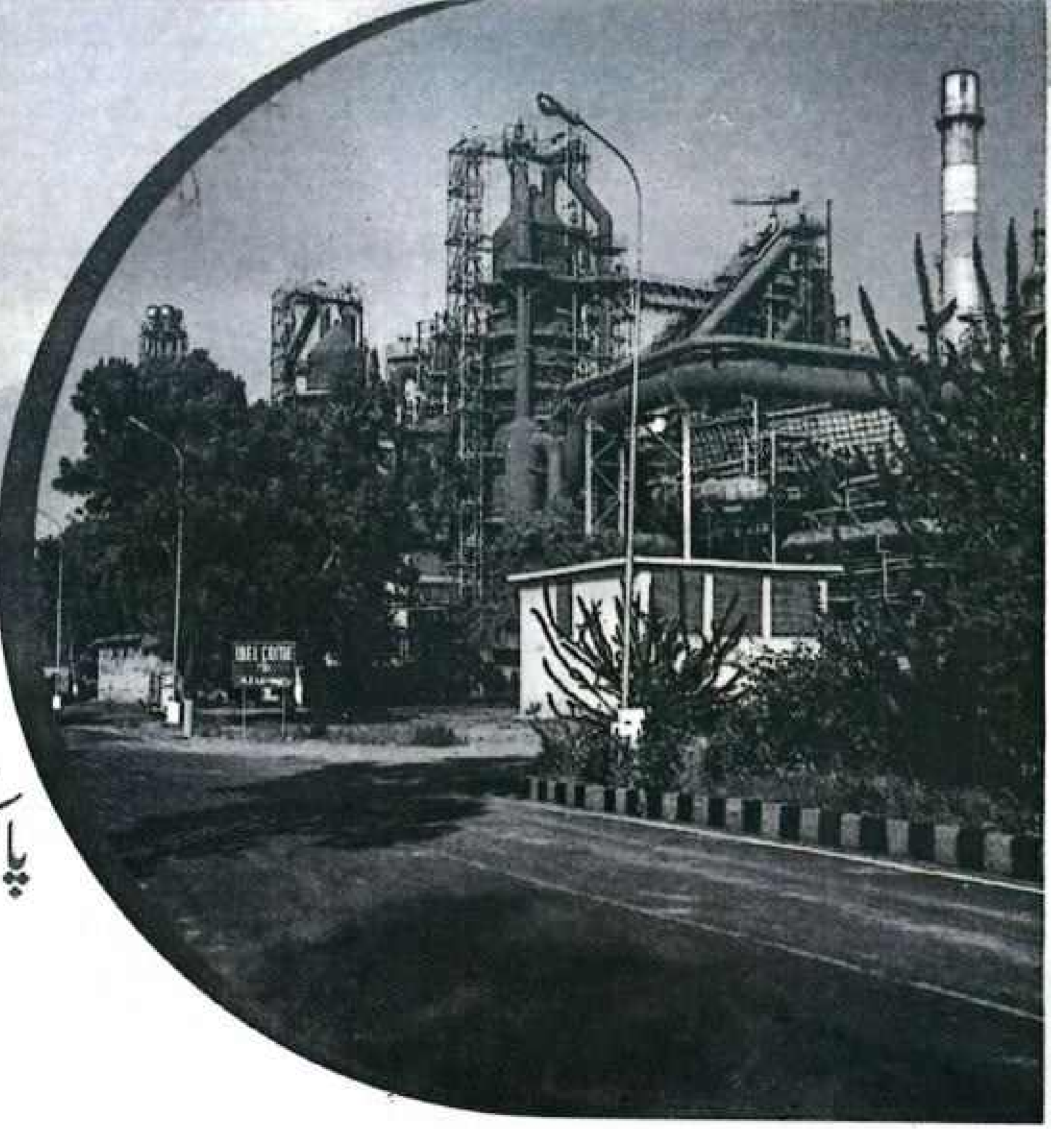

حصہ سوم:

پاکستان کے وسائل اور معاشی ترقی

صنعت، لائیو سٹاک اور مچھلی فارمنگ

یہ سبق پڑھنے کے بعد طلبہ اس قابل ہو جائیں گے کہ وہ:

- پاکستان کی اہم صنعتوں جیسے چینی، سیمنٹ، کپاس، کھاد اور سٹیل کے متعلق جان سکیں اور ان کی مقامی تقسیم، اہمیت، چیلنجز، فوائد اور نقصانات کا ان کے اقتصادی، ماحولیاتی اور سماجی اثرات کے حوالے سے جائزہ لے سکیں۔
- پاکستان میں گھریلو، چھوٹی اور بڑی صنعتوں کے فوائد اور نقصانات کا تجزیہ کر سکیں اور حکومتی صنعتی اسٹیٹس اور زونز کے حوالے سے ان کے لیے حکومتی پالیسیوں کی تاثیر کا جائزہ لے سکیں۔
- معاش اور بے روزگاری کے مائیکرو اور میکرو سطح پر اثرات کا تجزیہ کر سکیں اور پاکستان کی ترقی میں خواندگی، مہارتوں کی تعلیم اور تربیت کے اہم کردار کو پہچانیں۔
- فارمنگ کی مختلف درجہ بندیوں بشمول لائیو سٹاک فارمنگ اور مچھلی فارمنگ کی جامع سمجھ بوجھ پیدا کر سکیں جس میں جانوروں کی پرورش اور مچھلی فارمنگ اور ان کی امتیازی خصوصیات کے متعلق علم حاصل کر سکیں۔
- پاکستان کی لائیو سٹاک انڈسٹری میں موجود اہم رکاوٹوں جیسے بیماریوں کا پھیلاؤ، مارکیٹ تک محدود رسائی اور ناکافی انفراسٹرکچر کی تحقیق کر سکیں۔ نیز لائیو سٹاک کے طریقوں کو فروغ دینے اور ماحولیاتی اور سماجی اثرات کو کم کرنے کے لیے پائیدار حکمت عملی تیار کر سکیں۔
- پاکستان میں ماہی گیری کی صنعت بشمول مچھلی فارمنگ کے سماجی و اقتصادی اثرات کا جائزہ لے سکیں۔ اس کے ساتھ ساتھ پائیدار ماہی گیری کے فروغ کے لیے انفراسٹرکچر کی ترقی کے اقدامات جیسے گوادر پورٹ، سی پیک، مکران کوسٹل ہائی وے اور فشنگ مارکیٹوں کا تجزیہ کر سکیں اور اس مقصد کے حصول کے لیے ممکنہ حل تجویز کر سکیں۔

پاکستان کی اہم صنعتیں

پاکستان ایک زرعی ملک ہے، لیکن اس کی معیشت کو مختلف صنعتوں کا ایک متنوع مجموعہ بھی سہارا دیتا ہے، جن میں سے ہر ایک ملک کی ترقی اور خوشحالی میں اہم کردار ادا کرتا ہے۔ ان میں سب سے اہم چینی، سیمنٹ، کپاس، کھاد اور اسٹیل کی صنعتیں ہیں۔ یہ صنعتیں نہ صرف ملک کی جی ڈی پی میں نمایاں حصہ ڈالتی ہیں بلکہ روزگار کے مواقع بھی فراہم کرتی ہیں۔ اس کے ساتھ ساتھ یہ ٹیکنالوجی کو فروغ دیتی ہیں اور تجارتی رجحانات پر اثر انداز ہوتی ہیں۔ ان صنعتوں کی جغرافیائی تقسیم کو سمجھنے سے یہ واضح ہوتا ہے کہ وسائل کی دستیابی اور جغرافیائی عوامل ان صنعتوں کے مقامات اور کارکردگی پر کیسے اثر انداز ہوتے ہیں۔

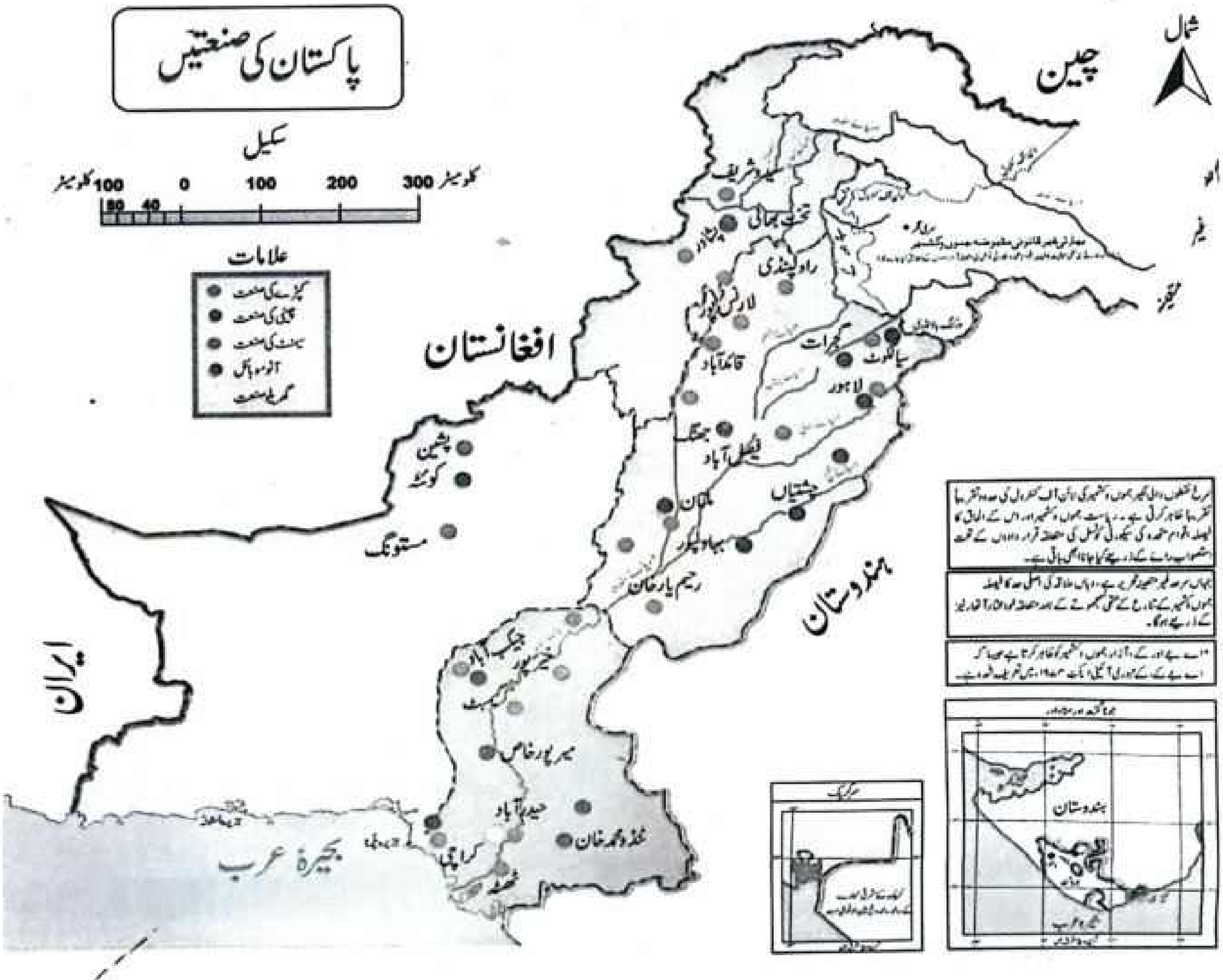

ان صنعتوں کے معاشی، ماحولیاتی اور سماجی اثرات کا جائزہ لینے سے ہمیں ان کی راہ میں آنے والے کثیر الجہتی چیلنجز کا پتہ چلتا ہے، جیسے کہ وسائل کا انتظام، آلودگی پر قابو پانا اور مارکیٹ میں اتار چڑھاؤ۔ مزید برآں، ہر صنعت کے فوائد اور نقصانات کا تجزیہ کرنے سے نہ صرف ان کی ترقی کی صلاحیت معلوم ہوتی ہے بلکہ بہتری کی ضرورت والے شعبے بھی واضح ہوتے ہیں۔ اس تجزیے کے ذریعے ہمیں یہ اندازہ ہوتا ہے کہ یہ اہم صنعتیں پاکستان کے معاشی ڈھانچے کو کیسے سہارا دیتی ہیں اور پائیدار ترقی کو فروغ دینے میں ان کا کیا کردار ہے۔

یہاں ہم ایک ایک کر کے ان اہم صنعتوں کے بارے میں جانیں گے۔

چینی کی صنعت

کیا آپ جانتے ہیں؟

پاکستان دنیا میں چینی پیدا کرنے والے دس بڑے ممالک میں شامل ہے۔ اس فہرست میں شامل دیگر ممالک کی فہرست بنائیں۔

پاکستان میں چینی کی صنعت بنیادی طور پر پنجاب اور سندھ کے صوبوں میں واقع ہے، جہاں موسمی اور زمینی حالات گنے کی کاشت کے لیے موزوں ہیں۔ اہم شوگر ملیں رحیم یار خان، فیصل آباد اور بدین جیسے علاقوں میں واقع ہیں۔ معاشی طور پر، چینی کی صنعت جی ڈی پی میں اہم کردار ادا کرتی ہے اور دیہی علاقوں میں لاکھوں افراد کو روزگار فراہم کرتی ہے۔ یہ صنعت کاغذ اور ایتھنول جیسی معاون صنعتوں کو بھی سہارا دیتی ہے۔

چینی کی صنعت کو کئی چیلنجز کا سامنا ہے، جن میں پانی کی کمی اور موسمی تبدیلیوں کی وجہ سے گنے کی پیداوار میں اتار چڑھاؤ، چینی کی فیکٹریوں میں فرسودہ ٹیکنالوجی کا استعمال شامل ہیں۔ کسانوں کو قیمتوں اور ادائیگیوں میں تاخیر سے متعلق مسائل صورتحال کو مزید پیچیدہ بناتے ہیں۔ ان چیلنجز کے باوجود، چینی کی صنعت برآمدات کے ذریعے کافی آمدنی پیدا کرتی ہے اور دیہی ترقی اور بنیادی ڈھانچے کو سہارا دیتی ہے۔

اس صنعت کے کچھ نقصانات بھی ہیں، جیسے کہ شوگر ملوں سے ہونے والی آلودگی اور پانی کے زیادہ استعمال سے ماحولیاتی مسائل۔ نیز مزدوروں کے حالات اور اجرت میں تفاوت سے متعلق سماجی مسائل بھی اس صنعت کے نقصانات میں شامل ہیں۔ چینی کی صنعت کے معاشی، ماحولیاتی اور سماجی اثرات کثیر الجہتی ہیں۔ معاشی طور پر یہ دیہی معیشت کے لیے اہم ہے لیکن ماحولیاتی لحاظ سے یہ صنعت پانی کی کمی اور زمینی تنزلی جیسے مسائل پیدا کرتی ہے۔ سماجی طور پر یہ روزگار کے اہم مواقع فراہم کرتی ہے، لیکن اس کے ساتھ ہی مزدوروں کے استحصال کے معاملات بھی سامنے آتے ہیں۔

مندرجہ ذیل جدول میں ۲۰۰۹ سے ۲۰۲۳ تک گنے کے کاشتکاری رقبے، گنے کی پیداوار، پیداواری صلاحیت اور شوگر ملوں کے استعمال کا جائزہ دیا گیا ہے۔

پاکستان

رقبہ: ہیکٹر — فی ایکڑ پیداوار: ٹن — پیداوار: ہیکٹر ٹن

سال	رقبہ	پیداوار	فی ایکڑ پیداوار	فیکٹریوں میں استعمال
2009-10	942,870	49,372,900	52.36	70.09
2010-11	987,700	55,442,100	56.13	80.47
2011-12	1,046,000	58,038,200	55.48	83.13
2012-13	1,128,098	63,718,523	56.48	79.00
2013-14	1,171,687	67,427,975	57.55	84.00
2014-15	1,113,161	62,794,827	56.41	80.90
2015-16	1,130,820	65,450,704	57.88	76.45
2016-17	1,216,894	75,450,620	62.00	94.00
2017-18	1,340,926	83,283,340	62.11	78.81
2018-19	1,101,073	67,129,645	60.97	74.13
2019-20	1,038,879	66,334,369	63.85	73.44
2020-21	1,164,112	80,963,078	69.55	72.38
2021-22	1,259,594	88,615,674	70.35	89.96
2022-23	1,318,143	87,947,967	66.72	74.55

ماخذ: پاکستان شوگر ملز ایسوسی ایشن (PSMA)

سیمنٹ کی صنعت

پاکستان میں سیمنٹ کی صنعت زیادہ تر پنجاب اور خیبر پختونخوا کے صوبوں میں واقع ہے، جس کی وجہ ان صوبوں میں چونے کے پتھر اور دیگر خام مال کی دستیابی ہے۔ سیمنٹ کے کارخانے ان ضروری وسائل تک آسان رسائی کی سہولت کے باعث ان علاقوں میں قائم کیے گئے ہیں۔ اقتصادی طور پر، سیمنٹ کی صنعت تعمیرات اور انفراسٹرکچر کے شعبوں کے لیے، بہت اہم ہے، جو قومی ترقی میں نمایاں حصہ ڈالتی ہے۔ اس میں پڑوسی ممالک کو برآمدات کی بھی کافی صلاحیت موجود ہے اور یہ صنعتی ترقی کے ساتھ ساتھ شہرکاری کا سبب بھی بنتی ہے۔

اس وقت پاکستان میں سیمنٹ کے ۴۰ کارخانے اپنی پوری صلاحیت کے ساتھ کام کر رہے ہیں جس کی وجہ تجارتی اور صنعتی عمارتوں کی تعمیر میں نمایاں اضافہ ہے۔ یہ صنعت ٹیکس کی ادائیگیوں کے ذریعے قومی خزانے میں ۱۵۰ ارب روپے سے زیادہ کا نمایاں حصہ ڈالتی ہے۔ یہ براہ راست اور بالواسطہ طور پر ۱۷۰،۰۰۰ سے زیادہ کارکنوں کے لیے روزگار کے مواقع پیدا کر کے اپنا قومی فریضہ بھی انجام دیتی ہے۔

تاہم سیمنٹ کی صنعت کو کئی چیلنجز کا سامنا ہے، جن میں پیداواری عمل کی توانائی پر بہت زیادہ انحصار اور توانائی اور خام مال کی قیمتوں کی وجہ سے پیداواری لاگت کا زیادہ ہونا شامل ہے۔ ماحولیاتی ضوابط کی تعمیل بھی لاگت میں اضافہ کرتی ہے۔ ان چیلنجز کے باوجود، سیمنٹ کی صنعت کے نمایاں فوائد ہیں جیسے کہ تعمیراتی صنعت کا فروغ اور بڑے پیمانے پر انفراسٹرکچر کے منصوبوں کا آغاز جس کے نتیجے میں مینوفیکچرنگ اور تعمیراتی دونوں شعبوں میں ملازمتوں کے مواقع پیدا ہوتے ہیں۔

منفی پہلوؤں میں سیمنٹ کی صنعت کا کاربن کے اخراج اور دھول کی آلودگی کے ساتھ ساتھ توانائی کی زیادہ کھپت اور غیر قابل تجدید توانائی کے ذرائع پر انحصار کی وجہ سے ماحولیات پر نمایاں اثر پڑتا ہے۔ سیمنٹ کی صنعت کے اقتصادی، ماحولیاتی اور سماجی اثرات بہت زیادہ ہیں۔ اقتصادی طور پر یہ قومی ترقیاتی منصوبوں کے لیے بہت اہم ہے لیکن ماحولیاتی طور پر یہ اخراج اور وسائل کی کھپت کی وجہ سے کئی چیلنجز بھی پیش کرتی ہے۔ سماجی طور پر اگرچہ یہ روزگار کے مواقع فراہم کرتی ہے لیکن آلودگی کی وجہ سے یہ صنعت کمیونٹی کی صحت کو بھی متاثر کر سکتی ہے۔

نئے افق تلاش کریں

پاکستان ۲۰۲۴ تک ۶۹ ملین ٹن سے زیادہ کی سالانہ پیداواری صلاحیت کے ساتھ عالمی سطح پر سیمنٹ پیدا کرنے والا ۱۳ واں بڑا ملک ہے۔ معلوم کریں کہ کون سے ممالک پاکستان سے سیمنٹ درآمد کرتے ہیں۔

کپاس کی صنعت

پاکستان میں کپاس اور ٹیکسٹائل کا شعبہ ملک کی معیشت کا ایک اہم جزو ہے، جو جی ڈی پی کا ۱۱٪ اور برآمدی آمدنی کا تقریباً ۶۰٪ پیدا کرتا ہے۔ یہ صنعت ایک بڑی افرادی قوت کو ملازمت فراہم کرتی ہے، جو کل افرادی قوت کا ۳۸٪ ہے اور اس شعبے میں پروسیسنگ اور گارمنٹس کی تیاری میں نمایاں پیداواری صلاحیت موجود ہے۔ کپاس جو اس شعبے کا بنیادی خام مال ہے ایک اہم نقد آور فصل کے طور پر بھی کام کرتی ہے اور پاکستان کو دنیا بھر میں تیسرا بڑا برآمد کنندہ بناتی ہے۔

کپاس بنیادی طور پر پنجاب اور سندھ کے صوبوں میں کاشت کی جاتی ہے۔ پنجاب میں ملتان، بہاولپور، رحیم یار خان اور فیصل آباد جیسے اضلاع کپاس کی پیداوار میں

اہم ہیں۔ سندھ میں کپاس کے اہم کاشت والے علاقوں میں سانگھڑ، حیدرآباد، میر پور خاص اور نواب شاہ شامل ہیں۔ ان علاقوں کی آب وہوا اور زرخیز مٹی کپاس کی کاشت کے لیے ایک مثالی ماحول فراہم کرتی ہیں۔

پاکستان کی کاٹن فیکٹری

کاٹن انڈسٹری

پاکستان کی معیشت میں کاٹن انڈسٹری کو نمایاں اہمیت حاصل ہے۔ کپاس اور اس سے تیار ہونے والی مصنوعات جیسے کہ یارن اور ٹیکسٹائل، پاکستان کی برآمدی آمدنی میں ایک بڑا حصہ ڈالتے ہیں۔ یہ صنعت کھیتی باڑی، جننگ، سپننگ، ویونگ اور ملبوسات سازی میں لاکھوں ملازمتیں پیدا کرتی ہے۔ مزید برآں، ٹیکسٹائل سیکٹر پاکستان کی سب سے بڑی صنعتوں میں سے ایک ہے جو اقتصادی ترقی اور صنعتی توسیع کو فروغ دیتا ہے۔

اگرچہ یہ صنعت بہت اہم ہے، لیکن اسے کئی چیلنجز کا سامنا ہے۔ کپاس کی فصلیں سنڈی اور دیگر کیڑوں کا آسانی سے شکار ہو جاتی ہیں جو پیداوار اور معیار کو بری طرح متاثر کرتے ہیں۔ کپاس کی کاشت کو بڑی مقدار میں پانی کی ضرورت ہوتی ہے اور ناقص آب پاشی کے نظام اور موسمیاتی تبدیلیوں کی وجہ سے پانی کی کمی ایک سنگین خطرہ بن گئی ہے۔ اس کے علاوہ محنت کشوں کے استحصال، کام کے غیر موزوں حالات اور چائلڈ لیبر جیسے سنگین سماجی مسائل بھی موجود ہیں جنہیں حل کرنے کی ضرورت ہے۔

فرٹیلائزر انڈسٹری

پاکستان میں فرٹیلائزر انڈسٹری زرعی شعبے کی معاونت میں اہم کردار ادا کرتی ہے۔ فرٹیلائزر فصلوں کی پیداوار بڑھانے اور غذائی تحفظ کو یقینی بنانے کے لیے ناگزیر ہیں۔ پاکستان میں فرٹیلائزر کی صنعت مختلف علاقوں میں مرکوز ہے۔ پنجاب میں فیصل آباد، شیخوپورہ اور لاہور جیسے شہروں میں کئی فرٹیلائزر پلانٹس موجود ہے۔ سندھ، بالخصوص کراچی اور اس کے آس پاس کے علاقے، فرٹیلائزر کی پیداوار میں اہم کردار ادا کرتے ہیں اور درآمد و برآمد کے لیے بندرگاہ کی سہولیات کا استعمال کرتے ہیں۔

فرٹیلائزر انڈسٹری عالمی غذائی پیداوار اور ماحولیاتی پائیداری دونوں ہی کے لیے اہم ہے۔ اس کا بنیادی کردار فرٹیلائزرز کی تیاری اور تقسیم ہے جو فصلوں کی نشوونما کے لیے ناگزیر ہیں۔ یوں زرعی پیداوار میں اضافہ ہوتا ہے اور تیزی سے بڑھتی ہوئی عالمی آبادی کی غذائی ضروریات پوری ہوتی ہیں۔ تاہم فرٹیلائزر کے استعمال سے ماحولیاتی آلودگی، پانی کے ذرائع کی آلودگی اور گرین ہاؤس گیسز کے اخراج جیسے منفی اثرات بھی مرتب ہوتے ہیں۔

خوراک کی بڑھتی ہوئی طلب اور غذائی تحفظ کے خدشات کے پیش نظر، یہ صنعت قومی معیشت میں ایک کلیدی کردار ادا کرتی ہے۔ فرٹیلائزر انڈسٹری بڑے پیمانے پر مینوفیکچرنگ سیکٹر میں تقریباً ۴.۴٪ اور مجموعی جی ڈی پی میں 0.9 فیصد یعنی تقریباً ۱۰۰ ارب روپے کا حصہ ڈالتی ہے۔ یہ اثر صرف مالی اعداد و شمار تک محدود نہیں ہے۔ یہ شعبہ تقریباً ۱۰۰،۰۰۰ افراد کو براہ راست روزگار بھی فراہم کرتا ہے اور ٹرانسپورٹیشن، مارکیٹنگ اور ریٹیل میں ۲۰۰،۰۰۰ سے زائد افراد کو بالواسطہ طور پر متاثر کرتا ہے۔ مزید برآں، یہ صنعت ۱۰۰ ارب روپے سے زیادہ کا ٹیکس فراہم کرتی ہے جو حکومتی کاموں

کی مالی معاونت میں مدد دیتا ہے۔

اگرچہ یہ صنعت انتہائی اہمیت کی حامل ہے لیکن اسے متعدد چیلنجز کا سامنا ہے۔ سپلائی اور ڈیمانڈ کا عدم توازن ایک بڑا مسئلہ ہے کیونکہ کاشتکار اکثر فرٹیلائزر کی قلت کے باعث زیادہ قیمتیں ادا کرتے ہیں جو عموماً پیداوار میں رکاوٹوں اور درآمدی پابندیوں کی وجہ سے ہوتی ہیں۔ اس کے علاوہ، فرٹیلائزر کی تیاری کا عمل توانائی سے بھرپور ہوتا ہے اور یہ صنعت قدرتی گیس پر بہت زیادہ انحصار کرتی ہے، جو قیمتوں میں اتار چڑھاؤ اور رسد میں خلل کا شکار ہو سکتی ہے۔

فرٹیلائزر کی صنعت کے فوائد کے ساتھ ساتھ کچھ نقصانات بھی ہیں۔

کھادوں کے زیادہ استعمال سے زمین کی زرخیزی میں کمی، پانی کی آلودگی اور حیاتیاتی تنوع (Biodiversity) کا نقصان ہو سکتا ہے، جو ماحولیاتی انحطاط (ماحولیاتی تباہی) کی مثالیں ہیں۔ اس کے ساتھ ساتھ کیمیائی کھادوں کے استعمال سے کسانوں اور مقامی آبادی میں سانس اور جلد کی بیماریوں کے مسائل پیدا ہو سکتے ہیں۔

مناسب توازن کے ساتھ کھادوں کے استعمال اور پائیدار طریقے اپنانے سے پاکستان اپنا زرعی مستقبل محفوظ بنا سکتا ہے اور مجموعی ترقی کو فروغ دے سکتا ہے۔

فولاد (Iron) کی صنعت

پاکستان کی اسٹیل (فولاد) کی صنعت ملک کے صنعتی شعبے کا ایک اہم ستون ہے جو معیشت کی ترقی میں نمایاں کردار ادا کر رہی ہے۔
اسٹیل بنیادی ڈھانچے (انفراسٹرکچر) کی تعمیر کے لیے ناگزیر ہے، جیسے کہ پل، عمارتیں، سڑکیں اور ریلویز، جو قومی ترقی کے لیے ضروری ہیں۔

پاکستان میں اسٹیل کی صنعت چند اہم علاقوں میں مرکوز ہے۔ کراچی، جو ملک کا صنعتی مرکز ہے، یہاں پاکستان اسٹیل ملز جیسی بڑی فیکٹریاں موجود ہیں جو بن قاسم میں واقع ہیں۔ بندرگاہ کے قریب ہونے سے اسٹیل مل کو خام مال کی درآمد اور تیار مصنوعات کی برآمد میں آسانی ہوتی ہے۔

پاکستان سٹیل ملز کراچی

پنجاب میں بھی لاہور، گوجرانوالہ اور شیخوپورہ جیسے مقامات پر بڑے پیمانے پر اسٹیل سازی ہوتی ہے، کیونکہ یہ علاقے اہم ٹرانسپورٹ نیٹ ورکس اور مارکیٹوں کے قریب ہیں۔ خیبر پختونخوا میں پشاور اور اس کے اردگرد چھوٹے اسٹیل پلانٹس موجود ہیں جو مقامی طلب کو پورا کرتے ہیں۔

فوائد

- یہ صنعت ملک بھر میں ہزاروں افراد کو روزگار فراہم کر کے ان کی معاش کا ذریعہ بنی ہوئی ہے۔
- اسٹیل کئی اہم صنعتوں مثلاً جہاز سازی، مشینری، آٹوموبائل اور تعمیرات کے لیے ایک بنیادی عنصر ہے۔

نقصانات

- اسٹیل بنانے کے عمل میں زیادہ توانائی خرچ ہوتی ہے اور پاکستان میں بجلی کی بار بار بندش اور درکار توانائی کی زیادہ لاگت اس صنعت کی کارکردگی کو متاثر کرتی ہے۔

- خام مال کی مقامی سطح پر قلت کی وجہ سے لوہے کی کان کنی اور سکریپ اسٹیل کی درآمد پر انحصار کرنا پڑتا ہے، جس سے سپلائی اور قیمتوں کے مسائل پیدا ہوتے ہیں۔
- اسٹیل کی پیداوار سے کاربن کے زیادہ اخراج اور آبی و ہوائی آلودگی جیسے سنگین ماحولیاتی نقصانات ہو سکتے ہیں۔
- اسٹیل ملوں میں کام کرنے والے مزدوروں کو اونچے درجہ حرارت، بھاری دھاتوں اور دیگر آلودگیوں کے باعث صحت کے خطرات لاحق ہو سکتے ہیں۔
- عالمی مارکیٹ میں اتار چڑھاؤ اور سپلائی میں خلل کی وجہ سے یہ صنعت اقتصادی طور پر غیر مستحکم ہو سکتی ہے۔

پاکستان اپنی آئرن اور اسٹیل انڈسٹری کو از سر نو مستحکم کرنے کے لیے مختلف اقدامات کر سکتا ہے جیسے قرضوں کی تنظیم نو، پالیسی اصلاحات، مزدوروں کی فلاح و بہبود کا خیال رکھنا، جدید ٹیکنالوجی کو اپنانا وغیرہ، جس سے ملکی معیشت کو بہتر مستقبل مل سکتا ہے۔

پاکستان میں گھریلو اور چھوٹے پیمانے کی صنعتیں

کاٹیج انڈسٹریز (گھریلو صنعتیں) چھوٹے پیمانے پر گھریلو سطح پر چلنے والی پیداواری اکائیاں ہوتی ہیں، جن میں معمولی سرمائے کی ضرورت ہوتی ہے اور روایتی مہارتوں کا استعمال کیا جاتا ہے۔ پاکستان میں گھریلو صنعتیں معیشت میں اہم کردار ادا کرتی ہیں، کیونکہ یہ روزگار کے مواقع فراہم کرتی ہیں، ثقافتی ورثے کو محفوظ رکھتی ہیں اور علاقائی اقتصادی ترقی میں مدد دیتی ہیں۔

پاکستان میں قالین سازی

پاکستان میں عام گھریلو صنعتوں میں قالین بانی شامل ہے، جہاں کاریگر خوبصورت نقش و نگار والے قالین تیار کرتے ہیں جو مقامی استعمال اور برآمدات کے لیے بنائے جاتے ہیں۔ ہنر مندوں کی دستکاریوں سے کپڑوں پر خوبصورت ڈیزائن بنتے ہیں۔ روایتی دستکاری جیسے کہ پیتل سازی اور مٹی کے برتن بنانا برتنوں، آرائشی اشیاء اور زیورات کی شکل میں سامنے آتے ہیں۔

لکڑی کا کام، چمڑے کی مصنوعات، چوڑیاں اور شمع سازی (Candle Making)، قالین بانی اور سرجیکل آلات کی تیاری بھی گھریلو صنعتوں میں شامل ہیں جو مقامی معیشت کو زندہ رکھنے اور ثقافتی ورثے کو محفوظ رکھنے میں مددگار ہیں۔

فوائد

- گھریلو صنعتیں دیہی علاقوں میں روزگار کے مواقع فراہم کر کے غربت میں کمی اور معیارِ زندگی میں بہتری لاتی ہیں۔
- گھریلو خواتین کو روزگار اور اپنی صلاحیتیں اجاگر کرنے کے مواقع ملتے ہیں۔
- روایتی دستکاریاں مہارتوں کے تحفظ اور فروغ میں معاون ثابت ہوتی ہیں۔

- یہ صنعتیں لچکدار ہوتی ہیں اور تبدیلیوں کے مطابق خود کو ڈھالنے کی صلاحیت رکھتی ہیں۔
- ان صنعتوں کی ترقی سے دیہی اور پسماندہ علاقوں میں معیشت کو فروغ ملتا ہے، جو مجموعی کھپت، سرمایہ کاری اور طلب میں اضافے کا باعث بنتا ہے۔

نقصانات

- کام محدود پیمانے پر ہونے کی وجہ سے ان کی پیداوار اور مارکیٹ میں رسائی محدود رہتی ہے۔
- جدید ٹیکنالوجی اور مشینری کی عدم دستیابی سے پیداوار کی استعداد اور کارکردگی کم رہتی ہے۔
- ان صنعتوں کی مصنوعات کو بڑے پیمانے پر تیار کردہ مصنوعات کے مقابلے میں مشکلات پیش آتی ہیں۔
- مصنوعات کے معیار میں تسلسل قائم رکھنا ایک چیلنج ہوتا ہے کیونکہ کام ہنر مندی پر منحصر ہوتا ہے اور تکنیکی تربیت کی کمی ہوتی ہے۔
- ذخیرہ کرنے کی سہولیات کی کمی کی وجہ سے پیداواری توسیع میں رکاوٹیں آتی ہیں۔

پاکستان میں بڑے پیمانے کی صنعتیں

بڑے پیمانے کی صنعتیں اہم مینوفیکچرنگ اور پیداواری یونٹس ہیں جو قومی یا بین الاقوامی سطح پر کام کرتے ہیں۔ ان یونٹس کو بڑے پیمانے پر سرمایہ کاری، جدید ٹیکنالوجی اور ایک بڑی افرادی قوت کی ضرورت ہوتی ہے۔ یہ صنعتیں ملک کی اقتصادی ترقی کے لیے ضروری ہیں، کیونکہ یہ روزگار کے وسیع مواقع پیدا کرتی ہیں، صنعتی توسیع کو فروغ دیتی ہیں اور جی ڈی پی میں حصہ ڈالتی ہیں۔

پاکستان کی معیشت کئی اہم صنعتوں کی بنیاد پر پروان چڑھتی ہے۔ ٹیکسٹائل اور گارمنٹس ایک اہم کردار ادا کرتے ہیں، جس میں کتائی، بُنائی اور گارمنٹس کی تیاری کے یونٹس نمایاں کردار ادا کرتے ہیں۔ یہ ٹیکسٹائل ملکی سطح پر بھی استعمال ہوتی ہے اور عالمی سطح پر بھی برآمد کی جاتی ہے۔ آٹوموبائل مینوفیکچرنگ کا شعبہ کاریں، موٹرسائیکلیں اور کمرشل گاڑیاں تیار کرتا ہے، جس میں ٹویوٹا، ہونڈا، ہنڈائی اور سوزوکی جیسی بڑی بین الاقوامی کمپنیاں شامل ہیں۔ ملک بھر میں سیمنٹ فیکٹریاں نہ صرف ملکی طلب کو پورا کرتی ہیں بلکہ پڑوسی ممالک کو بھی سیمنٹ برآمد کرتی ہیں۔ سٹیل ملیں سٹیل کی سلاخیں، چادریں اور دیگر تعمیراتی مواد تیار کرتی ہیں۔ کیمیکل اور پیٹروکیمیکل کی صنعت، کھادیں، پلاسٹک اور دواسازی کی مصنوعات تیار کرتی ہے۔ توانائی کے شعبے میں بڑے پیمانے پر پاور پلانٹس مختلف ذرائع، بشمول ہائیڈرو، تھرمل اور نیوکلیئر سے بجلی پیدا کرتے ہیں۔ اس کے ساتھ ساتھ فوڈ پروسیسنگ یونٹس ڈیری، پھل اور اناج کا انتظام سنبھالتے ہیں۔ یہ صنعتیں روزگار کے مواقع فراہم کرتی ہیں اور مجموعی طور پر پاکستان کی اقتصادی ترقی میں اہم کردار ادا کرتی ہیں۔

فوائد

- بڑے پیمانے کی صنعتیں بڑے پیمانے پر سامان تیار کر سکتی ہیں، جس سے مارکیٹ کی زیادہ طلب پوری ہوتی ہے اور پیداوار کے حجم کے لحاظ سے کم قیمت مصنوعات حاصل ہوتی ہیں۔
- ان صنعتوں کو عام طور پر جدید ترین ٹیکنالوجی اور مشینری تک رسائی حاصل ہوتی ہے، جس سے پیداوار اور کارکردگی میں اضافہ ہوتا ہے۔

- یہ صنعتیں برآمد کے لیے سامان تیار کر سکتی ہیں، جس سے زرِ مبادلہ کی آمدنی اور اقتصادی ترقی میں اضافہ ہوتا ہے۔
- یہ روزگار کے وسیع مواقع فراہم کرتی ہیں، جس سے شہری کاری اور صنعت کاری میں اضافہ ہوتا ہے۔

نقصانات

- بڑے پیمانے کی صنعتوں کو بھاری سرمایہ کاری کی ضرورت ہوتی ہے، جس کی وجہ سے چھوٹے کاروباری افراد کے لیے ان تک رسائی کم ہوتی ہے۔
- ان صنعتوں کا ماحولیات پر نمایاں اثر پڑ سکتا ہے جس میں ہوائی اور آبی آلودگی شامل ہے۔
- بڑے پیمانے کی صنعتیں مارکیٹ پر غلبہ حاصل کر سکتی ہیں، جس سے مسابقت کم ہو سکتی ہے اور ممکنہ طور پر اجارہ دارانہ طرزِ عمل پیدا ہو سکتا ہے۔
- یہ صنعتیں عالمی مارکیٹ میں اتار چڑھاؤ پر زیادہ منحصر ہو سکتی ہیں، جس سے ان کے استحکام اور منافع پر اثر پڑتا ہے۔
- بڑے پیمانے کی صنعتوں کے قیام کے لیے حکومتی منظوری حاصل کرنا زیادہ تر وقت طلب عمل ہے جو نئے صنعت کاروں کی حوصلہ شکنی کا باعث ہو سکتا ہے۔

نئے افق تلاش کریں

پاکستان کی آٹوموبیل انڈسٹری میں حالیہ برسوں میں نمایاں ترقی ہوئی ہے اور ملک نے ای وی ٹیکنالوجی کو اپنانے کی جانب اہم پیش رفت کی ہے۔ حکومت نے الیکٹرک کاروں کے استعمال کو فروغ دینے اور کاربن کے اخراج کو کم کرنے کے لیے نیشنل الیکٹرک وہیکل پالیسی (NEVP) کی منظوری دی ہے۔ اس پالیسی کا مقصد ۲۰۳۰ تک تمام گاڑیوں میں سے کم از کم ۳۰ فیصد کو بجلی پر چلانا ہے۔

حکومتی پالیسیاں اور صنعتی زونز

پاکستان میں گھریلو، چھوٹی اور بڑے پیمانے کی صنعتوں کے فروغ میں حکومتی پالیسیاں ایک اہم کردار ادا کرتی ہیں۔ حکومت پاکستان نے صنعتی ترقی کی حوصلہ افزائی کے لیے مختلف پالیسیاں نافذ کی ہیں۔

ایسی ہی ایک پالیسی نیشنل سمال اینڈ میڈیم انٹرپرائزز (ایس ایم ای) پالیسی ۲۰۲۱ ہے۔ اس پالیسی کا بنیادی مقصد چھوٹی اور درمیانے درجے کی صنعتوں کی ترقی کو فروغ دے کر ملک کی صنعتی اور مینوفیکچرنگ بنیاد کو مضبوط بنانا ہے۔ اس پالیسی کے ذریعے، حکومت نے انسپکٹر کے بغیر معائنہ کے نظام، اسٹارٹ اپس اور کم خطرے والے (Low Risk) کاروباری توسیع کے لیے این او سی (No Objection Certificate) کی شرط ختم کرنے، مینوفیکچرنگ سیکٹر کے ایس ایم ایز کے لیے ٹیکس میں کمی، سادہ ایک صفحے پر مشتمل ٹیکس ریٹرن فارم متعارف کرانے اور ۱۰ ملین روپے تک کے کم سود والے قرضوں کی فراہمی سمیت ریگولیٹری مداخلت کو کم کرنا یقینی بنایا۔

برائے اساتذہ: طلبہ کو مختلف ذرائع سے پاکستان کی کاٹیج انڈسٹری کے بارے میں مزید جاننے کی ترغیب دیں۔ سندھ میں اجرک جیسی جغرافیائی خصوصیات معلوم کریں۔ پاکستان کے دیگر حصوں میں اور کون سی مصنوعات مشہور ہیں؟

اس سمت میں ایک اور اہم قدم صنعتی اسٹیٹس اور خصوصی اقتصادی زونز (SEZs) کا قیام ہے۔ ان اسٹیٹس اور زونز کا مقصد صنعتی ترقی کے لیے ساز گار ماحول قائم کرنا، نیز انفراسٹرکچر اور سہولیات فراہم کرنا ہے۔

خصوصی اقتصادی زونز صنعتی فروغ، کم سرمایہ کاری اور بر آمدات کے چیلنجز سے نمٹنے کے لیے بنائے گئے ہیں۔ یہ زونز ایک ادارہ جاتی، قانونی اور انفراسٹرکچرل ڈھانچے کے اندر کاروبار دوست ماحول کی ضمانت دے کر ان خدشات کو کم کرتے ہیں جو ایک مخصوص حد بندی کے قیام میں سہولت فراہم کرتا ہے۔ پاکستان نے صنعت کاری اور بر آمدات کی حوصلہ افزائی کے لیے ۱۹۶۰ کی دہائی میں صنعتی اسٹیٹس اور ۱۹۸۰ کی دہائی میں ایکسپورٹ پروسیسنگ زونز کے قیام کا آغاز کیا۔ تاہم ناقص انفراسٹرکچر اور کاروبار دوست ماحول کی عدم موجودگی کی وجہ سے یہ اقدامات اپنے مطلوبہ اہداف حاصل نہیں کر سکے۔

پاکستان نے ۲۰۱۲ء میں SEZs ایکٹ نافذ کیا جس میں ۲۰۱۶ میں ترمیم کی گئی جس سے SEZs کے قیام میں سہولت ملی۔ تاہم، منظوریوں کے پیچیدہ عمل اور طریقہ کار اور ہنر مند افرادی قوت کی ناکافی فراہمی کی وجہ سے ملک میں SEZs کی صلاحیت محدود رہی ہے۔ زون انٹرپرائزز کی مالی اعانت میں تکنیکی رکاوٹیں اور غیر موثر نگرانی کے طریقہ کار بھی ایسے زونز کی کامیابی میں رکاوٹیں ہیں۔

بہت سے چیلنجز کے باوجود، پاکستان نے چین-پاکستان اقتصادی راہداری (CPEC) اور دیگر اقدامات کے تحت کئی خصوصی اقتصادی زونز (SEZs) کی

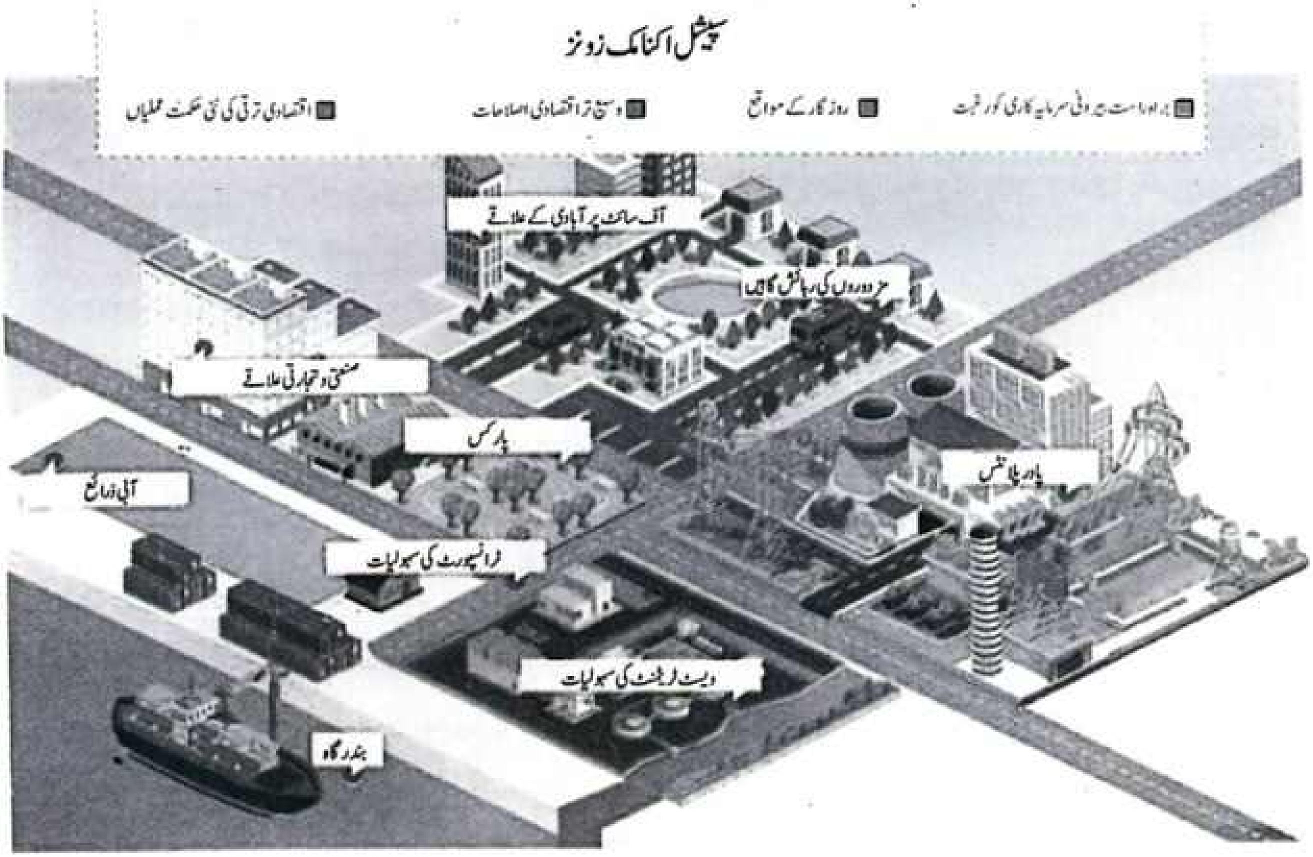

منظوری دی ہے۔ ان میں نوشہرہ میں رشاکئی اسپیشل اکنامک زون، ٹھٹھہ میں دھابیجی اسپیشل اکنامک زون، فیصل آباد میں علامہ اقبال انڈسٹریل سٹی، پشین، بلوچستان میں بوستان انڈسٹریل زون، ٹھٹھہ میں چائنا اسپیشل اکنامک زون، دھابیجی، کراچی انڈسٹریل پارک، شیخوپورہ میں قائداعظم اپیرل پارک، اسلام آباد

میں آئی سی ٹی ماڈل انڈسٹریل زون، مہمند، خیبر پختونخوا میں مہمند ماربل سٹی اور کراچی میں پاکستان اسٹیل ملز انڈسٹریل پارک شامل ہیں۔ ان کے علاوہ حکومت نے کئی دیگر صنعتی زونز اور خصوصی اقتصادی زونز کی بھی منظوری دی ہے۔

فوائد

صنعتی اسٹیٹس ضروری انفراسٹرکچر فراہم کرتے ہیں جن میں نقل و حمل کے نیٹ ورک، پانی اور بجلی کی فراہمی شامل ہیں۔ یہ زونز صنعتوں کو اکٹھا کر کے جدت، تعاون اور وسائل کے اشتراک کو فروغ دیتے ہیں۔ ترقی یافتہ صنعتی زونز میں ملکی اور غیر ملکی دونوں طرح کی سرمایہ کاری کو راغب کرنے سے اقتصادی ترقی کو تحریک ملتی ہے۔ صنعتی اسٹیٹس اکثر آسان ریگولیٹری طریقہ کار پیش کرتی ہیں جو کاروباری اداروں کو درپیش بیورو کریٹک رکاوٹوں کو کم کرتی ہیں۔

نقصانات

مخصوص علاقوں میں صنعتی زونز کے ارتکاز کے نتیجے میں ملک بھر میں غیر متوازن اقتصادی ترقی ہو سکتی ہے۔ مزید برآں، ناکافی منصوبہ بندی اور عمل درآمد کی وجہ سے غیر استعمال شدہ صنعتی اسٹیٹس اپنے مطلوبہ مقاصد حاصل کرنے میں ناکام ہو سکتے ہیں۔ صنعتی زونز میں مناسب حفاظتی تدابیر کی عدم موجودگی ماحولیاتی انحطاط کا باعث بن سکتی ہے۔

پاکستان جدت کو فروغ دے کر، مساوی ترقی کو یقینی بنا کر اور پائیدار طریقوں کو نافذ کر کے اپنے متنوع صنعتی شعبے کی صلاحیت کو پوری طرح سے حاصل کر سکتا ہے۔

پاکستان میں بے روزگاری

پاکستان کی معیشت اور معاشرہ بے روزگاری اور کمتر اجرتوں کے مسئلے سے دوچار ہے۔ اقتصادی ترقی کو فروغ دینے اور ان مسائل سے نمٹنے کے لیے ان چیلنجز کے مائیکرو (انفرادی اور گھریلو) اور میکرو (قومی) دونوں سطحوں پر اثرات کو سمجھنا ضروری ہے۔

پاکستان میں بے روزگاری اور کمتر روزگار

2024 میں پاکستان کی مجموعی بے روزگاری کی شرح تقریباً ۸ فیصد ہے۔ اس اعداد و شمار کے پیچھے کئی وجوہات ہیں جن میں خواندگی کی کمی، کمتر مہارتیں اور مناسب تربیت کی کمی شامل ہے۔ یہ نسبتاً زیادہ بے روزگاری کی شرح، جاری اقتصادی چیلنجز اور روزگار پیدا کرنے اور اقتصادی ترقی کو تیز کرنے کے لیے بنیادی اصلاحات کی ضرورت کو اجاگر کرتی ہے۔

ہیوی انڈسٹریز کمپلیکس حطار انڈسٹریل ایریا

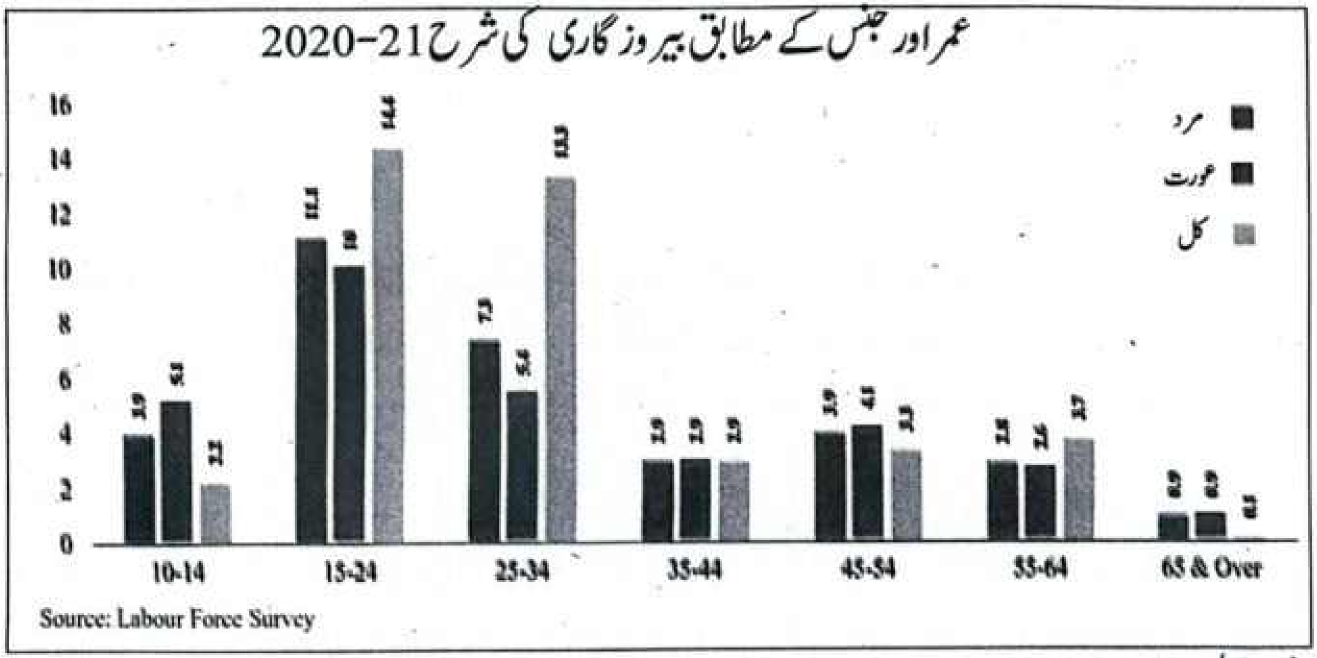

مائیکرو سطح پر اثرات

بے روزگاری کے فرد اور گھریلو سطح پر کئی اثرات مرتب ہوتے ہیں۔ آیئے کچھ اہم ترین اثرات کا جائزہ لیتے ہیں۔

خاندانوں پر مالی دباؤ

بے روزگاری اور کمتر روزگار کے نتیجے میں گھریلو آمدنی کم ہو جاتی ہے، جس سے خاندانوں کے لیے اپنی بنیادی ضروریات پوری کرنا مشکل ہو جاتا ہے۔ اس مالی دباؤ کے نتیجے میں غربت، غذائی قلت اور صحت کی دیکھ بھال اور تعلیم تک ناکافی رسائی ہو سکتی ہے۔

معیارِ زندگی میں کمی

بے روزگار یا کمتر روزگار رکھنے والے افراد اکثر ذہنی تناؤ، اضطراب اور معیارِ زندگی کے معیار میں کمی کا سامنا کرتے ہیں۔ مناسب روزگار حاصل کرنے میں ناکامی ان کی خود اعتمادی اور مجموعی فلاح و بہبود پر منفی اثر ڈال سکتی ہے۔ جس کا نتیجہ بعض اوقات منشیات کے استعمال، ریاست مخالف سرگرمیوں میں ملوث ہونے اور خودکشی تک کی صورت میں نکل سکتا ہے۔ ملک میں کاروباری مواقع کو فروغ دینے کی اشد ضرورت ہے تاکہ تعلیم یافتہ اور ہنرمند افراد نوکری تلاش کرنے کے بجائے دوسروں کے لیے روزگار پیدا کر سکیں۔

تعلیم تک محدود رسائی

بے روزگار یا کمتر روزگار رکھنے والے خاندانوں کے بچوں کے باقاعدگی سے اسکول جانے یا اعلیٰ تعلیم حاصل کرنے کے امکانات کم ہوتے ہیں۔ اس وقت پاکستان میں ۲۶ ملین سے زیادہ بچے اسکول سے باہر ہیں اور اس کی ایک بڑی وجہ والدین کی بے روزگاری کی وجہ سے معاشی مشکلات ہیں۔ یہ محرومی کا سلسلہ جاری رہتا ہے اور ان بچوں کے مستقبل میں ترقی کے مواقع کو محدود کرتا ہے۔

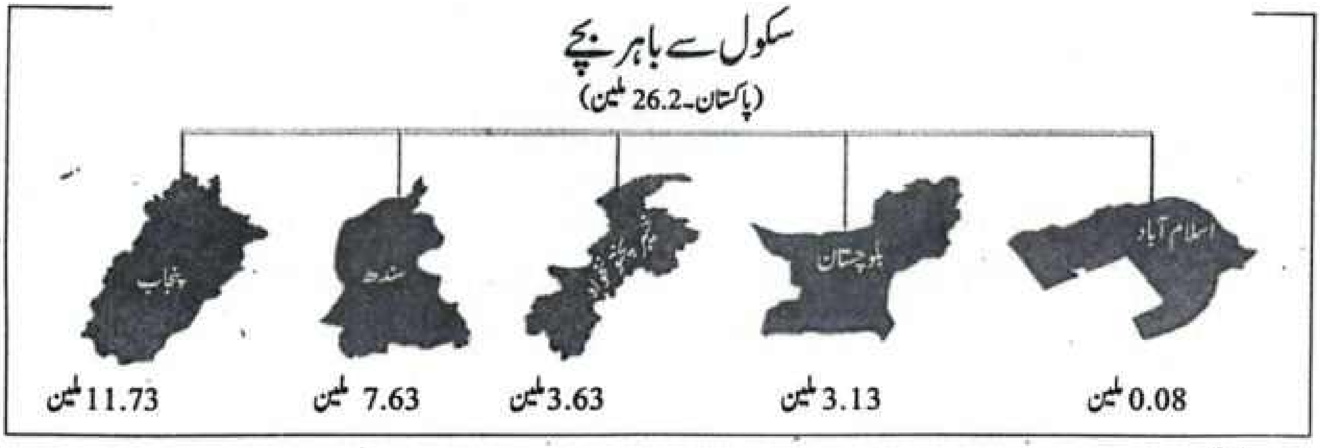

میکرو سطح پر اثرات

اقتصادی ترقی میں کمی

بے روزگاری اور کمتر روزگار کے باعث معیشت کی مجموعی پیداواریت اور ترقی کم ہوتی ہے۔ جب افرادی قوت کا ایک بڑا حصہ پوری طرح سے استعمال نہیں ہوتا تو معیشت اپنی صلاحیت سے کم پر کام کرتی ہے۔

سماجی بہبود کے اخراجات میں اضافہ

بے روزگار یا کمتر روزگار رکھنے والے افراد کی مدد کے لیے حکومت کو سماجی بہبود کے پروگراموں پر اپنے اخراجات میں اضافہ کرنے کی ضرورت پڑ سکتی ہے۔ اس کے نتیجے میں دیگر ضروری خدمات سے وسائل کی منتقلی اور سرکاری مالیات پر دباؤ پڑ سکتا ہے۔

سماجی عدم استحکام

وسیع پیمانے پر بے روزگاری اور کمتر روزگار کے نتیجے میں سماجی بدامنی، جرائم کی شرح میں اضافہ اور سیاسی عدم استحکام جیسے مسائل پیدا ہو سکتے ہیں۔ عوام میں عدم اطمینان کے نتیجے میں احتجاج اور حکمرانی کو چیلنجز کے مسائل پیدا ہو سکتے ہیں۔

روزگار کی صورتحال کو بہتر بنانے کے عوامل

پاکستان میں بے روزگاری کو کم کرنے کے لیے ایک کثیر الجہتی حکمت عملی ضروری ہے۔ ان میں باعزت روزگار میں سرمایہ کاری، خاص طور پر خواتین اور نوجوانوں کے لیے، معاشرے کے غریب ترین اور کمزور ترین افراد کے لیے سماجی تحفظ کے پروگرام، روزگار کے مواقع پیدا کرنے کے لیے چھوٹی اور درمیانے درجے کی صنعتوں (SMEs) کا فروغ اور روزگار کے چیلنجز سے نمٹنے اور سماجی استحکام کو بہتر بنانے کے لیے حکمت عملی کے طور پر سماجی مکالمہ شامل ہیں۔

بینظیر انکم سپورٹ پروگرام (BISP) جنوبی ایشیا کے سب سے بڑے سماجی تحفظ کے پروگراموں میں سے ایک ہے۔ یہ پروگرام 5.7 ملین سے زائد خاندانوں تک پہنچ چکا ہے، جو پاکستان میں غربت کے خاتمے اور خواتین کو بااختیار بنانے کی جانب اہم قدم ہے۔

مہارتوں، تربیت اور خواندگی کا کردار

بے روزگاری کی صورتحال سے نمٹنے کے اہم عوامل میں خواندگی کی شرح اور اس کے معیار کو بہتر بنانا، مناسب مہارت کا فروغ اور مناسب تربیت شامل ہیں۔ تعلیمی منصوبہ سازوں کو ہنر پر مبنی اور پیشہ ورانہ تعلیم پر زیادہ توجہ مرکوز کرنے اور مستقبل کی ملازمتوں کے لیے درکار مہارتوں پر کام کرنے کی ضرورت ہے۔ آیئے بے روزگاری کے مسئلے سے نمٹنے پر ان کے اثرات کا جائزہ لیتے ہیں :

روزگار کی اہلیت میں اضافہ

مہارتوں، تربیت اور خواندگی کے حصول کے ذریعے روزگار کی اہلیت کو بڑھانا اشد ضروری ہے۔ تعلیم، افراد کو مختلف پیشوں کے لیے درکار بنیادی علم فراہم کرتی ہے، جبکہ پیشہ ورانہ تربیت اور مخصوص مہارتیں انہیں ملازمت کی مارکیٹ کی ضروریات کے لیے تیار کرتی ہیں۔

پیداواریت میں اضافہ

ایک ایسی افرادی قوت جو خواندہ اور اہل دونوں ہو زیادہ موثر اور پیداواری ہوتی ہے۔ ہنر مند کارکنوں کے نئی ٹیکنالوجیز کو اپنانے کی صلاحیت سے مجموعی اقتصادی پیداوار میں اضافہ کیا جا سکتا ہے، جس سے جدت پیدا ہوتی ہے۔

بے روزگاری اور کمتر روزگار میں کمی

مناسب تعلیم و تربیت فراہم کرنے سے، افراد مارکیٹ کی ضروریات کو پورا کرنے کے لیے زیادہ مناسب طریقے سے لیس ہوتے ہیں۔ اس کے نتیجے میں افرادی قوت کی مہارتوں اور دستیاب آسامیوں کے درمیان فرق کو کم کر کے بے روزگاری اور کمتر روزگار کی شرح میں کمی واقع ہوتی ہے۔

اقتصادی ترقی

خواندگی، مہارتوں اور تربیت میں سرمایہ کاری کے ذریعے ایک باخبر اور اہل افرادی قوت کے فروغ کو یقینی بنایا جا سکتا ہے۔ اس کے نتیجے میں سرمایہ کاروں کو راغب کیا جا سکتا ہے، صنعتی ترقی کو فروغ ملتا ہے اور عالمی مارکیٹ میں قوم کی مسابقتی پوزیشن مضبوط ہوتی ہے۔

پاکستان پیشہ ورانہ تربیت اور تعلیم میں سرمایہ کاری کر کے ایک بہتر پیداواری افرادی قوت کو یقینی بنا سکتا ہے جو اقتصادی توسیع کو فروغ دینے، غربت میں کمی اور سماجی ہم آہنگی کو بہتر بنانے میں مددگار ثابت ہو سکتی ہے۔

پاکستان میں زراعت

پاکستان کی معیشت میں زراعت ایک اہم کردار ادا کرتی ہے، جو خوراک، روزگار اور مختلف صنعتوں کے لیے خام مال کی فراہمی کا ایک بنیادی ذریعہ ہے۔ اس کی دو اہم اقسام ہیں: فصلوں کی کاشت اور جانوروں کی فارمنگ۔ جانوروں کی فارمنگ میں مختلف اقسام شامل ہیں، جن میں لائیو سٹاک فارمنگ اور مچھلی فارمنگ

شامل ہیں۔ یہاں ہم لائیوسٹاک فارمنگ اور مچھلی فارمنگ اور ان کی منفرد خصوصیات اور اہمیت پر روشنی ڈالیں گے۔

پاکستان میں زرعی فارمز

لائیوسٹاک اور مچھلی فارمنگ کی اہمیت

لائیوسٹاک فارمنگ اور مچھلی فارمنگ دونوں پاکستان کے زرعی شعبے کے اہم اجزاء ہیں۔ ان سے پروٹین اور دیگر غذائی اجزاء کے ضروری ذرائع فراہم کیے جاتے ہیں، جو ملک کی غذائی تحفظ میں اہم کردار ادا کرتے ہیں۔ اقتصادی ترقی کے لحاظ سے یہ بات قابل ذکر ہے کہ فارمنگ کے ان طریقوں میں خاص طور پر دیہی علاقوں میں آمدنی اور روزگار کے مواقع پیدا کرنے کی صلاحیت موجود ہے۔ لائیوسٹاک فارمنگ کی ثقافتی اہمیت بہت زیادہ ہے، کیونکہ یہ دیہی روایات اور معاش کے تانے بانے میں گوندھی ہوئی ہے۔

جانوروں کی پرورش اور آبی زراعت کو فروغ دے کر، پاکستان غذائی تحفظ حاصل کرنے، اقتصادی ترقی کو فروغ دینے اور پائیدار زرعی طریقوں کو برقرار رکھنے کی صلاحیت رکھتا ہے۔ ان صنعتوں میں حائل رکاوٹوں جیسے بیماریوں کے مؤثر طریقے سے انتظام اور وسائل کی موثر تخصیص کرنے سے ان کی پیداواریت اور طویل مدتی بقا میں نمایاں طور پر اضافہ کیا جاسکتا ہے جس سے بالآخر پورے ملک کو فائدہ ہوگا۔

لائیوسٹاک فارمنگ

پاکستان میں مویشیوں کی وسیع آبادی اس کی زرعی معیشت میں ایک اہم کردار ادا کرتی ہے، خاص طور پر دیہی علاقوں میں جہاں کسان خود کفالت اور کاروباری منصوبوں دونوں کے لیے جانور پالتے ہیں۔ پاکستان کی لائیوسٹاک میں بھینس، بھیڑ، گائے، بکری، اونٹ، گھوڑے اور پولٹری جیسے وسیع پیمانے پر انواع شامل ہیں۔ اون اور کھال جیسے مختلف خام مال کی پیداوار کے ساتھ ساتھ دودھ، انڈے، مکھن، گوشت اور تیل کی پیداوار کے ذریعے زرعی بنیاد پر مبنی صنعت میں لائیو سٹاک سیکٹر کا کردار بہت اہم ہے۔

جانور کی قسم	2021-22	2022-23	2023-24
	لائیوسٹارک فارمنگ		تعداد: ملین
مویشی	53.4	55.5	57.5
بھینس	43.7	45.0	46.3
بھیڑ	31.9	32.3	32.7
بکری	82.5	84.7	87
اونٹ	1.1	1.1	1.2
گھوڑے	0.4	0.4	0.4
گدھے	5.7	5.8	5.9
خچر	0.2	0.2	0.2

مال مویشیوں کی گنتی: ۱۹۹۶ء اور ۲۰۰۶ء کی شرح نمو پر مبنی تخمینی اعداد و شمار

Source: Ministry of National Food Security & Research

جانوروں کی پرورش

زراعت کی دنیا میں، جانوروں کی پرورش ایک اہم کردار ادا کرتی ہے۔ اس میں لائیوسٹاک کی افزائش اور پرورش کا فن اور سائنس شامل ہے، جو مختلف مقاصد کے لیے ضروری ہیں۔ اس میں جانوروں کا انتظام متعدد مقاصد کے لیے شامل ہے، بشمول گوشت، دودھ، اون کی پیداوار اور ان کا مشقت کے لیے استعمال۔ پاکستان میں عام طور پر پائے جانے والے لائیوسٹاک میں مویشی، بھینسیں، بکریاں، بھیڑیں اور پولٹری شامل ہیں۔

پاکستان میں لائیوسٹاک فارمنگ

جانوروں کی پرورش کی خصوصیات میں انتخابی افزائش نسل شامل ہے، جو جانوروں میں مطلوبہ خصوصیات کو بڑھانے کے لیے استعمال کی جانے والی ایک تکنیک ہے۔ اس طریقہ کار کا مقصد دودھ کی پیداوار میں اضافہ کرنا یا گوشت کے معیار کو بہتر بنانا ہے۔ خوراک اور غذائیت بھی لائیوسٹاک کی صحت اور پیداواریت کو برقرار رکھنے میں ایک اہم کردار ادا کرتی ہے۔ اس میں متوازن غذائیت اور اضافی غذائی مدد فراہم کرنا شامل ہے۔ مزید برآں، جانوروں کی دیکھ بھال کے معاملے میں صحت کی دیکھ بھال انتہائی اہمیت کی حامل ہے۔ بیماریوں سے بچاؤ اور جانوروں کی مجموعی فلاح و بہبود کو یقینی بنانے کے لیے باقاعدگی سے ویٹرنری کیئر اور ویکسینیشن فراہم کرنا بہت ضروری ہے۔ لائیوسٹاک کی فلاح و بہبود کے لیے مناسب رہائش فراہم کرنا بھی بہت ضروری ہے، کیونکہ یہ انہیں سخت موسم اور شکاریوں سے ممکنہ خطرات سے محفوظ رکھتا ہے۔

لائیوسٹاک فارمنگ متعدد دیہی گھرانوں کی مالی خوشحالی میں ایک اہم کردار ادا کرتی ہے اور مجموعی قومی معیشت میں نمایاں کردار ادا کرتی ہے۔ اس میں گوشت، ڈیری مصنوعات اور چمڑے کی اشیاء کی پیداوار شامل ہے۔

جانوروں کی پرورش میں درپیش چیلنجز

- لائیوسٹاک میں بیماریوں پر قابو پانا ایک اہم چیلنج ہے جس کے لیے حفاظتی ٹیکوں کے ساتھ ساتھ مؤثر اور ویٹرنری خدمات کے استعمال کی بھی ضرورت ہے۔
- وسائل کا موثر انتظام پائیدار لائیوسٹاک فارمنگ کا ایک اور اہم پہلو ہے۔ یہ یقینی بنانا لازمی ہے کہ لائیوسٹاک کے لیے پانی، خوراک اور چراگاہوں کی کافی مقدار موجود ہو۔
- کسانوں کو اکثر اپنی مصنوعات کو منصفانہ قیمتوں پر فروخت کرنے کے لیے مارکیٹوں تک رسائی میں مشکلات کا سامنا کرنا پڑتا ہے۔

مچھلی فارمنگ

مچھلی فارمنگ، جسے آبی زراعت بھی کہا جاتا ہے، کنٹرول شدہ ماحول جیسے تالابوں یا ٹینکوں میں مچھلیوں اور دیگر آبی جانداروں کو پالنے کا عمل ہے۔ اس میں خوراک اور دیگر مصنوعات کی طلب کو پورا کرنے کے لیے مچھلیوں کی افزائش اور پرورش شامل ہے۔ یہ طریقہ کار مختلف انواع و اقسام کی مچھلیوں کی پیداوار کو

فروغ دیتا ہے۔

مچھلی فارمنگ غذائی تحفظ کو یقینی بنانے، روزگار فراہم کرنے اور مقامی فروخت اور برآمدات دونوں کے ذریعے پاکستانی معیشت کے لیے، بہت اہم ہے۔ اس کے اہم پہلوؤں میں پانی کے معیار کو برقرار رکھنا، مناسب غذائیت فراہم کرنا اور بیماری سے بچاؤ اور علاج کا انتظام کرنا شامل ہے جو اسے روایتی ماہی گیری کے طریقوں کا ایک پائیدار متبادل بناتا ہے۔

مچھلیوں کی فلاح و بہبود اور نشو و نما کو فروغ دینے کے لیے پانی کے معیار کو یقینی بنانا انتہائی اہمیت کا حامل ہے۔ آکسیجن کی سطح، درجہ حرارت اور پی ایچ کی نگرانی اس عمل کا ایک لازمی حصہ ہے۔ مزید برآں، مچھلیوں کی نشو و نما اور فلاح و بہبود کے لیے صحیح قسم کی خوراک کو یقینی بنانا بہت ضروری ہے۔ تجارتی پیلٹس سے لے کر قدرتی غذائی ذرائع تک مختلف اقسام دستیاب ہیں۔ انتخابی افزائش کے پروگراموں میں بنیادی مقصد مچھلیوں میں نشو و نما کی شرح، بیماری کے خلاف مزاحمت اور دیگر مطلوبہ خصوصیات کو بہتر بنانا ہے۔ مچھلی فارمنگ غذائی تحفظ کو یقینی بنانے، روزگار کے مواقع پیدا کرنے اور برآمدات اور مقامی فروخت دونوں کے ذریعے معیشت کو مضبوط بنانے میں بھی ایک اہم کردار ادا کرتی ہے۔

پاکستان میں مچھلی فارمنگ کو درپیش چیلنجز

- پانی کے بہترین معیار کو برقرار رکھنا کافی مشکل ہو سکتا ہے اور اس کے لیے مسلسل نگرانی اور انتظام کی ضرورت ہوتی ہے۔
- مچھلیاں مختلف قسم کی بیماریوں کا شکار ہو سکتی ہیں، جس کے لیے انہیں صحت مند رکھنے کے لیے موثر حکمت عملیوں پر عمل درآمد کی ضرورت ہوتی ہے۔
- طویل مدتی کامیابی حاصل کرنے کے لیے پائیدار طریقوں کو ترجیح دینا بہت ضروری ہے جن کا مقصد ماحولیاتی اثرات کو کم کرنا اور حیاتیاتی تنوع کو محفوظ رکھنا ہے۔
- جدید تحفظ اور مارکیٹنگ کی تکنیکوں کی کمی بھی ملک میں مچھلی فارمنگ کے لیے ایک بڑا چیلنج ہے۔

نئے افق تلاش کریں

کیا آپ جانتے ہیں کہ پاکستان کی فش فارمنگ انڈسٹری تیزی سے ترقی کر رہی ہے؟ سب سے دلچسپ پیش رفت سندھ اور بلوچستان کے ساحلی علاقوں میں جھینگا فارمنگ کا متعارف کروانا ہے۔ اس کے بارے میں مزید جانیں اور کلاس کے ساتھ شیئر کریں۔

پائیدار لائیوسٹاک کے طریقے

پائیدار لائیوسٹاک کے طریقوں سے مراد خوراک کی پیداوار کے لیے جانوروں کی پرورش کے وہ طریقے ہیں جو ماحولیاتی تحفظ، جانوروں کی فلاح و بہبود اور اقتصادی طور پر قابل عمل ہونے کو ترجیح دیتے ہیں۔ ان طریقوں کا مقصد ماحول پر منفی اثرات کو کم کرنا اور لائیوسٹاک کی طویل مدتی پیداوار کو یقینی بنانا ہے۔

پاکستان میں پائیدار لائیوسٹاک کے طریقوں کو فروغ دینا ماحولیاتی انحطاط سے نمٹنے، جانوروں کی فلاح و بہبود کے معیار کو بہتر بنانے اور لائیوسٹاک سیکٹر کی

اقتصادی پائیداری کو یقینی بنانے کے لیے، بہت ضروری ہے۔ ان طریقوں کو اپنا کر پاکستان نہ صرف موسمیاتی تبدیلی کے اثرات کو کم کر سکتا ہے بلکہ غذائی تحفظ کو بھی بڑھا سکتا ہے اور ماحول اور لائیوسٹاک کی صنعت دونوں کے لیے ایک زیادہ پائیدار مستقبل کو بھی یقینی بنا سکتا ہے۔

ان اہداف کو حاصل کرنے میں درج ذیل طریقے مددگار ثابت ہو سکتے ہیں:

زرعی ماحولیاتی طریقوں کا نفاذ

پاکستان میں زرعی فارمز

گردشی چراگاہ اور مربوط کیڑوں کے انتظام جیسے طریقے مٹی کی صحت کو بہتر بنانے اور کیمیائی ذرائع کی ضرورت کو کم کرنے میں مددگار ثابت ہو سکتے ہیں، جس سے لائیوسٹاک کی صنعت میں طویل مدتی پائیداری حاصل ہو سکتی ہے۔ مزید برآں، چھوٹے پیمانے کے کسانوں کو ان پائیدار حکمت عملیوں کو اپنانے میں مدد فراہم کرنا ان کے معاش کو بھی بہتر بنا سکتا ہے اور دیہی علاقوں میں غربت کے خاتمے میں اہم کردار ادا کر سکتا ہے۔

نامیاتی کاشتکاری کے طریقوں کا فروغ

یہ ماحولیاتی اثرات کو کم کرنے اور جانوروں کی فلاح و بہبود کو فروغ دینے میں بھی ایک اہم کردار ادا کر سکتا ہے۔ مصنوعی کیڑے مار ادویات اور کھادوں سے گریز کر کے، نامیاتی کاشتکاری ماحولیاتی نظام کے توازن کو برقرار رکھنے اور صارفین کے لیے صحت مند غذائی مصنوعات کی پیداوار کو یقینی بنانے میں مدد کرتی ہے۔

لائیوسٹاک میں قابل تجدید توانائی کے ذرائع کا استعمال

یہ حکمت عملی کاربن کے اخراج کو مزید کم کر سکتی ہے اور معدنی ایندھن پر انحصار کو کم کر سکتی ہے، جس سے مجموعی ماحولیاتی پائیداری میں استحکام پیدا ہوتا ہے۔ سولر پینلز یا ونڈ ٹربائنز کے استعمال سے فارمز طویل عرصے میں کم لاگت اور زیادہ توانائی کے لحاظ سے موثر ثابت ہو سکتے ہیں۔

بہتر افزائش نسل کی تکنیک

انتخابی افزائش نسل کے پروگراموں پر عمل درآمد سے لائیوسٹاک کی پیداوار اور بیماری کے خلاف مزاحمت کو بہتر بنایا جا سکتا ہے۔ مطلوبہ خصوصیات والے جانوروں کا انتخاب کر کے، کسان کیمیائی مواد کی ضرورت کو کم کرتے ہوئے گوشت، دودھ اور اون کی پیداوار میں اضافہ کر سکتے ہیں۔

پانی کا تحفظ

چارے کی فصلوں کے لیے قطراتی نظام آب پاشی (ڈرپ اریگیشن) اور جانوروں کی پرورش میں پانی کے موثر استعمال کے طریقوں جیسی پانی بچانے والی تکنیکوں کو اپنانے سے اہم وسائل کے تحفظ میں مدد مل سکتی ہے۔ بارش کے پانی کو جمع کرنا اور پانی کے ذخائر کی تعمیر بھی پانی کی پائیدار فراہمی یقینی بنا سکتی ہے۔

مقامی خوراک کا انتظام

مقامی طور پر دستیاب اور پائیدار طریقے سے حاصل کی گئی خوراک کا استعمال لائیوسٹاک فارمنگ کے ماحولیاتی اثرات کو کم کرتا ہے۔ فصلوں کی باقیات، زرعی، صنعتی، ضمنی مصنوعات اور متوازن راشن کو شامل کرنے سے خوراک کی کارکردگی بہتر ہو سکتی ہے اور فضلہ کم ہو سکتا ہے۔

گوبر کا انتظام

کمپوسٹنگ اور دیگر طریقوں کے استعمال سے جانوروں کے گوبر کا مناسب انتظام گرین ہاؤس گیسوں کے اخراج کو کم کر سکتا ہے اور فصلوں کے لیے قیمتی نامیاتی کھادیں تیار کر سکتا ہے۔ اس سے کیمیائی کھادوں پر انحصار کم ہوتا ہے اور مٹی کی صحت بہتر ہوتی ہے۔

ویٹرنری خدمات

باقاعدگی سے ویٹرنری کیئر، حفاظتی ٹیکوں کا پروگرام اور بیماری کی نگرانی فراہم کرنے سے جانوروں کی صحت اور پیداوار بہتر ہوتی ہے۔ صحت مند لائیوسٹاک گوشت، دودھ اور دیگر مصنوعات کے حصول میں زیادہ موثر ہوتی ہے، جس سے مجموعی ماحولیاتی اثرات کم ہوتے ہیں۔

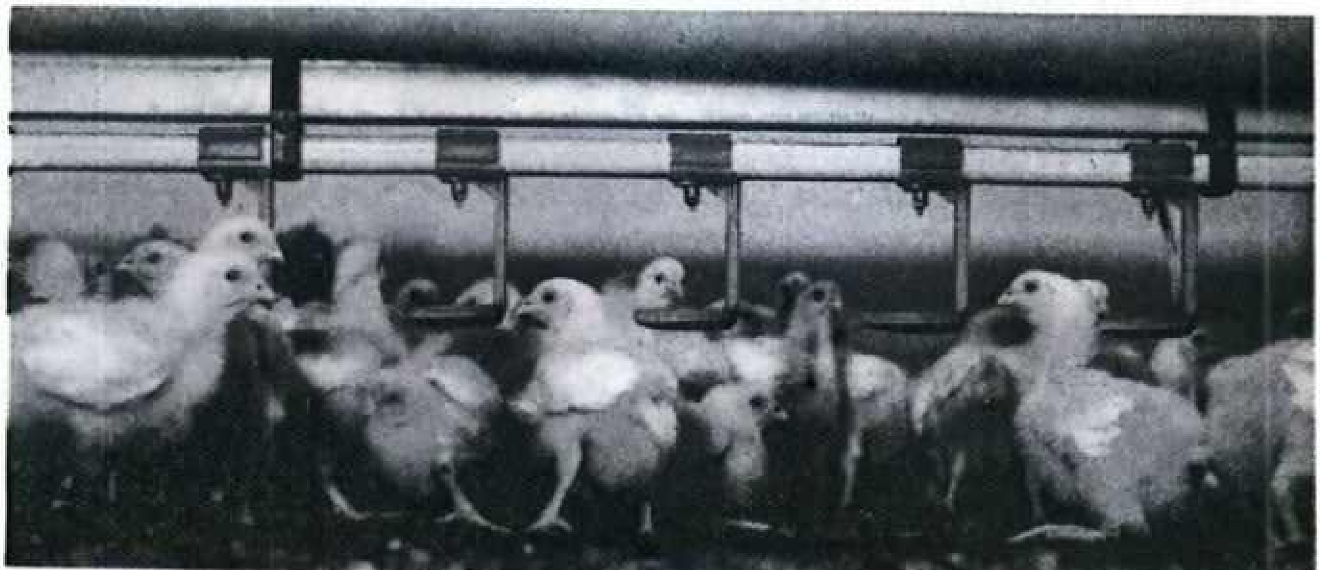

پولٹری فارمز میں پانی کا انتظام

جانوروں کی فلاح و بہبود

جانوروں کی فلاح و بہبود کے اعلیٰ معیار کو یقینی بنانا، بشمول مناسب رہائش، غذائیت اور انسانی طریقے سے ہینڈلنگ، پیداوار کو بڑھاتا ہے اور تناؤ سے متعلق نقصانات کو کم کرتا ہے۔ یہ لائیوسٹاک فارمنگ سے متعلق اخلاقی خدشات کو بھی دور کرتا ہے۔

کسانوں کی تعلیم

کسانوں کے لیے پائیدار طریقوں، وسائل کے انتظام اور جانوروں کی صحت کے لیے تربیتی پروگرام انہیں ماحول دوست تکنیک اپنانے کے قابل بنا سکتے ہیں۔ توسیعی خدمات اور کسان فیلڈ اسکول موثر طریقے سے علم اور اختراعات کے پھیلاؤ میں مددگار ثابت ہو سکتے ہیں۔

تحقیق اور ترقی

پائیدار لائیو سٹاک کے طریقوں کو مقامی حالات کے مطابق جدید بنانے اور اپنانے کے لیے تحقیق اور ترقی میں سرمایہ کاری ترقی میں اضافہ کر سکتی ہے۔ تحقیقی اداروں، حکومت اور نجی شعبے کے درمیان تعاون کامیابی کے لیے بہت ضروری ہے۔

یہ حکمت عملیاں نہ صرف لائیو سٹاک کی پیداواریت میں اضافہ کرتی ہیں بلکہ ماحولیاتی انحطاط کو کم کرنے میں بھی مددگار ثابت ہوتی ہیں۔ اس کے ساتھ ساتھ یہ سماجی بہبود کو بھی فروغ دیتی ہیں۔

پاکستان کی ماہی گیری کی صنعت

گوادر میں ماہی گیری

پاکستان کی ماہی گیری کی صنعت ملکی معیشت کے لیے بے حد اہمیت کی حامل ہے، جو غذائی تحفظ، روزگار کے مواقع اور زرمبادلہ کے حصول میں نمایاں کردار ادا کرتی ہے۔ پاکستان بحیرہ عرب کے ساتھ واقع ہے اور اس کی ساحلی پٹی تقریباً ۱۰۵۰ کلومیٹر تک پھیلی ہوئی ہے۔ اس وسیع ساحلی پٹی پر سمندری وسائل کی فراوانی ہے۔

اس صنعت میں سمندری اور اندرون ملک ماہی گیری دونوں شامل ہیں جس میں سندھ اور بلوچستان کے ساحلی علاقوں میں ماہی گیری کی اہم سرگرمیاں شامل ہیں۔ ماہی گیری کا شعبہ مچھلیوں کی متنوع اقسام کے لیے جانا جاتا ہے، جن میں جھینگے، ٹونا، میکرل اور مختلف قسم کی میٹھے پانی کی مچھلیاں شامل ہیں۔ یہ وافر وسائل اس صنعت کی ترقی میں اہم کردار ادا کرتے ہیں۔

ماہی گیری کی صنعت کا اقتصادی اثر

جی ڈی پی میں کردار

ماہی گیری کی صنعت پاکستان کی مجموعی ملکی پیداوار (جی ڈی پی) میں نمایاں کردار ادا کرتی ہے۔ یہ پروسیسنگ، مارکیٹنگ اور برآمدات جیسی مختلف متعلقہ صنعتوں کو فروغ دیتی ہے، اس طرح معیشت میں خاطر خواہ بہتری پیدا ہوتی ہے۔ پاکستان اکنامک سروے کے مطابق، ماہی گیری کا شعبہ قومی جی ڈی پی میں تقریباً ایک فیصد حصہ ڈالتا ہے جو وسیع تر زرعی اور صنعتی شعبوں میں اس کی اہمیت کو ظاہر کرتا ہے۔

روزگار کے مواقع

ماہی گیری کی صنعت خاص طور پر سندھ اور بلوچستان کے ساحلی علاقوں میں روزگار کی فراہمی کا ایک بڑا ذریعہ ہے۔ یہ صنعت تقریباً ۳۹۰۰۰۰ ماہی گیروں کو براہ راست اور کشتی سازی، جال سازی اور پروسیسنگ جیسی ذیلی سرگرمیوں میں شامل تقریباً ۵۰۰۰۰۰ افراد کو بالواسطہ روزگار فراہم کرتی ہے۔ یہ شعبہ دیہی ترقی کے لیے بہت اہم ہے، لاکھوں افراد کو معاش فراہم کرتا ہے اور ساحلی علاقوں کے عوام میں غربت کے خاتمے میں مدد کرتا ہے۔

زر مبادلہ کا حصول

مچھلی اور سمندری غذائی مصنوعات پاکستان کی اہم برآمدات میں شامل ہیں، جو قیمتی زر مبادلہ کے حصول کا سبب بنتی ہیں۔ پاکستان سے مختلف قسم کی مچھلی کی مصنوعات چین، مشرق وسطیٰ، یورپی یونین اور امریکہ سمیت بین الاقوامی منڈیوں میں برآمد کی جاتی ہیں۔ مالی سال ۲۰۲۲-۲۳ میں، پاکستان کی سمندری غذا کی برآمدات ۴۵۰ ملین ڈالر سے تجاوز کر گئیں۔ یہ برآمدات ملک کے تجارتی توازن اور اقتصادی استحکام کے لیے بہت اہم ہیں، جو پاکستانی سمندری غذا کی عالمی طلب کو ظاہر کرتی ہیں۔

انفراسٹرکچر کی ترقی کے اقدامات

حکومت پاکستان نے ماہی گیری کی صنعت کو فروغ دینے اور اس کی برآمدی صلاحیت کو بڑھانے کے لیے انفراسٹرکچر کی ترقی کے کئی اقدامات شروع کیے ہیں۔ ان میں سے چند درج ذیل ہیں:

گوادر بندرگاہ

گوادر بندرگاہ

گوادر بندرگاہ بلوچستان میں واقع گہرے سمندر کی بندرگاہ ہے۔ یہ تجارت اور کامرس کا ایک اسٹریٹیجک مرکز ہے، جو پاکستان کو مشرق وسطیٰ، افریقہ اور وسطی ایشیا سے جوڑتا ہے۔ گوادر بندرگاہ نے ایک جدید اور موثر برآمدی سہولت فراہم کر کے پاکستان کی ماہی گیری کی صنعت کو نمایاں طور پر بہتر بنایا ہے۔ اس نے ملک کی مچھلی اور سمندری غذا کی برآمدات میں اضافہ کیا ہے، جس سے قیمتی زر مبادلہ کی آمدنی حاصل ہوئی ہے۔

چین پاکستان اقتصادی راہداری (CPEC)

CPEC ایک جامع ترقیاتی منصوبہ ہے جس کا ایک مقصد پاکستان کے انفراسٹرکچر کو بہتر بنانا ہے۔ اس نے ماہی گیری کی صنعت کے انفراسٹرکچر کو جدید بنانے میں بھاری سرمایہ کاری کی ہے، جس میں کولڈ اسٹوریج کی سہولیات، پروسیسنگ پلانٹس اور ٹرانسپورٹیشن نیٹ ورکس شامل ہیں۔ اس سے مچھلی اور سمندری غذا کی مصنوعات کے معیار اور حفاظت میں بہتری آئی ہے، جس سے عالمی مارکیٹ میں ان کی مسابقتی صلاحیت میں اضافہ ہوا ہے۔

مکران کوسٹل ہائی وے

مکران کوسٹل ہائی وے بحیرہ عرب کے ساحل کے ساتھ ماہی گیر برادریوں کو جوڑتا ہے، جو ماہی گیری کی صنعت کے لیے نقل و حمل کا ایک اہم رابطہ فراہم کرتا

مکران کوسٹل ہائی وے نے کراچی اور گوادر کے درمیان سفری وقت کو ۴۸ گھنٹوں سے کم کر کے صرف ۷ گھنٹے کر دیا ہے۔ یہ قابل ذکر سڑک نہ صرف انجینئرنگ کا ایک شاہکار ہے بلکہ خطے میں اقتصادی ترقی کے لیے ایک گیم چینجر بھی ہے۔

ہے۔اس نے مارکیٹوں تک رسائی میں اضافہ کیا ہے، نقل و حمل کے اخراجات کو کم کیا ہے اور صنعت کی کارکردگی میں اضافہ کیا ہے۔

مکران کوسٹل ہائی وے

مکران کوسٹل ہائی وے نے نقل و حمل کے اخراجات اور درکار وقت کو نمایاں طور پر کم کیا ہے، جس سے ماہی گیروں کو اپنی مچھلی کو جلد اور مؤثر طریقے سے فروخت کرنے کے قابل بنایا گیا ہے۔اس سے مچھلی اور سمندری غذا کی مصنوعات کی تازگی اور معیار میں بہتری آئی ہے، جس سے ان کی مارکیٹ کی طلب میں اضافہ ہوا ہے۔

ماہی گیری کی منڈیاں

حکومت پاکستان نے مقامی ماہی گیری کی منڈیوں کو ترقی دی ہے اور انہیں جدید بنایا ہے، جس سے ماہی گیروں کو اپنی مچھلی فروخت کرنے کے لیے ایک پلیٹ فارم مہیا کیا گیا ہے۔ان منڈیوں نے مچھلی اور سمندری غذا کی مصنوعات کے معیار اور حفاظت کو بہتر بنایا ہے، جس سے صارفین کا اعتماد بڑھا ہے۔

جدید ماہی گیری کی منڈیوں نے پائیدار ماہی گیری کے طریقوں کو فروغ دیا ہے، مچھلی پکڑنے کے بعد ہونے والے نقصانات کو کم کیا ہے اور مارکیٹ تک رسائی کو بہتر بنایا ہے۔انہوں نے تازہ مچھلی اور سمندری غذا کی مصنوعات کی دستیابی میں بھی اضافہ کیا ہے، جس سے مقامی معیشت اور صارفین کی طلب میں بہتری آئی ہے۔

پائیدار ماہی گیری کے لیے ممکنہ حل

ضابطہ کاری اور انتظام

مچھلیوں کے ذخائر کی طویل مدتی پائیداری کو یقینی بنانے اور بے تحاشہ ماہی گیری کو روکنے کے لیے مؤثر ماہی گیری کے ضوابط بہت ضروری ہیں۔ مچھلی پکڑنے کے علاقے کی حدود مقرر کرنے، موسمی پابندیاں نافذ کرنے اور ماہی گیری کے نقصان دہ سازو سامان کے استعمال کو محدود کرنے جیسے اقدامات کے ذریعے پاکستان اپنی سمندری حیاتیاتی تنوع کا تحفظ کر سکتا ہے اور مچھلیوں کی آبادی کو دوبارہ بحال کرنے کی جانب قدم بڑھا سکتا ہے۔ان اقدامات میں سمندری ماحولیاتی نظام کے ماحولیاتی توازن کو برقرار رکھنے کے لیے غیر قانونی، غیر رپورٹ شدہ اور غیر منظم ماہی گیری کی سرگرمیوں کی نگرانی اور ان پر جرمانہ عائد کرنا بھی شامل ہے۔

تکنیکی ترقی

جدید تکنیکوں اور آلات کے ساتھ ماہی گیری کی صنعت کو جدید بنانا کارکردگی میں اضافہ کر سکتا ہے اور ماحولیاتی اثرات کو کم کر سکتا ہے۔ماہی گیری کے جدید سازو سامان، جیسے سرکل ہکس اور پینلز کا استعمال چھوٹی مچھلیوں کی حفاظت کر سکتا ہے۔GPS ، اور سونار (Sonar) جیسی مچھلی تلاش کرنے والی ٹیکنالوجیز سے لیس جدید کشتیاں ماہی گیروں کو ہدف کی انواع کو زیادہ مؤثر طریقے سے تلاش کرنے اور پکڑنے میں مدد کر سکتی ہیں، جس سے فضلہ اور بے تحاشہ ماہی گیری کم ہوتی ہے۔

صلاحیت سازی

صنعت کی طویل مدتی بقا کے لیے ماہی گیروں کو پائیدار ماہی گیری کے طریقوں کے بارے میں تعلیم دینا ضروری ہے۔ تربیتی پروگرام ذمہ دار ماہی گیری کی تکنیک، سمندری تحفظ کی اہمیت اور ضوابط کی تعمیل جیسے موضوعات کا احاطہ کر سکتے ہیں۔ یہ پروگرام ماہی گیروں کو ماحول دوست طریقے اپنانے کے قابل بناتے ہیں، جس سے ان کے معاش اور سمندری وسائل کی پائیداری یقینی ہوتی ہے۔

انفراسٹرکچر میں سرمایہ کاری

ماہی گیری کی صنعت کی ترقی کے لیے جدید بندرگاہ کی سہولیات، موثر شاہراہوں اور اچھی طرح سے لیس مارکیٹوں جیسے انفراسٹرکچر میں سرمایہ کاری بہت ضروری ہے۔ بہتر انفراسٹرکچر شکار کے بعد ہونے والے نقصانات کو کم کرتا ہے، مارکیٹ تک رسائی کو بڑھاتا ہے اور مچھلی کی مصنوعات کی بروقت نقل و حمل کو یقینی بناتا ہے۔ اس طرح کی سرمایہ کاری ساحلی برادریوں کی اقتصادی ترقی میں بھی معاون ثابت ہوتی ہیں اور قومی معیشت میں بھی اہم کردار ادا کرتی ہیں۔

ان پائیدار حکمت عملیوں کو اپنانے سے پاکستان میں ماہی گیری کی صنعت کو نمایاں طور پر بہتر بنایا جا سکتا ہے، جس سے اس کی طویل مدتی بقا اور ماحولیاتی توازن یقینی ہوتا ہے۔

میں نے کیا سیکھا

- پاکستان کی اہم صنعتوں میں چینی، سیمنٹ، کپاس، کھاد اور فولاد شامل ہیں، جن میں سے ہر ایک کی مخصوص جغرافیائی تقسیم وسائل کی دستیابی اور انفراسٹرکچر پر منحصر ہے۔
- یہ صنعتیں ملکی جی ڈی پی، روزگار اور زرمبادلہ کے حصول میں نمایاں کردار ادا کرتی ہیں لیکن انھیں وسائل کی قلت، ماحولیاتی خدشات اور اقتصادی کمزوریوں جیسے چیلنجز کا سامنا بھی ہے۔
- ان صنعتوں کے اقتصادی اثرات میں ملازمتوں کی فراہمی اور زرمبادلہ کا حصول شامل ہے۔
- ماحولیاتی خدشات میں آلودگی اور وسائل کا خاتمہ شامل ہے، جبکہ سماجی اثرات میں کمیونٹی کی ترقی اور روزگار کے مواقع شامل ہیں۔
- گھریلو صنعتیں روایتی دستکاری کو محفوظ رکھتی ہیں اور دیہی علاقوں میں روزگار فراہم کرتی ہیں۔
- چھوٹے پیمانے کی صنعتیں اقتصادی تنوع اور جدت میں اپنا کردار ادا کرتی ہیں۔
- بڑے پیمانے کی صنعتیں بڑے پیمانے پر پیداوار اور برآمدات کو فروغ دیتی ہیں لیکن ان کے لیے بڑی سرمایہ کاری کی ضرورت ہوتی ہے اور یہ مارکیٹوں پر غلبہ حاصل کر سکتی ہیں۔
- حکومت کی زیر قیادت صنعتی اسٹیٹس اور زونز، جیسے کہ SEZs ، صنعتی ترقی کے لیے انفراسٹرکچر اور مدد فراہم کرنے کے مقصد کے تحت بنائے جاتے ہیں۔

- وسائل کے انتظام، مارکیٹ تک رسائی اور ریگولیٹری فریم ورک جیسے چیلنجز سے نمٹنے کے لیے مؤثر پالیسیاں بہت ضروری ہیں۔
- بے روزگاری اور کمتر روزگار فرد اور قومی معیشت دونوں کو متاثر کرتے ہیں جس سے مالی دباؤ اور اقتصادی ترقی میں کمی واقع ہوتی ہے۔
- خواندگی، ہنر کے فروغ اور تربیت کے ذریعے ان مسائل سے نمٹنا اقتصادی استحکام اور ترقی کے لیے ضروری ہے۔
- تعلیم اور پیشہ ورانہ تربیت روزگار کی اہلیت اور پیداواریت کو بڑھاتی ہے، جس سے اقتصادی ترقی میں اضافہ ہوتا ہے۔
- یہ اقدامات زیادہ جدید صنعتی اور زرعی طریقوں کی طرف منتقلی کے لیے بہت اہم ہیں۔
- پاکستان میں زراعت میں لائیو سٹاک فارمنگ اور مچھلی فارمنگ بھی شامل ہیں جن میں سے ہر ایک کی منفرد خصوصیات اور اقتصادی جہتیں ہیں۔
- جانوروں کی پرورش لائیو سٹاک کی افزائش اور پرورش پر توجہ مرکوز کرتی ہے، جبکہ مچھلی فارمنگ میں کنٹرول شدہ ماحول میں مچھلی کی پیداوار شامل ہے۔
- لائیو سٹاک کی صنعت کی اہم رکاوٹوں میں بیماریوں کا پھیلنا، مارکیٹ تک محدود رسائی اور ناکافی انفراسٹرکچر شامل ہیں۔
- پائیدار حکمت عملیوں، جیسے کہ بہتر افزائش نسل کی تکنیک، بہتر وسائل کا انتظام اور ویٹرنری کیئر ان چیلنجز کو کم کر سکتی ہیں۔
- ماہی گیری کی صنعت غذائی تحفظ، روزگار اور برآمدی آمدنی میں اضافہ کرتی ہے۔
- مچھلی فارمنگ قابل اعتماد پروٹین کے ذرائع فراہم کر کے اور ملازمتیں پیدا کر کے سماجی و اقتصادی فوائد کا سبب بنتی ہے۔
- گوادر پورٹ، CPEC، مکران کوسٹل ہائی وے اور جدید ماہی گیری کی منڈیوں جیسے منصوبے پائیدار ماہی گیری کے فروغ کے لیے بہت اہم ہیں۔
- یہ اقدامات رابطے کو بہتر بناتے ہیں، نقل و حمل کے اخراجات کو کم کرتے ہیں اور مچھلی کی مصنوعات کے لیے مارکیٹ تک رسائی کو بہتر بناتے ہیں۔
- مؤثر ماہی گیری کے ضوابط پر عمل درآمد، جدید تکنیکوں کو اپنانا اور انفراسٹرکچر میں سرمایہ کاری پائیدار ماہی گیری کے لیے اہم حکمت عملیاں ہیں۔
- ماہی گیروں کے لیے تربیت اور مدد کے ذریعے صلاحیت سازی پائیدار طریقوں اور صنعت کی طویل مدتی بقا کو فروغ دیتی ہے۔
- پاکستان کی بنیادی صنعتوں کی پائیدار ترقی کے لیے خواندگی، ہنر کی ترقی اور انفراسٹرکچر میں بہتری کو مربوط کرنا ضروری ہے۔
- حکومت، نجی شعبے اور برادریوں کے درمیان باہمی تعاون کے ذریعے چیلنجز سے نمٹا جا سکتا ہے اور اقتصادی ترقی کے مواقع سے فائدہ اٹھایا جا سکتا ہے۔

مشقی سوالات

درج ذیل کثیر الانتخابی سوالات میں سے درست جواب کی نشان دہی کریں۔

1۔ سال 2024 تک پاکستان کی سیمنٹ کی پیداوار کی سالانہ صلاحیت تقریباً کتنی ہے؟

الف. ۳۹ ملین ٹن
ب. ۶۹ ملین ٹن
ج. ۹۹ ملین ٹن
د. ۱۲۹ ملین ٹن

2۔ پاکستان میں سب سے زیادہ چینی پیدا کرنے والا صوبہ کون سا ہے؟

الف. بلوچستان
ب. سندھ
ج. پنجاب
د. خیبر پختونخوا

3۔ درج ذیل میں سے کون سی صنعت پاکستان میں روایتی دستکاری سے سب سے زیادہ منسلک ہے؟

الف. اسٹیل صنعت
ب. سیمنٹ صنعت
ج. گھریلو صنعت
د. کھاد کی صنعت

4۔ پاکستان میں مویشی پالنے کا بنیادی مقصد کیا ہے؟

الف. جانوروں کی افزائش اور پرورش
ب. فصلوں کی کاشت
ج. کھاد کی تیاری
د. معدنیات کی کان کنی

5۔ حکومت کی طرف سے چھوٹے پیمانے کی صنعتوں کی سرپرستی کے لیے سب سے مؤثر حکمت عملی کون سی ہو سکتی ہے؟

الف. درآمدی محصولات میں اضافہ
ب. ٹیکس کی چھوٹ اور قرض تک رسائی کی سہولت دینا
ج. بڑی صنعتوں کے انضمام کی حوصلہ افزائی
د. برآمدات کو محدود کر کے مقامی منڈی پر توجہ دینا

6۔ چین-پاکستان اقتصادی راہداری (CPEC) کے لیے درج ذیل میں سے کون سا انفراسٹرکچر منصوبہ سب سے اہم ہے؟

الف. مکران کوسٹل ہائی وے
ب. گوادر پورٹ
ج. تھر کول منصوبہ
د. قراقرم ہائی وے

7۔ پاکستان میں خواندگی اور ہنر کی ترقی بے روزگاری کو کیسے کم کر سکتی ہے؟

الف. روزگار کی صلاحیت بڑھا کر
ب. غیر ملکی امداد بڑھا کر
ج. پیدائش کی شرح کم کر کے
د. شہری آبادی کو فروغ دے کر

8۔ پاکستان میں مویشیوں کی صنعت کو درپیش ایک عام چیلنج کیا ہے؟

الف. ضرورت سے زیادہ بارش
ب. بیماریوں کے پھیلاؤ
ج. ماہی گیری کی زیادتی
د. زمین کی زرخیزی میں کمی

9۔ پاکستان میں اسٹیل اور سیمنٹ جیسی بڑی صنعتوں کے مقام کے تعین میں سب سے اہم عنصر کیا ہے؟

الف. شہری مراکز کے قریب ہونا
ب. خام مال اور توانائی کے وسائل کی دستیابی
ج. حکومتی پالیسیاں
د. موسمی حالات

10۔ پاکستان میں مویشی پالنے کے ماحولیاتی اثرات کو کم کرنے کے لیے پائیدار طریقے کس طرح مددگار ثابت ہو سکتے ہیں؟

الف. کیمیکل کھاد کے استعمال میں اضافہ کرکے
ب. باری باری چرنے کے طریقے اور فضلہ کے بہتر انتظام کو اپنا کر
ج. مویشیوں کی تعداد بڑھا کر
د. ویٹرنری دیکھ بھال کو کم کرکے

سوال نمبر ۲: مندرجہ ذیل سوالات کے مختصر جواب دیں۔

1. پاکستان میں چینی پیدا کرنے والے اہم جغرافیائی علاقے کون سے ہیں؟
2. گھریلو صنعتیں پاکستان کے دیہی ترقی میں کیسے مدد کرتی ہیں؟
3. پاکستان کی سیمنٹ انڈسٹری کو درپیش عام ماحولیاتی چیلنجز کیا ہیں؟
4. مچھلی کی فارمنگ پاکستان میں خوراک کی سیکیورٹی کو کیسے بہتر بناتی ہے؟
5. مکران کوسٹل ہائی وے پاکستان کی ماہی گیری کی صنعت کی معاونت میں کیا کردار ادا کرتی ہے؟

سوال نمبر ۳: مندرجہ ذیل سوالات کے جواب تفصیل سے دیں۔

1. پاکستان کی اہم صنعتوں کے اقتصادی، ماحولیاتی، اور سماجی اثرات کا جائزہ لیں اور وضاحت کریں کہ یہ صنعتیں ملک کی مجموعی ترقی میں کیسے مدد کرتی ہیں؟
2. پاکستان میں گھریلو اور بڑی صنعتوں کی ترقی میں حکومتی پالیسیوں کی اہمیت پر روشنی ڈالیں۔
3. پاکستان میں کمتر روزگار اور بے روزگاری جیسے مسائل کے حل میں خواندگی، ہنر کی ترقی، اور تربیت کے کردار کا تجزیہ کریں۔
4. پاکستان میں مویشی پالنے اور مچھلی پالنے کے طریقوں کا تقابلی جائزہ لیں، ان کی خصوصیات، معاشی کردار اور چیلنجز پر روشنی ڈالیں۔
5. گوادر پورٹ، CPEC، مکران کوسٹل ہائی وے، اور فش مارکیٹس جیسے بڑے انفراسٹرکچر منصوبوں کے پاکستان کی ماہی گیری کی صنعت پر اثرات کا جائزہ لیں۔

تقابلی جائزہ:
پاکستان کی کاٹیج صنعت اور بڑی صنعتوں کے اقتصادی، ماحولیاتی اور سماجی اثرات کا موازنہ کریں۔ اپنی بات کو مثالوں اور ڈیٹا سے واضح کریں۔

تجزیہ

پاکستان میں مویشی پالنے اور مچھلی کی صنعت کی اہمیت اور چیلنجز وقت کے ساتھ کیسے بدلے؟ تاریخی پس منظر، معاشی ترقی، ٹیکنالوجی میں بہتری، اور ماحولیاتی اثرات پر روشنی ڈالیں۔ یہ بھی بتائیں کہ ماضی کے تجربات سے مستقبل کی حکمت عملیوں کے لیے کیا سیکھا جاسکتا ہے۔

پراجیکٹ

پاکستان کے مختلف ساحلی علاقوں میں ماہی گیروں کو درپیش مسائل معلوم کریں اور ان کی بنیاد پر اصلاحی اقدامات تجویز کریں۔

فرہنگ

- مکانی تقسیم: کسی جغرافیائی علاقے میں اشیاء یا سرگرمیوں کی ترتیب و پھیلاؤ
- کاٹیج انڈسٹری: گھریلو سطح پر روایتی طریقوں سے چھوٹے پیمانے پر مصنوعات کی تیاری
- صنعتی زونز: انڈسٹریل ترقی کے لیے مختص علاقے جن میں سہولیات فراہم کی جاتی ہیں
- کمتر روزگار: ایسا روزگار جس میں افراد کی مہارت یا قابلیت کا مکمل استعمال نہ ہو یا پھر انھیں اپنی قابلیت سے کم آمدن حاصل ہو
- بے روزگاری: کوئی ذریعہ معاش نہ ہونا
- مائیکرو اکنامک سرگرمیاں: فرد یا چھوٹے پیمانے کی معاشی سرگرمیاں
- میکرو اکنامک سرگرمیاں: قومی یا عالمی سطح پر بڑی معاشی سرگرمیاں
- ہنر کی ترقی: مخصوص کاموں کے لیے افراد کی صلاحیتوں کو بہتر بنانے کی تربیت
- مویشی پالنا: زرعی شعبے کی ایک شاخ جو جانوروں کی افزائش و نگہداشت سے متعلق ہے

استاد کی مدد سے، اس باب میں شامل وہ الفاظ جو آپ کو مشکل لگتے ہیں ان کی فہرست بنائیں اور معنی لکھیں۔

باب: 07

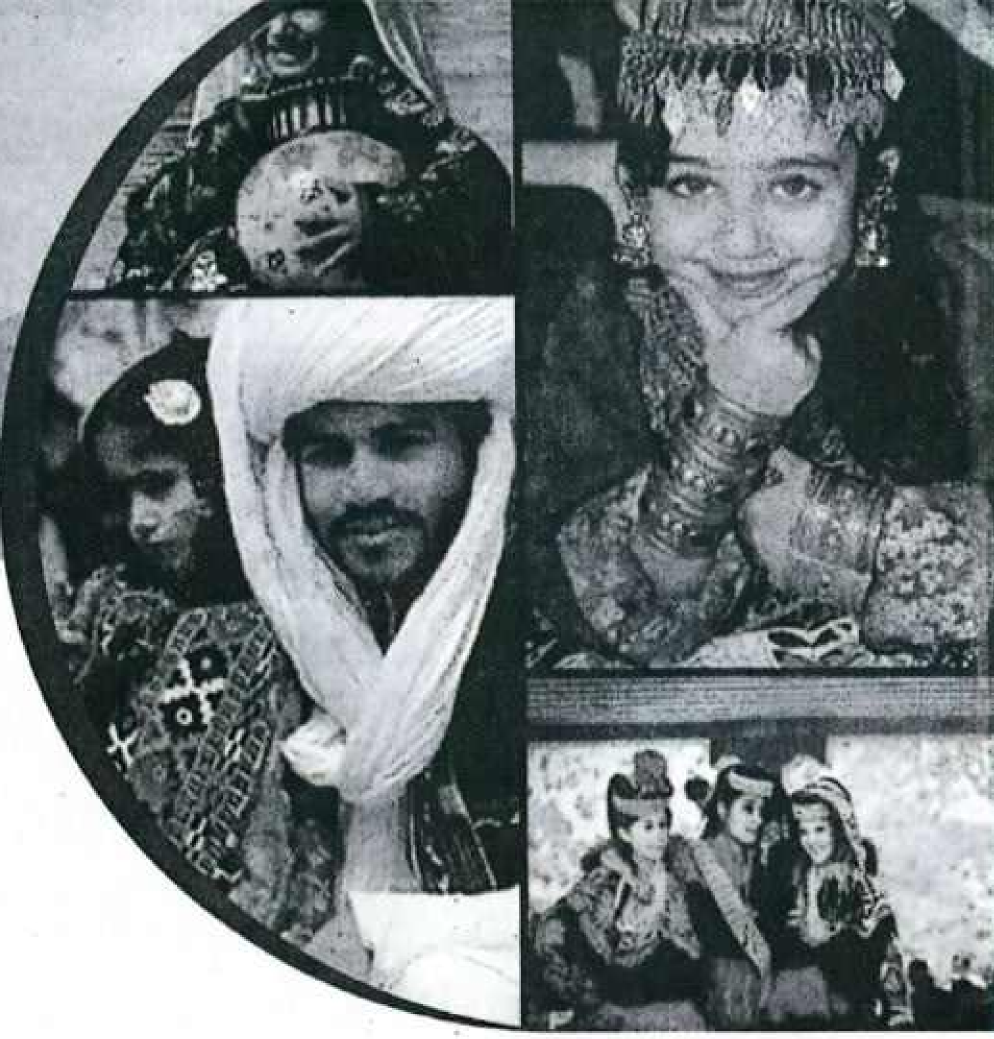

حصہ چہارم:
پاکستان میں ثقافتی تنوع

قومی یکجہتی اور سیاسی ہم آہنگی

یہ سبق پڑھنے کے بعد طلبہ اس قابل ہو جائیں گے کہ وہ:

- افراد کی اہمیت کو سمجھ سکیں کہ وہ کس طرح ایک بامعنی معاشرے، کمیونٹی اور ریاست کی تشکیل میں کردار ادا کرتے ہیں۔
- قومی یکجہتی اور بھائی چارے کو فروغ دینے میں فرد کی شراکت میں رکاوٹوں کے متعلق جان سکیں اور ملک کی سماجی و اقتصادی ترقی میں اضافی اقدامات کی اہمیت پر زور دے سکیں۔
- پاکستان میں مختلف علاقائی، ثقافتی، مذہبی اور نسلی شناختوں کے درمیان احترام باہمی اور سمجھ بوجھ کے اظہار کی اہمیت کو تسلیم کر سکیں اور یہ بھی جان سکیں کہ یہ ایک پر امن معاشرے کی تخلیق میں کس طرح مددگار ثابت ہوتے ہیں۔
- مذہبی آزادی کے بارے میں قائد اعظم (رحمۃ اللہ علیہ) کے وژن اور ریاست کی ترقی اور امن کی ثقافت میں اقلیتی طبقات کے کردار کا تجزیہ کر سکیں۔
- ایک ایسی ریاست کے قیام میں ریاست، معاشرے اور حکومت کے کردار کا موازنہ اور ان میں فرق کر سکیں جو صنف، مذہب اور سماجی طبقات کے مسائل پر برابری، انصاف اور مساوات کو یقینی بناتی ہے۔
- ان عناصر کا تجزیہ کر سکیں جو کسی قوم کے اتحاد اور یکجہتی میں معاون ثابت ہوتے ہیں اور ان کے رکاوٹوں سے تعلق کا جائزہ لیں جو خاص طور پر پاکستان کے تناظر میں ان عوامل کی راہ میں حائل ہوتی ہیں۔

ایک بامعنی معاشرے، کمیونٹی اور ریاست کی تشکیل میں افراد کا کردار

افراد کسی معاشرے، کمیونٹی اور ریاست کی تعمیر میں بنیادی ستون کی حیثیت رکھتے ہیں۔ ہر فرد کے طرزِ عمل، اقدار اور روزمرہ سرگرمیاں مل کر ایک ایسا اجتماعی سماجی ڈھانچہ تشکیل دیتی ہیں جو ترقی، ہم آہنگی اور باہمی اتحاد کو فروغ دیتا ہے۔

معاشرہ

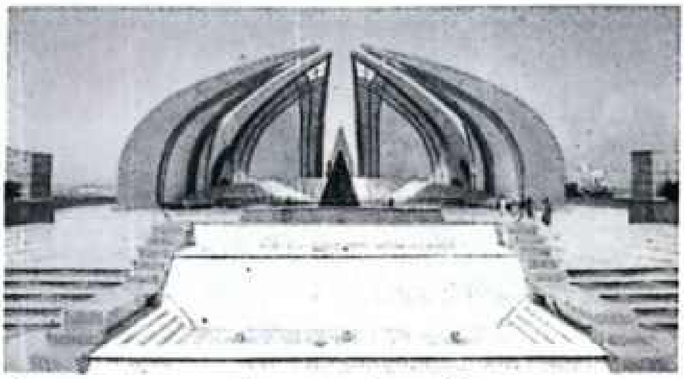

پاکستان مونومنٹ اسلام آباد

معاشرہ ان افراد کے گروہ کو کہا جاتا ہے جو ایک خاص جغرافیائی علاقے یا سماجی ماحول میں ایک ساتھ رہتے ہیں اور ایک دوسرے کے ساتھ مسلسل رابطے اور باہمی تعلقات میں ہوتے ہیں۔ یہ افراد ایک مشترکہ ثقافت، اقدار، روایات اور اداروں کے حامل ہوتے ہیں جو ان کے طرزِ زندگی کو تشکیل دیتے ہیں۔ معاشرہ ایک پیچیدہ نظام ہوتا ہے جو معاشرتی، اقتصادی اور ثقافتی پہلوؤں پر مشتمل ہوتا ہے۔ اس میں افراد کی گروہ بندی مشترکہ دلچسپیوں، زبان، نسل یا مذہب کی بنیاد پر کی جاسکتی ہے۔

کمیونٹی

کمیونٹی ایک معاشرے کا ایک چھوٹا گروہ ہوتا ہے۔ اس کی عام خصوصیات میں تعلق کا احساس، ایک مشترکہ جغرافیائی مقام اور مشترکہ دلچسپیاں شامل ہیں۔ کمیونٹی عام طور پر ایک جیسے مقاصد، مشترکہ رہائشی علاقے یا ثقافتی یا مذہبی روایات کی بنیاد پر بن سکتی ہے۔ معاشرے کے باقی حصوں کے مقابلے میں کمیونٹی کے ارکان آپس میں زیادہ براہ راست اور مسلسل رابطے میں رہتے ہیں۔

ریاست

ریاست ایک مخصوص جغرافیائی حدود پر مشتمل ایسا سیاسی نظام ہے جس کی اپنی مستقل آبادی ہوتی ہے۔ اس کے پاس حکومت، واضح سرحدیں اور دوسرے ممالک سے تعلقات قائم کرنے کی صلاحیت ہوتی ہے۔ ریاست عام طور پر حکومت، عدلیہ اور سیکیورٹی اداروں کے ذریعے اپنی سرزمین اور شہریوں پر اختیار استعمال کرتی ہے۔ چاہے ریاست کا نظام جمہوری ہو یا آمرانہ، اس کا بنیادی مقصد قانون کا نفاذ، عوامی ضروریات کی تکمیل اور قومی مفادات کا تحفظ ہوتا ہے۔

معاشرے میں افراد کا کردار

معاشرتی استحکام اور جمہوریت کی مضبوطی کے لیے شہریوں کا فعال کردار ضروری ہے۔ ووٹنگ، رضاکارانہ خدمات اور کمیونٹی سرگرمیوں میں حصہ لینے والے افراد ایک مضبوط اور متوازن معاشرہ تشکیل دیتے ہیں۔ ان کی شرکت یقینی بناتی ہے کہ مختلف آراء سنی جائیں اور فیصلے اجتماعی سوچ کی عکاسی کریں۔ مزید برآں برداشت، احترام اور ہمدردی جیسی اقدار کو اپنانا معاشرتی ہم آہنگی اور تنازعات کے خاتمے میں مددگار ثابت ہوتا ہے، اور افراد کے درمیان ربط اور تعلق کو مضبوط بناتا ہے۔

پاکستان کے ریاستی ادارے درج ذیل ہیں:

انتظامیہ: اس میں صدر، وزیر اعظم، وفاقی کابینہ، صوبائی گورنرز اور وزرائے اعلیٰ شامل ہیں۔

مقننہ: اس میں دو ایوانی پارلیمان (سینٹ اور قومی اسمبلی) اور صوبائی اسمبلیاں شامل ہیں۔

عدلیہ: اس میں سپریم کورٹ، ہائی کورٹس، ڈسٹرکٹ اور سیشن کورٹس اور خصوصی عدالتیں اور ٹریبونلز وغیرہ شامل ہیں۔

کمیونٹی میں افراد کا کردار

افراد جب اپنی کمیونٹی کی خدمت کرتے ہیں اور مقامی منصوبوں میں حصہ لیتے ہیں تو انہیں مقامی مسائل اور چیلنجز کو سمجھنے اور حل کرنے کا موقع ملتا ہے۔ یہ سرگرمیاں نہ صرف کمیونٹی کے حالات کو بہتر بناتی ہیں بلکہ لوگوں کے درمیان تعلقات کو بھی مضبوط کرتی ہیں۔ جو افراد قیادت کا کردار ادا کرتے ہیں یا مثبت رویوں کا مظاہرہ کرتے ہیں، وہ دوسروں کو بھی متحرک اور مثبت کردار ادا کرنے کی ترغیب دیتے ہیں۔ کمیونٹی لیڈر وسائل کو منظم کر کے، مسائل کے حل کے لیے آواز بلند کر کے اور مشترکہ اہداف کے لیے لوگوں کو متحد کر کے اپنی کمیونٹی کی رہنمائی کرتے ہیں۔

ریاست میں افراد کا کردار

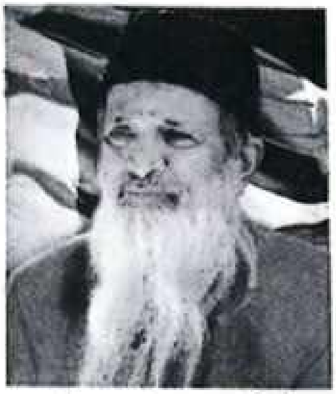

فخرِ پاکستان: عبد الستار ایدھی

کاروباریت یا خود روزگاری (Entrepreneurship)، جدت اور محنت کے ذریعے افراد ریاست کی اقتصادی ترقی اور استحکام میں اپنا کردار ادا کرتے ہیں۔ ایک مضبوط معیشت قومی ترقی میں مدد دیتی ہے اور شہریوں کے معیارِ زندگی کو بہتر بناتی ہے۔ جو افراد سیاسی عمل میں مشغول ہوتے ہیں چاہے وہ مقامی، صوبائی یا قومی اسمبلی کے انتخابات میں حصہ لے کر، امیدواروں کی حمایت کر کے، یا پالیسی کی بحث میں حصہ لے کر، وہ ریاست کی حکمرانی کو تشکیل دینے میں مدد کرتے ہیں۔ ان کی شرکت اس بات کو یقینی بناتی ہے کہ حکومت کے اقدامات عوام کی ضروریات اور خواہشات کے مطابق ہوں۔

افراد اپنے ملک کے ثقافتی اور سماجی ورثے میں بھی اہم کردار ادا کرتے ہیں۔ وہ ثقافتی ورثے، روایات اور زبانوں کو محفوظ رکھنے اور فروغ دینے میں مدد کرتے ہیں جو ریاست کے تنوع میں اہم کردار ادا کرتی ہیں۔ ثقافتی شراکتیں قومی فخر اور شناخت کا احساس پیدا کرتی ہیں۔ مزید برآں، فنون، سائنسی اور تکنیکی جدت کے ذریعے افراد معاشرتی ترقی کا سبب بنتے ہیں اور سماجی پیش رفت میں حصہ لیتے ہیں۔ ان کی تخلیقی صلاحیت ریاست کے ثقافتی اور علمی منظر نامے کو جلا بخشتی ہے۔

سرگرمی:

اس وقت کے بارے میں سوچیں جب آپ نے یا کسی اور شخصیت نے انسانی خدمات میں حصہ لیا ہو۔ ان میں رضاکارانہ کام، ضرورت مندوں کی مدد، کمیونٹی کی خدمت یا دیگر مثبت کام شامل ہو سکتے ہیں۔ ایک مختصر پیراگراف لکھیں جس میں اپنے تجربے کو بیان کریں اور کلاس کے ساتھ شیئر کریں۔

شیئر کرنے کے بعد، مندرجہ ذیل سوالات پر بحث کریں:

- افراد کے اعمال ریاست کی مجموعی فلاح وبہبود میں کس طرح مدد دیتے ہیں؟
- وہ کیا چیز ہے جو لوگوں کو انسانی خدمات میں حصہ لینے کی ترغیب دیتی ہے؟
- ہم مزید افراد کو اس طرح کی سرگرمیوں میں حصہ لینے کی ترغیب کیسے دے سکتے ہیں؟

قومی یکجہتی کی راہ میں رکاوٹیں

اگرچہ افراد یکجہتی اور قومی ہم آہنگی کو فروغ دینے میں اہم کردار ادا کرتے ہیں، تاہم ایسی کئی رکاوٹیں ہیں جو ان کے اثرات کو محدود کرسکتی ہیں۔ ان رکاوٹوں کو سمجھنے اور ان پر قابو پانے کے لیے ضروری اقدامات کرنا افراد کی کوششوں کے مجموعی اثرات کو بڑھانے میں مددگار ثابت ہوگا۔

معاشی اور سماجی رکاوٹیں

فرد کی معاشرتی ترقی اور ملک کے لیے فائدہ مند بننے کی صلاحیت مالی مشکلات کی وجہ سے محدود ہوسکتی ہے۔ جو لوگ اپنی بنیادی ضروریات پوری کرنے میں مشکلات کا سامنا کرتے ہیں، ان کے پاس شہری ذمہ داریوں یا کمیونٹی کی سرگرمیوں میں حصہ لینے کا وقت یا وسائل نہیں ہوتے۔ اسی طرح تعلیمی قابلیت بھی فرد کی کمیونٹی کی ترقی اور قومی مباحثے میں معقول طور پر حصہ ڈالنے کی صلاحیت کو متاثر کرسکتی ہیں۔ تعلیم افراد کو ایسی معلومات اور مہارتیں فراہم کرتی ہے جن کی انہیں مؤثر طور پر شراکت کرنے کے لیے ضرورت ہوتی ہے۔

سماجی اور ثقافتی رکاوٹیں

سماجی رکاوٹیں جیسے معاشی طبقے، جنس، نسل یا مذہب کی بنیاد پر امتیاز افراد کو قومی یکجہتی کی کوششوں میں فعال طور پر شرکت کرنے سے روک سکتی ہیں۔ اس کے علاوہ، ثقافت اور روایات بعض اوقات افراد کو، خاص طور پر خواتین اور اقلیتی گروپوں کو، حصہ لینے سے روک سکتی ہیں، جس سے ان کی ممکنہ شراکت محدود ہو جاتی ہے۔ زبان کی رکاوٹیں افراد کے درمیان بات چیت اور روابط کو مؤثر طریقے سے قائم کرنے میں مشکلات پیدا کرسکتی ہیں۔

اداراتی اور سیاسی رکاوٹیں

سیاسی نمائندگی کی کمی بھی ایک رکاوٹ ہوسکتی ہے۔ جو لوگ سمجھتے ہیں کہ ان کی رائے سیاسی عمل میں سنی نہیں جا رہی، وہ خود کو نظر انداز محسوس کرسکتے ہیں۔ اس کے نتیجے میں قومی یکجہتی کے فروغ کے اقدامات میں عدم دلچسپی یا بے حسی پیدا ہوسکتی ہے۔

جغرافیائی اور انفراسٹرکچر سے متعلق رکاوٹیں

ان علاقوں کے رہائشیوں کے لیے وسائل تک رسائی اور قومی سرگرمیوں میں حصہ لینا مشکل ہوسکتا ہے جہاں ترقی یافتہ انفراسٹرکچر نہیں ہوتا۔ اس طرح کے علاقوں میں لوگ تنہائی کا شکار ہوسکتے ہیں اور قومی دھارے میں شامل ہونے میں مشکلات کا سامنا کرسکتے ہیں۔

چیلنجز کا مقابلہ کرنے کے لیے اقدامات

ان چیلنجز سے نبرد آزما ہونے اور ہر فرد کی شراکت کو بہترین طریقے سے استعمال کرنے کے لیے اقدامات اٹھانے ضروری ہیں۔ یہ اقدامات قومی یکجہتی اور ہم آہنگی کے ساتھ ساتھ سماجی و اقتصادی ترقی کو بھی بہتر بنا سکتے ہیں۔

تعلیمی اقدامات

سماجی و اقتصادی حیثیت سے قطع نظر، اعلیٰ معیار کی تعلیم لوگوں کو وہ معلومات اور مہارتیں فراہم کرتی ہے جو انھیں اپنے ملک کی ترقی میں بامعنی انداز میں حصہ لینے میں مددگار ثابت ہوتی ہیں۔ اس کے لیے ضروری ہے کہ سب کے لیے یکساں معیار ہو تاکہ ہر شخص کو شمولیت کا احساس ہو۔ مزید برآں، شہری تعلیم (Civic Education) کو فروغ دینا مقامی اور قومی سطح پر افراد کی شرکت کو بہتر بنا سکتا ہے اور انھیں فعال شہریت (Active Citizenship) کی اہمیت کو سمجھنے میں مدد دے سکتا ہے۔

نئے افق تلاش کریں

پاکستان کے آئین کی دفعہ 25(A) پانچ سے سولہ سال کی عمر کے تمام بچوں کو مفت اور لازمی تعلیم فراہم کرنے کی ضمانت دیتی ہے۔ مالی سال 2024-25 میں پاکستان کے تعلیمی بجٹ کو جی ڈی پی کے 1.5 فیصد سے بڑھا کر تقریباً 1.9 فیصد کر دیا گیا ہے۔ تعلیم کے بجٹ کو مختص کرنے کے لیے بین الاقوامی معاہدوں کے بارے میں مزید معلومات حاصل کریں۔

معاشی خود مختاری

ایسی پالیسیوں کا نفاذ جو روزگار کے مواقع پیدا کریں اور ہنر پر مبنی تعلیم و تربیت کو فروغ دیں، غربت کو کم کرنے اور افراد کو معاشرے کی ترقی میں مزید بامعنی شرکت کرنے کے قابل بنا سکتا ہے۔ چھوٹے کاروباروں اور تاجروں کو وسائل اور سرمائے کی فراہمی مقامی ترقی میں اضافہ کر سکتی ہے اور اقتصادی ترقی کو فروغ دے سکتی ہے۔

تنوع کی قدر

امتیازی سلوک کے خلاف قوانین تفاوت کو کم کرنے میں مدد دے سکتے ہیں۔ ایسے قوانین کے نفاذ کے ذریعے جو امتیاز کے خلاف ہوں اور شمولیت کو فروغ دیں، ہم یہ یقینی بنا سکتے ہیں کہ ہر کسی کو قومی زندگی میں مکمل طور پر شامل ہونے کا موقع ملے۔ مزید برآں جب ثقافتی تنوع کو منایا جائے اور اس کی حمایت کی جائے، تو ملک کے مختلف گروہ ایک دوسرے کے ساتھ مزید متحد اور جڑے ہوئے محسوس کر سکتے ہیں۔

اداروں کی ترقی

اچھی حکمرانی اداروں کی کامیابی کی کلید ہے۔ حکومتی اداروں میں جوابدہی، شفافیت اور کارکردگی کو بڑھا کر عوام کا اعتماد بڑھایا جاسکتا ہے اور شہریوں کی مزید شرکت کی حوصلہ افزائی کی جاسکتی ہے۔ اس کے علاوہ، کیمونٹی پر مبنی تنظیمیں بھی اہم کردار ادا کر سکتی ہیں۔ کیمونٹی کی تنظیموں کا ساتھ دے کر کے فرد کی کوششوں کو مزید تقویت دی جاسکتی ہے اور ایک زیادہ ہم آہنگ معاشرہ تخلیق کیا جاسکتا ہے۔

انفراسٹرکچر کی سہولتوں کو بڑھانا

قومی مقصد میں تمام برادریوں کی شمولیت کو یقینی بنانے کے لیے رابطہ اور رسائی بھی اہم ہیں۔ عوامی انفراسٹرکچر کی ترقی، بشمول عوامی نقل و حمل، مواصلاتی نیٹ ورکس اور سڑکیں، لوگوں کے درمیان فاصلے کو کم کرنے اور دور دراز کی آبادیوں کی شمولیت کی حوصلہ افزائی کرنے میں مدد کر سکتی ہے۔ وہ جتنی زیادہ ایک ہی قوم کی مختلف برادریوں کے ساتھ رابطے میں رہیں گے، اتنا ہی وہ ایک دوسرے کو سمجھیں گے۔ مذکورہ بالا اقدامات کر کے ہم ایک ایسا ماحول تشکیل دے سکتے ہیں جہاں لوگ اقتصادی بااختیاری، شمولیت، مضبوط اداروں اور بہتر انفراسٹرکچر کی یقینی بنانے والی پالیسیوں اور پروگراموں کو نافذ کر کے قوم کی سماجی واقتصادی ترقی اور قومی یکجہتی میں مؤثر طریقے حصہ ڈال سکیں۔

پاکستان موٹرویز

پاکستان کا تنوع

پاکستان ایک ایسا ملک ہے جو ثقافتی، مذہبی، نسلی اور علاقائی تنوع سے مالامال ہے۔ یہ تنوع اگر باہمی احترام، برداشت اور افہام و تفہیم کے ساتھ اپنایا جائے تو یہ ہماری ایک بڑی طاقت بن سکتا ہے، جو قوم کو اتحاد اور یکجہتی کی طرف لے جاتا ہے۔ ایک پرامن اور ہم آہنگ معاشرے کے قیام کے لیے ضروری ہے کہ ہم پاکستان میں موجود مختلف شناخت کے نمائندگان کو نہ صرف تسلیم کریں بلکہ ان کی قدر بھی کریں۔ یہ رویہ ہمیں باہمی محبت، رواداری اور اجتماعی ترقی کی طرف لے جائے گا۔

آیئے پاکستان میں موجود مختلف قسم کے تنوع پر ایک نظر ڈالتے ہیں:

نسلی تنوع

پاکستان مختلف نسلی گروہوں کا گھر ہے، جن میں پنجابی، سندھی، پختون، بلوچ، سرائیکی، ہندکو، کشمیری، گلگتی، بلتی اور دیگر ایسے ہی نسلی گروہ شامل ہیں۔ ہر گروہ اپنی منفرد روایات، رسوم ورواج اور سماجی ڈھانچے لاتا ہے، جو پاکستانی معاشرے کے متحرک نقش و نگار میں حصہ ڈالتا ہے۔ یہ نسلی تنوع ثقافتی دولت کا ایک ذریعہ ہے اور قوم کی شناخت اور سماجی تانے بانے کے تعین میں ایک اہم کردار ادا کرتا ہے۔

ثقافتی تنوع

پاکستان کا ثقافتی تنوع اس کے مختلف نسلی گروہوں اور تاریخی اثرات کی عکاسی کرتا ہے۔ روایتی لباس، موسیقی اور بھنگڑا اور خٹک جیسے رقص کی اقسام

سے لے کر مختلف علاقوں میں پائی جانے والی مختلف پکوانوں کی روایات تک، پاکستان کا ثقافتی منظر نامہ بہت متحرک اور رنگین ہے۔ ہارس اینڈ کیٹل شو، سبی میلہ، شندور فیسٹیول اور دیگر ایسے تہوار جوش وخروش سے منائے جاتے ہیں، جو ملک کے گہرے ثقافتی ورثے کو ظاہر کرتے ہیں۔

وادی کیلاش کے لوگ

مذہبی تنوع

اگرچہ پاکستان میں اسلام غالب مذہب ہے، لیکن ملک میں مسیحی، ہندو، سکھ اور دیگر مذہبی برادریوں کی بھی نمایاں آبادی موجود ہے۔ اس مذہبی تنوع کا تحفظ آئین پاکستان کے تحت کیا گیا ہے، جو مذہب کی آزادی کی ضمانت دیتا ہے۔ مختلف مذہبی برادریوں کی موجودگی بقائے باہمی اور باہمی احترام کی ثقافت کو فروغ دینے میں اہم کردار ادا کرتی ہے۔

لسانی تنوع

پاکستان کا لسانی تنوع بہت وسیع ہے۔ ملک بھر میں کئی بڑی زبانیں بولی جاتی ہیں، جن میں اردو، پنجابی، سندھی، پشتو، بلوچی، براہوی، سرائیکی، ہندکو، کشمیری، پہاڑی، شینا، بروشسکی، فارسی اور کھوار وغیرہ شامل ہیں۔ اردو قومی زبان اور اتحاد کی علامت کے طور پر کام کرتی ہے، جبکہ ہر خطہ روزمرہ کے مواصلات اور ثقافتی اظہار کے لیے اپنی زبان فخر سے استعمال کرتا ہے۔ یہ کثیر اللسانی منظر نامہ پاکستانی عوام کی ثقافتی گہرائی اور رابطے کو بڑھانے میں مددگار ہے۔

جغرافیائی تنوع

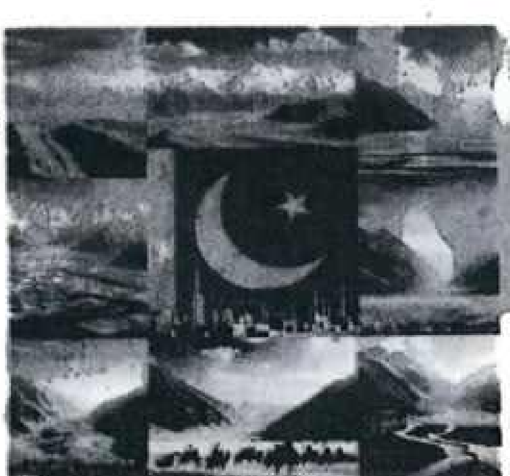

پاکستان، زبان کی طرح جغرافیائی طور پر بھی ایک متنوع منظر نامے پر فخر کرتا ہے۔ اس میں ہمالیہ اور قراقرم کے سلسلے کی بلند وبالا چوٹیاں، پنجاب اور سندھ کے زرخیز میدان، تھر اور چولستان کے بنجر صحرا، اور بلوچستان میں بحیرہ عرب کے ساتھ ساتھ دلکش ساحلی علاقے شامل ہیں۔ یہ جغرافیائی تنوع وسیع پیمانے پر ماحولیاتی نظام اور آب وہوا فراہم کرتا ہے، جس سے بھرپور حیاتیاتی تنوع پیدا ہوتا ہے اور زراعت، سیاحت اور اقتصادی ترقی کے لیے متعدد مواقع فراہم ہوتے ہیں۔

اگر پاکستان کو ایک مضبوط اور جامع قومی شناخت تیار کرنی ہے تو اس تنوع کا خیر مقدم اور اس پر فخر کیا جانا چاہیے۔ بین الثقافتی مکالمے، افہام وتفہیم اور دیگر شناختوں کے احترام کو فروغ دینے کی ایک منظم کوشش سماجی ہم آہنگی اور قومی اتحاد کو فروغ دیتی ہے۔

ایک پر امن معاشرے کے لیے احترام باہمی

ایک پر امن معاشرے کے لیے احترام باہمی ایک دوسرے کی سمجھ اور احترام ایک مضبوط اور مربوط برادری کے بنیادی اجزاء ہیں۔ افراد اور گروہوں کے درمیان احترام باہمی اور ایک دوسرے کو سمجھنے کی کوشش ایک مثبت ماحول کو فروغ دیتی ہے جو تعاون کو بڑھاتی ہے، تنازعات کو کم کرتی ہے اور سماجی ہم آہنگی کو مضبوط کرتی ہے۔

سماجی ہم آہنگی کو فروغ دینے، متنوع گروہوں کے درمیان اعتماد اور تعاون پیدا کرنے، تنازعات کو کم کرنے، قومی اتحاد کو مضبوط کرنے، سماجی و اقتصادی ترقی کو بڑھانے، پر امن بقائے باہمی کو فروغ دینے اور دقیانوسی تصورات اور تعصبات کو توڑنے کے لیے باہمی احترام ضروری ہے۔ تعلیم، عوامی بیداری مہمات، کمیونٹی کی شمولیت اور معاون پالیسیوں اور قیادت میں تنوع کو شامل کرنا بہت ضروری ہے۔

طلبہ کو کم عمری سے ہی تنوع، احترام اور افہام و تفہیم کی اہمیت کے بارے میں سکھایا جانا چاہیے، جس سے ہمدردی اور شمولیت کو فروغ ملے۔ ایک ایسا بھرپور تعلیمی نصاب ہو جو سوچنے اور تجزیہ کرنے کی آزادی دے۔ عوامی بیداری مہمات احترام باہمی اور افہام و تفہیم کے فوائد کے بارے میں آگاہی بڑھا سکتی ہیں، جبکہ بین المذاہب اور بین الثقافتی مکالموں کے ذریعے کمیونٹی کی شمولیت کو فروغ دیا جا سکتا ہے۔ کمیونٹی کی تقریبات اور جشن لوگوں کو ایک دوسرے کی روایات کے بارے میں جاننے اور ان کی قدر کرنے کے مواقع فراہم کر سکتے ہیں۔

حکومتی پالیسیوں کو شمولیت کو فروغ دینا چاہیے اور تمام شہریوں کے حقوق کا تحفظ کرنا چاہیے، سب کے لیے مساوی مواقع اور منصفانہ سلوک کو یقینی بنانا چاہیے۔ تمام سطحوں پر قائدین کو باہمی احترام اور افہام و تفہیم کا نمونہ پیش کرنا چاہیے، اپنی برادریوں کو اسی طرح کے رویے اپنانے کی ترغیب دینی چاہیے۔

باہمی احترام اور افہام و تفہیم کی ثقافت کو فروغ دے کر، پاکستان ایک زیادہ جامع اور پر امن معاشرے کو فروغ دے سکتا ہے۔

پاکستان کی تخلیق اور ترقی میں اقلیتوں کا کردار

جیسا کہ پہلے ذکر کیا گیا ہے کہ پاکستان میں بھرپور مذہبی تنوع ہے اور آئین پاکستان اپنے تمام شہریوں کو ان کے مذہبی پس منظر سے قطع نظر حقوق دیتا ہے۔ اسلام کے علاوہ دیگر مذاہب سے تعلق رکھنے والے لوگوں نے بھی پہلے پاکستان کی تخلیق اور پھر اس کی ترقی میں اہم کردار ادا کیا۔

آیئے معیشت، تعلیم، صحت کی دیکھ بھال، سرکاری خدمات، حکمرانی، فنونِ لطیفہ، ثقافت اور کھیلوں میں اقلیتوں کے کردار پر ایک نظر ڈالتے ہیں۔

اقتصادی کارکردگی پاکستان میں اقلیتوں نے مختلف صنعتوں، بشمول کاروبار، زراعت اور مینوفیکچرنگ کے ذریعے معیشت میں نمایاں کردار ادا کیا ہے۔ پارسیوں، مسیحیوں اور ہندوؤں جیسی نمایاں اقلیتی برادریوں نے ایسے کاروباروں کے قیام اور ترقی میں اہم کردار ادا کیا ہے جو روزگار فراہم کرتے ہیں اور اقتصادی ترقی کو فروغ دیتے ہیں۔

تعلیم اور صحت کی دیکھ بھال

اقلیتی برادریوں نے پاکستان کے تعلیمی اور صحت کی دیکھ بھال کے شعبوں کی ترقی میں ایک اہم کردار ادا کیا ہے۔ مسیحی مشنریوں اور دیگر اقلیتی گروہوں کے

قائم کردہ بہت سے اسکولوں، کالجوں اور ہسپتالوں نے تمام پس منظر کے لوگوں کو معیاری تعلیم اور صحت کی دیکھ بھال کی خدمات فراہم کرنے میں سب سے آگے رہے ہیں۔

سرکاری خدمات اور حکمرانی

جسٹس رانا بھگوان داس

اقلیتی برادریوں سے تعلق رکھنے والے افراد نے سرکاری خدمات اور حکمرانی میں اہم کارنامے سرانجام دیے ہیں جس سے ریاست کے انتظام اور ترقی میں مدد ملتی کیا ہے۔ سیاست، سول سروس اور عدلیہ میں اقلیتوں سے تعلق رکھنے والے افراد کی شرکت نے متنوع نقطہ نظر اور مہارت کے ساتھ حکمرانی میں بھی اہم کردار کیا ہے۔

فن اور ثقافت

اقلیتوں نے فنونِ لطیفہ، ادب، موسیقی اور کھیلوں میں اپنی خدمات کے ذریعے پاکستان کے ثقافتی منظرنامے کو نمایاں طور پر مالامال کیا ہے۔ اقلیتی پس منظر کے مشہور فنکاروں، ادیبوں، موسیقاروں اور کھلاڑیوں نے پاکستان کو قومی اور بین الاقوامی سطح پر پہچان دلائی ہے۔

قائداعظم رحمۃ اللہ علیہ کا مذہبی آزادی کے لیے تصور

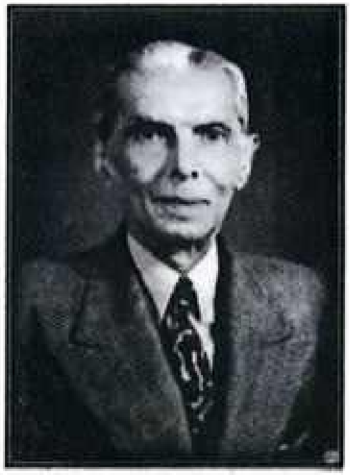

قائداعظم محمد علی جناح رحمۃ اللہ علیہ نے ایک ایسی ریاست کا تصور دیا تھا جہاں مذہبی آزادی اور مساوات کو اولین ترجیح دی جاتی۔ قائداعظم رحمۃ اللہ علیہ کا ماننا تھا کہ اقلیتوں کا پاکستان کی ترقی میں ایک اہم کردار ہے۔ انہوں نے ایک ایسی قوم کا تصور دیا تھا جہاں ہر شہری، چاہے اس کا مذہبی یا نسلی پس منظر کچھ بھی ہو، ملک کی سماجی، اقتصادی اور ثقافتی ترقی میں مساوی مواقع کا حامل ہوگا۔ قائد رحمۃ اللہ علیہ کا وژن ایک تکثیری معاشرے کا تھا جہاں اقلیتیں عوامی زندگی، حکومت اور معیشت میں مکمل طور پر حصہ لے سکیں۔ انہیں یقین تھا کہ اگر سب کو مساوی حقوق اور تحفظ فراہم کیے جائیں تو پاکستان اپنی متنوع آبادی کی صلاحیتوں سے فائدہ اٹھا سکتا ہے، جس سے ایک مضبوط اور ہم آہنگ قوم بنے گی۔

جولائی ۱۹۴۷ میں ایک پریس کانفرنس کے دوران اقلیتی حقوق سے متعلق ایک سوال کا جواب دیتے ہوئے قائداعظم رحمۃ اللہ علیہ نے کہا:

"اقلیتوں کا تحفظ کیا جائے گا ان کا تعلق خواہ کسی فرقے سے ہو۔ ان کا مذہب یا دین یا عقیدہ محفوظ ہوگا۔ ان کی عبادت کی آزادی میں کسی قسم کی مداخلت نہیں کی جائے گی۔ انہیں اپنے مذہب، عقیدے، اپنی جان اور اپنے تمدن کا تحفظ حاصل ہوگا۔ وہ بلا امتیاز ذات پات اور عقیدہ ہر اعتبار سے پاکستان کے شہری ہوں گے۔ اس لیے اقلیتوں کی ذمہ داریاں بھی ہیں اور وہ ریاست کے معاملات میں اپنا حصہ ادا کریں گی۔ جب تک اقلیتیں ریاست کے ساتھ وفادار رہیں اور اس کے ساتھ سچی وفاداری ادا کریں اور جب تک میرے پاس کوئی بھی اختیار ہے، انہیں کسی قسم کا خدشہ نہیں ہوگا۔"

۱۱ اگست ۱۹۴۷ کو اپنے تاریخی خطاب میں جناح رحمۃ اللہ علیہ نے پاکستان کے لیے اپنے وژن کا اظہار کیا، جس میں کہا کہ تمام شہریوں کو، خواہ ان کا مذہبی عقیدہ کچھ بھی ہو، اپنے ایمان کی پیروی کرنے کی آزادی ہوگی، بغیر کسی خوف یا امتیاز کے۔ انہوں نے کہا:

"آپ آزاد ہیں؛ آپ اپنے مندروں میں جانے کے لیے آزاد ہیں، آپ اپنی مساجد میں جانے کے لیے آزاد ہیں یا پاکستان کی ریاست میں کسی بھی عبادت کے مقام پر جانے کے لیے آزاد ہیں۔ آپ کسی بھی مذہب، ذات یا عقیدہ سے تعلق رکھتے ہیں۔ اس کا ریاست کے کاروبار سے کوئی تعلق نہیں۔"

- مذہبی آزادی کے لیے یہ عہد ایک ایسے شمولیتی معاشرے کے قیام کے لیے تھا جہاں تنوع کا احترام کیا جائے اور تمام شہری ملک کی ترقی میں حصہ ڈال سکیں۔ قائداعظم رحمۃ اللہ علیہ کا پاکستان کے لیے ویژن امن اور ہم آہنگی کی ثقافت کے قیام پر مشتمل تھا۔

- قائد رحمۃ اللہ علیہ یہ سمجھتے تھے کہ مذہبی آزادی کا احترام اور اقلیتوں کی شمولیت سماجی استحکام اور قومی یکجہتی کے لیے ضروری ہے۔ قائداعظم رحمۃ اللہ علیہ کا مقصد مختلف مذہبی اور نسلی گروہوں کے درمیان رواداری اور سمجھ کو فروغ دے کر ایک ایسا پرامن معاشرہ قائم کرنا تھا جہاں تنازعات کم سے کم ہوں اور تعاون زیادہ سے زیادہ ہو۔ یہ ویژن انصاف، مساوات اور انسانی وقار کے اصولوں پر مبنی تھا جنہیں جناح رحمۃ اللہ علیہ نے قوم کی خوشحالی اور ہم آہنگی کے لیے ضروری سمجھا۔

فلاحی ریاست:

ریاست ایک ایسا حکومتی نظام ہے جو اپنے شہریوں کی فلاح و بہبود اور خوشحالی کو اولین ترجیح دیتا ہے اور اس کے لیے مساوی مواقع، وسائل کی منصفانہ تقسیم اور سماجی انصاف کو یقینی بناتا ہے۔ ایسی ریاست میں حکومت عدم مساوات کو کم کرنے اور سب خاص طور پر صنف، مذہب اور سماجی طبقات سے متعلق مسائل کو حل کرنے کے لیے فعال انداز میں کام کرتی ہے۔ ایسی ریاست میں مساوات کا مطلب ہے کہ تمام شہریوں کو ان کی صنف، مذہب یا سماجی مقام سے قطع نظر مساوی حقوق اور مواقع حاصل ہوں۔ اس میں تعلیم، صحت کی دیکھ بھال، روزگار اور سیاسی شرکت تک یکساں رسائی شامل ہے۔ ریاست ایسے قوانین اور پالیسیوں کو نافذ کرتی ہے جو امتیاز کو ممنوع قرار دیتے ہیں اور یہ یقینی بناتی ہے کہ سب کے لیے مساوی سلوک کو فروغ دیا جائے۔

نئے افق تلاش کریں

- پاکستان کے آئین کا آرٹیکل 37 ریاست کی ذمہ داریوں کو واضح کرتا ہے جس میں پسماندہ طبقات کے تعلیمی اور اقتصادی مفادات کو فروغ دینا، ناخواندگی کو دور کرنا، مفت اور لازمی تعلیم فراہم کرنا، کام کرنے کے لیے منصفانہ اور انسان دوست حالات کو یقینی بنانا اور خواتین کو ملازمت میں مساوی فوائد فراہم کرنا شامل ہیں۔ کیا آپ دیگر آرٹیکلز تلاش کر سکتے ہیں جو فلاحی ریاست سے متعلق ہوں؟

ایک فلاحی ریاست میں مساوات کے علاوہ مساوی وسائل کی تقسیم بھی ہوتی ہے، جو اس بات کو تسلیم کرتی ہے کہ مختلف افراد اور گروپوں کی ضروریات مختلف ہو سکتی ہیں۔ ایک فلاحی ریاست یہ یقینی بناتی ہے کہ وسائل اس طرح تقسیم کیے جائیں کہ یہ تفاوت کو دور کرے۔ اس میں خواتین، مذہبی اقلیتوں اور کمزور سماجی طبقوں جیسے پسماندہ گروپوں کے لیے خصوصی پروگرام اور معاونت فراہم کی جا سکتی ہے تاکہ میدان ہموار ہو اور سب کو کامیابی کے لیے منصفانہ مواقع ملیں۔ انصاف فلاحی ریاست کی ایک اور خصوصیت ہے جس کا مطلب ہے ایک قانونی اور سماجی ماحول تخلیق کرنا جہاں ہر فرد کے ساتھ منصفانہ سلوک کیا جائے اور اسے عزت دی جائے۔ اس میں انسانی حقوق کا تحفظ، قانونی امداد تک رسائی اور یہ یقین دہانی شامل ہے کہ معاشرتی ادارے شفاف انداز میں کام کریں اور جوابدہ ہوں۔ ریاست تعصبات کو ختم کرنے کے لیے کام کرتی ہے اور یہ یقینی بناتی ہے کہ تمام شہری عزت اور تحفظ کے ساتھ زندگی گزار سکیں۔

فلاحی ریاست کون قائم کرتا ہے؟

فلاحی ریاست کے قیام کی ذمہ داری صرف حکومت کے کندھوں پر نہیں ہوتی۔ یہ کام ریاست اور معاشرہ دونوں یکساں طور پر بانٹتے ہیں۔ ایک فلاحی ریاست

کے قیام اور اس کے کام کرنے کے لیے حکومت، معاشرے اور ریاست کے درمیان تعاون ضروری ہے۔ ہر شخص ایک ایسے نظام کی تشکیل اور دیکھ بھال میں ایک الگ اور قیمتی کردار ادا کرتا ہے جو اپنے باشندوں کی فلاح و بہبود کو ترجیح دیتا ہے۔ ریاست مساوات، انصاف اور عدل کے فریم ورک کو یقینی بنانے کے لیے وسیع پالیسیاں اور آئینی دفعات وضع کرتی ہے۔ اس کے برعکس، حکومت قانون سازی اور عوامی خدمات کے ذریعے ان پالیسیوں کے روزمرہ کے نفاذ کی ذمہ دار ہے۔ معاشرہ ان حقوق کی وکالت کرنے اور ریاست اور حکومت کو جوابدہ ٹھہرانے میں ایک اہم کردار ادا کرتا ہے۔

مثال کے طور پر، جب کہ ریاست تمام شہریوں کے لیے آئینی حقوق کو یقینی بناتی ہے، حکومت صنفی مساوات کو عملی طور پر حل کرنے کے لیے کام کی جگہ پر خواتین کے تحفظ کے خلاف ہراسانی ایکٹ جیسے مخصوص قوانین نافذ کرتی ہے۔ سول سوسائٹی کی تنظیمیں ان حقوق کی وکالت کرتی ہیں اور جب ان حقوق کی خلاف ورزی ہوتی ہے تو ضروری اقدامات کرتی ہیں۔

ریاست کا کردار

پاکستان کی قومی اسمبلی

پاکستان میں ریاست ایک فلاحی ریاست کے قیام کے لیے ضروری وسیع تر پالیسیوں اور آئینی فریم ورک کی تشکیل میں ایک اہم کردار ادا کرتی ہے جو مساوات، انصاف اور عدل کو یقینی بناتی ہے۔ ریاست سماجی اور اقتصادی ترقی کی سمت متعین کرتی ہے اور آئین پاکستان میں بنیادی حقوق کو شامل کرتی ہے۔

آئینی ضمانتیں جیسے آرٹیکل ۲۵ قانون کے سامنے تمام شہریوں کی مساوات کو یقینی بناتا ہے اور صرف جنس کی بنیاد پر امتیازی سلوک سے منع کرتا ہے۔ اسی طرح، آرٹیکلز ۲۱ اور ۳۶ اقلیتوں کے حقوق کا تحفظ کرتے ہیں، ان کے انضمام کو یقینی بناتے ہیں اور ان کے ثقافتی، مذہبی اور تعلیمی حقوق کا تحفظ کرتے ہیں۔

آئینی فریم ورک کے علاوہ، قومی پالیسیاں بھی ایک فلاحی ریاست میں اہم کردار ادا کرتی ہیں۔ بچوں کے حقوق اور خواتین کی حیثیت سے متعلق قومی کمیشن بچوں اور خواتین کے حقوق کو فروغ دینے اور ان کا تحفظ کرنے کے لیے ہیں۔

معاشرے کا کردار

پاکستان میں معاشرہ، اپنی مختلف سول سوسائٹی تنظیموں، کمیونٹی گروہوں اور غیر رسمی نیٹ ورکس کے ذریعے، نچلی سطح پر ایک فلاحی ریاست کے اصولوں کی وکالت اور ان پر عمل درآمد میں ایک اہم کردار ادا کرتا ہے۔ معاشرتی رویے اور اجتماعی اقدامات مساوات، انصاف اور عدل کے حصول پر نمایاں طور پر اثرانداز ہو سکتے ہیں۔

بہت سی غیر سرکاری تنظیمیں (این جی اوز) اور سول سوسائٹی کے پلیٹ فارم ہیں جو صنفی مساوات اور خواتین کو بااختیار بنانے کے لیے کام کرتے ہیں، خواتین کے حقوق کی وکالت کرتے ہیں اور صنفی بنیاد پر تشدد کے شکار افراد کے لیے امدادی خدمات فراہم کرتے ہیں۔ اسی طرح، ہیومن رائٹس کمیشن آف پاکستان

(HRCP) جیسے پلیٹ فارم انسانی حقوق کو فروغ دینے اور سماجی انصاف سے متعلق مسائل، بشمول پسماندہ برادریوں کے حقوق، پر توجہ مرکوز کرتے ہیں۔

اس کے علاوہ، بہت سے کیمونٹی اقدامات ہیں جیسے ایدھی فاؤنڈیشن جو صحت کی دیکھ بھال، یتیم خانے اور ہنگامی امداد سمیت وسیع فلاحی خدمات فراہم کرتے ہیں اور سماجی انصاف اور مساوات کے لیے جدوجہد کرتے ہیں۔

- حکومت کا کردار

حکومت پاکستان ریاستی پالیسیوں پر عمل درآمد، قوانین نافذ کرنے اور ایسی عوامی خدمات فراہم کرنے کی ذمہ دار ہے جو مساوات، انصاف اور عدل کو یقینی بنائیں۔ حکومتی اقدامات براہ راست شہریوں کی روزمرہ کی زندگی اور ضروری خدمات تک ان کی رسائی کو متاثر کرتے ہیں۔

حکومت پاکستان کی جانب سے قانون سازی کے اہم اقدامات کیے گئے ہیں، جیسے "کام کی جگہ پر خواتین کے تحفظ کے لیے ہراسانی کے خلاف ایکٹ،

(The Protection Against Harassment of Women at the Workplace Act, 2010)، جو خواتین کے لیے محفوظ کام کا ماحول فراہم کرنے اور ہراسانی سے ان کے تحفظ کو یقینی بنانے کے لیے نافذ کیا گیا تھا۔ اقلیتی حقوق کو یقینی بنانے کے لیے، ہندو میرج ایکٹ ۲۰۱۷، سکھ میرج ایکٹ ۲۰۱۸، اور کرسچن میرج اینڈ ڈائیورس ایکٹ، ۲۰۱۹ اہم سنگ ہائے میل ہیں جو پاکستان میں مختلف مذاہب سے تعلق رکھنے والی برادریوں کے لیے شادی اور طلاق کے قانونی سلوک میں جدت اور انصاف کو یقینی بناتے ہیں۔

حکومت پاکستان نے اہم عوامی خدمات اور سماجی پروگرام بھی شروع کیے ہیں، جیسے بے نظیر انکم سپورٹ پروگرام (BISP)۔ اس پروگرام کا مقصد کم آمدنی والے خاندانوں، خاص طور پر خواتین کو ان کے اقتصادی استحکام اور انھیں بااختیار بنانے کے لیے مالی امداد فراہم کرنا ہے۔ اسی طرح کسان کارڈ، ہاری کارڈ، صحت سہولت، کم لاگت ہاؤسنگ اسکیم، نوجوانوں کے لیے انٹرپرینیورشپ پروگرام اور ایسے ہی دیگر پروگرام حکومت پاکستان کی جانب سے اٹھائے گئے اقدامات کی چند دیگر مثالیں ہیں۔

قومی اتحاد اور یکجہتی

ملکی سلامتی کو داخلی اور خارجی خطرات سے محفوظ رکھنے کے لیے قومی شناخت کا مضبوط اور مستحکم ہونا بے حد ضروری ہے۔ مرکز مائل اور مرکز گریز قوتوں کے درمیان ایک نازک توازن ہوتا ہے۔ مرکز مائل قوتیں قومی اتحاد اور یکجہتی کو فروغ دیتی ہیں، جبکہ مرکز گریز قوتیں ایسا ماحول پیدا کرتی ہیں جو اختلافات، تقسیم اور بد اعتمادی کو جنم دے سکتا ہے۔ یہ قوتیں زبان، ثقافت، نسل اور مذہب جیسے حساس پہلوؤں کو متاثر کر کے قومی ہم آہنگی میں دراڑ ڈالنے کی صلاحیت رکھتی ہیں۔ ایسے حالات میں ریاست اور معاشرے کی یہ ذمہ داری بنتی ہے کہ وہ مثبت اقدار، رواداری اور اجتماعی شناخت کو فروغ دیں تاکہ ملک کو داخلی خلفشار اور بیرونی خطرات سے محفوظ رکھا جا سکے۔

یکجہتی میں مددگار عناصر

قومی اتحاد اور ہم آہنگی میں مدد کرنے والے کئی عناصر ہیں۔ ایک مضبوط اور متحد پاکستان کو فروغ دینے کے لیے ان عناصر کو سمجھنا بہت ضروری ہے۔

قومی شناخت اور حب الوطنی

مینارِ پاکستان لاہور

پاکستانی ہونے کے ناطے مشترکہ شناخت اور فخر کے احساس کو فروغ دینا متنوع گروہوں کو متحد کرنے میں مدد کرتا ہے۔ قومی علامتوں، تاریخ اور کامیابیوں کا جشن منانا ایک اجتماعی قومی شعور کو فروغ دیتا ہے۔ تاریخ کے اسباق، قومی ہیروز اور آزادی کی اہمیت کے ذریعے نصاب تعلیم میں حب الوطنی کو شامل کرنا اتحاد اور فخر کے احساس کو پیدا کر سکتا ہے۔

جامع حکمرانی اور سیاسی استحکام

مضبوط، شفاف اور جامع جمہوری ادارے قومی اتحاد اور سیاسی استحکام میں کلیدی کردار ادا کرتے ہیں۔ ایسے ادارے جو معاشرے کے تمام طبقات کی مؤثر نمائندگی کرتے ہیں، اس بات کو یقینی بناتے ہیں کہ ہر فرد اور گروہ کی آواز سنی جائے اور ان کے مسائل کو اہمیت دی جائے۔ موثر اور بدعنوانی سے پاک حکمرانی، جو تمام شہریوں کو مساوی طور پر عوامی خدمات فراہم کرے، ریاست پر عوامی اعتماد کو مضبوط بناتی ہے اور معاشرتی یکجہتی کو فروغ دیتی ہے۔ پاکستان میں ایوانِ بالا (سینیٹ) وفاقی اکائیوں کی مساوی نمائندگی کی ایک بہترین مثال ہے، جو ملک کی وفاقی ساخت کو مضبوط بنانے میں مددگار ہے۔

کرتارپور راہداری

ثقافتی اور مذہبی ہم آہنگی

مختلف مذہبی برادریوں کے درمیان مکالمے اور افہام و تفہیم کو فروغ دینا، آپس میں احترام

پیدا کرنے اور تناؤ کو کم کرنے میں مدد کرتا ہے۔ تہواروں، فنونِ لطیفہ اور ثقافتی تبادلوں کے ذریعے ثقافتی تنوع کے جشن کی حوصلہ افزائی باہمی احترام اور افہام و تفہیم کو بڑھاتی ہے۔ مزید برآں، نوجوانوں کو مختلف ثقافتوں سے روشناس کروا کر ملک کے تنوع کو دریافت کرنے میں مدد کرنا مفید نتائج کا حامل ہو سکتا ہے۔

سماجی اور اقتصادی مساوات

ملک میں سماجی اور اقتصادی مساوات قائم کرنا قومی یکجہتی اور ترقی کے لیے انتہائی ضروری ہے۔ یہ اس وقت ممکن ہے جب تمام خطوں اور برادریوں کو برابر اقتصادی مواقع اور ترقیاتی منصوبوں تک رسائی حاصل ہو۔ ایسے اقدامات غربت اور تفاوت کو کم کرتے ہیں اور معاشرے میں تعلق اور شمولیت کے جذبے کو فروغ دیتے ہیں۔ خصوصاً غریب اور پسماندہ طبقات کی ضروریات کو پورا کرنے والے سماجی بہبود کے پروگرام ایک زیادہ ہم آہنگ اور مربوط معاشرہ بنانے میں مددگار ثابت ہوتے ہیں۔ اس مقصد کے حصول کے لیے ضروری ہے کہ صرف مساوات (Equality) نہیں بلکہ انصاف (Equity) کو بھی ترجیح دی جائے، تاکہ ہر فرد کو اس کی ضروریات کے مطابق مواقع اور وسائل میسر آ سکیں۔

تعلیم کے ذریعے آگاہی

شہریوں کو ان کے حقوق، ذمہ داریوں اور تنوع میں اتحاد کی اہمیت کے بارے میں تعلیم دینا باخبر اور فعال شہریت کو فروغ دیتا ہے۔ ذمہ دار میڈیا اور مثبت مواصلاتی مہمات مشترکہ اہداف اور اقدار کو اجاگر کر کے اتحاد کو فروغ دے سکتی ہیں۔

استحاد اور یکجہتی میں رکاوٹ ڈالنے والے چیلنجز

قوم کے اتحاد اور یکجہتی سے متعلق عمل کو اکثر مختلف رکاوٹوں کا سامنا کرنا پڑتا ہے۔ ان میں سے کچھ چیلنجز درج ذیل ہیں:

نسلی اور فرقہ وارانہ تقسیم

پاکستان کی متنوع نسلی ساخت بعض اوقات تناؤ اور تنازعات کا باعث بن سکتی ہے، خاص طور پر جب بعض گروہ خود کو پسماندہ یا امتیازی سلوک کا شکار محسوس کرتے ہیں۔ مذہبی اور فرقہ وارانہ اختلافات، اگر احتیاط سے نہ سنبھالے جائیں، تو تشدد اور تقسیم کا باعث بن سکتے ہیں، جس سے قومی یکجہتی کمزور ہوتی ہے۔ مختلف فرقوں کے مذہبی رہنماؤں اور میڈیا کو اس چیلنج سے کامیابی سے نمٹنے میں ذمہ دارانہ کردار ادا کرنا چاہیے۔ اس سلسلے میں قومی رحمۃللعالمین وخاتم النبیین اتھارٹی (NRKNA) اور ایسے ہی چند دیگر ادارے اہم کردار ادا کر رہے ہیں۔

سیاسی عدم استحکام اور بدعنوانی

سیاسی عدم استحکام، اقتدار کی کشمکش اور سیاسی رہنماؤں کے درمیان اتفاقِ رائے کی کمی قومی اتحاد کو کمزور کر سکتی ہے۔ یہ صورتحال اس وقت مزید خراب ہو جاتی ہے جب سیاسی رہنما انتہاپسندانہ موقف اختیار کرتے ہیں جس سے مزید پولرائزیشن (Polarization) ہوتی ہے۔ بدعنوانی حکومتی اداروں پر اعتماد کو ختم کرتی ہے اور ناانصافی کا احساس پیدا کرتی ہے، جس سے سماجی انتشار بڑھتا ہے۔ اس صورتحال کا ایک اور منفی اثر یہ ہوتا ہے کہ جب پسماندہ برادریوں کے لیے حکومت کی جانب سے مختص فنڈز بدعنوانی کی وجہ سے ان تک نہیں پہنچ پاتے۔

اقتصادی عدم مساوات

مختلف خِطوں میں غیر مساوی اقتصادی ترقی نظر انداز کیے جانے اور ناراضی کے جذبات کا باعث بن سکتی ہے، جس سے قومی ہم آہنگی کمزور ہوتی ہے۔ بڑے پیمانے پر غربت اور بے روزگاری سماجی بدامنی کا باعث بن سکتی ہے اور ایک متحد قوم کی تعمیر کی کوششوں میں رکاوٹ ڈال سکتی ہے۔ ایسے خِطوں کے لیے خصوصی اقدامات لینا ضروری ہے جیسے آغاز حقوقِ بلوچستان اور سابقہ فاٹا کے لیے خصوصی اقدامات وغیرہ۔

بیرونی خطرات

واہگہ بارڈر لاہور

بیرونی خطرات، خاص طور پر ہمسایہ ممالک کے ساتھ طویل تنازعات، قومی سلامتی اور داخلی ہم آہنگی کے لیے ایک بڑا چیلنج ہیں۔ ایسے تنازعات نہ صرف وسائل اور توجہ کو داخلی ترقی سے ہٹا سکتے ہیں بلکہ عوام میں بیرونی دشمنی کے جذبات کو بھی ہوا دے سکتے ہیں۔ پاکستان کی بھارت کے ساتھ سرحدی تنازعات اور دیرینہ مسائل سفارتی تعلقات میں تناؤ کا باعث بنتے ہیں۔ اسی طرح افغانستان کے ساتھ تعلقات میں وقتاً فوقتاً کشیدگی پیدا ہونا بھی قومی سلامتی اور داخلی اتحاد پر اثرانداز ہوتا ہے۔ مسلسل کشیدگی یا محاذ آرائی کے ماحول میں حکومت کی توجہ اور قومی وسائل کا بڑا حصہ سیکیورٹی مسائل پر مرکوز ہو جاتا ہے، جس سے معاشرتی ہم آہنگی اور ترقی کے عمل کو نقصان پہنچ سکتا ہے۔

امتیازی سلوک کے اثرات

خواتین کے خلاف امتیازی سلوک اور صنفی بنیاد پر تشدد آبادی کے نصف حصے کو پسماندہ کر کے سماجی ہم آہنگی میں رکاوٹ کا سبب بنتا ہے۔ اسی طرح نسلی گروہوں کو مرکزی دھارے سے خارج کرنے کے نتیجے میں نظر انداز کیے جانے کا احساس پیدا ہوتا ہے۔ مذہبی اور نسلی اقلیتوں کے حقوق کے تحفظ میں ناکامی بھی سماجی اخراج (Social Exclusion) اور تناؤ کا باعث بن سکتی ہے، جس سے قومی یکجہتی کمزور ہوتی ہے۔

انتہاپسندی اور دہشت گردی

انتہاپسندانہ نظریات اور دہشت گردانہ سرگرمیوں کی موجودگی کسی بھی معاشرے میں خوف، عدم اعتماد اور تقسیم پیدا کرتی ہے جو قومی اتحاد اور ہم آہنگی کے لیے ایک بڑا خطرہ ہے۔ پاکستان کے کچھ علاقے گزشتہ چند دہائیوں سے ایسی سوچ اور کارروائیوں کے شکار رہے ہیں جن کے نتیجے میں قیمتی جانوں کا ضیاع، معاشی نقصان اور سماجی انتشار دیکھنے میں آیا ہے۔ ایسی صورتحال سے نمٹنے کے لیے ضروری ہے کہ سیاسی اتفاقِ رائے کے ساتھ ایک واضح، مؤثر اور جامع حکمتِ عملی اختیار کی جائے تاکہ انتہاپسندی کا خاتمہ کیا جا سکے اور امن، رواداری اور قومی یکجہتی کو فروغ دیا جا سکے۔ اتحاد اور یکجہتی کے حصول کے لیے، پاکستان کو جامع حکمت عملی کے ذریعے ان چیلنجز سے نمٹنا ہوگا۔ اس سلسلے میں پیغامِ پاکستان کی دستاویز ایک اہم وسیلہ ثابت ہو سکتی ہے۔ پاکستانی ایک مشترکہ قومی شناخت کو فروغ دے کر اور اقتصادی مساوات کو یقینی بناتے ہوئے ثقافتی اور مذہبی ہم آہنگی کی حوصلہ افزائی کر کے ایک مضبوط اور زیادہ متحد قوم بن سکتے ہیں۔

- افراد شہری فرائض میں حصہ لے کر، سماجی اقدار کو فروغ دے کر اور اقتصادی ترقی میں اپنا کردار ادا کر کے معاشرے، برادری اور ریاست کی تشکیل میں ایک اہم کردار ادا کرتے ہیں۔
- ایک متحرک، جمہوری اور مربوط معاشرے کے لیے فعال شہریت اور قیادت ضروری ہے۔
- سماجی و اقتصادی رکاوٹیں، ثقافتی اصول اور سیاسی عدم استحکام قومی ہم آہنگی میں انفرادی حصہ داری کو محدود کر سکتے ہیں۔
- ان رکاوٹوں پر قابو پانے اور سماجی و اقتصادی ترقی کو فروغ دینے کے لیے اضافی اقدامات جیسے مساوی تعلیم، اقتصادی طور پر بااختیار بنانے کے پروگرام اور جامع پالیسیاں ضروری ہیں۔
- پاکستان کی متنوع علاقائی، ثقافتی، مذہبی اور نسلی شناختوں کے درمیان باہمی احترام اور افہام و تفہیم ایک پرامن اور مربوط معاشرہ بنانے کے لیے بہت اہم ہے۔
- رواداری، ثقافتی تبادلے اور بین المذاہب مکالمے کو فروغ دینا تنازعات کو کم کرنے اور سماجی ہم آہنگی پیدا کرنے میں مدد کرتا ہے۔
- قائداعظم محمد علی جناح کے وژن نے مذہبی آزادی اور پاکستان کی ترقی میں اقلیتوں کی شمولیت پر زور دیا۔
- اقلیتوں نے مختلف شعبوں میں اپنی فعال شرکت کے ذریعے پاکستان کی سماجی و اقتصادی ترقی اور امن کی ثقافت کے فروغ میں نمایاں کردار ادا کیا ہے۔
- ریاست مساوات، انصاف اور عدل کے لیے آئینی فریم ورک فراہم کرتی ہے، جبکہ حکومت قانون سازی اور عوامی خدمات کے ذریعے ان پالیسیوں پر عمل درآمد کرتی ہے۔
- معاشرہ حقوق کی وکالت کرنے اور پسماندہ گروہوں کی حمایت کرنے میں ایک اہم کردار ادا کرتا ہے، جو ریاست اور حکومت کی کوششوں کی تکمیل کرتا ہے۔
- قومی اتحاد اور یکجہتی میں مدد کرنے والے عناصر میں قومی شناخت، جامع حکمرانی، سماجی اور اقتصادی مساوات، ثقافتی اور مذہبی ہم آہنگی اور تعلیم شامل ہیں۔
- نسلی اور فرقہ وارانہ تقسیم، سیاسی عدم استحکام، اقتصادی عدم مساوات، سماجی اخراج اور انتہاپسندی جیسے چیلنجز ان عوامل میں رکاوٹ ڈالتے ہیں۔
- جامع حکمت عملیوں کے ذریعے ان چیلنجز سے نمٹنا قومی اتحاد اور ہم آہنگی کو بڑھا سکتا ہے۔

مشقی سوالات

درج ذیل کثیر الانتخابی سوالات میں سے درست جواب کی نشان دہی کریں۔

1. افراد معاشرتی ترقی میں کس طریقے سے اہم کردار ادا کرتے ہیں؟

الف. کمیونٹی کی سرگرمیوں سے الگ ہو کر　　ب. شہری فرائض میں شرکت اور سماجی اقدار کو فروغ دے کر

ج. صرف ذاتی فائدے پر توجہ مرکوز کر کے　　د. سیاسی معاملات سے اجتناب کر کے

2. نیچے دیے گئے عوامل میں سے کون سی رکاوٹ قومی یکجہتی میں فرد کی کردار ادا کرنے کی صلاحیت کو محدود کرتی ہے؟

الف. معیاری تعلیم تک رسائی　　ب. سماجی واقتصادی رکاوٹیں

ج. مؤثر حکمرانی　　د. کمیونٹی کی حمایت

3. پاکستان میں مختلف گروہوں کے درمیان احترام باہمی کس طرح ایک پر امن معاشرتی ماحول کے حصول میں مدد دیتا ہے؟

الف. اقتصادی عدم مساوات کو فروغ دے کر　　ب. تنازعات اور غلط فہمیوں کو بڑھا کر

ج. اعتماد کو بڑھا کر اور تناؤ کو کم کر کے　　د. سماجی اخراج کی حوصلہ افزائی کر کے

4. قائد اعظم کے پاکستان کے لیے وژن کا اہم پہلو کیا تھا؟

الف. اکثریتی مذہب کے لیے خصوصی حقوق　　ب. مذہبی آزادی اور اقلیتی گروہوں کی شمولیت

ج. مختلف مذہبی کمیونٹیوں کی علیحدگی　　د. اقلیتی گروہوں کے لیے ریاستی ترقی میں محدود کردار

5. ایک فلاحی ریاست میں قوانین اور عوامی خدمات کو نافذ کرنے کی ذمہ داری کس پر عائد ہوتی ہے؟

الف. ریاست　　ب. معاشرہ

ج. حکومت　　د. بین الاقوامی ادارے

6. نیچے دیے گئے عوامل میں سے کون سا ایک ایسا چیلنج ہے جو پاکستان میں قومی یکجہتی اور ہم آہنگی میں رکاوٹ ڈالتا ہے؟

الف. قومی شناخت اور حب الوطنی　　ب. شمولیتی حکمرانی

ج. نسلی اور فرقہ وارانہ تقسیم　　د. ثقافتی اور مذہبی ہم آہنگی

7. نیچے دیے گئے میں سے کون سی بات افراد کے ایک متحرک معاشرتی کردار کی وضاحت کرتی ہے؟

الف. کمیونٹی کے مسائل کو نظر انداز کرنا　　ب. رضاکارانہ کام اور کمیونٹی سروس میں شرکت

ج. ذاتی دولت کو کمیونٹی کے بہبود پر اہمیت دینا　　د. شہری سرگرمیوں میں شرکت سے اجتناب کرنا

8. کون سا اضافی اقدام سماجی و اقتصادی رکاوٹوں کو دور کرنے اور قومی یکجہتی کو فروغ دینے میں مدد دے سکتا ہے؟

الف. سیاسی انتشار میں اضافہ کرنا
ب. تعلیم اور صحت کی دیکھ بھال تک مساوی رسائی فراہم کرنا
ج. سماجی اخراج کو فروغ دینا
د. پسماندہ گروپوں کے لیے مدد کو کم کرنا

9. پاکستان میں بین المذاہبی مکالمہ امن کے فروغ میں کس طرح کردار ادا کرتا ہے؟

الف. مذہبی تناؤ کو بڑھا کر
ب. احترام باہمی کو فروغ دے کر
ج. مذہبی استثنائی کو فروغ دے کر
د. ثقافتی تنوع کو کم کر کے

10. نیچے دیے گئے اقدامات میں سے کون سے اقدام قائداعظم کے پاکستان میں اقلیتی گروپوں کے لیے وژن سے ہم آہنگ ہے؟

الف. اقلیتی گروپوں کے لیے تعلیمی مواقع کو محدود کرنا
ب. اقلیتی گروپوں کو قومی زندگی کے تمام پہلوؤں میں حصہ لینے کی حوصلہ افزائی کرنا
ج. کمیونٹیز کو مذہب کی بنیاد پر علیحدہ کرنا
د. اقلیتی حقوق کو جائیداد کی ملکیت تک محدود کرنا

درج ذیل سوالات کے مختصر جوابات دیجیے:

1. پاکستان میں ایک بامعنی معاشرے کی ترقی میں فعال شہریت اور کمیونٹی سروس کیسے مددگار ثابت ہوتی ہے؟

2. وہ کون سی سماجی و اقتصادی رکاوٹیں ہیں جو قومی ہم آہنگی میں ایک فرد کے کردار کو محدود کر سکتی ہیں؟

3. پاکستان میں ایک پرامن معاشرے کے قیام کے لیے مختلف ثقافتی اور مذہبی گروہوں کے درمیان احترام باہمی اور افہام و تفہیم کیوں ضروری ہے؟

4. پاکستان میں مذہبی آزادی کے لیے قائداعظم محمد علی جناح کا تصور کیا تھا؟

5. ایک فلاحی ریاست کے قیام میں ریاست، معاشرے اور حکومت کے کردار کیسے مختلف ہیں؟

درج ذیل سوالات کے تفصیلی جوابات دیں۔

1. ایک بامعنی معاشرے، کمیونٹی اور ریاست کی تشکیل میں افراد کی اہمیت پر بحث کریں۔ پاکستانی تاریخ یا حالیہ واقعات سے مثالیں دیں۔

2. پاکستان میں قومی ہم آہنگی اور انضمام کو فروغ دینے میں ایک فرد کے کردار کو محدود کرنے والی مختلف رکاوٹوں کی نشاندہی اور تجزیہ کریں۔

3. ایک پرامن معاشرے کو فروغ دینے میں پاکستان کی متنوع علاقائی، ثقافتی، مذہبی اور نسلی شناختوں کے درمیان احترام باہمی اور افہام و تفہیم کے کردار کا جائزہ لیں۔

4. قائداعظم محمد علی جناح کے مذہبی آزادی اور پاکستان میں اقلیتوں کے انضمام کے وژن پر روشنی ڈالیں۔ گزشتہ دہائیوں کے دوران اس تصور کو کس حد تک عملی جامہ پہنایا گیا ہے؟

5. صنفی، مذہبی اور طبقاتی مسائل سے نمٹنے کے لیے نافذ کی گئی مخصوص پالیسیوں اور اقدامات پر بحث کریں اور ان کے موثر ہونے کا تجزیہ کریں۔

تقابلی جائزہ
پاکستان میں ایک فلاحی ریاست کے قیام میں ریاست، معاشرے اور حکومت کے کردار کا موازنہ اور تقابل کریں۔ آپ کا موازنہ اس بات پر مرکوز ہونا چاہیے کہ ہر ادارہ مساوات، انصاف اور عدل کو خاص طور پر صنفی، مذہبی اور طبقاتی مسائل کے حوالے سے یقینی بنانے میں کس طرح مددگار ہوتا ہے۔

تجزیہ
پاکستان میں مذہبی آزادی اور اقلیتوں کے انضمام کے لیے قائداعظم محمد علی جناح کے وژن کی اس کے آغاز سے لے کر آج تک کی مطابقت کا جائزہ لیں۔ تجزیہ کریں کہ پاکستان کی تاریخ کے مختلف ادوار میں اس تصور کو کس طرح برقرار رکھا گیا یا چیلنج کیا گیا ہے۔

پراجیکٹ
پاکستان میں قومی ہم آہنگی اور انضمام کو فروغ دینے کے مقصد سے جامع حکمت عملی تیار کرنے کے لیے گروہوں میں کام کریں۔ آپ کی حکمت عملیوں کا مقصد اس باب میں زیر بحث آنے والے اہم نکات پر مبنی ہونا چاہیے جس میں اتحاد اور یکجہتی کو فروغ دینے میں افراد، ریاست، معاشرے اور حکومت کے کردار شامل ہے۔

فرہنگ

ثقافتی تنوع : کسی معاشرے کے اندر مختلف ثقافتی یا نسلی گروہوں کا وجود، جو نسل، مذہب، زبان اور روایات میں اختلافات کی عکاسی کرتا ہے۔

قومی ہم آہنگی : قوم کے اندر مختلف گروہوں کو اتحاد اور مشترکہ مقصد کے احساس کو پیدا کرنے کے لیے اکٹھا کرنے کا عمل۔

مساوات : برابر ہونے کی حالت، خاص طور پر حیثیت، حقوق اور مواقع کے اعتبار سے۔

انصاف : منصفانہ اور غیر جانبدار ہونے کی کیفیت، اکثر مختلف ضروریات اور حالات کو تسلیم کرنا اور منصفانہ نتائج کو یقینی بنانے کے لیے اس کے مطابق وسائل فراہم کرنا شامل ہے۔

عدل : انصاف اور اخلاقی درستی کا اصول، بشمول قوانین کا انتظام اور افراد کے حقوق کا تحفظ۔

صنفی مسائل : صنفی اختلافات سے متعلق سماجی اور ثقافتی مسائل، جن میں مردوں اور عورتوں کے درمیان مساوات اور انصاف شامل ہیں۔

نسلی شناخت : مشترکہ ثقافتی، لسانی یا آبائی ورثے پر مبنی کسی شخص یا گروہ کی شناخت۔

استاد کی مدد سے، اس باب میں شامل وہ الفاظ جو آپ کو مشکل لگتے ہیں ان کی فہرست بنائیں اور معنی لکھیں۔

باب: 08

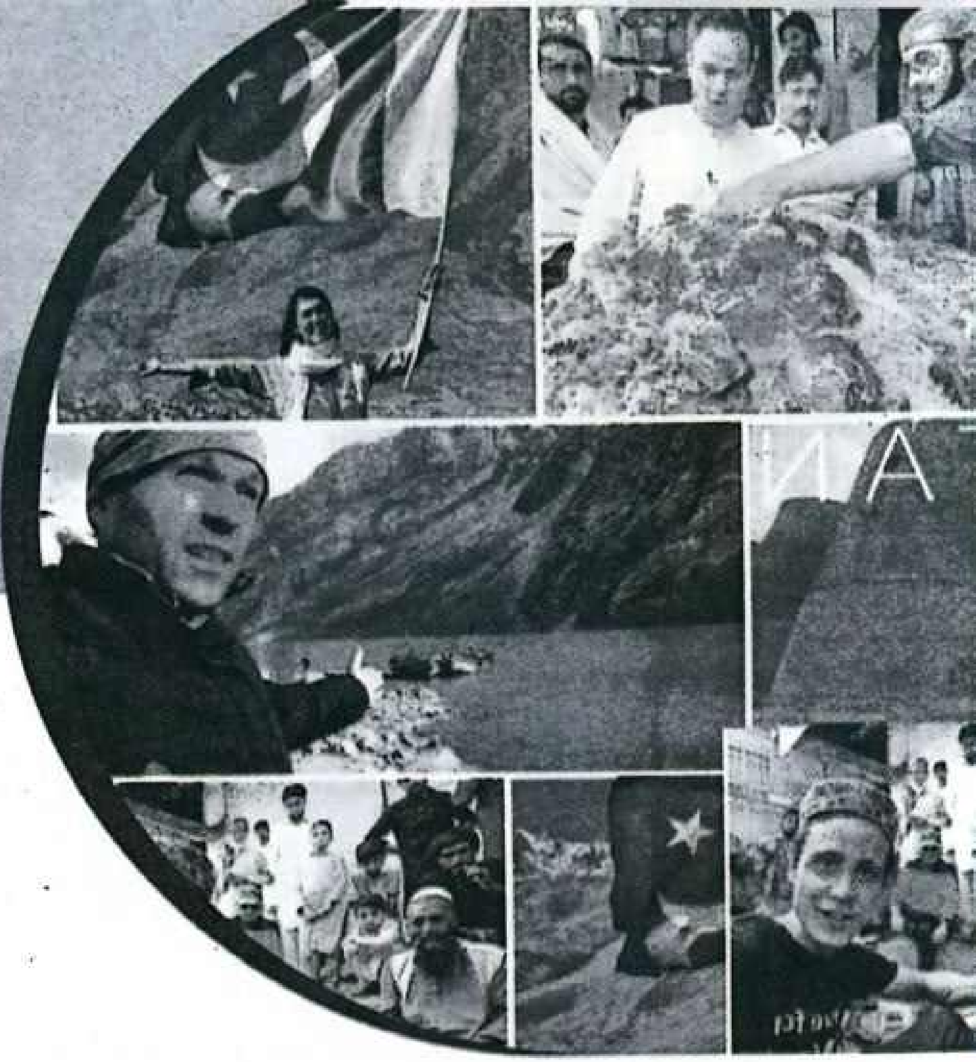

حصہ چہارم:
پاکستان میں ثقافتی تنوع

تفریح۔ سیاحت

یہ سبق پڑھنے کے بعد طلبہ اس قابل ہو جائیں گے کہ وہ:

- تحقیق کر سکیں کہ مختلف ثقافتی عناصر / اجزاء کس طرح ایک معاشرتی تنوع کی ترویج یا تبدیلی پر اثر انداز ہوتے ہیں۔
- ملک میں بولی جانے والی مختلف زبانوں اور لہجوں کے قومی اتحاد اور یگانگت پر اثرات کا جائزہ لے سکیں۔
- پاکستان کی ادبی تاریخ میں لوک کہانیوں اور ڈرامے کی ابتدا اور نشوونما کا تجزیہ کر سکیں۔
- علاقائی ثقافتوں کے حوالے سے قومی یکجہتی کا جائزہ لے سکیں اور پاکستان کی معاشرتی اور ثقافتی حیثیت پر عالمگیریت کے اثرات کا تجزیہ کر سکیں۔
- پاکستانی معاشرتی ترقی کا تجزیہ کر سکیں اور اس کے معاشرتی حرکیات کے مختلف پہلوؤں اور اثرات پر غور کر سکیں جن میں خواتین کا مقام، جاگیر دارانہ نظام اور قبائلیت شامل ہیں۔
- سماجی سطح بندی کی خصوصیات اور کلیدی تصورات کا تجزیہ کر سکیں اور یہ دیکھیں کہ یہ کس طرح افراد اور معاشرے دونوں پر اثر انداز ہوتی ہے اور معاشرتی عدم مساوات کا سبب بنتی ہے۔
- پاکستان کے متنوع خطوں میں قابل ذکر صوفی سلسلوں کے اثرات کا تجزیہ کر سکیں تاکہ ان کی تعلیمات میں مشترکہ اصولوں کو اجاگر کیا جا سکے اور یہ دیکھ سکیں کہ کس طرح یہ سلسلے پاکستانی معاشرتی اور ثقافتی زندگی میں ایک مربوط روحانی عنصر بن گئے ہیں۔

سیاحت

سیاحت سے مراد مختلف مقاصد کے حصول کے لیے اپنے معمول کے ماحول سے باہر کسی جگہ کا دورہ کرنا ہے، جس میں تفریح، کاروبار، مذہب یا تعلیم شامل ہیں۔ سیاحت اس مقام کی معیشت، معاشرے، ثقافت اور ماحول کو بھی فائدہ یا نقصان پہنچا سکتی ہے۔

سیاحت کی اقسام

سیاحت مختلف سرگرمیوں اور تجربات پر مشتمل ہوتی ہے، جن میں سیر و تفریح، ثقافتی تحقیق، ایڈونچر ٹورازم، ماحولیاتی سیاحت اور ساحلی تعطیلات شامل ہیں۔ یہ عالمی کاروبار اقتصادی ترقی کو فروغ دینے، ملازمت کے مواقع پیدا کرنے اور ثقافتی روابط کو ممکن بنانے کے لیے بہت اہم ہے۔ مسافر جنھیں بعض اوقات سیاح کہا جاتا ہے، مختلف وجوہات کی بنا پر سفر کرتے ہیں، جن میں آرام، نئی جگہوں کی تلاش، پیشہ ورانہ کانفرنسوں میں شرکت، ثقافتی تبادلہ اور نئے روابط کا حصول شامل ہیں۔

سیاحت کی اہمیت

سیاحت تفریح میں ایک اہم کردار ادا کرتی ہے جو لوگوں کو نئی ثقافتوں کے متعلق جاننے، آرام کرنے اور اپنے روزمرہ کے معمولات سے ہٹ کر وقت گزارنے کا موقع فراہم کرتی ہے۔ یہ نہ صرف ذہن اور جسم کو تروتازہ کرتی ہے بلکہ مختلف علاقوں کے عوام کے درمیان ثقافتی تبادلے اور افہام و تفہیم کو بھی فروغ دیتی ہے۔ پاکستان میں سیاحت خاص طور پر اپنے بھرپور ثقافتی ورثے، متنوع مناظر اور تاریخی مقامات کی وجہ سے اہمیت کی حامل ہے جس سے ملکی اور بین الاقوامی سیاح یکساں طور پر راغب ہوتے ہیں۔

انسانی بہبود کو بہتر بنانے کے علاوہ سیاحت ایک اہم تفریحی سرگرمی بھی ہے جو عالمی افہام و تفہیم، اقتصادی ترقی اور ثقافتی ورثے کے تحفظ پر نمایاں طور پر اثر انداز ہوتی ہے۔ سفر ایک دلچسپ عمل ہے کیونکہ یہ مختلف پس منظر سے تعلق رکھنے والے لوگوں کے مقاصد اور دلچسپیوں کے مطابق واقعات کا ایک وسیع کینوس پیش کرتا ہے۔

سیاحت آمدنی کے ذرائع میں اضافہ کرنے، ملازمتیں پیدا کرنے اور مقامی کاروبار کو فروغ دینے کے ذریعے معیشت کے فروغ میں اہم کردار ادا کرتی ہے۔ یہ ثقافتی ورثے اور فطری حسن کو محفوظ رکھنے میں بھی اہم کردار ادا کرتی ہے۔

فرانس سیاحت کے لحاظ سے دنیا کا سب سے بڑا ملک ہے۔ اقوام متحدہ کی عالمی سیاحتی تنظیم (UNWTO) کے مطابق، فرانس سالانہ تقریباً ۹۰ ملین بین الاقوامی سیاحوں کو متوجہ کرتا ہے۔

پاکستان کے مشہور سیاحتی مقامات

پاکستان کے سیاحتی مقامات تاریخی تہذیبوں اور تعمیراتی عجائبات سے لے کر روحانی مقدس مقامات اور کاروباری مراکز تک متعدد پرکشش مقامات پر مشتمل ہیں۔ تفریح کے علاوہ، ان مقامات کا دورہ پاکستان کے ثقافتی اور تاریخی ورثے کے بارے میں سیاحوں کے علم میں اضافہ بھی کرتا ہے۔

پاکستان میں کئی تاریخی، مذہبی اور تجارتی سیاحتی مقامات موجود ہیں۔ ان میں سے چند مشہور یہ ہیں:

پاکستان کے تاریخی مقامات

پاکستان میں تاریخی سیاحتی مقامات کی ایک بڑی تعداد موجود ہے جو ملک کے بھرپور اور متنوع ثقافتی ماضی کو ظاہر کرتے ہیں۔ اہم تاریخی مقامات میں درج ذیل شامل ہیں:

ٹیکسلا

ٹیکسلا کے آثار قدیمہ وادی سندھ کی قدیم تہذیب کے ارتقاء کی کہانی سناتے ہیں۔ یہ فارس، یونان اور وسطی ایشیا کے ہاتھوں تشکیل پانے والی ترقی کے کئی مراحل کا پتہ بھی دیتے ہیں۔ مزید برآں یہ خیال کیا جاتا ہے کہ سکندر اعظم نے اس علاقے کو فتح کرنے کے دوران کسی وقت اس جگہ کا دورہ کیا تھا۔ یہ یونیسکو کا عالمی ثقافتی ورثہ سائٹ بھی ہے۔ اس سائٹ میں اسٹوپا، خانقاہی عمارتیں، عمدگی سے رکھے ہوئے آثار قدیمہ اور گندھارا دور کے مجسمے موجود ہیں۔

موہن جودڑو

سندھ میں واقع، موہن جودڑو دنیا کے قدیم ترین شہروں میں سے ایک ہے، جو تقریباً ۲۵۰۰ قبل مسیح میں وادی سندھ کی تہذیب سے تعلق رکھتا ہے۔ یہ یونیسکو کا عالمی ثقافتی ورثہ سائٹ ہے جو اپنی جدید شہری منصوبہ بندی، پیچیدہ نکاسی آب کے نظام اور فن تعمیر کے لیے جانا جاتا ہے۔ مٹی اور پکی اینٹوں سے بنے موہن جودڑو

موئنجو داڑو

کو ان ابتدائی شہروں میں سے ایک سمجھا جاتا ہے جنہوں نے وادی سندھ کی تہذیب کو فروغ دیا۔ یہ ان قدیم بڑے شہری مراکز میں سے ایک تھا جس کے ڈیزائن کو قدیم مصر سمیت دیگر تہذیبوں نے اپنایا۔

- مہر گڑھ

بلوچستان میں واقع، مہر گڑھ جنوبی ایشیا کے اہم ترین نوولیتھک (۷۰۰۰ قبل مسیح سے ۲۵۰۰ قبل مسیح) سائٹس میں سے ایک ہے، جو اس خطے میں انسانی تہذیب کی ابتدائی ترقی کے بارے میں اہم معلومات فراہم کرتا ہے۔ مہر گڑھ کی آثار قدیمہ کی دریافتوں میں مٹی کے برتن، اوزار اور دانتوں کے علاج کے ثبوت شامل ہیں۔ یہ نتائج وادی سندھ کے شہری مراکز کے بڑھنے سے پہلے ہی نفیس سماجی، اقتصادی اور تکنیکی نظاموں کی نشاندہی کرتے ہیں۔

کیا آپ جانتے ہیں؟

مہر گڑھ سے ملنے والے چند دانتوں میں ڈرلنگ کے نشانات پائے گئے ہیں۔ یہ اس بات کا ثبوت ہے کہ اُس وقت مہر گڑھ کے لوگوں میں دانتوں کا علاج عام تھا۔

- قلعہ لاہور

قلعہ لاہور

قلعہ لاہور، جسے شاہی قلعہ بھی کہا جاتا ہے، مغل سلطنت کے بھرپور تعمیراتی اور ثقافتی ورثے کی ایک بہترین مثال ہے۔ یہ یونیسکو کے عالمی ثقافتی ورثہ سائٹس میں سے ایک ہے۔ اسے اصل میں ۱۶ویں صدی میں شہنشاہ اکبر کے دور میں تعمیر کیا گیا۔ اسے بعد کے مغل رہنماؤں، خاص طور پر شہنشاہ شاہ جہاں اور اورنگزیب کے دور میں بہتر بنایا گیا جنہوں نے وسیع وعریض محلات، پویلین اور باغات تعمیر کیے۔

- شالیمار باغ

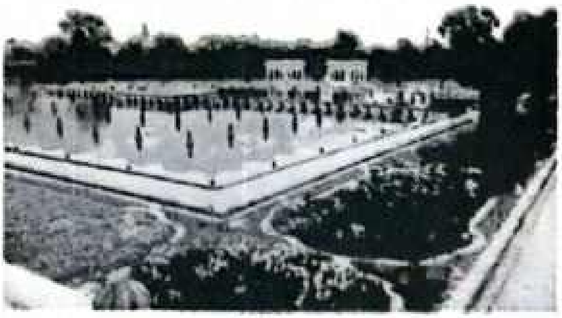

شالیمار باغ

لاہور میں واقع یہ یونیسکو کا عالمی ثقافتی ورثہ سائٹ مغل باغات کے ڈیزائن کی ایک شاندار مثال ہے جو مغل سلطنت کی عظمت اور نفاست کی عکاسی کرتا ہے۔ ۱۶۴۱ میں شہنشاہ شاہ جہاں کے تعمیر کردہ یہ باغات روایتی فارسی طرز میں بنائے گئے ہیں۔ باغات میں ۴۱۰ فوارے ہیں، جو اسے برصغیر کے سب سے وسیع اور خوبصورت مغل باغات میں سے ایک بناتے ہیں۔ یہ یونیسکو کا عالمی ثقافتی ورثہ سائٹ نہ صرف مغل دور کی شان وشوکت کی ایک جھلک پیش کرتا ہے بلکہ زائرین کے لیے ایک پرسکون پناہ گاہ کا بھی کام کرتا ہے جو فطرت اور تعمیراتی شان وشوکت کے کامل امتزاج کو ظاہر کرتا ہے۔

تخت باہی

مردان کے قریب واقع تخت باہی گندھارا کے علاقے میں سب سے اچھی طرح سے محفوظ بدھ خانقاہی عمارات میں سے ایک ہے۔ پہلی صدی عیسوی سے تعلق رکھنے والی یہ یونیسکو کی عالمی ثقافتی ورثہ سائٹ ایک پہاڑی کی چوٹی پر واقع ہے اور آس پاس کے علاقے کا وسیع نظارہ پیش کرتی ہے۔ اس کمپلیکس میں اسٹوپا (Stupa)، مراقبہ کے کمرے، اسمبلی ہال اور رہائشی کوارٹر شامل ہیں جو قدیم بدھ خانقاہی زندگی کی تعمیراتی مہارت کو ظاہر کرتے ہیں۔

قلعہ روہتاس

قلعہ روہتاس

قلعہ روہتاس جو جہلم کے قریب واقع ہے فوجی فن تعمیر کی ایک شاندار مثال ہے۔ ۱۶ ویں صدی میں افغان بادشاہ شیر شاہ سوری کے دور میں تعمیر کیا گیا یہ یونیسکو کی عالمی ثقافتی ورثہ سائٹ اپنے شاندار ڈیزائن کے لیے جانی جاتی ہے۔ یہ قلعہ مغل افغان جنگوں کے دوران ایک مضبوط دفاع کے طور پر کام کرتا تھا۔

پاکستان کے مذہبی سیاحتی مقامات

مذہبی اور ثقافتی ورثے سے مالامال، پاکستان میں مذہبی سیاحت کے بہت سے مقامات ہیں جو سالانہ لاکھوں لوگوں کو اپنی جانب متوجہ کرتے ہیں۔ اس متنوع تہذیبی ورثے میں مسلمانوں، ہندوؤں، سکھوں اور بدھ مت کے ماننے والوں کے لیے اہم مقامات شامل ہیں۔ پاکستان کے کچھ مشہور مذہبی سیاحتی مقامات درج ذیل ہیں:

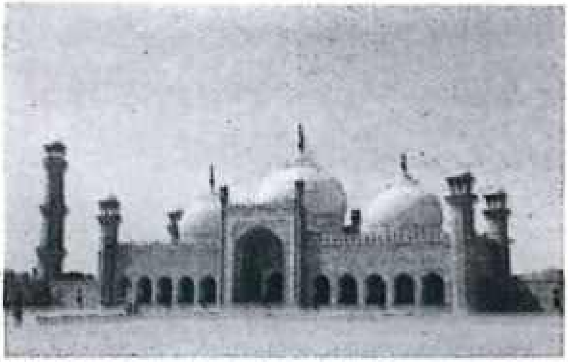

بادشاہی مسجد

بادشاہی مسجد

لاہور میں واقع، بادشاہی مسجد ایک حیرت انگیز تعمیراتی شاہکار ہے۔ شہنشاہ اورنگزیب عالمگیر کے دور میں تعمیر کی گئی یہ عظیم الشان مسجد پاکستان کی تمام قائم شدہ مساجد میں اپنا ایک منفرد مقام رکھتی ہے۔ اس مسجد کی کشش کی اہم وجہ اس کا فن تعمیر ہے۔ اگرچہ یہ ۱۶۷۱ میں تعمیر ہوئی تھی، لیکن اس کی تعمیر میں استعمال ہونے والی کاریگری اور مہارت آج بھی ایک عجوبہ ہے۔

کرتارپور راہداری

کرتارپور صاحب

سکھوں کے لیے یہ اہم زیارت گاہ نارووال کے قریب واقع ہے۔ پاکستان کی جانب سے کرتارپور راہداری کی تعمیر کے ساتھ یہ ہندوستان اور دنیا کے دیگر حصوں سے آنے والے سکھ یاتریوں کو تاریخی گوردوارہ دربار صاحب کے دورے کے لیے معاونت فراہم کرتا ہے۔

کٹاس راج مندر

چکوال میں واقع کٹاس راج مندر قدیم ہندو مندروں کا ایک کمپلیکس ہے جو مہابھارت کے دور سے تعلق رکھتا ہے۔ یہ مندر ایک مقدس تالاب کے گرد تعمیر ہے۔ یہ کمپلیکس ہندوؤں کے لیے بے پناہ مذہبی اہمیت کا حامل ہے اور ایک مقبول زیارت گاہ ہے۔

گوردوارہ پنجہ صاحب

سکھوں کے مقدس ترین مقامات میں سے ایک گوردوارہ پنجہ صاحب، حسن ابدال کے قریب واقع ہے۔ یہ سکھ مذہب کے بانی گرونانک جی سے منسلک ہے۔ اس مقام کے متعلق خیال کیا جاتا ہے کہ اس جگہ کے قریب گرونانک جی نے ایک چٹان پر اپنے ہاتھ کا نشان چھوڑا تھا۔ خاص طور پر بیساکھی کے تہوار پر یہ گوردوارہ ہر طرف سے ہزاروں سکھ یاتریوں کو اپنی طرف متوجہ کرتا ہے۔

جولیاں

ٹیکسلا کی وادی میں ایک اور اہم مقام جولیاں اپنے اچھی طرح سے محفوظ خانقاہی کھنڈرات کے لیے جانا جاتا ہے۔ اس میں کئی اسٹوپا (Stupa) اور مہاتما بدھ کے بے شمار مجسمے ہیں۔ اس کے ساتھ ساتھ نوشتہ جات اور نوادرات بھی ہیں جو اس وقت کی بدھ ثقافت اور نظام تعلیم کی ایک جھلک پیش کرتے ہیں۔

نئے افق تلاش کریں

پاکستان میں ہندومت، سکھ مت اور بدھ مت کے مذہبی سیاحتی مقامات کے بارے میں مزید معلومات حاصل کرنے کے لیے مختلف ذرائع استعمال کریں۔

پاکستان کے تجارتی سیاحتی مقامات

پاکستان کے کئی شہر بڑے تجارتی سیاحتی مقامات کے طور پر کام کرتے ہیں جو اپنے پر رونق بازاروں، جدید شاپنگ مالز اور متحرک ثقافتی مناظر کے ساتھ زائرین کو اپنی جانب راغب کرتے ہیں۔ یہ شہر پاکستان کی تجارتی اہلیت اور اقتصادی صلاحیت کو اجاگر کرتے ہیں جو سیاحوں کو روایتی بازاروں اور خریداری کے جدید مراکز کا امتزاج پیش کرتے ہیں۔ یہ سیاحت کو فروغ دینے، مقامی کاروباروں کو فروغ دینے اور پاکستان کی متنوع شہری ثقافت کے اظہار کے لیے بہت اہم ہیں۔

پاکستان کے چند اہم تجارتی سیاحتی شہر یہ ہیں:

کراچی

پاکستان کے سب سے بڑے شہر اور اقتصادی مرکز کراچی میں بہت سے تجارتی پرکشش مقامات موجود ہیں۔ اہم مقامات میں فریئر ہال، زینب مارکیٹ، ڈولمین مال، صدر بازار اور طارق روڈ شامل ہیں۔

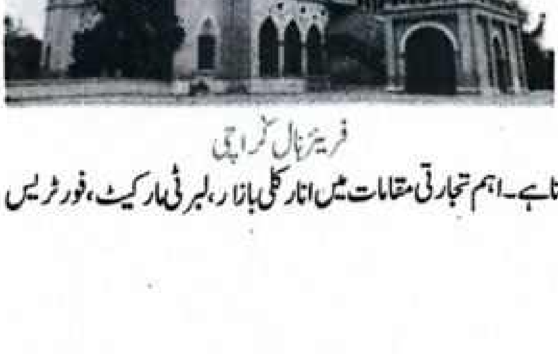

فریئر ہال کراچی

لاہور

پاکستان کا ثقافتی دارالحکومت لاہور اپنے تاریخی مقامات اور پر رونق بازاروں کے لیے جانا جاتا ہے۔ اہم تجارتی مقامات میں انارکلی بازار، لبرٹی مارکیٹ، فورٹریس سٹیڈیم، ایمپوریم مال وغیرہ شامل ہیں۔

اسلام آباد

پاکستان کا دارالحکومت اسلام آباد اپنے جدید بنیادی ڈھانچے اور اعلیٰ درجے کے خریداری کے مقامات کے لیے جانا جاتا ہے۔ اہم مقامات میں آبپارہ مارکیٹ، سینٹورس مال، صفا گولڈ مال وغیرہ شامل ہیں جن میں متعدد دکانیں، ریستوران اور تفریحی سرگرمیاں موجود ہیں۔

راولپنڈی

اسلام آباد سے ملحقہ جڑواں شہر راولپنڈی اپنے پررونق بازاروں اور تجارتی مراکز کے لیے جانا جاتا ہے۔ اس کے مشہور پرکشش مقامات میں صدر بازار، گیگا مال، راجہ بازار اور دیگر ایسے خریداری کے پرکشش مقامات شامل ہیں۔

گوجرانوالہ

گوجرانوالہ کھیلوں کی ثقافت اور صنعتی قوت دونوں کے لیے مشہور ہے۔ یہ شہر خاص طور پر سیرامکس اور مٹی کے برتنوں کی تیاری کے لیے جانا جاتا ہے۔ اس شہر میں روایتی بازاروں اور جدید شاپنگ سینٹرز کا امتزاج ہے، جو مسافروں کو خریداری کا متنوع تجربہ فراہم کرتا ہے۔

سیالکوٹ

سیالکوٹ کی فٹ بال فیکٹری

سیالکوٹ اپنی تاریخی اہمیت اور کھیلوں کے سامان دونوں شعبوں کے لیے مشہور ہے۔ پاکستان کے قومی شاعر علامہ اقبال کی جائے پیدائش، اقبال منزل یہیں واقع ہے۔ یہ شہر چمڑے کی مصنوعات اور کھیلوں کے سامان کی خریداری کا ایک منفرد تجربہ فراہم کرتا ہے۔

گوادر

اپنی گہری سمندری بندرگاہ کی وجہ سے گوادر جدید سہولیات اور عظیم اقتصادی مواقع کے ساتھ تیزی سے ایک متحرک تجارتی مرکز میں تبدیل ہو رہا ہے۔ گوادر اپنی اسٹریٹجک اہمیت اور مستقبل میں ترقی کے امکانات کی وجہ سے اقتصادی طور پر ایک اہم علاقہ ہے۔

فیصل آباد

ایک صنعتی شہر کی حیثیت سے فیصل آباد ایک اہم تجارتی مرکز ہے۔ فیصل آباد کا سب سے مشہور تجارتی مقام کلاک ٹاور مارکیٹ ہے جو مشہور کلاک ٹاور کے گرد آٹھ بازاروں پر مشتمل ہے۔ اس میں ہر قسم کا سامان فروخت کے لیے دستیاب ہے۔

پاکستان میں سیاحت کی بطور صنعت اہمیت

سیاحت پاکستان کے لیے ایک اہم شعبہ ہے جو اس کی علاقائی ترقی اور قومی معیشت کو بہت زیادہ فروغ دیتا ہے۔ پاکستان میں سیاحت کے فروغ سے متعلق اہم نکات درج ذیل ہیں:

آمدنی کا حصول

ملکی اور غیر ملکی زائرین کی تعداد میں اضافے کے ساتھ پاکستان کی سیاحت نے گزشتہ چند سالوں کے دوران نمایاں ترقی دیکھی ہے۔ پاکستان ٹورزم ڈیولپمنٹ کارپوریشن (PTDC) کا اندازہ ہے کہ سیاحت کی صنعت نے ۲۰۱۹ء میں تقریباً ۱ بلین ڈالر کی آمدنی پیدا کی۔ ورلڈ ٹریول اینڈ ٹورازم کونسل (WTTC) کے مطابق، سفر اور سیاحت پاکستان کی مجموعی جی ڈی پی کا تقریباً ۲.۸٪ یا تقریباً ۹.۷ بلین ڈالر۔ یہ آمدنی مختلف ذرائع سے حاصل ہوتی ہے، جیسے کہ مختلف یادگاری اشیاء (Souvenirs) کی فروخت، کھانے پینے کی اشیاء کی فروخت اور رہائش و سفری اور سیاحتی خدمات سے حاصل ہونے والی آمدنی۔ حکومت سیاحت کے بنیادی ڈھانچے کی تعمیر، ویزا کے ضوابط کو آسان بنانے اور پاکستان کو ایک محفوظ اور پر کشش ملک کے طور پر فروغ دینے سمیت متعدد منصوبوں کے ذریعے سیاحت کو تیزی سے ترقی دے رہی ہے۔ ان اقدامات کے نتیجے میں سیاحتی صنعت سے حاصل ہونے والی آمدنی اور زائرین کے دوروں میں اضافہ ہوا ہے، اس طرح اس شعبے میں آمدنی میں اضافہ ہوا ہے۔ اقوام متحدہ کی عالمی سیاحتی تنظیم (WTO) کی جانب سے شائع کردہ "ورلڈ ٹورازم بیرومیٹر" کے مطابق، پاکستان ۲۰۲۳ء کے پہلے نو مہینوں کے دوران سیاحت کے لحاظ سے "بہترین کارکردگی کا مظاہرہ کرنے والی منزل" تھا۔

پاکستانی سیاحوں کے اخراجات

2019	2023	2024	متوقع ۲۰۳۴
غیر ملکی سیاحوں کے اخراجات			
273 ارب روپے	459.5 ارب روپے	473.3 ارب روپے	561.5 ارب روپے
ملکی سیاحوں کے اخراجات			
3.34 ارب روپے	3.85 ارب روپے	4.12 ارب روپے	6.91 ارب روپے

پاکستانی سیاحت کی آمدنی کے اخراجات - ورلڈ ٹریول اینڈ ٹورازم کونسل ۲۰۲۴ سالانہ تحقیق

کیا آپ جانتے ہیں؟

امریکہ دنیا میں بین الاقوامی سیاحت سے سب سے زیادہ آمدنی حاصل کرنے والا ملک ہے۔ ۲۰۲۳ء میں، امریکہ کی سیاحتی آمدنی تقریباً ۱۷۰ بلین ڈالر تک پہنچ چکی تھی۔

روزگار کے مواقع

سیاحت پاکستان میں روزگار کا ایک بڑا ذریعہ بھی ہے۔ ہوٹلوں اور سفر سے لے کر مقامی فنکاروں اور گائیڈز تک، یہ شعبہ روزگار کے وسیع مواقع پیدا کرتا ہے۔ ورلڈ ٹریول اینڈ ٹورازم کونسل (WTTC) کا اندازہ ہے کہ ۲۰۱۹ء میں پاکستان میں تقریباً ۳.۸ ملین ملازمتیں (تمام روزگار کا تقریباً ۶.۳٪) سیاحت سے متعلق تھیں۔

انفراسٹرکچر کی ترقی

جیسے جیسے سیاحت بڑھتی ہے ویسے ہی انفراسٹرکچر (Infrastructure) بشمول سڑکیں، ہوائی اڈے، ہوٹل اور تفریحی سہولیات بھی بہتر ہوتی ہیں۔ گلگت بلتستان، خیبر پختونخوا اور آزاد کشمیر جیسے شاندار سیاحتی علاقوں میں انفراسٹرکچر میں بہتری آئی ہے، جس سے مقامی کاروباروں کو مدد ملی ہے اور رہائشیوں کے معیار زندگی میں بہتری آئی ہے۔

ثقافتی تعامل اور دیکھ بھال

سفر ثقافتی ورثے کو محفوظ رکھنے اور بین الثقافتی مواصلات کو فروغ دینے میں مدد کرتا ہے۔ تاریخی اور ثقافتی یادگاروں کی طرف سیاحوں کو متوجہ کرنا ان کی دیکھ بھال اور مرمت میں مدد فراہم کرتا ہے۔ ثقافتی تقریبات، دستکاری کی اشیاء اور مقامی کھانوں کی وجہ سے مقامی کاروباروں کو بھی فروغ ملتا ہے۔

مقامی ترقی

سیاحت زائرین کے اخراجات اور سرمایہ کاری کے ذریعے مقامی کاروباروں کو فروغ دینے میں مدد کرتی ہے۔ سیاحت کے باعث وادی سوات، ہنزہ اور سندھ اور بلوچستان کے ساحلی علاقوں سمیت کئی علاقوں میں اقتصادی ترقی ہوئی ہے۔ یہ پیش رفت علاقائی عدم مساوات کو کم کرنے اور قومی ترقی میں مددگار ثابت ہوتی ہے۔

پاکستان میں سیاحتی صنعت کو درپیش چیلنجز

حالیہ برسوں میں، مختلف پالیسیوں میں تبدیلی کے باعث، پاکستان کے سیاحتی شعبے نے امید افزا ترقی کا مظاہرہ کیا ہے۔ تاہم، اقتصادی اور سماجی ترقی کے لحاظ سے اس کی مکمل صلاحیت سے فائدہ نہیں اٹھایا جاسکا ہے۔ اپنی وسیع تر صلاحیت کے باوجود، پاکستان میں سیاحتی صنعت کو کئی اہم چیلنجز کا سامنا ہے جو اس کی ترقی میں رکاوٹ ہیں۔

انفراسٹرکچر کی کمی

پاکستان میں بہت سے سیاحتی مقامات ناکافی انفراسٹرکچر کا شکار ہیں۔ سڑکوں کے خراب حالات، دور دراز علاقوں تک محدود رسائی، معیاری رہائش کی کمی اور ناکافی عوامی سہولیات عام مسائل ہیں۔ یہ خامیاں سیاحوں کے لیے سفر کو مشکل اور تکلیف دہ بناتی ہیں، جس سے ان مقامات کی کشش کم ہوتی ہے۔

ٹورازم پولیس

پاکستان کے سیاحتی مقامات پر انفراسٹرکچر کی صورتحال کو بہتر بنانے کے لیے مناسب فنڈز مختص کرنے کی ضرورت ہے تاکہ بہتر سڑکیں، نقل و حمل کے نیٹ ورکس اور اعلیٰ معیار کی رہائش گاہیں تعمیر یا بہتر کی جاسکیں۔ اس سلسلے میں نجی سرکاری شراکت داریوں کی حوصلہ افزائی کی جاسکتی ہے تاکہ وہ سیاحتی انفراسٹرکچر، جیسے ہوٹلوں، ریزورٹس اور تفریحی

سہولیات میں سرمایہ کاری کریں۔

حفاظتی خدشات

پاکستان آنے والے سیاحوں کے لیے سلامتی ایک بڑا مسئلہ رہی ہے۔ ملک کو دہشت گردی سے متعلق مسائل کا سامنا رہا ہے، جس نے ایک محفوظ سیاحتی مقام کے طور پر اسے منفی طور پر متاثر کیا ہے۔ اگرچہ حالیہ برسوں میں سیکورٹی کی صورتحال بہتر ہوئی ہے لیکن خطرے کا تاثر ابھی بھی بہت سے ممکنہ زائرین کو روکتا ہے۔

سیکورٹی کی صورتحال کو بہتر بنانے کے لیے ٹھوس اقدامات کے ذریعے اس بات کو یقینی بناتے ہوئے کہ سیاحتی علاقے محفوظ ہوں ان خدشات سے نمٹا جاسکتا ہے۔ غیر ملکی سیاحوں اور گلگت بلتستان کے علاقے میں کوہ پیماؤں کی حفاظت کی ضمانت کے لیے، گلگت بلتستان پولیس ڈیپارٹمنٹ نے ایک پولیس یونٹ قائم کیا ہے۔ اسی طرح، خیبر پختونخوا اور مری ٹورازم پولیس بھی سیاحوں کی سہولت اور حفاظت کے لیے شروع کی گئی ہے۔

ایک اور قدم یہ ہو سکتا ہے کہ بین الاقوامی مہمیں شروع کی جائیں تاکہ بہتر سیکورٹی کے منظر نامے اور ان سیاحوں کی کامیابی کی کہانیاں بیان کی جائیں جنہوں نے پاکستان کا محفوظ دورہ کیا ہے، اس سے بھی صورتحال کو بہتر بنانے میں مدد مل سکتی ہے۔

سیاحت کے فروغ اور مارکیٹنگ کی کمی

پاکستان عالمی سطح پر خود کو ایک سیاحتی مقام کے طور پر مؤثر طریقے سے پیش نہیں کر پایا ہے۔ ملک کے متنوع پرکشش مقامات کو فروغ دینے کے لیے مربوط کوششوں کا فقدان ہے، جس میں تاریخی مقامات سے لے کر قدرتی مناظر اور مذہبی سیاحت شامل ہیں۔ اس کے نتیجے میں بین الاقوامی سیاحوں میں آگاہی کم ہے۔ اس چیلنج سے نمٹنے کے لیے پاکستان کے سیاحتی مقامات کو عالمی سطح پر فروغ دینے کے لیے عالمی تشہیری مہمیں شروع کی جاسکتی ہیں۔ حکومت کو ایک وسیع تر سامعین تک پہنچنے کے لیے سوشل میڈیا، ٹریول بلاگرز اور بین الاقوامی ٹریول ایجنسیوں کے ساتھ شراکت داری استعمال کرنے کی ضرورت ہے۔ مزید برآں، پاکستان کے لیے ایک مضبوط سیاحتی برانڈ بنانے کی ضرورت ہے جو اس کے منفرد ثقافتی اور قدرتی اثاثوں کو اجاگر کرے۔ روڈ شوز کا اہتمام کرنے کے لیے بین

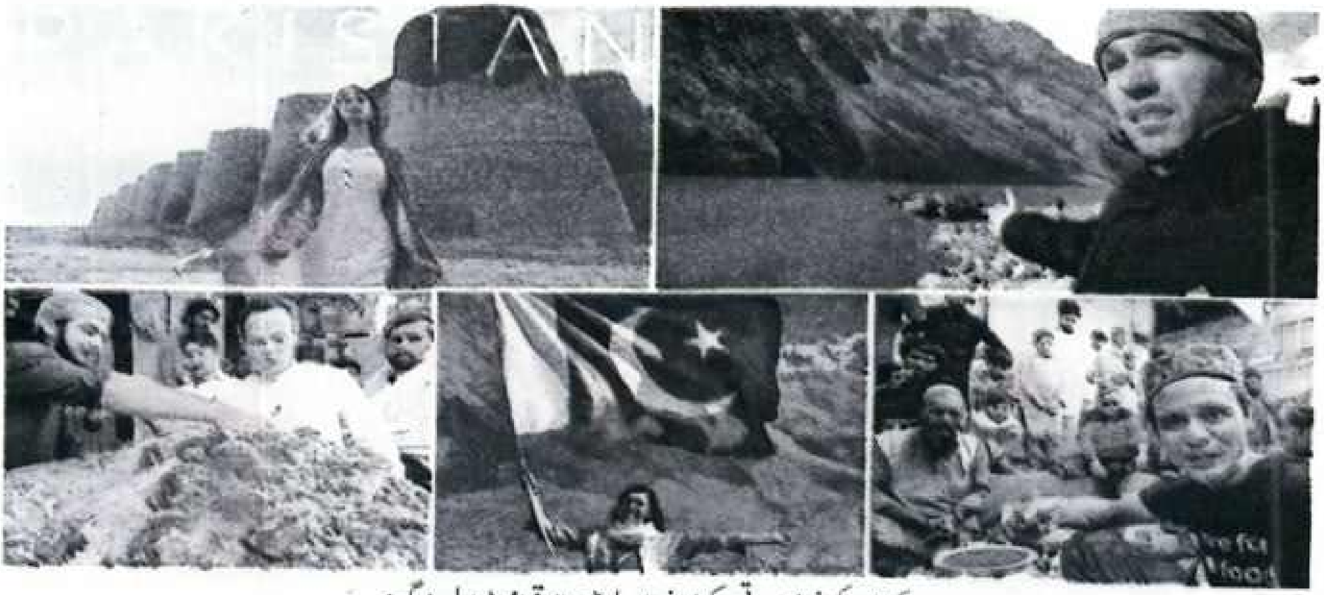

پاکستان کی خوبصورتی دکھانے والے بین الاقوامی ٹریول بلاگرز

الاقوامی سیاحتی میلوں اور نمائشوں میں شرکت بھی مددگار ثابت ہو سکتی ہے۔

مثبت سیاحتی تجربات کے ذریعے بین الاقوامی سطح پر پاکستان کی زیادہ متوازن اور درست نمائندگی کی جا سکتی ہے۔ سیاح ملک کی ثقافتی دولت، قدرتی کشش اور مہمان نوازی پر زور دے کر ملک کے متعلق عالمی سطح پر پائے جانے والے تاثر کی تبدیلی اور مزید سیاحوں کو متوجہ کرنے میں اہم کردار ادا کر سکتے ہیں۔

ویزے کے اجرا کی پیچیدگی

ویزا کی فراہمی کے پیچیدہ طریقہ ہائے کار سیاحوں کی پاکستان آنے کی حوصلہ شکنی کر سکتے ہیں۔ ویزا کے طویل اور کٹھن طریقہ کار اور بار بار تبدیل ہونے والی پالیسیوں کے باعث سیاحوں کے لیے اپنے سفر کی مؤثر طریقے سے منصوبہ بندی کرنا مشکل ہو جاتا ہے۔

حالیہ برسوں میں پاکستان نے اس سمت میں اہم اقدامات اٹھائے ہیں۔ ای ویزا کی سہولت ایک سو پچھتر ممالک تک بڑھا دی گئی ہے، جبکہ پچاس ممالک کے شہریوں کو حالیہ پالیسیوں کے مطابق آمد پر ویزے جاری کیے جائیں گے۔ سیاحوں کے لیے آسان رسائی کو ممکن بنانے کے لیے مستقل اور واضح ویزا پالیسیوں کو یقینی بنانا اس چیلنج سے نمٹنے کے لیے بہت ضروری ہے۔

ماحولیاتی اور ثقافتی تحفظ

سیاحتی سرگرمیاں بعض اوقات ماحولیاتی انحطاط اور ثقافتی مسائل کا باعث بن سکتی ہیں۔ زیادہ بھیڑ، آلودگی اور ثقافتی مقامات کی کمرشلائزیشن پاکستان میں سیاحت کے استحکام کے لیے اہم خطرات ہیں۔ مری اور گلیات میں بے تحاشہ تعمیرات ماحول کو لاحق خطرے کی ایک اہم مثال ہے۔

پائیدار سیاحت کو فروغ دینے کے اقدامات

ماحول اور ثقافتی ورثے کے تحفظ کے لیے پائیدار سیاحت کے طریقوں کی حوصلہ افزائی کرنا لازمی ہے۔ ذمہ دارانہ سیاحت کو فروغ دے کر اور ماحول دوست اقدامات پر عمل درآمد اور تحفظ کی اہمیت کے بارے میں آگاہی بڑھا کر یہ یقینی بنایا جا سکتا ہے کہ سیاحت کی ترقی پائیدار ہو اور آنے والی نسلوں کے لیے فائدہ مند ہو۔ مزید برآں، مقامی افراد کو سیاحت کی ترقی میں شامل کر کے ثقافتی ورثے کے تحفظ کی حوصلہ افزائی کی جا سکتی ہے۔ مقامی روایات اور ثقافتوں کا احترام کرنے والی ذمہ دارانہ سیاحت کو فروغ دینا ثقافت کے تحفظ اور پائیدار سیاحت کے لیے انتہائی اہم ہے۔

حکومتِ پاکستان، نجی شعبے اور مقامی برادریوں کی مشترکہ کوششوں سے اپنی سیاحتی صنعت کو ایک اہم اقتصادی جنریٹر کے طور پر قائم کرنے کی صلاحیت رکھتا ہے۔ پاکستان اپنے بھرپور ثقافتی ورثے، مہمان نوازی اور حسنِ فطرت کو ظاہر کر کے دنیا بھر سے سیاحوں کو متوجہ کر سکتا ہے اور زیادہ خوشحال اور امید افزا مستقبل کی امید کر سکتا ہے۔

میں نے کیا سیکھا

- سیاحت تفریح کے لیے بہت ضروری ہے جس سے روزمرہ معمول میں تبدیلی، ثقافتی تبادلہ اور تعلیمی تجربات حاصل ہوتے ہیں۔
- پاکستان مہر گڑھ، ٹیکسلا اور قلعہ لاہور جیسے متعدد مشہور تاریخی مقامات کا حامل ہے۔
- پاکستان کے اہم مذہبی مقامات میں بادشاہی مسجد، پنجہ صاحب اور کٹاس راج مندر شامل ہیں۔
- کراچی میں صدر بازار، اسلام آباد میں سینٹورس مال اور لاہور میں انار کلی جیسے تجارتی سیاحتی مراکز خریداری اور تفریح کے لیے بے شمار سیاحوں کو متوجہ کرتے ہیں۔
- سیاحت پاکستان کی معیشت میں نمایاں کردار ادا کرتی ہے، جو لاکھوں ملازمتیں اور قابل ذکر آمدنی پیدا کرتی ہے۔
- سیاحت کی صنعت انفراسٹرکچر کی ترقی اور ثقافتی تحفظ کی حوصلہ افزائی کرتی ہے۔
- علاقائی معیشتیں سیاحت سے سرمایہ کاری اور اخراجات میں اضافے کے ذریعے فائدہ اٹھاتی ہیں، جس سے علاقائی تفریق کم ہوتا ہے۔
- سیکورٹی خدشات نے تاریخی طور پر سیاحوں کی آمد میں کمی کی ہے۔ لیکن اب صورتحال بہتر ہو رہی ہے۔
- دور دراز علاقوں میں ناکافی انفراسٹرکچر سفر کو مشکل بناتا ہے۔
- ویزا کے پیچیدہ طریقہ کار اور بیوروکریٹک رکاوٹیں سیاحوں کی منصوبہ بندی میں رکاوٹ ڈالتی ہیں۔
- سیاحت کی غیر منظم ترقی ماحولیاتی انحطاط اور ثقافتی تباہی کے خطرے کا سبب ہے۔
- سیکورٹی کے اقدامات کو بہتر بنانا اور ایک مثبت بین الاقوامی تشخص کو فروغ دینا سیاحت کو بہتر بنانے میں مدد کر سکتا ہے۔
- انفراسٹرکچر کی ترقی اور نجی-سرکاری شراکت داریوں میں سرمایہ کاری پاکستان میں سیاحتی سہولیات کو بہتر بنانے میں مدد کر سکتی ہے۔
- عالمی تشہیری مہموں کا نفاذ اور ایک مضبوط سیاحتی برانڈ بنانا پاکستان کے پیغام کو پوری دنیا میں پھیلانے میں مددگار ثابت ہو سکتا ہے۔
- ماحول اور ثقافتی ورثے کے تحفظ کے لیے پائیدار سیاحت کے طریقوں کو فروغ دینے کی ضرورت ہے۔

مشقی سوالات

درج ذیل کثیر الانتخابی سوالات میں سے درست جواب کی نشان دہی کریں۔

1. درج ذیل میں سے کون سا پاکستان میں ایک مشہور تاریخی سیاحتی مقام ہے؟

الف) فیصل مسجد ب) مال روڈ ج) ہڑپہ د) سینٹورس مال

2. لاہور میں بادشاہی مسجد کا بنیادی تعمیراتی انداز کیا ہے؟

الف) فارسی ب) مغل ج) گوتھک د) جدید

3. کون سا شہر لبرٹی مارکیٹ کے لیے جانا جاتا ہے؟

الف) اسلام آباد ب) کراچی ج) لاہور د) مری

4. درج ذیل میں سے کون سا پاکستان میں سیاحتی صنعت کو درپیش ایک اہم چیلنج ہے؟

الف) ضرورت سے زیادہ تشہیر ب) زیادہ آبادی ج) حفاظتی خدشات : د) انفراسٹرکچر

5. پاکستان میں سیاحوں کے لیے سیکورٹی کے تاثر کو بہتر بنانے کے لیے کیا تجویز دی گئی ہے؟

الف) ویزا کی ضروریات کو کم کرنا ب) تشہیری مہموں کو بڑھانا

ج) سیکورٹی کے اقدامات میں اضافہ کرنا د) رہائش کی قیمتوں کو کم کرنا

6. چکوال میں کٹاس راج مندر کی کیا اہمیت ہے؟

الف) یہ بدھ مت کا ایک اہم مقام ہے ب) یہ ہندو یاترا کا ایک اہم مقام ہے

ج) یہ ایک جدید تجارتی کمپلیکس ہے د) یہ مغل دور کا ایک باغ ہے

7. پاکستان کے لیے پائیدار سیاحت کا کون سا طریقہ تجویز کیا گیا ہے؟

الف) تمام خطوں میں بڑے پیمانے پر سیاحت کی حوصلہ افزائی کرنا ب) ماحول دوست سیاحت کو فروغ دینا اور ثقافتی ورثے کا تحفظ کرنا

ج) غیر قواعد کے ہوٹلوں کی تعمیر میں اضافہ کرنا د) صرف شہری سیاحت پر توجہ مرکوز کرنا

8. پاکستان میں سیاحتی صنعت پر ویزا کے عمل کو آسان بنانے کے ممکنہ اثرات کا تجزیہ کریں۔ درج ذیل میں سے کون سا سب سے زیادہ ممکنہ نتیجہ ہے؟

الف) سیکورٹی کے اقدامات میں کمی کی وجہ سے بین الاقوامی سیاحوں کی تعداد میں کمی

ب) بین الاقوامی سیاحوں کی آمد میں اضافہ، مقامی کاروبار اور محصولات میں اضافہ

ج) سیاحت میں کوئی خاص تبدیلی نہیں

د) قلیل مدتی سیاحت میں اضافہ لیکن طویل مدتی اقتصادی فوائد میں کمی

9. پاکستان میں سیاحتی صنعت کو درپیش چیلنجوں کو مدنظر رکھتے ہوئے، طویل مدتی پائیدار سیاحت کی ترقی کو یقینی بنانے کے لیے کون سی حکمت عملی سب سے زیادہ مؤثر ہوگی؟

الف) سالانہ بنیادوں پر جاری کیے جانے والے سیاحتی ویزوں کی تعداد میں اضافہ کرنا

ب) انفراسٹرکچر کے مسائل کو حل کیے بغیر جامع تشہیری مہموں کا آغاز کرنا

ج) ماحول دوست سیاحت کی پالیسیاں تیار کرنا اور مقامی کمیونٹی کی تربیت میں سرمایہ کاری کرنا

د) زیادہ خرچ کرنے والے سیاحوں کو راغب کرنے کے لیے صرف پرتعیش سیاحت کی حوصلہ افزائی کرنا

10. دور دراز سیاحتی علاقوں میں انفراسٹرکچر کو بہتر بنانے سے مقامی برادریوں پر اقتصادی اور سماجی طور پر کیا اثر پڑے گا؟

الف) اس سے زیادہ بھیڑ ہوگی اور مقامی ثقافت کم ہوگی

ب) اس سے اقتصادی مواقع فراہم ہوں گے اور معیار زندگی بہتر ہوگا

ج) اس سے آلودگی اور ماحولیاتی انحطاط میں اضافہ ہوگا

د) اس سے سیاحوں کی حوصلہ شکنی ہوگی

مندرجہ ذیل سوالات کے مختصر جواب دیں۔

1. پاکستان کے اہم تاریخی سیاحتی مقامات کے نام بتائیں۔
2. پاکستان میں سیاحتی صنعت کو درپیش اہم چیلنجوں کی فہرست بنائیں۔
3. پاکستان میں سیاحت کو فروغ دینے کے لیے کیا پائیدار اقدامات لاگو کیے جاسکتے ہیں؟
4. سیاحت پاکستان کے مخصوص علاقوں کی اقتصادی ترقی میں کیا کردار کرتی ہے؟
5. پاکستان میں مذہبی سیاحت کا کیا کردار ہے اور کون سے مقامات سب سے زیادہ اہم ہیں؟

مندرجہ ذیل سوالات کے تفصیلی جواب دیں۔

1. پاکستان میں تفریحی سرگرمی کے طور پر سیاحت کی اہمیت پر تبادلہ خیال کریں۔ ملک میں کم از کم تین مشہور تاریخی، مذہبی اور تجارتی سیاحتی مقامات کی نشاندہی کریں اور ان کی وضاحت کریں۔
2. پاکستان میں سیاحتی صنعت کو درپیش چیلنجوں کا جائزہ لیں اور ان چیلنجوں سے نمٹنے کے لیے پائیدار اقدامات تجویز کریں۔
3. پاکستان کے مخصوص علاقوں پر سیاحت کے اقتصادی اثرات کا تجزیہ کریں جس میں محصولات کی پیداوار اور ملازمتوں کے مواقع پیدا کرنا شامل ہیں۔
4. پاکستان سیاحت کی ترقی کی ضرورت اور ماحولیاتی پائیداری اور ثقافتی تحفظ کے درمیان توازن کیسے قائم کر سکتا ہے؟
5. سیاحت کے عالمی رجحانات کو مدنظر رکھتے ہوئے، پاکستان ایک سیاحتی مقام کے طور پر اپنی کشش بڑھانے کے لیے کیا اختراعی طریقے اپنا سکتا ہے؟

موازنہ
پاکستان میں تاریخی اور تجارتی سیاحتی مقامات کے درمیان ان کی اہمیت، زائرین کے تجربے اور اقتصادی اثرات کی بنیاد پر فرق اور مماثلتوں کا تجزیہ کریں۔

تجزیہ
اس بات کا تجزیہ کریں کہ پاکستان میں تاریخی، مذہبی اور تجارتی سیاحتی مقامات وقت کے ساتھ کیسے کیسے تبدیل ہوئے ہیں۔ پاکستان کے کسی ایک مقام کا انتخاب کریں اور اس کی تاریخی مطابقت کا تجزیہ کریں۔ بعد میں، اس کی عصری مطابقت کا جائزہ لیں اور پھر وقت کے ساتھ مطابقت کا موازنہ اور تضاد کریں۔

پراجیکٹ
اپنے مقامی علاقے میں ایک تاریخی، مذہبی یا تجارتی سیاحتی مقام کا انتخاب کریں۔ منتخب کردہ مقام کی تاریخ، اہمیت اور موجودہ حیثیت کے بارے میں معلومات جمع کریں۔ آن لائن وسائل، مقامی لائبریریوں اور مقامی باشندوں یا سائٹ مینیجرز کے ساتھ انٹرویوز کا استعمال کریں۔ ایک مختصر پریزنٹیشن تیار کریں جس میں منزل کا نام اور مقام، اس کے اہم تاریخی حقائق اور اہمیت، موجودہ دور کی اہمیت اور زائرین کا تجربہ، مقامی معیشت میں کردار اور اس مقام کی اہمیت پر آپ کے خیالات اور اس کی سیاحتی صلاحیت کو بہتر بنانے کے لیے تجاویز شامل ہوں۔ اپنی پریزنٹیشن کو دل چسپ بنانے کے لیے تصاویر، نقشے یا ویڈیوز شامل کریں۔ کلاس کے سامنے اپنے نتائج پیش کریں۔ سوالات کے جوابات دینے اور سائٹ کی اہمیت اور سیاحت کے اثرات کے بارے میں بات چیت میں حصہ لینے کے لیے تیار رہیں۔

فرہنگ

آثار قدیمہ کا مقام: ایک ایسی جگہ جہاں ماضی کی انسانی سرگرمیوں کے شواہد محفوظ ہوں اور ماہرین آثار قدیمہ کے ذریعے ان کا مطالعہ کیا جائے۔ مثالوں میں قدیم شہر، تدفین کے مقامات اور نوادرات شامل ہیں۔

ثقافتی ورثہ: جسمانی نوادرات (جیسے عمارتیں، یادگاریں اور فن پارے) اور غیر محسوس صفات (جیسے روایات، زبانیں اور لوک داستانیں) کا ورثہ جو نسل در نسل منتقل ہوتا ہے۔

ایکوٹورازم یا ماحولیاتی سیاحت: قدرتی علاقوں کا ذمہ دارانہ سفر جو ماحول کو محفوظ رکھتا ہے، مقامی لوگوں کی فلاح و بہبود کو برقرار رکھتا ہے

تاریخی سیاحت: ماضی کی ثقافتوں، واقعات اور تہذیبوں کے بارے میں جاننے کے لیے تاریخی مقامات اور یادگاروں کا دورہ کرنے پر مرکوز سیاحت۔ اس میں اکثر عجائب گھر، ورثہ سائٹس اور قدیم کھنڈرات شامل ہوتے ہیں۔

انفراسٹرکچر: کسی کام کے لیے درکار بنیادی جسمانی اور تنظیمی ڈھانچے، جیسے سڑکیں، پل، پانی کی فراہمی اور برقی نظام۔

مغل فن تعمیر: فن تعمیر کا ایک انداز جو برصغیر پاک و ہند میں مغل سلطنت (۱۶ ویں-۱۸ ویں صدی) کے تحت پروان چڑھا۔ قابل ذکر خصوصیات میں بڑے گنبد، مینار اور آرائشی سجاوٹ شامل ہیں۔

عوامی-نجی شراکت داری (PPP): ایک یا زیادہ عوامی اور نجی شعبوں کے درمیان ایک تعاون پر مبنی انتظام، عام طور پر طویل مدتی نوعیت کا، انفراسٹرکچر اور عوامی خدمات جیسے منصوبوں کو فنڈ دینے اور چلانے کے لیے۔

آمدنی پیدا کرنا: مختلف سرگرمیوں کے ذریعے کسی کاروبار یا حکومت کے لیے آمدنی پیدا کرنے کا عمل، جس میں سیاحت بھی شامل ہے، جس میں زائرین کی طرف سے رہائش، خوراک، تفریح اور بہت کچھ پر خرچ کرنا شامل ہے۔

پائیدار سیاحت: سیاحت جو موجودہ سیاحوں اور میزبان خطوں کی ضروریات کو پورا کرتی ہے جبکہ مستقبل کے لیے مواقع کی حفاظت اور بڑھانے کی کوشش کرتی ہے۔ اس کا مقصد تمام وسائل کا انتظام کرنا ہے تاکہ اقتصادی، سماجی اور جمالیاتی ضروریات کو پورا کیا جاسکے جبکہ ثقافتی سالمیت، ضروری ماحولیاتی عمل اور حیاتیاتی تنوع کو برقرار رکھا جاسکے۔

یونیسکو عالمی ثقافتی ورثہ سائٹ: ایک علاقہ جسے اقوام متحدہ کے تعلیمی، سائنسی اور ثقافتی تنظیم (یونیسکو) نے اپنی ثقافتی، تاریخی، سائنسی یا دیگر اقسام کی اہمیت کے لیے تسلیم کیا ہے۔ یہ سائٹس بین الاقوامی معاہدوں کے ذریعے قانونی طور پر محفوظ ہیں۔

استاد کی مدد سے، اس باب میں شامل وہ الفاظ جو آپ کو مشکل لگتے ہیں ان کی فہرست بنائیں اور معنی لکھیں۔

باب: 09

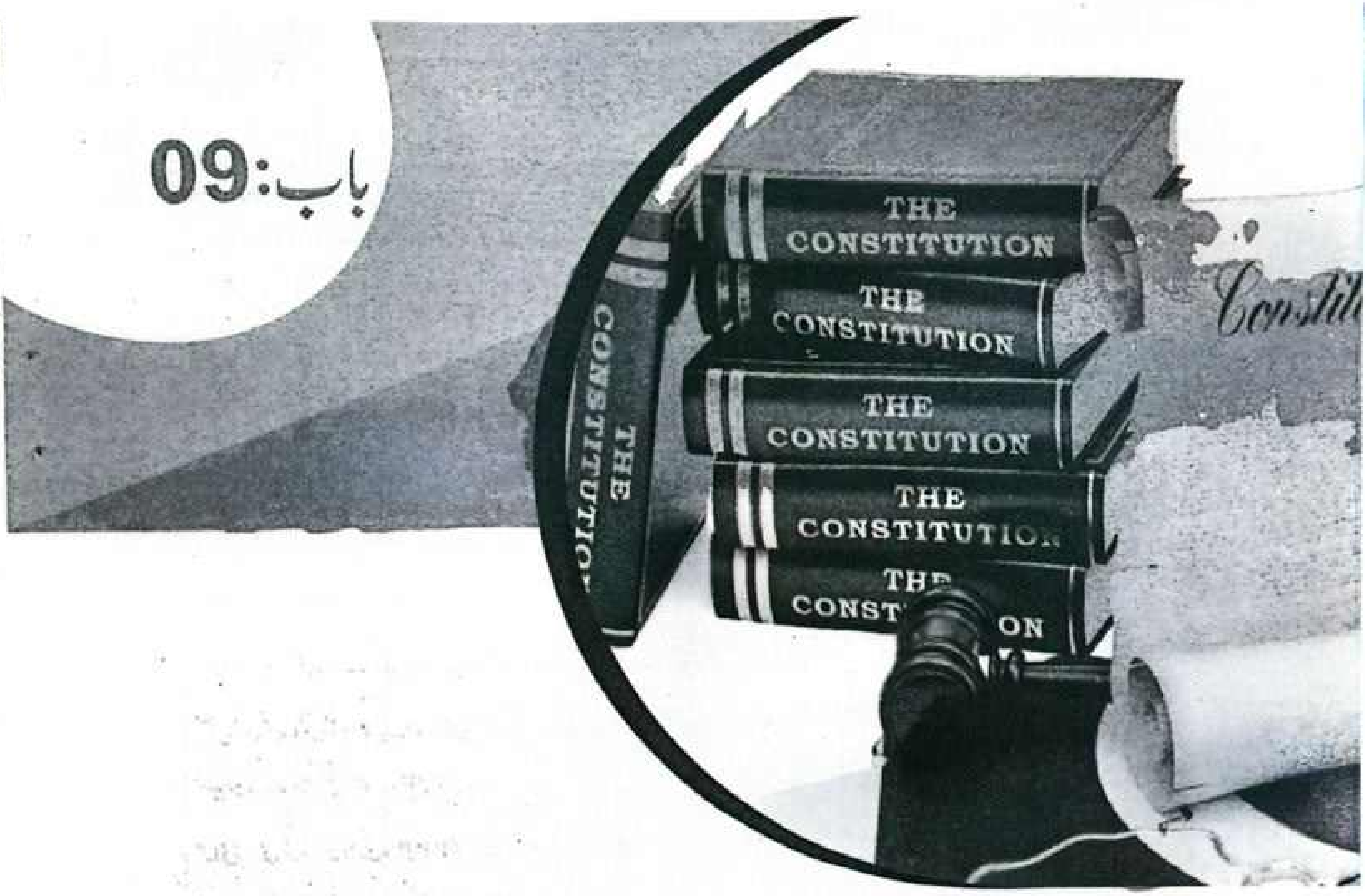

حصہ پنجم: آئینِ پاکستان

آئینی ارتقاء

یہ سبق پڑھنے کے بعد طلبہ اس قابل ہو جائیں گے کہ وہ:

- ۱۹۷۳ء کے آئین کی نمایاں خصوصیات بالخصوص انسانی حقوق، اسلامی دفعات اور نمایاں ترامیم پر بحث کر سکیں
- ۱۹۷۳ء کے آئین میں درج اچھے شہری کی ذمہ داریوں، خواتین کے حقوق اور اقلیتوں کے حقوق بیان کر سکیں۔
- ۱۹۷۳ء کے آئین کے تحت پاکستان کے وفاقی ڈھانچے کی وضاحت کر سکیں۔

تاریخی پس منظر

آئین کسی بھی ریاست کا بنیادی قانون اور قوم کی سوچ و فکر کا عکاس ہوتا ہے۔ اس میں انسانی حقوق کا اندراج ہوتا ہے۔ نیز یہ ریاست کے ڈھانچے اور طرز حکومت کی وضاحت کرتا ہے۔ ۳ جون ۱۹۴۷ء کے منصوبے کے تحت برطانوی حکومت نے آئین بنانے کی ذمہ داری دستور ساز اسمبلی پر ڈالی۔ ۱۴ اگست ۱۹۴۷ء کو گورنمنٹ آف انڈیا ایکٹ ۱۹۳۵ء کو پاکستان کے عبوری آئین کے طور پر نافذ کیا گیا۔ اس میں کچھ ترامیم اہم کی گئیں اور یہ ۱۹۵۶ تک ملک میں نافذ العمل رہا۔

قرارداد مقاصد (۱۹۴۹)

وزیر اعظم لیاقت علی خان نے دستور ساز اسمبلی کے سامنے آئین کے اعراض و مقاصد رکھے۔ بحث کے بعد ۱۲ مارچ ۱۹۴۹ء کو اسمبلی نے ایک قرارداد پاس کی جسے قرارداد مقاصد کا نام دیا گیا۔ یہ پاکستان میں آئین سازی کی طرف پہلا قدم تھا۔ اس قرارداد کی نمایاں خصوصیات درج ذیل ہیں۔

۱۔ اقتدار اعلیٰ: تمام کائنات پر اقتدار اعلیٰ کی مالک اللہ تعالیٰ کی ذات ہے۔ اور پاکستان کے عوام اللہ تعالیٰ کی مقرر کردہ حدود میں رہتے ہوئے حکومت کے اختیارات کا استعمال کریں گے۔

۲۔ آئین: دستور ساز اسمبلی ریاست پاکستان کے لیے آئین بنائے گی۔

۳۔ ریاستی اختیارات: ریاست اپنے اختیارات کا استعمال عوام کے منتخب نمائندوں کے ذریعے کرے گی۔

۴۔ اسلامی اصول: اسلامی اصولوں مثلاً سماجی انصاف، مساوات، جمہوریت اور آزادیوں کو اسلام کی ہدایت کے مطابق ملک میں رائج کیا جائے گا۔

۵۔ انفرادی اور اجتماعی زندگی: مسلمانوں کو ایسے مواقع فراہم کیے جائیں گے کہ وہ اپنی انفرادی اور اجتماعی زندگیوں کو اسلام کے مطابق گزار سکیں۔

۶۔ اقلیتوں کے حقوق: اقلیتوں کو اپنی مذہبی رسومات کو ادا کرنے اور اپنی ثقافت کو پروان چڑھانے کے مواقع فراہم کیے جائیں گے۔ اقلیتوں اور پسماندہ طبقات کے قانونی مفادات کے تحفظ کو یقینی بنایا جائے گا۔

۷۔ وفاق: پاکستان کے موجودہ اور نئے شامل ہونے والے علاقے وفاق کا حصہ کہلائیں گے۔ صوبوں کو آئین کے تحت ملنے والی خود مختاری کو یقینی بنایا جائے گا۔

۸۔ شہریوں کے بنیادی حقوق: پاکستان کے شہری اپنے بنیادی حقوق مثلاً آئین کی نظر میں برابری، سماجی انصاف، سوچ کی آزادی، عقیدے کی آزادی وغیرہ سے لطف اندوز ہو سکیں گے۔

۹۔ عدلیہ: عدلیہ کی آزادی کو یقینی کا بنایا جائے گا۔

۱۰۔ وفاق کا تحفظ: وفاق کی سرحدوں کے تحفظ کو یقینی بنایا جائے گا۔

اہمیت: قرارداد مقاصد کی پاکستان کے سیاسی منظرنامے میں نمایاں اہمیت حاصل ہے۔ اس قرارداد نے مستقبل کے آئین کی بنیاد رکھ دی۔ قرارداد مقاصد کو ۱۹۵۶ء اور ۱۹۶۲ء کے دساتیر میں افتتاحیہ کی حیثیت حاصل تھی۔ جنرل محمد ضیاء الحق کے دور میں اسے آئین میں آٹھویں ترمیم کے ذریعے آئین کا حصہ بنایا گیا۔

آئین سازی میں تاخیر

۱۹۳۵ء کے آئین کو برطانوی حکومت نے اپنی ضروریات پوری کرنے کے لیے بنایا تھا۔ پاکستان کو اپنی سیاسی، سماجی اور نظریاتی ضروریات کو پورا کرنے کے لیے ایک آئین کی ضرورت تھی۔ آزادی کے بعد پاکستان کو کئی مسائل کا سامنا کرنا پڑا جس وجہ سے آئین سازی کا عمل تاخیر کا سبب بنا۔ آئین سازی میں تاخیر کی درج ذیل وجوہات تھیں۔

۱۔ ابتدائی مسائل: پاکستان کو ابتدائی سالوں میں کئی مسائل کا سامنا تھا۔ اس وجہ سے آئین سازی کا عمل تاخیر کا شکار رہا۔

۲۔ آئین سازی کے لیے اٹھائے گئے اقدامات: آئین کے ڈرافٹ پر اتفاق رائے قائم کرنے کے لیے درج ذیل اقدامات اٹھائے گئے۔ تاہم اتفاق رائے قائم نہ ہو سکا اور آئین سازی کا عمل تاخیر کا شکار رہا۔

(ا) بنیادی دی اصولوں کی کمیٹی کی پہلی رپورٹ (ستمبر ۱۹۵۰ء): مارچ ۱۹۴۹ء میں قرارداد مقاصد کی منظوری کے بعد لیاقت علی خان کی سربراہی میں بنیادی اصولوں کی کمیٹی قائم کی گئی۔ اس کمیٹی کا اہم مقصد مستقبل کے آئین کے بنیادی اصول وضع کرنا تھا۔ اس کمیٹی نے مختلف معاملات کو دیکھنے کے لیے ذیلی کمیٹیاں تشکیل دیں۔ ستمبر ۱۹۵۰ء کو بنیادی اصولوں کی کمیٹی نے دستور ساز اسمبلی میں آئین کا ڈرافٹ پیش کیا۔ مشرقی پاکستان سے تعلق رکھنے والے اراکین نے آئین کے ڈرافٹ کی مخالفت کی۔ اس کی ایک اہم وجہ اردو کو قومی زبان قرار دینے کی سفارش کرنا تھا۔ اس ڈرافٹ کو آئین ساز اسمبلی نے پاس نہ کیا۔ لیاقت علی خان کو ۱۶ اکتوبر ۱۹۵۱ء میں شہید کر دیا گیا۔ اور آئین سازی کا عمل تاخیر کا شکار رہا۔

(ب) بنیادی اصولوں کی کمیٹی کی دوسری رپورٹ (دسمبر ۱۹۵۲ء): لیاقت علی خان کی شہادت کے بعد خواجہ ناظم الدین وزیر اعظم بنے۔ انہوں نے ۲۲ دسمبر ۱۹۵۲ء کو آئین کا ڈرافٹ دستور ساز اسمبلی میں پیش کیا اس کی اہم سفارشات درج ذیل ہیں۔

i. مرکزی اسمبلی کے دو ایوان ہوں گے۔ دونوں ایوانوں کو برابر اختیارات حاصل ہوں گے۔

ii. دونوں ایوانوں کی مدت ۵ سال ہو گی۔

ii. ریاست کا سربراہ مسلمان ہو گا۔

iv. ریاست کے سربراہ کو مرکزی اسمبلی کے دونوں ایوان منتخب کریں گے۔

v. ریاست کے سربراہ کی مدت ۵ سال ہو گی۔

مغربی پاکستان کے نمائندوں نے دوسرے ڈرافٹ کی مخالفت مشرقی پاکستان کے نمائندوں نے مرکزی اسمبلی میں دونوں حصوں کی برابر نمائندگی کی مخالفت کی۔ آئین کے دوسرے ڈرافٹ پر مخالفت جاری رہی اور ۱۶ اپریل ۱۹۵۳ء کو خواجہ ناظم الدین کو عہدے سے ہٹا دیا گیا۔

(ج) محمد علی بوگرہ فارمولا: خواجہ ناظم الدین کے بعد محمد علی بوگرہ وزیر اعظم بنے اور انھوں نے ۷ اکتوبر ۱۹۵۳ء کو آئین کا تیسرا ڈرافٹ دستور ساز اسمبلی کے سامنے پیش کیا۔ اس کو محمد علی بوگرہ فارمولا کا نام دیا گیا۔ جس کی چیدہ خصوصیات درج ذیل ہیں۔

i. مرکزی اسمبلی کے دو ایوان ہوں گے۔

ii. دونوں ایوانوں کو برابر اختیارات حاصل ہوں گے۔

iii. تمام صوبوں کو ایوان بالا میں برابر سیٹیں دی جائیں گی۔ سیٹوں کی کل تعداد ۵۰ ہو گی۔

iv. ایوان زیریں میں سیٹوں کی تقسیم آبادی کے تناسب سے ہو گی۔ ایوان میں کل سیٹوں کی تعداد ۳۰۰ ہو گی۔ مشرقی حصے کو ۱۶۵ اور مغربی حصے کو ۱۳۵ سیٹیں ملیں گیں۔

v. اردو اور بنگالی قومی زبانیں ہوں گی۔

وزیر اعظم محمد علی بوگرہ نے اعلان کیا کہ نئے آئین کو دسمبر ۱۹۵۴ء میں ملک میں نافذ کر دیا جائے گا۔ تاہم گورنر جنرل ملک غلام محمد نے ۲۴ اکتوبر ۱۹۵۴ء کو دستور ساز اسمبلی توڑ دی۔ اس طرح نئے آئین کو نافذ نہ کیا جاسکا۔

۱۹۵۶ء کا آئین

آزادی حاصل کرنے کے تقریباً ۹ سال بعد پاکستان نئے آئین کو تیار کرنے میں کامیاب ہو سکا جسے ۲۳ مارچ ۱۹۵۶ کو نافذ کیا گیا۔ اس آئین کی چیدہ خصوصیات درج ذیل ہیں۔

۱۔ تحریری اور لچکدار نیہ تحریری آئین تھا جس کی ۲۳۴ دفعات تھیں۔ یہ ایک لچکدار آئین تھا جسے قومی اسمبلی دو تہائی اکثریت سے ترمیم کر سکتی تھی۔

۲- وفاقی نظام: پاکستان ایک وفاقی ریاست تھا اختیارات کو مرکزی اور صوبائی حکومتوں میں تقسیم کیا گیا تھا۔

۳- پارلیمانی نظام حکومت: پارلیمانی نظام متعارف کرایا گیا۔ انتظامیہ کا سربراہ وزیر اعظم تھا جسے قومی اسمبلی منتخب کرتی ہیں۔

۴- قانون ساز اسمبلی: قانون ساز اسمبلی کا ایک ہی ایوان تھا جسے قومی اسمبلی پکارا جاتا تھا۔ اس کی مدت ۵ سال تھی۔ قومی اسمبلی میں مشرقی اور مغربی پاکستان کو برابر نمائندگی۔حاصل تھی۔

۵۔ صدر: صدر ملک کا آئینی سربراہ تھا جسے برائے نام اختیارات حاصل تھے۔ صدر کے امیدوار کے لیے مسلمان ہونا ضروری تھا۔

۶- گورنر: گورنر کو صدر پاکستان مقرر کرتا تھا جو کہ وفاق کا نمائندہ کہلاتا تھا۔ گورنر کے عہدے کی مدت مقرر نہ تھی۔ وہ صدر کی خوشنودی تک عہدے پر قائم رہ سکتا تھا۔

۷- قومی زبانیں: اردو اور بنگالی قومی زبانیں قرار دی گئیں۔

۸- عدلیہ: ہائی کورٹ صوبے کی اور سپریم کورٹ ملک کی سب سے بڑی عدالت تھی۔

۹۔بنیادی حقوق: ۱۹۵۶ء کے آئین میں بنیادی حقوق کی ایک فہرست دی گئی جن میں سے چند درج ذیل ہیں۔

i. تمام شہری قانون کی نظر میں برابر ہوں گے۔

ii. نسل، مذہب، ذات یا کسی اور بنیاد پر شہریوں میں فرق روا نہیں رکھا جائے گا۔

iii. کسی شخص کو زندگی اور آزادی سے محروم نہیں کیا جائے گا۔

iv. کسی شخص کو قانونی جائیداد سے محروم نہیں کیا جائے گا۔

v. تمام شہریوں کو اظہار رائے کی آزادی حاصل ہو گی۔

اسلامی دفعات: ایک اسلامی مشاورتی کونسل بنائی گئی۔

i. ملک کا نام اسلامی جمہوریہ پاکستان رکھا گیا۔

ii. قرارداد مقاصد کو آئین کے افتتاحیہ کی حیثیت دی گئی۔

iii. صدر کے امیدوار کے لیے مسلمان ہونا لازمی قرار دیا گیا۔

iv. تمام قوانین اسلامی تعلیمات کے مطابق بنائے جائیں گے۔

۱۹۶۲ء کا آئین

صدر اسکندر مرزا نے ۷ اکتوبر ۱۹۵۸ء کو ۱۹۵۶ء کا آئین توڑ دیا۔ ملک میں مارشل لاء نافذ کیا اور ایوب خان کو چیف مارشل لاء ایڈمنسٹریٹر تعینات کیا۔ ایوب خان نے ایک آئین تیار کیا جسے ۱۹۶۲ء میں نافذ کیا۔ اس آئین کی چیدہ خصوصیات درج ذیل ہیں۔

۱۔ تحریری: ۱۹۶۲ء کا آئین تحریری تھا جس کی ۲۵۰ دفعات تھیں۔

۲۔ وفاقی نظام: ۱۹۶۲ء کے آئین کے تحت وفاقی نظام تھا۔ پاکستان کے دو صوبے (مشرقی پاکستان اور مغربی پاکستان) تھے۔ اختیارات کی تقسیم کی ایک فہرست تھی جس کے تحت مرکزی حکومت کو وسیع اختیارات حاصل تھے۔

۳۔ ایک ایوان: مرکزی اسمبلی کا ایک ایوان تھا جس کا نام قومی اسمبلی تھا۔ اس کی مدت ۵ سال تھی۔ قومی اسمبلی میں دونوں صوبوں کو برابر سیٹیں دی گئیں۔

۴۔ صدارتی نظام: ۱۹۶۲ء کے آئین میں ۱۹۵۶ء کے آئین کے برعکس صدارتی نظام متعارف کرایا گیا۔ صدر انتظامیہ اور ریاست کا سربراہ تھا۔ جس کا انتخاب بنیادی جمہوریتوں کے ارکان ۵ سال کے لیے کرتے تھے۔ اسے قومی اسمبلی کے ارکان مواخذے کے ذریعے اپنے عہدے سے الگ کر سکتے تھے۔

۵۔ بالواسطہ انتخاب: آئین کے تحت قومی اسمبلی اور صوبائی اسمبلیوں کے ارکان کا بالواسطہ انتخاب کیا جاتا تھا۔ مذکورہ اسمبلیوں کے ارکان کا چناؤ بنیادی جمہوریتوں کے ارکان کرتے تھے۔ صدر کا انتخاب بھی بالواسطہ تھا۔

۶۔ قومی زبانیں: اردو اور بنگالی کو قومی زبانیں قرار دیا گیا۔

۷۔ عدلیہ: ہائی کورٹ صوبے اور سپریم کورٹ ملک کی سب سے بڑی عدالت تھی۔

۸۔ بنیادی حقوق: آئین میں شہریوں کے حقوق کی فہرست رکھی گئی۔

۹۔ غیر لچکدار آئین: قومی اسمبلی صدر کی مرضی سے دو تہائی اکثریت سے آئین میں ترمیم کر سکتی تھی۔

۱۰۔ اسلامی دفعات:

i. ملک کا سرکاری نام اسلامی جمہوریہ پاکستان تھا۔

ii. قرارداد مقاصد ۱۹۴۹ کو آئین کے افتتاحیہ کی حیثیت دی گئی۔

iii. صدر کے لیے مسلمان ہونے کی شرط رکھی گئی۔

iv. تمام قوانین کا اسلامی تعلیمات سے مطابقت رکھنا ضروری تھا۔

v. ایک اسلامی مشاورتی کونسل قائم کی گئی۔ صدر، گورنر قومی اسمبلی اور صوبائی اسمبلی کسی قانون کی اسلامی نوعیت جاننے کے لیے کونسل سے رہنمائی حاصل کر سکتے تھے۔ کونسل کا کردار مشاورتی تھا اور اس کی رائے پر عمل کرنا ضروری نہ تھا۔

تجزیہ:

۱۹۶۲ء کا آئین ایوب خان نے بنایا تھا اور یہ کسی اسمبلی کی طرف سے تیار نہ کیا گیا تھا۔ صدر کو قانون سازی اور انتظامیہ سے متعلقہ وسیع اختیارات حاصل تھے۔ صدر کو عہدے سے الگ کرنے کے لیے مشکل طریقہ کار وضع کیا گیا تھا۔ ایوب خان نے صدر قومی اسمبلی اور صوبائی اسمبلی کے لیے بالواسطہ طریقہ انتخاب متعارف کرایا تھا۔ صوبائی خود مختاری کو یقینی نہ بنایا گیا اور وفاقی حکومت نے غیر ضروری طور پر صوبائی امور میں مداخلت کی۔ صدر نے سسٹم کی مضبوطی کی بجائے صدر کے عہدے کو مضبوط کیا۔ ۲۵ مارچ ۱۹۶۹ء کو جنرل یحییٰ خان نے مارشل لا نافذ کیا اور ۱۹۶۲ء کے آئین کو منسوخ کر دیا۔

۔ ۱۹۷۳ء کا آئین

۱۹۷۳ء کا آئین متفقہ تھا جسے قومی اسمبلی نے پاس کیا۔ اسے ۱۴ اگست ۱۹۷۳ء کو نافذ کیا گیا۔ سابقہ دساتیر کی نسبت یہ جامع اور جمہوری آئین ہے۔ اٹھارویں ترمیم کے نفاذ کے بعد ۱۹۷۳ء کے آئین کی درج ذیل خصوصیات ہیں۔

۱۔ تحریری: ۱۹۷۳ء کا آئین تحریری ہے۔ اس کی ۲۸۰ دفعات، ۱۲ حصے اور ۵ شیڈول ہیں۔

۲۔ وفاقی نظام: پاکستان ایک وفاقی ریاست ہے۔ اس کے چار صوبے (پنجاب، سندھ، بلوچستان اور خیبر پختونخواہ) ہیں۔ اس کا دارالحکومت اسلام آباد ہے۔

۳۔ سنگین غداری: ماضی کے آمروں نے ۱۹۵۶ء اور ۱۹۶۲ء کے دساتیر کو توڑا۔ ترمیم شدہ آرٹیکل ۶ کے مطابق آئین کو توڑنا، معطل کرنا یا اس کے خلاف سازش کرنا سنگین غداری شمار ہو گا۔ اٹھارویں ترمیم نے جمہوریت کو مضبوط کیا۔

۴۔ پارلیمنٹ: پارلیمنٹ دو ایوانوں پر مشتمل ہے۔ قومی اسمبلی ایوان زیریں ہے جس کی مدت ۵ سال ہے۔ اس کی سیٹیں آبادی کے تناسب سے صوبوں میں تقسیم

کی گئیں ہیں۔ سینٹ ایوان بالا ہے اور یہ مستقل ایوان ہے۔ تمام صوبوں کے درمیان سینٹ کی سیٹیں برابری کی بنیاد پر تقسیم کی گئیں ہیں۔ ہر سینٹر کو ۶ سال کے لیے منتخب کیا جاتا ہے۔

۵-پارلیمانی طرز حکومت: وزیر اعظم انتظامیہ کا سربراہ ہے اور حقیقی اختیارات کا مالک ہے۔ قومی اسمبلی اپنے قائد ایوان (وزیر اعظم) کا انتخاب کرتی ہے۔ اور اسے عدم اعتماد کی تحریک کے ذریعے عہدے سے ہٹا سکتی ہے۔

۶-صدر: صدر سربراہ ریاست ہے جسے رسمی اختیارات حاصل ہیں۔ چاروں صوبائی اسمبلیاں اور پارلیمنٹ کے دونوں ایوان صدر کا ۵ سال کے لیے انتخاب کرتے ہیں۔

۷-عدلیہ: ملک کی سب سے بڑی عدالت سپریم کورٹ ہے۔ چاروں صوبوں کی الگ الگ ہائی کورٹس ہیں۔ وفاقی دارلحکومت اسلام آباد کے لیے الگ ہائی کورٹ ہے۔ سپریم کورٹ کو آئین کی تشریح کرنے اور ہائی کورٹ کے فیصلوں کے خلاف اپیلیں سننے کا اختیار حاصل ہے سپریم کورٹ کا فیصلہ حتمی شمار ہوتا ہے۔

۸-صوبائی حکومت: ہر صوبے کی اسمبلی کو ۵ سال کے لیے منتخب کیا جاتا ہے۔ صوبائی اسمبلی وزیر اعلیٰ کا انتخاب کرتی ہے اور وہ صوبے کا انتظامی سربراہ ہوتا ہے۔

۹-صوبائی خود مختاری: اٹھارویں ترمیم کے تحت ۱۷ وفاقی وزارتیں ختم کی گئیں اور اُن کے اختیارات کو صوبوں کو منتقل کیا گیا۔ مشترکہ امور کی فہرست کو آئین سے نکال دیا گیا اور اس کے اختیارات کو صوبوں کو منتقل کیا گیا ماضی کی نسبت صوبے اب زیادہ اختیارات رکھتے ہیں۔

۱۰-اسلامی دفعات

i. پاکستان کا سرکاری مذہب اسلام ہے۔

ii. وزیر اعظم اور صدر کے لیے مسلمان ہونا ضروری ہے۔

iii. تمام قوانین کا اسلامی تعلیمات سے مطابقت رکھنا ضروری ہے۔

iv. اسلامی نظریاتی کونسل قائم کی گئی ہے۔ یہ صوبائی اسمبلیوں اور پارلیمنٹ کو قوانین کو اسلامی سانچے میں ڈھالنے کے لیے سفارشات مرتب کرتی ہے۔

v. جو شخص حضرت محمد خاتم النبیین صلی اللہ علیہ والہ وسلم کو آخری نبی مانتا ہے وہ مسلمان کہلائے گا۔

vi. آرٹیکل A-۲ کے مطابق قرارداد مقاصد کو آئین کا حصہ بنا گیا۔

تجزیہ:

اٹھارویں ترمیم کے تحت ۱۹۷۳ء کے آئین میں نمایاں تبدیلیاں لائی گئیں۔ اس کے تحت ملک میں مکمل پارلیمانی نظام قائم کیا گیا ہے جس کے تحت عوامی نمائندوں کو حقیقی اختیارات حاصل ہیں۔ صدر کے اختیارات میں کمی کی گئی ہے اور آرٹیکل ۶ کے تحت جمہوریت کو مضبوط بنایا گیا ہے۔ ماضی کے دونوں دساتیر کی نسبت ۱۹۷۳ء کے آئین میں زیادہ اسلامی دفعات شامل کی گئیں ہیں اور صوبے زیادہ اختیارات رکھتے ہیں۔ ۱۹۷۳ء کی آئین کی بالادستی قائم ہونی چاہیے اور یہ وفاق کی مضبوطی کا باعث ہوگی۔

اقوام متحدہ کے اعلان حقوق ۱۹۴۸ءاور ۱۹۷۳ء کے آئین میں دیئے گئے انسانی حقوق

اقوام متحدہ کی جنرل اسمبلی نے ۱۰ دسمبر ۱۹۴۸ء کو انسانی حقوق کا عالمی منشور پاس کیا۔ اس کے ۳۰ آرٹیکلز ہیں جن میں سے چند درج ذیل ہیں۔

i. تمام انسان آزاد پیدا ہوئے ہیں اور وہ مساوی درجہ رکھتے ہیں۔

ii. ہر انسان بلاامتیاز حقوق اور آزادی کو لطف اندوز کر سکے گا۔

iii. ہر انسان کو زندگی، آزادی اور تحفظ کا حق حاصل ہو گا۔

iv. ہر قسم کی غلامی اور غلاموں کی تجارت پر پابندی عائد ہو گی۔

v. تمام افراد بلا تفریق قانون کی نظر میں برابر تصور ہوں گے۔

vi. ہر انسان کو رہائش اور نقل و حرکت کی آزادی حاصل ہو گی۔

vii. ہر انسان کو رائے کے اظہار کی آزادی حاصل ہو گی۔

viii. ہر انسان کو تعلیم حاصل کرنے کا حق حاصل ہو گا۔

ix. ہر انسان کو قانونی طریقے سے جائیداد بنانے کا حق حاصل ہو گا۔

x. ہر انسان کو پر امن طریقے سے اجتماع کرنے کا حق حاصل ہو گا۔

۱۹۷۳ء کے آئین کے تحت انسانی حقوق

۱۹۷۳ء کے آئین کے تحت دیئے گئے انسانی حقوق میں سے چند درج ذیل ہیں:

i. کسی انسان کو قانون کے تحت دیئے گئے زندگی اور آزادی سے محروم نہیں کیا جا سکے گا۔

ii. تمام شہری قانون کی نظر میں برابر تصور ہوں گے۔

iii. ہر انسان کو اُس پر لگائے گئے الزام کا آزادانہ طور پر قانونی چارہ جوئی کرنے کا حق حاصل ہو گا۔

iv. غلامی، جبری مشقت، تشدد اور غیر انسانی سلوک غیر قانونی افعال تصور ہوں گے۔

v. تمام شہری نقل و حرکت، اظہار رائے، کاروبار کرنے اجتماع اور تقریر کرنے کے حقوق سے لطف اندوز ہو سکیں گے۔

vi. تمام شہری مفاد عامہ کے معاملات میں معلومات تک رسائی کا حق رکھتے ہیں۔

vii. ریاست ۵ تا ۱۶ سال کی عمر کے بچوں کو مفت اور لازمی تعلیم فراہم کرے گی۔

viii. مذہب، ذات، نسل اور جائے پیدائش کی بنیاد پر شہریوں میں امتیاز نہیں کیا جائے گا۔

اقوام متحدہ کے اعلان انسانی حقوق اور ۱۹۷۳ء کے آئین کا موازنہ

اقوام متحدہ کے اعلان انسانی حقوق اور ۱۹۷۳ء کے آئین کا بغور مطالعہ کرنے کے بعد یہ بات واضح ہوتی ہے کہ دونوں انسانیت کے احترام کو ترجیح دیتے ہیں حقیقت یہ ہے کہ آج سے ۱۴۰۰ سال پہلے حضرت محمد ﷺ نے انسانی حقوق کا عظیم چارٹر پیش کیا۔ پاکستان ایک اسلامی ریاست ہے۔ اور ۱۹۷۳ء کے آئین میں حقوق کے حوالے سے اسلامی جھلک نمایاں طور پر نظر آتی ہے۔ اقوام متحدہ کا اعلان حقوق اور ۱۹۷۳ء کا آئین دونوں ہی قانون کی حاکمیت، مساوات، انصاف، اظہار رائے کی آزادی، غلامی کے خاتمے اور زندگی کے تمام شعبوں میں برابر مواقع فراہم کرنے کی بات کرتے ہیں ضرورت اس امر کی ہے کہ اقوام متحدہ کے اعلان حقوق اور ۱۹۷۳ء کے آئین کو من و عن نافذ کیا جائے۔

۱۹۷۳ء کے آئین میں عورتوں اور اقلیتوں کو ملنے والے حقوق

خواتین اور اقلیتیں پاکستان کے قابل احترام شہری ہیں۔ تمام شہری (مرد، خواتین اور اقلیتیں) مساوی حقوق رکھتے ہیں۔ ۱۹۷۳ء کے آئین کے باب اول میں آرٹیکل ۸ تا ۲۸ خواتین اور اقلیتوں کے حقوق درج ہیں جس کا مختصر خاکہ درج ذیل ہے:

i. مذہب، ذات، نسل اور جائے پیدائش کی بنیاد پر امتیاز نہیں رکھا جائے گا۔

ii. قانون کی نظر میں تمام شہری مساوی حیثیت رکھتے ہیں۔ جنس کی بنیاد پر تفریق نہیں ہوگی۔

iii. خواتین اور بچوں کے تحفظ کے لیے ریاست ہر ممکن قدم اٹھائے گی۔

iv. غلامی، جبری مشقت، تشدد، ظلم اور غیر انسانی سلوک قانونی اقدامات تصور ہوں گے۔

v. کسی انسان کو زندگی اور آزادی کے حق سے محروم نہیں کیا جائے گا۔

vi. تمام شہری آزادی، نقل و حرکت، اظہار، کاروبار، اجتماع اور تقریر سے لطف اندوز ہو سکیں گے۔

vii. ہر شہری کو اپنی مرضی کا مذہب اختیار کرنے اور اشاعت کرنے کا حق حاصل ہوگا۔

viii. کسی شہری کو نسل، مذہب، ذات اور جائے پیدائش کی بنیاد پر تعلیمی اداروں میں داخلہ لینے سے محروم نہیں کیا جائے گا۔

ix. کسی شہری کو نسل، ذات، جنس اور رہائش کی بنیاد پر عوامی تفریح کے مقامات پر جانے سے نہیں روکا جائے گا۔

x. ملازمتوں کے حصول میں مذہب، نسل، اور جائے پیدائش کے فرق کو روا نہیں رکھا جائے گا۔

xi. تمام شہریوں کو اپنی زبان اور ثقافت کی ترویج کے حقوق حاصل ہوں گے۔

حقوق کی فراہمی اور امن کا فروغ

خواتین اور اقلیتوں کو حقوق کی فراہمی سے درج ذیل نتائج برآمد ہوں گے۔

- **بااختیار بنانا:** خواتین اور اقلیتوں کو تعلیم، ملازمت، اور مساوی مواقع فراہم کرنے سے دونوں طبقات کو بااختیار بنانے میں مدد ملے گی۔
- **تفریق سے بچاؤ:** خواتین اور اقلیتوں کو بلاامتیاز حقوق کی فراہمی سے معاشرے میں تفریق پھیلنے کو روکنے میں مدد ملے گی۔ اس سے ان میں تحفظ اور اپنائیت کا احساس پیدا ہوگا۔ اور معاشرے میں امن کو فروغ ملے گا۔

برداشت کا فروغ: شہریوں کو بلاامتیاز حقوق فراہم کرنے سے برداشت کو فروغ ملتا ہے۔ کیونکہ اِس سے اُن کی عزت نفس مجروح ہونے سے بچ جاتی ہے اور مختلف گروہوں کے درمیان خلیج قائم نہیں ہوتی۔

قانون کے ذریعے پرامن حل: بنیادی حقوق کی فراہمی سے اختلافات اور جھگڑوں کو قانونی طریقے سے حل کیا جاتا ہے۔ معاشرے کے تمام طبقات بشمول اقلیتوں اور خواتین کو انصاف تک رسائی دینے سے اختلافات کو پُرامن طریقے سے حل کرنے میں آسانی ہوتی ہے۔ اس سے امن کو فروغ ملتا ہے۔

ہم آہنگی کا فروغ: خواتین اور اقلیتوں کو حقوق کی فراہمی سے معاشرے میں ہم آہنگی کو فروغ ملتا ہے اور اس سے مختلف طبقات کے درمیان اعتماد میں اضافہ، ہمدردی کرنے اور تعاون کرنے کے جذبات ابھرتے ہیں۔

بنیاد پرستی اور انتہاپسندی کا خاتمہ: خواتین اور اقلیتوں کو حقوق فراہم کرنے سے بنیاد پرستی اور انتہاپسندی کا خاتمہ ہوتا ہے اور معاشرے میں سماجی ہم آہنگی پیدا ہوتی ہے۔

- **تنوع اور تکثیریت کا فروغ:** خواتین اور اقلیتوں کو بااختیار کرنے سے تنوع اور تکثیریت کو فروغ ملتا ہے۔ کیونکہ معاشرے میں مختلف مذاہب، نسلوں اور ذاتوں سے تعلق رکھنے والے افراد آباد ہوتے ہیں بلاامتیاز حقوق کی فراہمی تمام طبقات کو آپس میں جوڑ کر رکھتی ہے۔

۱۹۷۳ء کے آئین کے تحت حکومت کا ڈھانچہ

حکومت کے تین شعبے ہوتے ہیں جن میں انتظامیہ، مقننہ اور عدلیہ شامل ہیں۔ ۱۹۷۳ء کے آئین کے مطابق حکومت کا درج ذیل ڈھانچہ ہے۔

۱۔ انتظامیہ: پاکستان میں پارلیمانی طرز حکومت ہے اور انتظامیہ کا سربراہ وزیراعظم ہے۔ آئین کے آرٹیکل ۹۰ کے تحت ملک میں تمام احکامات صدر پاکستان کے نام سے جاری ہوتے ہیں۔

کابینہ: وزیراعظم کا انتخاب قومی اسمبلی کرتی ہے۔ جو اپنی کابینہ کے ارکان کو نامزد کرتا ہے۔ کابینہ کے ارکان پارلیمنٹ میں سے لیے جاتے ہیں۔ دو طرح کے وزیر کابینہ میں ہوتے ہیں (i) وفاقی وزیر (ii) وزیر مملکت

کابینہ کے ایک چوتھائی ارکان سینٹ میں سے لیے جاتے ہیں۔ صدر پاکستان وزیراعظم اور کابینہ کے ارکان سے حلف لیتا ہے۔ وزیراعظم پانچ مشیر مقرر کرسکتا ہے۔ آئین کے آرٹیکل ۹۲ کے تحت کابینہ کے کل ارکان کی تعداد پارلیمنٹ کی کل تعداد سے گیارہ فیصد سے زائد نہیں ہوسکتی۔ وزیراعظم کابینہ کا سربراہ ہے۔ وہ

وزراء کے محکمے تبدیل کرنے اور کسی وزیر کو اپنے عہدے سے استعفیٰ دینے کا حکم دے سکتا ہے۔

صدر: صدر ملک کا آئینی سربراہ ہے۔ جسے چاروں صوبائی اسمبلیاں اور پارلیمنٹ مل کر ۵ سال کے لیے منتخب کرتے ہیں پارلیمنٹ دو تہائی اکثریت سے صدر کو اپنے عہدے سے ہٹا سکتی ہے۔ صدر کے پاس برائے نام اختیارات ہوتے ہیں۔ اصل اختیارات وزیر اعظم اور کابینہ کو حاصل ہیں۔

احتساب: کابینہ اجتماعی ذمہ داری کے اصول پر عمل پیرا ہوتی ہے اور وہ پارلیمنٹ کو جوابدہ ہوتی ہے۔ اراکین پارلیمنٹ وزراء سے اپنے محکموں کی کارکردگی کے بارے میں سوالات کرسکتے ہیں۔ وزیر اعظم اور وزراء پارلیمنٹ کے ممبران ہوتے ہیں اور وہ پارلیمنٹ کی کاروائی اور ووٹنگ کے عمل میں بھی حصہ لیتے ہیں۔ قومی اسمبلی وزیر اعظم کو تحریک عدم اعتماد کے ذریعے اپنے عہدے سے ہٹا سکتی ہے۔ اگر وزیر اعظم کو اپنے عہدے سے ہٹادیا جائے تو کابینہ بھی ختم ہوتی ہے۔

پارلیمنٹ: پارلیمنٹ قومی اسمبلی اور سینٹ پر مشتمل ہوتی ہے۔

قومی اسمبلی: قومی اسمبلی ایوان زیریں ہے۔ اور اس کی سیٹیں آبادی کے تناسب سے صوبوں میں تقسیم کی گئیں۔ قومی اسمبلی کی مدت ۵ سال ہے۔ آرٹیکل ۵۸ کے مطابق وزیر اعظم قومی اسمبلی توڑ سکتا ہے۔ قومی اسمبلی کو سینٹ سے زیادہ اختیارات حاصل ہیں۔ قومی اسمبلی مالیاتی مسودات کو مسترد کرسکتی ہے۔ مگر سینٹ کے پاس یہ اختیار نہیں ہے۔ قومی اسمبلی وزیر اعظم کو منتخب اور عہدہ سے الگ بھی کرسکتی ہے۔ قومی اسمبلی کل ارکان کی تعداد کے ٪ 51 ووٹوں سے وزیر اعظم کو منتخب کرتی ہے۔ قومی اسمبلی کے اجلاس کی صدارت سپیکر کرتا ہے۔ آرٹیکل ۵۱ کے تحت قومی اسمبلی کی سیٹیں تقسیم کی گئی ہیں۔

نام	عام نشستیں	خواتین	ٹوٹل
بلوچستان	16	04	20
خیبر پختونخواہ	45	10	55
پنجاب	141	32	173
سندھ	61	14	75
اسلام آباد	03	X	03
غیر مسلم	X	X	10
ٹوٹل	**266**	**60**	**336**

نوٹ: قومی اسمبلی میں غیر مسلموں کے لیے ۱۰ سیٹیں مخصوص کی گئی ہیں۔

سینٹ: سینٹ ایوان بالا ہے۔ جس کی سیٹیں مساویانہ بنیادوں پر صوبوں میں تقسیم کی گئی ہیں۔ ہر سینٹر ۶ سال کے لیے منتخب ہوتا ہے اور ہر ۳ سال بعد نصف سینٹر ریٹائر ہوجاتے ہیں۔ آرٹیکل ۵۹ کے مطابق سینیٹ ایک مستقل ایوان ہے اور اسے توڑا نہیں جاسکتا۔ سینٹ کے چیئرمین اور ڈپٹی چیئرمین کو ۳ سال کے لیے منتخب کیا جاتا ہے۔ آئین میں ترمیم کرنے کے لیے سینٹ اور قومی اسمبلی کے اختیارات برابر ہیں۔ سینٹ کی کل تعداد ۹۶ ہے۔

نام	عام نشستیں	ٹیکنوکریٹ/عالم	خواتین	غیر مسلم
بلوچستان	14	04	04	01
خیبر پختونخواہ	14	04	04	01
پنجاب	14	04	04	01
سندھ	14	04	04	01
اسلام آباد	02	01	01	x
ٹوٹل	**58**	**17**	**17**	**04**

عدلیہ: سپریم کورٹ ایک چیف جسٹس اور اتنے ججوں پر مشتمل ہوتی ہے جتنی تعداد پارلیمنٹ نے مقرر کی ہو۔ جوڈیشل کمیشن آف پاکستان ججوں کے عہدے کے لیے نام بھیجتا ہے۔ پارلیمانی کمیٹی ان ناموں پر غور کرتی ہے۔ کمیٹی کے کل ارکان کی تعداد ۸ ہے جس میں سے ۴ کا تعلق قومی اسمبلی اور ۴ کا تعلق سینٹ سے ہوتا ہے۔ کمیٹی نامزد کردہ ججوں کے نام وزیر اعظم کو بھیجتی ہے جو حتمی منظوری کے لیے صدر پاکستان کو بھیجتا ہے۔ سپریم کورٹ کے جج ۶۵ سال کی عمر میں ریٹائر ہوتے ہیں۔ سپریم کورٹ کو صوبوں اور مرکز کے درمیان تنازعات کا فیصلہ کرنے، اپیلیں سننے، آئین کی تشریح کرنے اور مشورہ دینے کے اختیارات حاصل ہیں۔

صوبائی ڈھانچہ: ۱۹۷۳ء کے آئین کے تحت صوبائی ڈھانچہ درج ذیل ہے۔

انتظامیہ: آرٹیکل ۱۲۹ کے مطابق وزیر اعلیٰ صوبے کا انتظامی سربراہ ہے اور گورنر صوبے کا آئینی سربراہ ہے۔ صوبائی اسمبلی عددی اکثریت سے وزیر اعلیٰ کا انتخاب کرتی ہے۔ جو اپنی کابینہ کے ارکان کو نامزد کرتا ہے۔

قانون ساز اسمبلی: آرٹیکل ۱۰۶ کے مطابق ہر صوبے کے لیے الگ صوبائی قانون ساز اسمبلی ہے۔ جس کی مدت ۵ سال ہے سپیکر اسمبلی کے اجلاسوں کی صدارت کرتا ہے۔ آرٹیکل ۱۱۲ کے مطابق سپیکر اسمبلی کو توڑ سکتا ہے۔ صوبائی اسمبلی قوانین اور بجٹ کی منظوری دیتی ہے۔ کابینہ کے ارکان اسمبلی کے اجلاسوں میں شریک ہوتے ہیں اور ارکان کے سوالات کے جوابات دیتے ہیں۔

عدلیہ: آرٹیکل ۱۹۲ کے مطابق ہر صوبے کے لیے الگ ہائی کورٹ قائم کی گئی ہے۔ آرٹیکل 175-A کے مطابق صدر پاکستان ججوں کا تقرر کرتا ہے۔ ہائی کورٹ کے جج ۶۲ سال کی عمر میں ریٹائر ہوتے ہیں۔ ہائی کورٹ آرٹیکل ۱۹۹ کے مطابق اپنے اختیارات کا استعمال کرتی ہے۔

جمہوریت کا عمل

پاکستان میں جمہوریت کا عمل درج ذیل ہے۔

انتخابات: ملک میں تواتر سے قومی اسمبلی، صوبائی اسمبلیوں اور مقامی حکومتوں کے انتخابات کروائے جاتے ہیں۔ الیکشن کمیشن آف پاکستان ملک میں آزادانہ اور غیر جانبدرانہ انتخابات کا انعقاد کرتا ہے۔

آزاد عدلیہ: عدلیہ آزادانہ ماحول میں اپنے فرائض سرانجام دیتی ہے۔ انتظامیہ ججوں کو اپنے عہدوں سے الگ نہیں کر سکتی۔ عدلیہ ملک میں قانون کی حاکمیت قائم کرنے میں اہم کردار ادا کرتی ہے۔

سیاسی جماعتیں

پاکستان میں کثیر جماعتی نظام ہے۔ ہر جماعت کا اپنا نظریہ اور منشور ہوتا ہے۔ ہر سطح پر سیاسی جماعتیں اپنے ایجنڈے اور منشور کے مطابق انتخابات میں حصہ لیتی ہیں۔

ووٹرز: پاکستان کے تمام شہری جن کی کم از کم عمر ۱۸ سال ہو بلا امتیاز رنگ، نسل، جنس اور علاقے کے ووٹ ڈالنے کا حق استعمال کرتے ہیں۔

پارلیمانی نظام: ۱۹۷۳ کے آئین کے مطابق ملک میں پارلیمانی نظام حکومت ہے۔ ملک کا انتظامی سربراہ وزیر اعظم ہے جسے قومی اسمبلی منتخب کرتی ہے۔

قانون کی حاکمیت: قانون کی حاکمیت پاکستان میں جمہوریت کا بنیادی اصول ہے۔ اس اصول کے مطابق تمام افراد اور ادارے قانون کی نظر میں برابر درجہ رکھتے ہیں۔

بنیادی حقوق کا تحفظ:

۱۹۷۳ء کے آئین کے مطابق تمام شہریوں کو بنیادی حقوق مثلاً مساوات کا حق، اظہار رائے کا حق، سیاسی عمل میں حصہ لینے کا حق بلا امتیاز حاصل ہیں۔

میڈیا کی آزادی: پاکستان میں آزاد میڈیا کام کرتا ہے۔ یہ آزادانہ انداز میں حکومت پر تنقید کرتا ہے اور شہریوں کو معلومات فراہم کرتا ہے۔ حکومت کے احتساب اور جمہوریت کی کامیابی کے لیے میڈیا کی آزادی بہت ضروری ہے۔

اہم آئینی ادارے

۱۔ قومی مالیاتی کمیشن: آرٹیکل ۱۶۰ کے مطابق قومی مالیاتی کمیشن قائم کیا گیا ہے۔ یہ کمیشن وفاقی اور صوبائی حکومتوں کے درمیان رقوم کی تقسیم کرتا ہے۔ ساتویں قومی مالیاتی کمیشن پر ۳۰ دسمبر ۲۰۰۹ء کو دستخط کیے گئے جسے یکم جولائی ۲۰۱۰ء کو نافذ کیا گیا۔ اس ایوارڈ کے مطابق صوبوں کا حصہ درج ذیل ہے۔

آبادی	82.0%
غربت اور پسماندگی	10.3 %
محصولات کی وصولی اور پیداوار	5.00 %
آبادی کی کثافت	2.7 %
ٹوٹل	100 %

ساتویں قومی مالیاتی کمیشن ایوارڈ کے مطابق صوبوں کا حصہ درج ذیل ہے۔

بلوچستان	9.9 %
خیبر پختونخواہ	14.62 %
پنجاب	51.74 %
سندھ	24.55 %
ٹوٹل	100 %

۲۔اقتصادی رابطہ کمیٹی: یہ کمیٹی وفاق کی سطح پر قائم کی گئی ہے۔ اور وزیر اعظم اس کا چیئر مین ہوتا ہے۔ وزیر اعظم کمیٹی کے ارکان کو نامزد کرتا ہے اور اسے کسی بھی وفاقی وزیر کو کمیٹی کا چیئر مین مقرر کرنے کا اختیار حاصل ہے۔ اقتصادی رابطہ کمیٹی تمام فوری نوعیت کے اقتصادی معاملات کو زیر بحث لاتی ہے۔ اور معاشی پالیسیوں میں ہم آہنگی پیدا کرنے کی کوشش کرتی ہے۔ یہ ملک کو فلاحی ریاست بنانے کے لیے منصوبوں کو شروع کرنے کی سفارش کرتی ہے۔ یہ ملک کی اقتصادی صورتحال پر نظر رکھتی ہے۔ درآمدات میں اضافے کے لیے سفارشات مرتب کرتی ہے اور درآمدی پالیسی کا جائزہ لیتی ہے۔

۳۔مشترکہ مفادات کی کونسل: ۱۹۷۳ء کے آئین کے آرٹیکل 153 کے مطابق مشترکہ مفادات کی کونسل قائم کی گئی ہے۔ کونسل وفاقی امور کی فہرست کے حصہ دوم میں درج امور کے بارے میں پالیسیاں وضع کرتی ہے۔ اٹھارویں ترمیم کے تحت مشترکہ امور کی فہرست کو آئین سے ختم کر دیا گیا اور وفاقی امور کی فہرست کے حصہ دوم میں اضافہ کیا گیا۔ اٹھارویں ترمیم کے تحت مشترکہ مفادات کی کونسل کی تشکیل اور اختیارات میں تبدیلیاں لائی گئیں۔ ۹۰ دنوں کے اندر کونسل کا اجلاس ہونا ضروری ہے۔ وزیر اعظم کونسل کا چیئر مین ہوتا ہے۔ تین وفاقی وزراء اور چاروں صوبوں کے وزرائے اعلیٰ اس کونسل کے ممبر ہوتے ہیں۔ کونسل اپنی سالانہ رپورٹ دونوں ایوانوں میں پیش کرتی ہے۔ کونسل کے فعال کردار سے وفاق مضبوط ہوگا اور صوبوں کا مرکز پر اعتماد بڑھے گا۔

۴۔الیکشن کمیشن آف پاکستان: الیکشن کمیشن آف پاکستان ایک آئینی ادارہ ہے۔ الیکشن کمیشن کے کل پانچ ممبران ہوتے ہیں۔ کمیشن چیف الیکشن کمشنر کی سربراہی میں کام کرتا ہے۔ آرٹیکل ۲۱۹ کے مطابق الیکشن کمیشن درج ذیل فرائض سرانجام دیتا ہے:

- یہ قومی اسمبلی اور صوبائی اسمبلیوں کے انتخابات کے لیے ووٹر لسٹوں کی تیاری کرتا ہے۔
- یہ سینیٹ کے الیکشن کا انعقاد کرتا ہے۔
- یہ الیکشن ٹریبونل قائم کرتا ہے۔
- الیکشن کمیشن کی نگرانی میں قومی اسمبلی، صوبائی اسمبلیوں اور مقامی حکومتوں کے انتخابات منعقد ہوتے ہیں۔

۱۹۷۳ء کے آئین میں متعارف کرائی گئیں ترامیم

آئینی ترمیم کے مسودے کو پارلیمنٹ کے دونوں ایوان الگ الگ دو تہائی اکثریت سے پاس کرتے ہیں۔ آئین میں متعارف کرائی گئی دوسری، آٹھویں، تیرھویں، اٹھارویں اور پچیسویں ترامیم کا مختصر اجائزہ درج ذیل ہے۔

دوسری ترمیم (۱۹۷۴ء): اس ترمیم کے تحت مسلمان کی تعریف کی گئی ہے۔ ترمیم کے مطابق جو شخص حضرت محمد خاتم النبیین صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو آخری نبی تسلیم نہیں کرتا وہ مسلمان نہیں ہو سکتا۔

آٹھویں ترمیم (۱۹۸۵ء): آٹھویں ترمیم کے تحت کچھ اہم اختیارات وزیر اعظم سے لے کر صدر پاکستان کو تفویض کیے گئے۔ جنرل محمد ضیاء الحق کی فوجی حکومت کے اٹھائے گئے اقدامات کو آئینی تحفظ دیا گیا۔ اس ترمیم کے آرٹیکل 58 - 2 B کے مطابق صدر قومی اسمبلی کو برخاست کر سکتا تھا۔ آٹھویں ترمیم کی وجہ سے ملک میں مکمل پارلیمانی نظام کو تبدیل کر کے کنٹرول شدہ جمہوریت کا نظام متعارف کرایا گیا۔

تیرھویں ترمیم (۱۹۹۷ء): اس ترمیم کے تحت صدر کو آٹھویں ترمیم کے تحت ملنے والے اختیارات کو وزیر اعظم کو منتقل کر دیا گیا۔ اس طرح وزیر اعظم کے اختیارات میں اضافہ ہوا۔ اس ترمیم کے تحت صدر کے قومی اسمبلی کو توڑنے اور مسلح افواج کے سربراہان کے تقرر کے اختیارات کو واپس لے لیا گیا۔ اس ترمیم سے پارلیمانی جمہوریت مضبوط ہوئی۔

اٹھارویں ترمیم (۲۰۱۰ء): اٹھارویں ترمیم کے تحت پاکستان کے سیاسی منظر نامے میں کئی اہم تبدیلیاں لائی گئیں۔ اس ترمیم نے وزیر اعظم اور عوامی نمائندوں کے اختیارات میں اضافہ کیا۔ وفاقی کابینہ کا حجم پارلیمنٹ کی تعداد کے ٪ 11 سے زیادہ نہیں ہو سکتا۔ ہائی کورٹ اور سپریم کورٹ کے ججوں کی تعیناتی کے لیے نیا نظام متعارف کرایا گیا۔ ۱۷ وفاقی وزارتوں کو صوبوں کو منتقل کیا گیا۔ صوبائی خود مختاری میں اضافہ کیا گیا۔ قومی مالیاتی کمیشن ایوارڈ میں دیئے گئے صوبوں کے حصے کو کم نہیں کیا جا سکتا۔ ترمیم کے مطابق ہر صوبہ مقامی حکومتوں کا نظام مرتب کرے گا اور انہیں سیاسی، انتظامی اور معاشی اختیارات منتقل کرے گا۔ اٹھارویں ترمیم پر عمل کرنے سے وفاق کو مضبوط بنانے میں مدد ملے گی۔

پچیسویں ترمیم (۲۰۱۸ء): پاکستان کے شمال مغربی علاقے میں سابق FATA (وفاق کے زیر انتظام قبائلی علاقے) تھا۔ اس میں سات قبائلی ایجنسیاں اور چھ سرحدی علاقے تھے ان علاقوں کا انتظام (FCR) سرحدی جرائم کے ضابطے کے تحت چلایا جاتا تھا۔ پچیسویں ترمیم کے تحت FATA کو صوبہ خیبر پختونخواہ میں ضم کر دیا گیا۔ ۳۱ مئی ۲۰۱۸ کو اس ترمیم کو نافذ کیا گیا۔ (FATA) کے خیبر پختونخواہ میں ضم ہونے کے بعد صوبائی اسمبلی کے ارکان کی تعداد ۱۲۴ سے بڑھ کر ۱۴۵ ہو گئی۔ اس میں ۱۶ عام نشستیں ۴ خواتین اور ایک غیر مسلم کی نشست شامل ہے۔

مشقی سوالات

درج ذیل کثیر الانتخابی سوالات میں سے درست جواب کی نشان دہی کریں۔

1۔ آئین سازی کی طرف کون سا پہلا قدم شمار ہوتا ہے:

ا۔ قرارداد مقاصد ب۔ بنیادی اصولوں کی کمیٹی کی پہلی رپورٹ۔

ج۔ بنیادی اصولوں کی کمیٹی کی دوسری رپورٹ ب۔ محمد علی بوگرہ فارمولا

۲۔ 1941 کی مردم شماری کے مطابق ریاست جموں وکشمیر کی آبادی تھی:

ا۔ 57٪ ب۔ 67٪

ج۔ 77٪ د۔ 87٪

۳۔ 1956 کے آئین کے تحت سرکاری زبانیں تھیں:

ا۔ اردو اور پنجابی ب۔ اردو اور سندھی

ج۔ اردو اور پشتو د۔ اردو اور بنگالی

۴۔ 1956 کے آئین کو توڑا:

:ا۔ اسکندر مرزا ب۔ ملک غلام محمد

ج۔ محمد علی بوگرہ د۔ خواجہ ناظم الدین

۵۔ 1962ء کے آئین کے تحت پاکستان میں کون سا نظام رائج کیا گیا تھا:

ا۔ پارلیمانی ب۔ لامحدود بادشاہت

ج۔ صدارتی د۔ آئینی بادشاہت

۶۔ اگر کوئی شخص ۱۹۷۳ء کے آئین کو معطل کرے، توڑے یا سازش کرے تو وہ سنگین غداری کا مرتکب ہوگا:

ا۔ آٹھویں ترمیم ب۔ تیرھویں ترمیم

ج۔ اٹھارویں ترمیم د۔ پچیسویں ترمیم

۷۔ آرٹیکل ۵۸ کے تحت کس ادارے کو توڑا جا سکتا ہے:

ا۔ سینٹ ب۔ مشترکہ مفادات کی کونسل

ج۔ اقتصادی رابطہ کمیٹی د۔ قومی اسمبلی

۸۔ مشترکہ مفادات کی کونسل کے ارکان کی تعداد ہے:

ا۔ ۰۸ ب۔ ۱۰

ج۔ ۱۲ د۔ ۱۴

۹-کون سا ادارہ آرٹیکل 219 کے تحت اپنے فرائض سرانجام دیتا ہے:

ا۔ مشترکہ مفادات کی کونسل　　ب۔ الیکشن کمیشن آف پاکستان

ج۔ قومی مالیاتی کونسل　　د۔ اقتصادی رابطہ کمیٹی

۱۰-1974ء میں کون سی ترمیم متعارف کرائی گئی:

ا۔ دوسری　　ب۔ آٹھویں

ج۔ تیرہویں　　د۔ اٹھارویں

درج ذیل سوالات کے مختصر جوابات لکھیں۔

1- قرارداد مقاصد ۱۹۴۹ء کی تین خصوصیات لکھیں۔

2- اقتصادی رابطہ کمیٹی کے بارے میں مختصراً لکھیں۔

3- مشترکہ مفادات کی کونسل کے بارے میں مختصراً لکھیں۔

4- الیکشن کمیشن آف پاکستان کے فرائض لکھیں۔

5- ساتویں قومی مالیاتی کمیشن ایوارڈ ۲۰۱۰ء کے مطابق صوبوں کا حصہ لکھیں۔

6- تیرھویں ترمیم (۱۹۹۷ء) کے بارے میں مختصراً لکھیں۔

7- پچیسویں ترمیم (۲۰۱۸ء) کے بارے میں مختصراً لکھیں۔

درج ذیل سوالات کے تفصیلاً جوابات لکھیں۔

1- 1956ء کے آئین کی خصوصیات پر بحث کریں۔

2- 1962ء کے آئین کی خصوصیات پر روشنی ڈالیں۔

3- 1973ء کے آئین کی خصوصیات تحریر کریں۔

4- خواتین اور اقلیتوں کو حقوق کی فراہمی کس طرح امن کو فروغ دینے کا باعث بنتی ہے۔

5- پاکستان میں جمہوری عمل پر لکھیں۔

فرہنگ

عبوری: صرف ایک مختصر وقت تک رہنے کا ارادہ ہے جب تک کہ کوئی اور مستقل چیز نہ مل جائے۔

رائے شماری: کسی علاقے یا ملک کے لوگوں کی طرف سے کسی ایسے مسئلے پر ووٹ دینا جو بہت اہم ہے۔

تمہید: کسی کتاب یا تحریری دستاویز کا تعارف

منسوخ کرنا: سرکاری طور پر کسی قانون، معاہدے وغیرہ کو ختم کرنا۔

بنیادی جمہوریتیں: یہ بلدیاتی نظام کا نظام تھا جسے ایوب خان نے متعارف کرایا تھا۔

وفاقی وزیر اور وزرائے مملکت: ایک وفاقی وزیر ایک وزارت کا سربراہ ہوتا ہے، جبکہ ایک وزیر مملکت وفاقی وزیر کی معاونت کرتا ہے اور وزارت کے اندر اس کا جونیئر یا ثانوی کردار ہوتا ہے۔

استاد کی مدد سے، اس باب میں شامل وہ الفاظ جو آپ کو مشکل لگتے ہیں ان کی فہرست بنائیں اور معنی لکھیں۔	

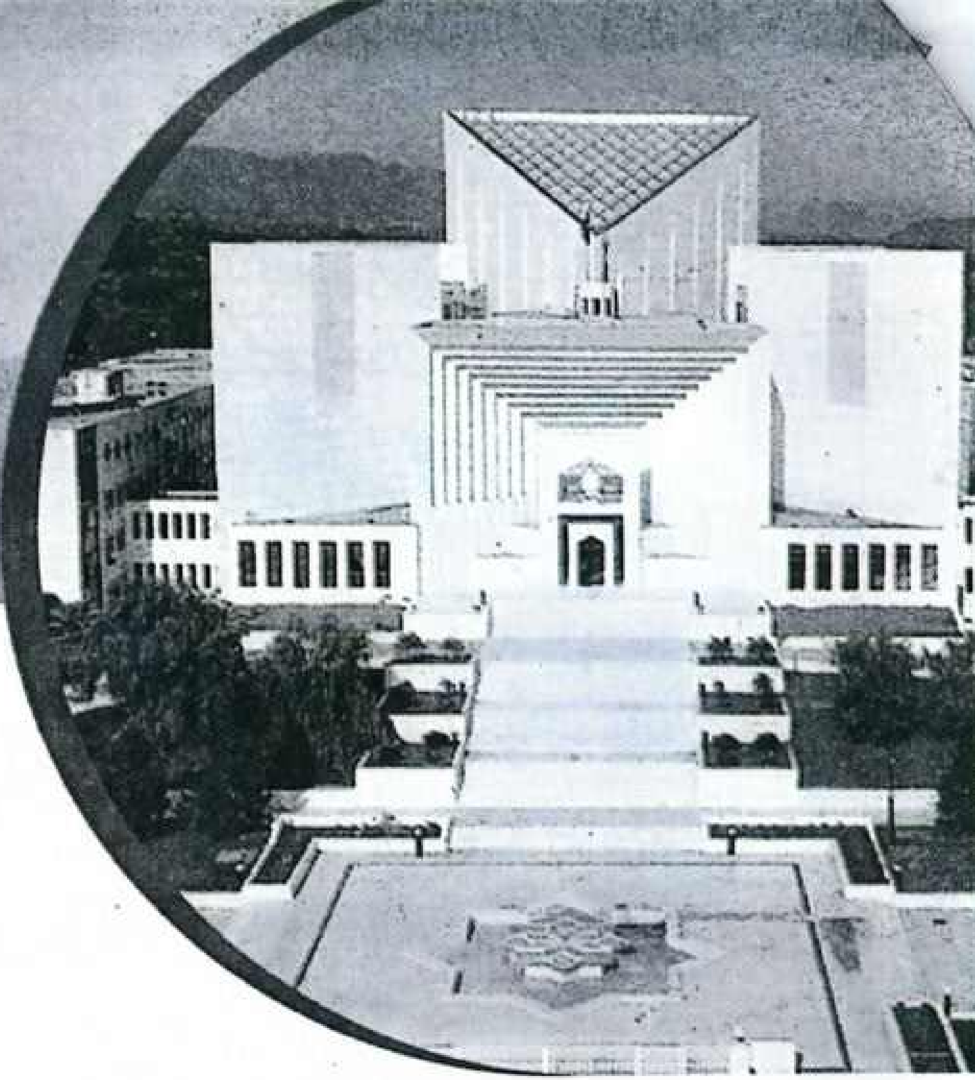

باب: 10

حصہ پنجم: آئین پاکستان

حقوق و فرائض

یہ سبق پڑھنے کے بعد طلبہ اس قابل ہو جائیں گے کہ وہ:

- اقوام متحدہ کے اعلان حقوق ۱۹۴۸ کا تجزیہ کر سکیں، ۱۹۷۳ء کے آئین کی اسلامی دفعات کا جائزہ لے سکیں۔ بچوں کے حقوق، جانوروں کے حقوق، تعلیم، صحت اور غربت سے متعلقہ شقوں کا جائزہ لے سکیں۔
- خوراک میں خود کفالت، خوراک کو بطور بنیادی حق اور اس کی ملکی ترقی میں اہمیت کا جائزہ لے سکیں۔
- خواتین، چائلڈ لیبر اور کم عمری کی ملازمت کے مروجہ حالات کو بیان کر سکیں۔ نیز پاکستانی فیکٹریوں میں کم عمری کی ملازمت کو ختم کرنے کے لیے تجاویز دے سکیں۔
- اس بات کا جائزہ لے سکیں کہ کس حد تک پاکستان میں بچوں اور خواتین سے متعلقہ پائیدار ترقی کے اہداف کو حاصل کرنے کے لیے اقدامات اٹھائے گئے ہیں۔ اور اس بات کا بھی جائزہ لے سکیں کہ اقوام کے ایجنڈا ۲۰۳۰ء کو پورا کرنے کے لیے کیا اقدامات اٹھائے گئے ہیں۔

جدید ریاستوں میں شہری حقوق سے لطف اندوز ہوتے ہیں اور فرائض کو ادا کرتے ہیں۔ ہر ریاست شہریوں کو بہتر سہولیات فراہم کرنے کی کوشش کرتی ہے۔ ریاست کے اندر شہری حقیقی آزادی سے لطف اندوز ہوتے ہیں۔ ریاست شہریوں کی زندگیوں میں نظم و ضبط پیدا کرنے کے لیے اُن پر پابندیاں عائد کرتی ہے۔ ریاست اپنی حدود کے اندر امن و امان قائم رکھنے کے لیے قوانین متعارف کراتی ہے۔ قوانین کی موجودگی میں شہری آگے بڑھنے کے لیے برابر مواقع سے فائدہ اٹھاتے ہیں۔ شہری اپنی ریاست میں درج ذیل حقوق سے لطف اندوز ہوتے ہیں۔

۱- حق زندگی: ریاست کا بنیادی مقصد شہریوں کی زندگیوں کی حفاظت کرنا ہے۔ اس مقصد کے لیے ریاست قوانین بناتی ہے۔ عدالتیں قانون کی حکمرانی قائم کرنے کے لیے آزادانہ ماحول میں کام کرتی ہیں۔ تاہم ایک ریاست کے قوانین دوسری ریاست کے قوانین سے مختلف ہوتے ہیں۔ ریاست کے اندر شہریوں کی زندگیوں میں نظم پیدا کرنے کے لیے ایک جامع نظام موجود ہوتا ہے اس مقصد کے لیے پولیس اور قانون نافذ کرنے والے دیگر ادارے اپنے فرائض سرانجام دیتے ہیں۔

۲- حق تعلیم: ریاست کی ترقی میں تعلیم یافتہ شہری اہم کردار ادا کرتے ہیں۔ ریاست تمام شہریوں کو تعلیم کی سہولیات فراہم کرنے کا بندوبست کرتی ہے۔ فلاحی ریاست شہریوں کو تعلیم کی طرف راغب کرنے کے لیے مفت تعلیم کا بندوبست کرتی ہے۔ ایک مہذب زندگی اور جمہوریت کی کامیابی کے لیے تعلیم کا ہونا بہت ضروری ہے۔ ہر ریاست کو شہریوں کو تعلیم حاصل کرنے کے لیے آمادہ کرنے کے لیے پالیسیاں وضع کرنی چاہییں۔

۳- عزت کا حق: ہر شہری کو ریاست کے اندر عزت سے رہنے کا حق حاصل ہے۔ شہریوں کا فرض ہے کہ وہ ایک دوسرے کی عزت کریں۔ اُنھیں زبانی یا تحریر کے ذریعے دوسروں کو تکلیف نہیں پہنچانی چاہیے۔ ریاست شہریوں کو جھوٹے الزامات سے روکنے کے لیے قوانین بناتی ہے۔ اگر شہری ان قوانین کی خلاف ورزی کریں تو عدالتیں انہیں سزا دیتی ہیں۔ ذمہ دار شہریوں کو ایک دوسرے کے لیے مثبت رویے اختیار کرنے چاہییں۔

۴- رازداری اور نجی زندگی کا حق: ریاست شہریوں کو رازداری اور نجی زندگی کا حق عطا کرتی ہے۔ ہر ریاست میں شادی اور طلاق کا سسٹم موجود ہوتا ہے۔ تاہم یہ قوانین ریاستوں کے مابین یکساں نہیں ہوتے۔ شہریوں کو اپنے خاندانوں کے ساتھ وقت گزارنے کے مواقع حاصل ہوتے ہیں۔ کسی کو شہری کی نجی زندگی میں مداخلت کرنے کا حق حاصل نہیں ہوتا۔

۵- جائیداد کا حق: ہر شہری کو جائز طریقے سے جائیداد بنانے کا حق حاصل ہوتا ہے۔ ریاست شہریوں کی جائز جائیدادوں کو تحفظ فراہم کرتی ہے۔ ریاست شہریوں کو اپنے ذرائع آمدن بتانے کا کہہ سکتی ہے۔ اگر ریاست کو معلوم ہو جائے کہ کسی شہری نے ناجائز طریقے سے جائیداد حاصل کی ہے تو وہ اُس جائیداد کو ضبط کر سکتی ہے۔ شہری بعض اوقات دوسری ریاستوں میں بھی جائیداد خریدتے ہیں۔

۶- کاروبار اور ملازمت کرنے کا حق: شہریوں کو جائز کاروبار کرنے اور میرٹ پر نوکری حاصل کرنے کا حق حاصل ہوتا ہے۔ ریاست کاروبار کے لیے دوستانہ ماحول اور میرٹ پر بھرتی کرنے کے لیے اقدامات اٹھاتی ہے۔ ریاست کو سرکاری اور نجی سطح پر ملازمت کے مواقع پیدا کرنے کے لیے طویل مدتی پالیسی بنانی چاہیے۔

۷- سیاسی حقوق: ایک جمہوری ریاست میں شہریوں کو بلاامتیاز سیاسی حقوق حاصل ہوتے ہیں۔ شہری کو ووٹ ڈالنے، الیکشن میں حصہ لینے، سیاسی جماعت میں

شامل ہونے، اپنی رائے کا اظہار کرنے اور حکومتی پالیسیوں پر تنقید کرنے کا حق حاصل ہوتا ہے۔

۸-مذہبی حقوق: شہریوں کو ریاست میں بلا تفریق مذہبی حقوق حاصل ہوتے ہیں۔ ریاست تمام شہریوں کو اپنے مذاہب پر عمل کرنے اور مذہبی عبادت گاہیں بنانے کی اجازت دیتی ہے۔ ریاست کو مختلف مذاہب کے درمیان ہم آہنگی پیدا کرنے کے لیے پالیسیاں بنانی چاہئیں۔

۹-انجمن بنانے کا حق: انسانیت کی خدمت کرنے کے لیے شہریوں کو فلاحی ادارے بنانے کا حق حاصل ہے۔ ہر ریاست فلاحی اداروں کو قائم کرنے کے لیے قوانین بناتی ہے۔ ریاست ان فلاحی تنظیموں کی سرگرمیوں پر گہری نظر رکھتی ہے اور قوانین کی خلاف ورزی کرنے پر تنظیم پر پابندی عائد کر سکتی ہے۔

۱۰-ثقافتی حقوق: شہریوں کا تعلق مختلف رنگ و نسل اور زبانوں سے ہوتا ہے۔ ریاست تمام شہریوں کو اپنی ثقافت کی ترویج کے لیے برابر مواقع فراہم کرتی ہے۔ شہریوں کو کسی کی ثقافت کی تذلیل کی اجازت نہیں دی جاسکتی۔ ریاست شہریوں کے ثقافتی اختلافات کے باوجود اتحاد قائم رکھنے کے لیے سرگرم عمل رہتی ہے۔

۱۱-معاہدہ کا حق: شہری ایک دوسرے سے معاہدہ کرنے کا حق رکھتے ہیں۔ ریاست ان معاہدوں کو تسلیم کرتی ہے۔ شہریوں کے معاہدات ملکی قوانین کے مطابق ہونے چاہئیں۔ اسی طرح ان معاہدوں کو تحفظ فراہم کیا جاسکتا ہے۔ تاہم ملکی مفادات کے خلاف معاہدوں کی اجازت نہیں دی جاسکتی۔

تجزیہ: تمام جدید ریاستیں شہریوں کو حقوق کی فراہمی کو یقینی بناتی ہیں۔ فلاحی ریاست کا تصور ریاست پر ذمہ داری عائد کرتا ہے کہ وہ شہریوں کو زیادہ سے زیادہ سہولیات فراہم کرے۔ اس کے بدلے میں شہری جوش و جذبے سے اپنے فرائض کی ادائیگی کو یقینی بناتے ہیں۔ عدالتیں شہریوں کے حقوق کو تسلیم کرتی ہیں اور جو لوگ ان حقوق کے راستے میں رکاوٹیں کھڑی کرتے ہیں انہیں سزا دیتی ہے۔

شہری کے فرائض

ریاست شہریوں کو حقوق فراہم کرتی ہے اور توقع کرتی ہے کہ وہ اپنے فرائض کو ادا کریں۔ ایک مثالی شہری درج ذیل فرائض ادا کرتا ہے۔

۱-ٹیکسوں کی ادائیگی: ہر ریاست اپنے اخراجات پورا کرنے اور شہریوں کو سہولیات فراہم کرنے کے لیے ٹیکس عائد کرتی ہے۔ شہریوں کو ٹیکسوں کی اہمیت کا اندازہ ہونا چاہیے۔ اور انہیں ایمانداری سے ادا کرنا چاہیے۔ فلاحی ریاست کے تصور نے ریاست کے فرائض میں اضافہ کیا ہے۔ شہریوں کے تعاون سے ریاست اپنے مقاصد پورے کرنے میں کامیاب ہوسکتی ہے۔

۲-ریاست سے وفاداری: شہریوں کو اپنی ریاست کا وفادار ہونا چاہیے اور اس پر کبھی بھی سمجھوتہ نہیں کرنا چاہیے۔ شہریوں کو ریاست کے مفادات کے سامنے اپنے مفادات کو قربان کرنے کا جذبہ ہونا چاہیے۔ ریاست سے وفاداری ایک اہم صفت سمجھی جاتی ہے۔ جدید زمانے میں شہری اپنی ریاست سے وفاداری کا مظاہرہ کرتے ہیں۔ ریاست کو ایسا ماحول پیدا کرنا چاہیے کہ شہری اپنی جان و مال اس پر قربان کرنے کے لیے تیار ہوں۔

۳-قوانین پر عمل: ہر ریاست شہریوں کی زندگیوں میں نظم پیدا کرنے کے لیے قوانین بناتی ہے۔ ہر ریاست میں قوانین پر عمل درآمد کرانے کے لیے ایک جامع نظام ترتیب دیا جاتا ہے۔ شہریوں کا فریضہ ہے کہ وہ قوانین پر عمل کریں۔ اِس سے ریاست میں ایک صحت مند ماحول پیدا ہوگا اور ریاست ترقی کے راستے پر گامزن ہوگی۔ ریاست کو قانون کی حاکمیت قائم کرنے اور سماجی مساوات قائم کرنے کو یقینی بنانا چاہیے۔

۴-سماج دشمن عناصر پر نظر رکھنا: شہریوں کا فرض ہے کہ وہ سماج دشمن عناصر پر نظر رکھیں۔ اور اگر انہیں محسوس ہو کہ اُن کے اردگرد ریاست مخالف کام ہو رہا

ہے تو انہیں فوراً قانون نافذ کرنے والے اداروں کو اطلاع دینی چاہیے۔ اس طرح عادی سماج دشمن عناصر کی حوصلہ شکنی ہوگی اور معاشرے میں امن کو فروغ ملے گا۔

۵۔ قدرتی آفات کے دوران حکومتی اداروں کی مدد: شہریوں کا اہم فرض ہے کہ قدرتی آفات مثلاً سیلاب، زلزلہ، ٹریفک حادثے یا دہشت گردی کے واقعات کے دوران حکومتی اداروں کی مدد کریں حادثات کی صورت میں شہریوں کو خون کے عطیات دینے چاہئیں اس طرح شہریوں کے تعاون سے حکومت کو قدرتی آفات سے نپٹنے میں آسانی ہوگی۔

۶۔ ووٹ کا استعمال: جمہوریت میں تواتر سے انتخابات کروائے جاتے ہیں شہریوں کا فرض ہے کہ وہ ووٹ کا صحیح استعمال کریں۔ اُنہیں چاہیے کہ وہ مختلف سیاسی جماعتوں کے انتخابی منشور کا موازنہ کریں اور پھر ووٹ دینے کا فیصلہ کریں۔ اس طرح اہل افراد کا چناؤ ہوگا۔

۷۔ بد عنوانی سے پرہیز: بد عنوانی معاشرے کے لیے زہر قاتل ہے اور ریاست کو بد عنوان عناصر سے سختی سے نپٹنا چاہیے۔ اچھے شہری ہمیشہ بد عنوانی سے پرہیز کرتے ہیں۔ کیونکہ یہ معاشرے کے لیے نقصان دہ ہے۔ بعض اوقات شہری ذاتی فائدے کے لیے ملک کا نا قابل تلافی نقصان کرتے ہیں۔

تجزیہ: شہری اپنی ریاست میں بے شمار سہولیات حاصل کرتے ہیں انہیں اپنے فرائض خوشدلی سے ادا کرنے چاہیے۔ انہیں ذاتی مفادات کو ریاست کے مفادات کے لیے قربان کرنے سے دریغ نہیں کرنا چاہیے۔

اسلام کا شہریوں کے حقوق کا نظریہ

اسلام ایک مکمل ضابطہ حیات ہے۔ یہ بلا امتیاز تکریم انسانیت کا درس دیتا ہے۔ شہری سماجی مساوات سے لطف اندوز ہوتے ہیں کیونکہ انصاف کی فراہمی اسلامی ریاست کا بنیادی اصول ہے۔ ایک اسلامی ریاست میں شہری درج ذیل حقوق سے لطف اندوز ہوتے ہیں۔

۱۔ ملکیت کا حق: اسلام شہریوں کو ملکیت کا حق دیتا ہے۔ شہریوں کی جائیدادوں کی حفاظت اسلامی ریاست کا فریضہ ہے۔ اسلام دوسروں کی جائیدادوں پر قبضہ کرنے کی حوصلہ شکنی کرتا ہے اور جائز طریقے سے جائیداد حاصل کرنے کی حوصلہ افزائی کرتا ہے۔

۲۔ زندگی کا حق: تمام شہریوں کو بلا تفریق زندگی کا حق حاصل ہوتا ہے۔ ریاست شہریوں کی زندگیوں کو محفوظ بناتی ہے اسلام انسانیت کی تکریم کا درس دیتا ہے۔ اسلامی ریاست کا فرض ہے کہ وہ غیر مسلموں کی زندگیوں کی حفاظت کرے۔ اسلام میں قتل کی سزا موت ہے۔ اسلام معاشرہ میں امن قائم کرنا چاہتا ہے۔

۳۔ سماجی مساوات اور قانون کی حاکمیت: تمام شہریوں کا بنیادی حق ہے کہ معاشرے میں سماجی مساوات اور قانون کی حاکمیت قائم ہو۔ اسلام میں مذہب، ذات، نسل، علاقے، قبیلے یا دولت کی بنیاد پر امتیاز روا نہیں رکھا جاتا۔ حکومت قانون کی حاکمیت کو یقینی بناتی ہے اور تمام شہریوں سے مساویانہ بنیادوں پر سلوک کرتی ہے۔ اسلام واضح طور پر سماجی انصاف کے قیام کی ہدایات دیتا ہے۔

۴۔ شخصی آزادی: اسلام شہریوں کو اپنی مرضی کے مطابق زندگی گزارنے کی اجازت دیتا ہے۔ اسلام نے غلامی کا خاتمہ کیا۔ کسی بھی انسان کو غیر قانونی طور پر حبس بے جا میں نہیں رکھا جاسکتا۔ تمام شہریوں کو بلا خوف و امتیاز شخصی آزادی کا حق وحاصل ہے اس پر کسی بھی صورت پابندی نہیں ہونی چاہیے۔

۵۔ اظہار کی آزادی: اسلامی ریاست کے شہری آزادانہ طور پر اپنی رائے کا اظہار کرسکتے ہیں۔ حکومت اُن پر دباؤ نہیں ڈال سکتی۔ شہریوں کی تنقید حکومت کو اپنی

غلطیوں کی اصلاح کرنے پر مجبور کرتی ہے۔ خلفائے راشدین کے دور میں بھی اظہار کی آزادی حاصل تھی۔ اس پر کسی بھی صورت پابندی نہیں ہونی چاہیے۔

۶-خواتین کے حقوق: اسلام کی آمد سے قبل خواتین کو معاشرے میں کوئی مقام حاصل نہ تھا۔ اسلام نے خواتین کو حقوق عطا کیے۔ اسلامی ریاست میں خواتین کو اسلامی تعلیمات کے مطابق حقوق دیتے گئے ہیں۔ ان حقوق میں جائیداد، تعلیم، ملازمت، سماجی انصاف اور اظہار رائے کی آزادی شامل ہیں۔ اسلام میں عورت کو ایک بیٹی، بہن، بیوی اور ماں کی حیثیت سے حقوق حاصل ہیں۔ حکومت کو خواتین کے استحصال کے خاتمے کے قوانین رائج کرنے چاہئیں۔

۷-تعلیم کا حق: اسلام مرد اور عورت دونوں کی تعلیم پر زور دیتا ہے۔ تعلیم یافتہ افراد ملکی ترقی میں اہم کردار ادا کرتے ہیں۔ اسلامی ریاست کے تمام شہریوں کو برابری کی سطح پر تعلیم کے مواقع حاصل ہوتے ہیں۔

۸-عزت و آبرو کا حق: اسلام تکریم انسانیت کا درس دیتا ہے۔ اور اپنے جاننے والوں کو دوسروں کی بے عزتی کرنے اور بہتان تراشی سے دور رہنے کا درس دیتا ہے۔ حکومت کی نظر میں تمام شہری برابر تصور ہوتے ہیں۔ اسلام دوسروں کو برے ناموں سے پکارنے اور کسی کو ذلیل کرنے سے روکتا ہے۔ ہر شخص کا حق ہے کہ دوسرے اُس کی عزت کریں۔

۹-مذہبی حقوق: تمام شہریوں کو اسلامی ریاست میں مذہبی آزادی حاصل ہوتی ہے۔ اقلیتوں کو اپنے مذاہب کی تعلیمات پر عمل کرنے میں آزادی حاصل ہوتی ہے۔ اور حکومت اُن کی مذہبی عبادت گاہوں کی حفاظت کرنے کی ذمہ دار ہوتی ہے۔ اسلام برداشت اور دوسروں کے عقائد کا احترام کرنے کا درس دیتا ہے۔ مذہبی حقوق کی فراہمی سے معاشرے میں ہم آہنگی پیدا ہوتی ہے۔ دین کے معاملے میں کوئی جبر نہیں ہے۔

۱۰-سیاسی حقوق: ایک اسلامی ریاست میں شہریوں کو مذہبی حقوق حاصل ہوتے ہیں۔ اسلام میں کسی ایک طبقے کو حکومت کرنے کا حق حاصل نہیں ہے۔ کوئی عام شخص بھی حکمران منتخب ہو سکتا ہے۔ شہریوں کو سیاسی حقوق مثلاً ووٹ ڈالنے، منتخب ہونے، تنقید کرنے اور رائے کے اظہار کی آزادی وغیرہ حاصل ہوتے ہیں۔

تجزیہ: اسلامی ریاست ایک فلاحی ریاست ہے جو اپنے شہریوں کو زندگی کی بنیادی سہولیات فراہم کرتی ہے۔ شہری بلاامتیاز رنگ، نسل مذہب، زبان، قبیلے یا کسی اور سماجی تفریق کے تمام حقوق سے لطف اندوز ہوتے ہیں۔ قانون کی حاکمیت تمام شہریوں کو حقوق کی فراہمی کو یقینی بناتی ہے۔ غیر مسلموں کو بھی اسلامی ریاست میں حقوق حاصل ہوتے ہیں۔

اقوام متحدہ کی جنرل اسمبلی نے ۱۰ دسمبر ۱۹۴۸ء کو عالمی اعلان حقوق منظور کیا۔ یہ ایک تاریخی دستاویز ہے جس کے تحت تمام انسان آزادی اور حقوق کے حقدار ہیں۔ اس کے درج ذیل آرٹیکلز ہیں۔

1. تمام افراد آزاد پیدا ہوئے ہیں۔ اور وہ عزت اور حقوق کے برابر حقدار ہیں۔

2. تمام افراد کو بلاامتیاز حقوق اور آزادیاں حاصل ہیں۔

3. ہر انسان کو زندگی، آزادی اور تحفظ کا حق حاصل ہے۔

4. کسی انسان کو غلام نہیں بنایا جاسکتا۔

5. کسی انسان کے ساتھ پر تشدد، ظالمانہ، غیر انسانی یا ہتک آمیز سلوک نہیں کیا جائے گا۔

6. ہر انسان کو قانون کے سامنے پہچان کا حق حاصل ہے۔

7. تمام افراد قانون کے سامنے برابر حیثیت رکھتے ہیں۔

8. تمام افراد کو حقوق چھینے جانے کی صورت میں ملکی عدالتوں سے مدد لینے کا حق حاصل ہے۔

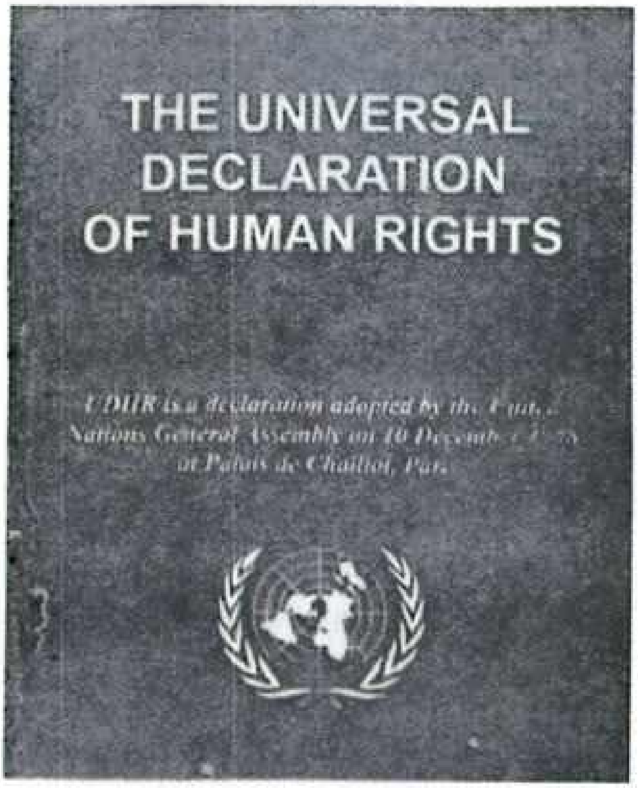

9. کسی انسان کو بلاوجہ گرفتار، جلاوطن یا حبس بے جا میں نہیں رکھا جاسکتا۔

10. ہر انسان کو آزادانہ ٹرائل کا حق حاصل ہے۔

11. ہر انسان کو کسی بھی مقدمے میں دفاع کا حق حاصل ہے۔

12. ہر انسان کو شخصی آزادی، رازداری، خاندان، گھر اور خط و کتابت کا حق حاصل ہے۔

13. ہر انسان کو رہائش اور نقل و حرکت کی آزادی حاصل ہے۔

14. ہر انسان کو دوسرے ممالک میں پناہ لینے کا حق حاصل ہے۔

15. ہر انسان کو ریاست کی قومیت کا حق حاصل ہے۔

16. ہر بالغ مرد اور عورت کو شادی کرنے اور خاندان کی بنیاد رکھنے کا حق حاصل ہے۔

17. ہر انسان کو جائیداد بنانے کا حق حاصل ہے۔

18. ہر انسان کو سوچ اور ضمیر کی آزادی حاصل ہے۔

19. ہر انسان کو رائے کے اظہار کی آزادی حاصل ہے۔

20. ہر انسان کو پرامن اجتماع کرنے کی آزادی حاصل ہے۔

21. ہر انسان کو براہ راست یا اپنے نمائندوں کے ذریعے بالواسطہ طریقے سے حکومت میں شریک ہونے کا حق حاصل ہے۔

22. ہر انسان کو سماجی تحفظ کا حق حاصل ہے۔

23. ہر انسان کو آزادانہ کام کرنے اور ملازمت اختیار کرنے کا حق حاصل ہے۔

24. ہر انسان کو آرام کرنے اور فرصت کا حق حاصل ہے۔

25. ہر انسان کو صحت اور تندرستی کے لیے مناسب معیارِ زندگی کا حق حاصل ہے۔

26. ہر انسان کو تعلیم کا حق حاصل ہے۔ اور ابتدائی تعلیم مفت ہوگی۔

27. ہر انسان کو ثقافت کا حق حاصل ہے۔

28. ہر انسان کو اپنی دنیا میں رہنے کا حق حاصل ہے جہاں اس اعلان میں بیان کیے گئے حقوق اور آزادانہ زندگی سے لطف اندوز ہو سکیں۔

29. ہر انسان جس جگہ رہ رہا ہو وہاں کے لوگوں کے لیے اس پر کچھ ذمہ داریاں عائد ہوتی ہیں۔

30. افراد، ادارے یا حکومت اس اعلان میں بیان کیے گئے حقوق اور آزادیوں کو چھین نہیں سکتے۔

تجزیہ: انسانی حقوق کے عالمی منشور کے ۳۰ آرٹیکلز ہیں جس میں آزادی کا حق، زندگی کا حق، تعلیم کا حق، تشدد سے بچاؤ کا حق، اظہار کی آزادی کا حق اور آزادانہ ٹرائل کا حق شامل ہیں۔ یہ اعلان کئی بین الاقوامی معاہدوں، ریاستوں کے دساتیر اور قانونی فریم ورکس کے لیے بنیادی متن کا کام کرتا ہے۔ یہ دنیا بھر میں ناانصافی اور ظلم کے خلاف ایک اہم اور طاقتور آلہ کے طور جانا جاتا ہے۔ اس منشور سے متاثر ہو کر کئی سماجی تحریکیں شروع کی گئیں۔

اقوام متحدہ کا بچوں کے حقوق کا کنونشن

اقوام متحدہ کی جنرل اسمبلی نے ۱۹۸۹ میں بچوں کے حقوق کا کنونشن منظور کیا۔ اور اسے ستمبر ۱۹۹۰ میں نافذ کیا گیا۔ اس کے نمایاں نکات درج ذیل ہیں۔

1. ۱۸ سال سے کم عمر شخص بچہ کہلائے گا۔
2. تمام بچے بلاامتیاز حقوق کے حقدار ہیں۔
3. بچوں کو تعلیم کا حق حاصل ہے اور ابتدائی تعلیم مفت ہوگی۔
4. بچوں کے کنونشن میں بیان کردہ تمام حقوق کو فراہم کرنے کے لیے حکومتیں ہر ممکن اقدامات اٹھا سکتی ہیں۔
5. ہر بچے کو اپنی پیدائش سے زندگی کا حق حاصل ہے۔ اور حکومت کو بچے کو بچانے کو یقینی بنانا چاہیے۔
6. ہر بچے کو نام اور قومیت کا حق حاصل ہے۔
7. بچوں کو اپنے والدین سے جدا نہیں کیا جا سکتا۔ البتہ بچوں کے اپنے فائدے کے لیے ایسا کیا جا سکتا ہے۔

8. حکومتوں کو بچوں کی اسمگلنگ کو روکنا چاہیے۔

9. بچوں کو ایسے معاملات پر اظہار رائے کی آزادی حاصل ہے جن سے وہ متاثر ہو رہے ہوں۔

10. بچوں کو سوچ اور مذہب کی آزادی حاصل ہے

11. بچے کی پرورش کی ذمہ داری ماں اور باپ دونوں پر عائد ہوتی ہے۔

12. حکومت کو بچوں کو جسمانی تشدد اور بدسلوکی سے بچانا چاہیے۔

13. بچوں کو صحت کی سہولیات حاصل کرنے کا حق حاصل ہے۔

14. حکومت کو چائلڈ لیبر پر پابندی عائد کرنی چاہیے۔

بچوں کے حقوق کا کنونشن ایک اہم بین الاقوامی معاہدہ ہے جو بچوں کو سماجی، معاشی اور سیاسی حقوق عطا کرتا ہے۔ یہ بچوں کی حفاظت کی اہمیت پر زور دیتا ہے۔ تقریباً دنیا کی ہر ریاست اس کنونشن کی توثیق کر چکی ہے۔ یہ انسانی حقوق کے سب سے زیادہ قبول شدہ معاہدوں میں سے ایک ہے۔ اور یہ بچوں کے حقوق کی خلاف ورزیوں کے سامنے ایک آلہ کے طور پر کام کرتا ہے۔

چائلڈ لیبر (Child Labour)

ایسا کام جو بچوں کو بچپن اُن کے وقار اور صلاحیتوں سے محروم کرے یا اُن کی ذہنی اور جسمانی نشوونما کے لیے نقصان دہ ہو چائلڈ لیبر کہلاتا ہے۔ یہ بچوں کو تشدد سے محفوظ رکھنے کے راستے میں ایک بڑی رکاوٹ ہے۔ مزدوروں کی عالمی تنظیم کے کنونشن نمبر ۱۸۲ کے آرٹیکل ۳ کے مطابق چائلڈ لیبر کی بدترین شکلیں درج ذیل ہیں۔

- غلامی کی تمام اقسام، بچوں کی خرید اور اسمگلنگ، زبردستی مزدوری کروانا اور مسلح تصادم کے لیے بچوں کی زبردستی بھرتی۔
- بچے کو جسم فروشی کی پیشکش کرنا۔
- بچوں سے مجرمانہ کام مثلاً منشیات فروشی کروانا۔
- ایسا کام کرنا جس سے بچے کی صحت، حفاظت اور اخلاقیات پر برا اثر پڑے۔

نقصان دہ چائلڈ لیبر (Harmful Child Labour)

ایسا کام جو بچوں کی صحت، حفاظت اور اخلاقیات پر برا اثر ڈالے نقصان دہ چائلڈ لیبر کہلاتا ہے۔ مزدوروں کی عالمی تنظیم کی سفارش نمبر ۱۹۰ کے آرٹیکل ۳ کے مطابق کچھ نقصان دہ سرگرمیاں درج ذیل ہیں۔

- زمین کے نیچے، پانی کے نیچے اور خطرناک اونچائی پر کیا جانے والا کام۔

- خطرناک مشنری، ہتھیاروں کے ساتھ کیاجانے والاکام یاہاتھوں کے ساتھ بھاری وزن اٹھانا۔
- ایساکام جوغیر صحت مندانہ ماحول میں لیاجائے جو بچوں کو خطرناک چیزوں سے دوچار کرے یاایسے درجہ حرارت میں کام کیاجائے جس سے بچوں کی صحت کو نقصان ہو۔
- مشکل حالات میں کام لیناجیسے کہ طویل گھنٹوں تک کام لینا۔

خواتین کے حقوق اور صنفی امتیاز

خواتین کے حقوق کا شمار بنیادی حقوق میں ہوتا ہے اور انہیں قانونی تحفظ حاصل ہوتا ہے۔ ان کے ذریعے خواتین کی آزادی، مساوی مواقع کی فراہمی اور سہولیات کی فراہمی کو یقینی بنایاجاتا ہے۔ خواتین کو تعلیم ،سیاست اور صحت کے شعبوں میں مواقع فراہم کیے جاتے ہیں۔ صنف کی بنیاد پر فرق رکھنے کو صنفی امتیاز پکارا جاتا ہے۔ یہ عام طور پر ثقافتی طرزِ عمل، معاشرے کی اقدار اور اداروں کی بنیادوں میں نمایاں طور پر نظر آتا ہے صنفی امتیاز کے خاتمے کے لیے خواتین کو با اختیار بنانا، قانونی اصلاحات، تشہیر اور کمیونٹی کو شامل کرنا ضروری ہوتا ہے۔ مؤثر حکومتی پالیسیوں، سول سوسائٹی اور بین الاقوامی کمیونٹی کے تعاون سے صنفی مساوات کو قائم رکھاجاسکتا ہے۔

پاکستان میں خواتین کے حقوق

خواتین پاکستان کی قابل احترام شہری ہیں جوملک کی تعمیر وترقی میں اپنی خدمات سرانجام دے رہی ہیں۔ آئین کے آرٹیکل ۲۵ کے مطابق تمام شہری قانون کی نظر میں برابر ہیں۔ اور برابری کی سطح پر قانونی تحفظ کے حقدار ہیں۔ صنف کی بنیاد پر شہریوں کے درمیان فرق روا نہیں رکھاجائے گا۔ آرٹیکل ۳۴ کے مطابق خواتین کے لیے زندگی کے ہر شعبے میں شرکت کے لیے مواقع کو یقینی بنایاجائے گا۔ پاکستان میں خواتین کام کرنے والی جگہ پر اپنے آپ کو محفوظ خیال کرتی ہیں ہراسگی کے خلاف خواتین کے تحفظ کے ایکٹ ۲۰۱۰ کے ذریعے خواتین کو کام کرنے والی جگہوں پر پُرامن ماحول فراہم کیاجاتا ہے۔ تیزابی جرائم کی روک تمام کے ایکٹ ۲۰۱۱ کے تحت تیزاب پھینکنے پر سخت سزائیں رکھی گئی ہیں۔

انسانی حقوق کے عالمی منشور میں ٹرانس جینڈر کے لیے الگ حقوق کا ذکر نہیں کیاگیا ہے۔ اس میں تمام افراد کے حقوق کی بات کی گئی ہے۔ ان حقوق میں زندگی کا حق، آزادی کا حق، تحفظ کا حق اور امتیازی سلوک سے بریت کا حق شامل ہیں۔ اقوام متحدہ کے ادارے مثلاً انسانی حقوق کے ہائی کمشنر کا آفس یواین ویمن، صنفی مساوات، انسانی حقوق اور ٹرانس جینڈر کے حقوق کے لیے کام کرتے ہیں۔ ۲۰۰۹ میں ٹرانس جینڈر کو تیسری صنف تسلیم کیاگیا۔ سپریم کورٹ آف پاکستان نے درخواست نمبر ۲۰۰۹ / ۴۳ میں محمد اسلم خاکی بنام ایس ایس پی راولپنڈی میں اپنے فیصلے میں حکومت کو ہدایات جاری کیں کہ وہ ٹرانس جینڈر حقوق کو تسلیم کرے۔

۱۹۷۳ء کے آئین کے تحت انسانی حقوق

۱۹۷۳ء کے آئین میں آرٹیکل ۸ تا ۲۸ انسانی حقوق کی بات کی گئی ہے۔ جس کی تفصیل درج ذیل ہے۔

1. تمام افراد کو قانون کے مطابق زندگی اور آزادی کے حقوق حاصل ہیں۔

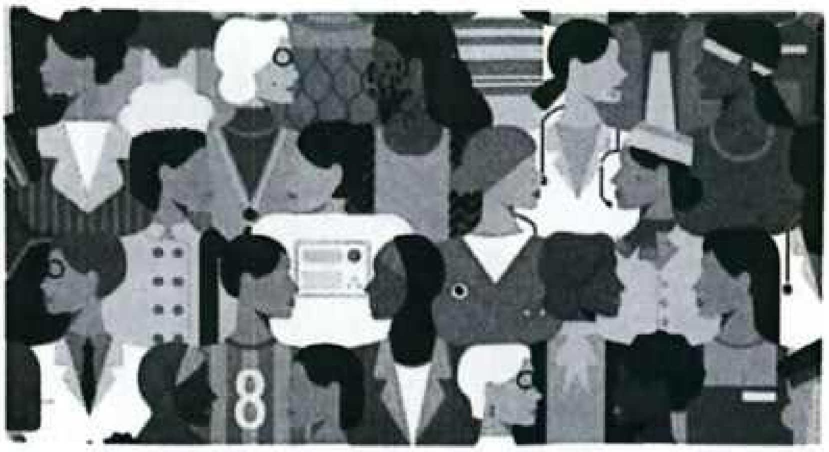

2. کسی شخص کو غیر قانونی طور پر گرفتار نہیں کیا جاسکتا۔

3. ہر شخص کو آزادانہ ٹرائل کا حق حاصل ہے۔

4. غلامی اور جبری مشقت پر پابندی عائد ہے۔

5. کسی شخص کو ایک جرم میں ایک سے زیادہ دفعہ سزا نہیں دی جاسکتی۔

6. تمام افراد کو نجی آزادی اور عزت کا حق حاصل ہے۔

7. تمام افراد کو پاکستان کے کسی بھی حصے میں نقل و حرکت کی آزادی حاصل ہے۔

8. ہر شخص کو پر امن اجتماع کرنے کا حق حاصل ہے۔

9. ہر شخص کو تنظیم اور یونین بنانے کا حق حاصل ہے۔

10. ہر شخص کو تجارت، کاروبار اور پیشے کی آزادی حاصل ہے۔

11. ہر شخص کو رائے کے اظہار کی آزادی حاصل ہے۔

12. ہر شخص کو ملکی مفاد میں معلومات تک رسائی کا حق حاصل ہے۔

13. تمام افراد کو مذہبی آزادی حاصل ہے۔

14. ہر شخص کو جائیداد بنانے کا حق حاصل ہے۔

15. تمام افراد قانون کی نظر میں برابر ہیں۔

16. ریاست ۵ تا ۱۶ سال کے بچوں کو مفت تعلیم فراہم کرے گی۔

17. تمام افراد کو تفریح کے مقامات پر جانے کی برابر آزادی حاصل ہے۔

18. تمام افراد کو ملازمتوں میں برابر مواقع دیے جائیں گے۔

19. تمام افراد کو اپنی زبانوں اور ثقافتوں کی ترویج کے برابر مواقع حاصل ہیں۔

پاکستان میں انسانی حقوق کی حیثیت

۱۹۷۳ء کے آئین میں انسانی حقوق کو تفصیلاً بیان کیا گیا ہے۔ ان حقوق کو حقیقی معنوں میں رائج ہونا چاہیے۔ تمام شہری قابل احترام ہیں اور وہ ملکی تعمیر و ترقی میں انفرادی اور اجتماعی شکل میں اپنا کردار ادا کر رہے ہیں۔ مختلف گروہوں کے درمیان ہم آہنگی پیدا کرنے کے لیے "تنوع میں اتحاد" کے نظریے کو فروغ دینا چاہیے۔ حکومت کو انسانی حقوق کی پامالی کرنے والوں کو سخت سزائیں دینی چاہیں۔ انسانی حقوق کمیشن پاکستان انسانی حقوق کے تحفظ کے لیے اپنی خدمات سرانجام دے رہا ہے۔ یہ باریک بینی سے انسانی حقوق کی خلاف ورزیوں کا جائزہ لیتا ہے سالانہ اور مخصوص رپورٹیں شائع کرتا ہے۔ کمیشن نے اپنی ۲۰۲۳ء کی رپورٹ میں پاکستان میں انسانی حقوق کے حوالے سے اپنے شدید تحفظات کا اظہار کیا ہے۔ قانون کی حاکمیت کے اصول پر عمل کرنے سے ہی پاکستان میں شہریوں کے حقوق کو محفوظ بنایا جا سکتا ہے۔ اس سے شہری میں حب الوطنی کا جذبہ پیدا ہوگا۔

پاکستان میں صحت اور تعلیم کے شعبوں میں انسانی حقوق کی حیثیت

پاکستان میں صحت اور تعلیم کے شعبوں میں بعض شدید تحفظات کا اظہار کیا جاتا ہے۔ دیہاتی علاقوں میں عملے کی کمی اور صحت کی سہولیات کا فقدان ہوتا ہے۔ صحت کے شعبے میں بہتری لانے کے لیے زیادہ سے زیادہ فنڈ مختص کرنے چاہیں۔ تعلیم کے شعبے میں بھی دیہاتی اور شہری علاقوں میں تفریق نمایاں طور پر دیکھی جا سکتی ہے۔ حکومت کو دور دراز علاقوں میں تعلیم کی سہولیات فراہم کرنے پر توجہ دینی چاہیے۔

پاکستان میں غربت کے خاتمے میں تعلیم کا کردار

یقیناً تعلیم غربت کے خاتمے میں اہم کردار ادا کرتی ہے۔ تعلیم یافتہ افراد ملازمتیں حاصل کرتے ہیں۔ ہنر مند افرادی قوت غیر ملکی سرمایہ کاروں کو متوجہ کر سکتی ہے اور اس سے معاشی ترقی میں مدد مل سکتی ہے۔ تعلیم یافتہ افراد اپنے کاروبار شروع کرکے دوسروں کے لیے ملازمتوں کے مواقع پیدا کر سکتے ہیں تعلیم سے کئی طرح کے کیریئر کے راستے کھل جاتے ہیں۔ پیشہ وارانہ تعلیم کی بدولت معاشرے میں ہنر مند افراد کی تعداد میں اضافہ ہوتا ہے۔ تعلیم یافتہ کسان پیداوار اور کوالٹی میں اضافے کا باعث بنتے ہیں تحقیق کے شعبے کو ترقی دینے سے قومی آمدن میں اضافہ ہوتا ہے۔

خوراک میں خود کفالت کی اہمیت

ہر فرد کا یہ حق ہے کہ اُسے وافر اور بھرپور غذائیت والی خوراک حاصل ہو۔ صحت مند شہری ریاست کی ترقی میں اہم کردار ادا کرتے ہیں۔ جبکہ بیمار اشخاص توانائی سے کام نہیں کر سکتے۔ آرٹیکل ۲۵ کے مطابق ہر شخص کو صحت اور بہبود کے لیے مناسب معیار زندگی کا حق حاصل ہے۔ خوراک میں خود کفالت صحت مند آبادی کا باعث بنتی ہے۔ بچوں کی نشوونما کے لیے مناسب غذائیت بہت اہم ہے۔ خوراک نہ ہونے کا ڈر معاشرے میں افراتفری کا باعث بن سکتا ہے۔ اس کی نسبت خوراک میں خود کفالت معاشرے میں ہم آہنگی پیدا کرتی ہے۔ اقوام متحدہ کی خوراک اور زراعت کی تنظیم تمام افراد کے لیے خوراک کے تحفظ کو یقینی بنانے کے لیے کام کرتی ہے۔ اس تنظیم کے اہم مقاصد درج ذیل ہیں۔

1. غذائیت اور معیار زندگی کو بہتر بنانا۔
2. زرعی پیداوار میں اضافہ اور بہتری لانا۔
3. پائیدار ترقی کے ہدف ۲ کے مطابق ۲۰۳۰ء تک دنیا سے بھوک کو ختم کرنا ہے۔

اقلیتیں اور انسانی حقوق

اقلیت انسانوں کے ایسے گروہ کو کہتے ہیں جو مختلف مذہب، نسل اور رنگ سے تعلق رکھتے ہیں۔ جو ریاست میں بسنے والے دیگر گروہوں کی نسبت کم تعداد میں ہوتے ہیں۔ بعض ممالک میں اقلیتوں کو تعصب، پسماندگی، سماجی سیاسی اور معاشی سرگرمیوں میں حصہ لینے سے محروم رکھا جاتا ہے۔ ہر ریاست کو اپنی اقلیتوں کے ساتھ برابری کا سلوک کرنا چاہیے اور ان کے ساتھ کسی قسم کا تعصب روا نہیں رکھنا چاہیے۔ اقلیتوں کو حقوق اور سہولیات سے محروم نہیں رکھنا چاہیے۔ ایک اسلامی ریاست میں اقلیتوں کو ہر طرح کے حقوق اور سماجی مساوات حاصل ہوتے ہیں۔ ۱۹۷۳ء کے آئین کے مطابق تمام افراد کو بلا تفریق حقوق دیے گئے ہیں۔ تمام شہری قانون کی نظر میں برابر ہیں۔ غلامی، جبری مشقت، ظلم اور غیر انسانی سلوک غیر قانونی افعال ہیں۔ تمام شہریوں کو قانون کے مطابق زندگی اور آزادی کا حق حاصل ہے تمام شہریوں کو اپنے مذاہب کے مطابق عبادات کرنے کی اجازت ہے کسی شہری کو سرکاری امداد سے چلنے والے اداروں میں رنگ، نسل، مذہب، ذات یا جائے پیدائش کی بنیاد پر تعلیم حاصل کرنے سے روکا نہیں جا سکتا۔

پاکستان میں اقلیتوں کی مذہبی آزادیاں

مذہبی آزادی سے سماجی ہم آہنگی پیدا ہوتی ہے اور یہ انسانی وقار میں اضافے کا باعث بنتی ہے۔ اقوام متحدہ کے انسانی حقوق کے عالمی منشور کے آرٹیکل ۱۸ کے مطابق ہر انسان کو سوچ، ضمیر اور مذہب کی آزادی حاصل ہے۔ ۱۹۷۳ کے آئین میں تمام شہریوں کو بلا تفریق حقوق دیے گئے ہیں۔ آرٹیکل ۲۰ کے مطابق ہر شخص کو اپنی مرضی کا مذہب اختیار کرنے، مذہبی رسومات ادا کرنے اور اُن کی تشہیر کا حق حاصل ہے۔ آرٹیکل ۲۱ اور ۲۲ تعلیمی اداروں میں اقلیتوں کی مذہبی آزادی کو تحفظ فراہم کرتے ہیں۔ دونوں آرٹیکلز جبری مذہبی ٹیکسوں سے تحفظ فراہم کرتے ہیں۔ اقلیتیں پاکستان کی کے قابل قدر شہری ہیں اور وہ مذہبی آزادی سے لطف اندوز ہوتے ہیں۔

جانوروں کے حقوق

جانور اللہ کی مخلوق ہیں اور ان کی انسانی طور پر دیکھ بھال کرنی چاہیے۔ جانوروں کے حقوق میں نقصان سے بچاؤ، زیادتی اور استحصال سے بچاؤ شامل ہیں۔ جانوروں کے حقوق کا پرچار کرنے والے اس بات پر زور دیتے کہ ہیں کہ جانور رحمہ لانہ سلوک اور اخلاقی احترام کے حقدار ہیں۔ بین الاقوامی ہدایات اور عوامی دباؤ کے پیش نظر کئی ممالک نے جانوروں کی فلاح و بہبود کے لیے قوانین بنائے ہیں۔ جانوروں کے حقوق میں درپیش درج ذیل اہم مسائل ہیں۔

1. جانوروں کی بہت بڑی تعداد کو سائنسی تحقیق کے لیے استعمال کیا جاتا ہے۔ جس سے اُن کی صحت متاثر ہوتی ہے اور بعض اوقات موت واقع ہو جاتی ہے۔

2. عام طور پر جانوروں پر فیکٹری کاشکاری اور فارموں میں تشدد کیا جاتا ہے۔

3. جانوروں کو کم خوراک دی جاتی ہے۔ اور ان سے غیر انسانی سلوک کیا جاتا ہے۔

4. جانوروں کو چڑیا گھروں اور سرکسوں میں رکھا جاتا ہے جس سے اُن کی صحت خراب ہوتی ہے۔

درج ذیل بین الاقوامی معاہدے اور تنظیمیں جانوروں کی فلاح و بہبود کے لیے کام کرتی ہیں۔

- جانوروں کی بہبود کا عالمی اعلان Universal Declaration on Animal Welfare (UDAW)
- جنگلی حیوانات اور بیانات کی الجھن زدہ اقسام میں بین الاقوامی تجارت کا کنونشن
Convention on International Trade in Endargered Species of Wild Fauna and Flora (CITES)
- جانوروں کی صحت کے معیار کی عالمی تنظیم World Organizaiton for Animal Health (WOAH)

پاکستان میں جانوروں کے حقوق کی موجودہ حالت

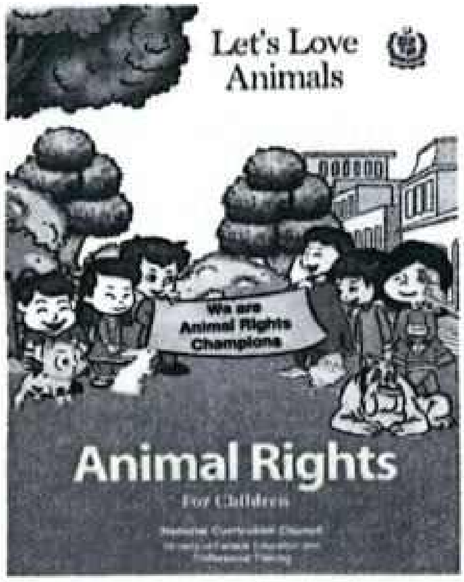

پاکستان میں جانوروں کے حقوق کی تنظیمیں مثلاً جانوروں کی فلاح و بہبود کی تنظیم اور جانوروں کی فلاح و بہبود کے لیے ویٹرنری سوسائٹی کام کر رہی ہیں۔ یہ تنظیمیں عوام میں جانوروں کے حقوق کی آگاہی کے لیے مہم چلاتی ہیں۔ حکومت پاکستان نے تعلیمی نصاب میں جانوروں کے حقوق کو شامل کیا ہے۔ پاکستان کی قومی نصاب کونسل نے "جانوروں کے حقوق" کے نام سے کتاب شائع کی ہے جسے کونسل کی ویب سائٹ پر دیکھا جاسکتا ہے ۔ جانوروں کے حقوق کی حفاظت کے لیے موثر قانون سازی کی ضرورت ہے۔ حکومت کو گدھوں اور گھوڑوں کے ساتھ کیا جانے والا کا غیر انسانی سلوک روکنے کے لیے سخت ایکشن لینا چاہیے۔ اس کے ساتھ جانوروں کی غیر قانونی تجارت کا سدباب کرنا چاہیے۔

پاکستان میں جانوروں کے حقوق کا پرچار کرنے والے کارکنان کو درپیش مسائل کو حل کرنے کی تجاویز

پاکستان میں جانوروں کے حقوق کا پرچار کرنے والے کارکنان کئی مسائل کا سامنا کر رہے ہیں جن میں سے چند درج ذیل ہیں۔

1. ملک میں جانوروں کے حقوق سے آگاہی نہ ہے۔ این جی اوز، سول سوسائٹی، تعلیمی اداروں اور میڈیا کو آگاہی مہم میں بڑھ چڑھ کر حصہ لینا چاہیے۔

2. جانوروں کی فلاح و بہبود کے لیے سخت قوانین کو متعارف کرانا چاہیے۔

3. جانوروں کے حقوق کا پرچار کرنے والے کارکنان کو جانوروں سے متعلقہ قانون سازی کے لیے حکومتی اداروں کے ساتھ معاونت کرنی چاہیے۔ انہیں موجود قوانین کے حقیقی معنوں میں عمل درآمد کرانے کے لیے حکومتی اداروں کے ساتھ رابطے میں رہنا چاہیے۔

4. قوانین پر عمل درآمد کرانے اور جانوروں کی پناہ گاہوں کے عملے کو باقاعدہ تربیت دینی چاہیے۔

5. جانوروں کے ہسپتالوں اور پناہ گاہوں میں اضافہ ہونا چاہیے۔

6. مقامی افراد اور علمائے کرام کو جانوروں کے ساتھ بہتر سلوک کرنے کی مہم میں شامل کیا جانا چاہیے۔

7. پاکستان میں جانوروں کی فلاح و بہبود کے منصوبوں کے لیے بین الاقوامی اداروں اور ماہرین کی خدمات لینی چاہیے۔

بچوں، خواتین اور جانوروں کے حقوق کے لئے کام کرنے والی تنظیمیں

بچوں، خواتین اور جانوروں کے حقوق کے تحفظ کے لیے بین الاقوامی سطح پر کئی تنظیمیں کام کر رہی ہیں جن میں سے چند درج ذیل ہیں۔

بچوں کے حقوق کی تنظیمیں

یونیسف: یہ تنظیم ۱۹۴۶ء میں قائم ہوئی اور اس کا شمار بچوں کے حقوق اور فلاح و بہبود پر کام کرنے والی اوّلین تنظیموں میں ہوتا ہے۔ یہ ۱۹۰ سے زائد ممالک میں اپنی خدمات پیش کرتی ہے۔ اس تنظیم کے اہم مقاصد میں بچوں کی زندگیوں کو بچانا، غذائیت، پانی، صحت، تعلیم اور تحفظ فراہم کرنا شامل ہیں۔

بچوں کو بچائیں (Save the children): یہ ایک بین الاقوامی این جی او ہے اور اس کا قیام ۱۹۱۹ء میں عمل میں لایا گیا۔ یہ تنظیم ترقی پزیر ممالک میں بچوں کے لیے ریلیف پہنچانے اور لوگوں میں آگاہی پیدا کرنے کے لیے اپنی خدمات سرانجام دیتی ہے۔ یہ تنظیم چاہتی ہے کہ بچوں کی بحفاظت نشوونما ہو، وہ صحت مند ہوں اور تعلیم حاصل کریں۔

چائلڈ رائٹس انٹرنیشنل نیٹ ورک: یہ ایک بین الاقوامی تنظیم ہے۔ جس کا قیام ۱۹۹۵ء میں عمل میں لایا گیا۔ یہ تنظیم بچوں کے حقوق کے تحفظ کے لیے کام کرتی ہے۔ یہ دنیا بھر میں پالیسیاں تبدیل کرنے اور قانونی اصلاحات متعارف کرانے کے لیے کام کرتی ہے۔

ساحل: ساحل پاکستان میں کام کرنے والی ایک مشہور تنظیم ہے جو بچوں کے استحصال کے خاتمے کے لیے کام کرتی ہے۔ یہ مفت قانونی امداد فراہم کرتی ہے اور شعور کی آگاہی کے لیے اپنی خدمات سرانجام دیتی ہے۔

بچوں کے حقوق کی حفاظت کی تنظیم(S P A R C):یہ تنظیم بچوں کے حقوق کی حفاظت کے لیے کام کرتی ہے۔ تعلیم،بچوں کی صحت،غذائیت،بچوں سے مشقت لینے کو روکنا اور نو عمر بچوں کو انصاف فراہم کرنا اس تنظیم کے اہم مقاصد ہیں۔

ایدھی فاؤنڈیشن:یہ تنظیم بچوں کے حقوق کے لیے کام کرتی ہے۔اس کے ساتھ یہ بچوں کو پناہ دیتی ہے،ان کی تعلیم کے لیے بندوبست کرتی ہے اور یتیم بچوں کے لیے صحت کی سہولیات فراہم کرنے کے لیے سرگرم عمل رہتی ہے۔

پاکستان میں بچوں سے مشقت کروانا اور مشقت میں کمی کے لیے کوششیں کرنا

پاکستان میں لاکھوں کی تعداد میں بچوں سے مشقت لی جاتی ہے۔اُن سے زیادہ تر گھروں میں کام کروایا جاتا ہے، کھیتی باڑی کروائی جاتی ہے،اینٹیں بنانے کا کام کرایا جاتا ہے اور فیکٹریوں میں کام کیا جاتا ہے۔وہ تعلیم سے محروم رہتے ہیں اور ان کی صحت متاثر ہوتی ہے۔اس صورتحال میں بہتری لانے کے لیے درج ذیل نکات پر عمل کرنا ضروری ہے۔

1. بچوں کی مشقت سے متعلقہ قوانین پر سختی سے عمل کرایا جائے حکومت کو یقینی بنانا چاہیے کہ یہ قوانین بین الاقوامی معیار کے مطابق ہیں۔

2. حکومت کو تمام بچوں کو تعلیم کی سہولیات فراہم کرنے کو یقینی بنانا چاہیے۔

3. بچوں کو کھانا فراہم کرنا یونیفارم فراہم کرنا اور وظیفے دینے جیسے اقدامات سے والدین کو بچوں کو تعلیم دلانے کے لیے راغب کیا جا سکتا ہے۔

4. سماجی بہبود کے پروگرام شروع کرنے چاہئیں اس سے غربت کو ختم کرنے میں مدد ملے گی اور کم عمر بچوں سے مشقت لینے کی روک تھام ہو گی۔

5. عوامی آگاہی مہم شروع کرنی چاہیے جس میں بچوں کے حقوق کی اہمیت واضح کی جائے اور لوگوں کو بتایا جائے کہ بچوں سے مشقت لینے سے ان کی صحت اور نشوونما پر منفی اثرات مرتب ہوتے ہیں۔

6. حکومت کو ان والدین کے خلاف ایکشن لینا چاہیے جو بچوں کو مشقت کرنے پر مجبور کرتے ہیں۔

7. ایک مانیٹرنگ کا سسٹم وضع کرنا چاہیے جو بچوں کی مشقت پر گہری نظر رکھے۔

پاکستان میں بچوں کے ہیروز

اقبال مسیح

اقبال مسیح:اقبال مسیح ۱۹۸۳ میں لاہور کے قریبی علاقے مریدکے میں غریب گھرانے میں پیدا ہوا۔وہ بچوں کی مشقت کے خلاف ایک سرگرم رکن تھا۔جس نے بچوں کی مشقت کے خلاف آواز اٹھائی۔ اقبال مسیح کو ۴ سال کی عمر میں ایک کارپٹ فیکٹری میں بندھوا مزدوری کے لیے بھیج دیا گیا۔جہاں اُسے سخت حالات کا مقابلہ کرنا پڑا۔۱۰ سال کی عمر میں اقبال مسیح وہاں سے بھاگ نکلا۔اس کے بعد وہ بچوں کی مشقت کے خلاف ایک سرگرم رکن بن گیا اور اُسے پوری دنیا میں شہرت حاصل ہوئی۔مشکلات اور

خطرات کے باوجود وہ اپنے عزم پر ڈٹا رہا۔ اقبال مسیح نے بچوں کی مفت مزدوری کے خلاف کام کرنے والے لوگوں کی حوصلہ افزائی کی۔ اُسے ۱۶ اپریل ۱۹۹۵ء میں قتل کر دیا گیا۔ حکومت نے اُسے بعد از مرگ ۲۰۰۰ء میں تمغۂ شجاعت سے نوازا۔

ارفع کریم: ارفع کریم ۱۹۹۵ء میں پیدا ہوئی اور وہ ایک کمپیوٹر جینئیس تھی۔ وہ ۲۰۰۴ء میں مائیکروسافٹ سرٹیفائیڈ پروفیشنل بن گئی۔ اُس نے کم عمری میں ہی کمپیوٹر کے شعبے میں مہارت حاصل کر لی۔ اُس کا نام گینیز بک آف ورلڈ ریکارڈ میں شامل کیا گیا۔ ارفع نے کئی بین الاقوامی فورمز پر پاکستان کی نمائندگی کی اور ۲۰۰۵ء میں پاکستان کا سب سے بڑا ایوارڈ "صدارتی حسن کارکردگی" حاصل کیا۔ ۱۰ سال کی عمر میں بل گیٹس نے ارفع کو امریکہ میں قائم مائیکروسافٹ ہیڈ کوارٹر میں آنے کی دعوت دی۔ ۱۴ جنوری ۲۰۱۲ کو ارفع کی کارڈیک اریسٹ کی وجہ سے موت واقع ہوئی۔ اس کے اعزاز میں لاہور میں ارفع سافٹ ویئر ٹیکنالوجی پارک قائم کیا گیا ہے۔

ارفع کریم

اعتزاز حسن: اعتزاز حسن ۱۹۹۸ء میں صوبہ خیبر پختونخواہ کے علاقے ہنگو میں پیدا ہوا۔ وہ ایک بہادر لڑکا تھا۔ وہ گورنمنٹ ہائی سکول ابراہیم زئی میں زیر تعلیم تھا۔ ۶ جنوری ۲۰۱۴ء کی صبح اعتزاز حسن نے سکول گیٹ کے سامنے ایک مشکوک شخص کو دیکھا اور اُس سے سوال کرنے کی کوشش کی مگر مشکوک شخص رکنے کی بجائے تیزی سے سکول کی طرف بڑھنے لگا۔ اعتزاز خود کش بمبار کے پیچھے بھاگا اور اُسے پکڑ لیا اور اُسے سکول میں داخل ہونے سے روک لیا۔ خود کش حملہ آور نے اپنی دھماکہ خیز جیکٹ سے دھماکہ کیا۔ اعتزاز حسن نے حملہ آور کو روک کر اپنے کئی ساتھیوں کی زندگیوں کو بچالیا۔ اعتزاز حسن دہشت گردی کے سامنے ہمت کی علامت بن گیا۔ اُس کے اعزاز میں سکول کا نام اعتزاز حسن شہید ہائی سکول رکھا گیا۔ اعتزاز حسن کو بعد از مرگ ستارہ شجاعت سے نوازا گیا۔

اعتزاز حسن

خواتین کے حقوق کے لیے کام والی تنظیمیں

یو این ویمن: یہ تنظیم ۲۰۱۰ء میں قائم ہوئی اور یہ صنفی مساوات اور خواتین کو با اختیار بنانے کے لیے کام کرتی ہے۔ یہ اقوام متحدہ کی ممبر ریاستوں کے ساتھ مل کر صنفی مساوات کے معیارات قائم کرتی ہے۔ یہ ریاستوں کے ساتھ قوانین اور پالیسیاں مرتب کرنے کے لیے رابطے قائم کرتی ہے۔

انٹرنیشنل ویمن رائٹس ایکشن واچ: یہ تنظیم ۱۹۸۵ء میں قائم ہوئی اور یہ عورتوں کے حقوق کے لیے کام کرتی ہے۔ یہ حکومتوں پر اقوام متحدہ کے قوانین کے مطابق خواتین سے تعصب کے خاتمے کے لیے کوششیں تیز کرنے پر زور دیتی ہے۔

ویمن گلوبل نیٹ ورک ری پروڈکٹو (Reproductive) رائٹس: یہ تنظیم ۱۹۸۴ء میں قائم ہوئی اور یہ عورتوں کے حقوق اور صحت کے لیے کام کرتی ہے۔ یہ صنفی مساوات اور عورتوں کو با اختیار بنانے کے لیے کام کرتی ہے۔

عورت فاؤنڈیشن:یہ ایک مشہور تنظیم ہے جو عورتوں کے حقوق کے لیے کام کرتی ہے۔یہ قانونی امداد، تعلیم اور معاشی مواقع پیدا کر کے عورت کو بااختیار بنانے کے لیے کام کرتی ہے۔یہ صنفی مساوات اور عورتوں پر تشدد کے خاتمے کے لیے مصروف عمل ہے۔

آل پاکستان ویمن ایسوسی ایشن:یہ تنظیم عورتوں کی فلاح اور حقوق کے لیے کام کرتی ہے۔یہ ملک کے اندر عورتوں کی صحت، سماجی انصاف، معاشی بہتری اور ان کے معیارزندگی کو بہتر بنانے کے لیے کام کرتی ہے۔

ویمن ایکشن فورم:یہ تنظیم پاکستان میں عورتوں کے حقوق اور صنفی مساوات کے لیے کام کرتی ہے۔یہ عورتوں پر تشدد کو منظر عام پر لاتی ہے۔اور عورتوں کی شرکت کی حوصلہ افزائی کرتی ہے۔

خواتین کے حقوق کی اہمیت

خواتین معاشرے میں اہم کردار ادا کرتی ہیں اور انہیں نظر انداز نہیں کرنا چاہیے۔خواتین کو حقوق عطا کر کے صنفی مساوات قائم کی جاسکتی ہے۔انھیں برابر مواقع کی فراہمی، آزادی اور سماجی انصاف کی فراہمی کو یقینی بنانا چاہیے۔خواتین کو حقوق کی فراہمی کرنے سے ہی معاشرہ اپنے آپ کو ایک منصفانہ معاشرہ کہلانے کا حقدار ہوتا ہے۔اگر خواتین کو حقوق دیئے جائیں تو وہ معاشی، سماجی اور سیاسی میدان میں حصہ لے سکتی ہیں۔جس سے اُن کی صحت، بہتری اور معاشی ترقی میں مدد ملتی ہے۔خواتین کو تشدد داستحصال اور امتیازی سلوک سے دور رکھنا چاہیے۔

پاکستان کے سماجی شعبے کی بگڑتی ہوئی صورتحال میں اہم کردار ادا کرنے والے عوامل

مجموعی طور پر پاکستانی معاشرے میں عورت کی عزت کی جاتی ہے۔پاکستان کی پارلیمنٹ نے خواتین کے حقوق اور ان کی حفاظت کے لیے قوانین پاس کیے ہیں مثلاً ایڈز کنٹرول اینڈ ایسڈ پروموشن ایکٹ ۲۰۱۰ء شامل ہیں۔پاکستان کے سماجی ڈھانچے کو کئی مسائل درپیش ہیں۔خواتین کو درپیش اہم مسائل میں گھریلو تشدد، عزت کے نام پر قتل، زبردستی کی شادی وغیرہ شامل ہیں۔پاکستان کے سماجی شعبے میں بہتری لانے کے لیے پرنٹ اور الیکٹرانک میڈیا، مذہبی رہنما، انسانی حقوق کے سرگرم کارکنان اور سیاسی جماعتیں بھی اہم کردار ادا کر سکتیں ہیں۔

رول ماڈل خواتین

ثمینہ بیگ

ا۔ صائمہ بیگ۔کوہ پیما: صائمہ بیگ ۱۹۹۹ء میں گلگت بلتستان میں پیدا ہوئیں اور انھوں نے کوہ پیما بننے کا فیصلہ کیا۔انھیں اپنے لوگوں کی طرف سے مخالفت کا سامنا کرنا پڑا۔ لیکن اس سے اُن کا حوصلہ پست نہ ہوا۔اُنھوں نے ۲۰۱۳ء میں دنیا کی سب سے بلند چوٹی کے۔ٹو سر کی وہ پہلی پاکستانی خاتون تھیں جنھوں نے یہ اعزاز حاصل کیا۔انہیں دنیابھر میں شہرت ملی۔اس سے کئی پاکستانی لڑکیوں کو حوصلہ ملا۔صائمہ کی صلاحیتوں کی پاکستانیوں نے بھی تعریف کی۔صائمہ بیگ عورتوں صنفی مساوات اور عورتوں کو کھیلوں کی طرف راغب کرنے کے لیے کام کرتی ہیں۔۲۰۱۸ء میں صائمہ بیگ کو یو۔

این۔ڈی۔پی میں پاکستان کے خیر سگالی سفیر کے طور پر نامزد کیا گیا۔

ثناء میر-کرکٹر: ثناء میر ۱۹۸۶ء میں پیدا ہوئیں وہ سابق کرکٹر اور کرکٹ کی کمنٹیٹر ہیں۔ انہوں نے ون ڈے اور ٹی۔ٹونٹی میں پاکستان کی ٹیم کیپٹن کے طور پر نمائندگی کی۔ انھوں نے ۲۲۶ بین الاقوامی میچوں میں حصہ لیا اور ۱۳۷ میچوں میں کپتانی کی۔ وہ ون ڈے میں پاکستان کی طرف سے ۱۰۰ وکٹیں حاصل کرنے والی پہلی باؤلر ہیں۔ ۲۰۱۸ء میں آئی سی سی نے انہیں ون ڈے کی نمبر ا باؤلر قرار دیا۔ ۲۵ اپریل ۲۰۲۰ء کو ثناء میر نے انٹرنیشنل کرکٹ سے ریٹائرمنٹ کا اعلان کیا۔ ثناء میر صنفی مساوات اور عورتوں کے حقوق کے لیے بھی کام کرتی ہیں۔ ثناء میر کو دیکھ کر پاکستانی لڑکیوں میں بھی زندگی کے مختلف شعبوں میں آگے بڑھنے کا جذبہ پیدا ہوا۔

ثناء میر

مریم مختار-فلائنگ آفیسر: مریم مختار ۱۹۹۲ء میں پیدا ہوئیں۔ وہ ایک جنگی پائلٹ تھیں۔ انہوں نے اپنی ابتدائی تعلیم سندھ سے حاصل کی۔ وہ ایک فٹ بالر تھیں اور انہوں نے نیشنل فٹ بال چیمپئن شپ میں بلوچستان کی نمائندگی کی۔ پاکستان ایئر فورس میں شمولیت سے پہلے انہوں نے این۔ای۔ڈی یونیورسٹی سے سول انجینئرنگ کی تعلیم حاصل کی۔ ۲۴ نومبر ۲۰۱۵ء کو مریم مختار اور اسکواڈرن لیڈر ثاقب عباسی ٹریننگ مشن پر تھے کہ ان کا طیارہ ضلع میانوالی میں کندیاں کے قریب حادثے کا شکار ہو گیا۔ مریم مختار ملٹری ہسپتال میں خالق حقیقی سے جا ملیں۔ دونوں پائلٹوں نے ہمت کا مظاہرہ کیا اور وہ جہاز کو آبادی سے دور لے گئے۔ مریم مختار کو حکومت پاکستان نے تمغہ بسالت سے نوازا۔ مریم مختار نے پاکستانی خواتین میں مختلف شعبوں میں جانے کے لیے لگن کا جذبہ پیدا کیا۔

مریم مختار

پاکستانی معاشرے پر صنفی امتیاز کے اثرات

۱۹۷۳ء کے آئین کے مطابق تمام شہری قانون کی نظر میں مساوی ہیں۔ صنفی امتیاز زندگی کے مختلف شعبوں کو متاثر کرتا ہے۔ اس سے افراد، خاندان، گروہ اور پورا ملک متاثر ہوتا ہے۔ صنفی امتیاز کی وجہ سے صحت کی سہولیات کے حصول میں عدم مساوات میں اضافہ ہوتا ہے۔ اس وجہ سے شرح اموات میں اضافہ ہوتا ہے اور صنفی بنیاد پر تشدد میں بھی اضافہ ہوتا ہے۔ صنفی امتیاز کی وجہ سے خواتین کے سیاسی عمل اور فیصلہ سازی میں رکاوٹیں پیدا ہوتی ہیں۔ یہ عزت کے نام پر قتل، تیزاب پھینکنے اور زبردستی کی شادیوں کی ایک اہم وجہ ہے۔ پاکستان میں صنفی امتیاز کو ختم کرنے کے لیے جامع پالیسیاں تیار کرنے کی ضرورت ہے۔ عورتوں کے حقوق کے لیے آگاہی پیدا کرنے کے لیے مذہبی رہنما، صحافی، تعلیمی ادارے، این۔جی اوز، انسانی حقوق کے سرگرم کارکنان اور سول سوسائٹی اہم کردار ادا کرسکتے ہیں۔

پاکستان میں خواتین کو ملنے والے حقوق

پاکستان میں عورتوں کے حقوق پر ثقافتی، سماجی اور قانونی عوامل کے اثرات ہیں۔ پاکستان میں عورتوں کے حقوق میں بہتری دیکھی جاسکتی ہے۔ تاہم بعض وجوہات کی وجہ سے نظریے اور عمل میں فرق دیکھنے کو ملتا ہے۔ اس کا مختصر تجزیہ درج ذیل ہے۔

۱۔ تعلیم کا حق: پاکستان میں آرٹیکل A-25 کے تحت تعلیم کا حق دیا گیا ہے۔ حالیہ سالوں میں بچیوں کی تعلیمی اداروں میں خاص شہری علاقوں میں داخلے لینے میں اضافہ دیکھنے کو ملا ہے۔ تاہم اب بھی دیہاتی اور پسماندہ علاقوں میں نمایاں فرق نظر آتا ہے۔ غربت، کم عمری کی شادی اور انفراسٹرکچر کی کمی لڑکیوں کی تعلیم سے دوری کی اہم وجوہات میں شامل ہیں۔

۲۔ کام کرنے کا حق: کئی خواتین مختلف شعبوں مثلاً زراعت، صحت، تعلیم اور فیکٹریوں میں کام کرتی ہیں۔ خواتین کئی طرح کے مسائل کا سامنا کرتی ہیں جن میں کم اجرت، ملازمت کے مواقع میں کمی، اور کام کرنے والی جگہوں پر امتیاز اہم ہیں۔ عام طور پر خواتین سے توقع کی جاتی ہے کہ وہ گھر کے کاموں میں مصروف رہیں۔ اس وجہ سے اُن کے کی کیریئر کی ترقی متاثر ہوتی ہے۔

۳۔ صحت کا حق: صحت کی سہولیات تک رسائی خواتین کا حق ہے۔ تاہم جغرافیائی حیثیت، ثقافتی اقدار، سماجی اور معاشی مقام میں تفریق کی وجہ سے صحت کی سہولیات تک رسائی میں نمایاں فرق نظر آتا ہے۔ دیہاتی اور پسماندہ علاقوں میں خواتین صحت، ٹرانسپورٹ اور تربیت یافتہ عملے کی کمی جیسے مسائل کا سامنا کرتی ہیں۔

۴۔ شادی اور خاندان کا حق: پاکستان میں شادی کی کم از کم عمر ۱۸ سال ہے۔ قانونی پابندیوں کے باوجود پاکستان کے کچھ دیہاتی اور پسماندہ علاقوں میں جبری اور کم عمری کی شادیوں کا رواج موجود ہے۔ کچھ علاقوں میں جہیز کی شرط، وٹہ سٹہ کی شادیاں اور ونی جیسی رسومات پائی جاتی ہیں۔ بعض اوقات خواتین کو وراثتی جائیداد حاصل کرنے میں مشکلات درپیش آتی ہیں۔

۵۔ قانونی تحفظ کا حق: ۱۹۷۳ء کے آئین کے مطابق خواتین کو امتیاز، تشدد اور ہراسگی کے خلاف قانونی تحفظ فراہم کیا گیا ہے۔ ضرورت اس امر کی ہے کہ خواتین کے حقوق کو تحفظ فراہم کرنے والے قوانین کو صحیح معنوں میں عمل کرایا جائے۔ خواتین بعض اوقات اپنے قانونی حقوق سے لاعلم ہوتی ہیں۔ بعض علاقوں میں جھگڑے نپٹانے کے غیر رسمی طریقے مثلاً جرگہ، پنچائت وغیرہ خواتین کے باضابطہ قانونی تحفظ کو کمزور کرتے ہیں۔

پاکستان میں تعلیم اور صحت کے شعبوں میں بنیادی حقوق کی حیثیت

پاکستان میں تعلیم اور صحت کے شعبوں میں بنیادی حقوق کی حیثیت کو بغور دیکھنے سے درج ذیل حقائق سامنے آتے ہیں۔

۱۔ صحت کا شعبہ: حالیہ سالوں میں صحت کی سہولیات تک رسائی موبائل ہیلتھ یونٹ اور کمیونٹی پر مبنی صحت کے پروگراموں میں اضافہ دیکھنے میں آیا ہے تاہم کئی مسائل اب بھی حل طلب ہیں مثلاً شہری اور دیہاتی علاقوں میں صحت کی سہولیات میں فرق اور فنڈ کی کمی وغیرہ۔

۲۔ حالیہ سالوں میں زچگی کی صحت کی دیکھ بھال، میں اضافہ اور شیر خوار بچوں کی اموات میں کمی دیکھنے میں آئی ہے۔ تاہم اب بھی ان سہولیات کو بین الاقوامی معیار تک لے جانے میں مزید محنت درکار ہے۔

۳۔پاکستان کئی علاقوں سے پولیو کو ختم کرنے میں کامیاب ہوا ہے۔ تاہم کئی بیماریوں مثلاً ملیریا،ٹی بی، یرقان اور کینسر وغیرہ پر قابو پانا اب بھی ایک چیلنج ہے۔

تعلیم کا شعبہ: پرائمری اور سیکنڈری سکولوں میں داخلوں میں اضافہ دیکھنے میں آیا ہے۔ تاہم اب بھی پسماندہ علاقوں میں تعلیم تک رسائی کو یقینی بنانا ضروری ہے۔ غربت، بچوں کی مشقت انفراسٹرکچر جیسے مسائل کو حل کرنا ضروری ہے۔ نصاب میں تبدیلی اور اساتذہ کی تربیت جیسی اصلاحات مشاہدے میں آئی ہیں۔ تاہم اب

- بھی حل طلب مسائل مثلاً سکولوں میں بنیادی سہولیات کی کمی، اساتذہ کی کمی اور شہری اور دیہاتی علاقوں میں سہولیات میں فرق شامل ہیں۔ لڑکوں اور لڑکیوں کی تعلیم میں تفاوت میں کمی، لڑکیوں کے داخلے میں اضافہ کرنے کے اقدامات کے لیے وظائف جاری کرنا اور انہیں تعلیمی اداروں میں محفوظ ماحول کرنا جیسے
- اقدامات دیکھنے میں آئے ہیں۔ تعلیمی شعبے میں داخلوں میں اضافے کے لیے صنفی فرق اور رکاوٹوں کو دور کرنا ضروری ہے۔

عالمی سطح پر جانوروں کی حفاظت

ورلڈ اینیمل پروٹیکشن نامی تنظیم ۱۹۸۱ء میں قائم ہوئی۔ یہ تنظیم دنیا بھر میں جانوروں کی تکلیف میں کمی لانے، کھیتی باڑی میں جانوروں پر ظلم کرنے میں میں کمی لانے، جنگلی حیاتیات کی تجارت میں کمی لانے اور تفریح کے لیے جانوروں کے استعمال میں کمی لانے کی وکالت کرتی ہے۔ یہ حکومتوں کے ساتھ مل کر انسانی پالیسیاں ترتیب دینے میں خدمات پیش کرتی ہے۔

پیٹا People for the Ethical Treatment of Animals (PETA): یہ تنظم ۱۹۸۰ء میں قائم ہوئی اور یہ عالمی سطح پر جانوروں کے حقوق کے لیے کام کرنے والی سب سے بڑی تنظیم شمار ہوتی ہے۔ یہ چار اہم شعبوں مثلاً جانوروں پر تجربات، فیکٹری فارمنگ، کپڑوں کی تجارت اور تفریح کی صنعت میں جانوروں کے استعمال کے خلاف آواز اٹھاتی ہے۔ یہ جانوروں کو محفوظ بنانے کے لیے آگاہی مہم شروع کرتی ہے۔

ہیومن سوسائٹی انٹرنیشنل Human Society International(HS1): یہ تنظیم ۱۹۹۷ء میں قائم کی گئی اور یہ عالمی سطح پر جانوروں کی بہبود کے لیے کام کرتی ہے۔ یہ آگاہی مہم شروع کرکے لوگوں کو جانوروں پر ظلم کرنے جنگلی حیاتیات کی حفاظت کرنے اور انسان دوست کھیتی باڑی کے طریقوں کو اختیار کرنے پر

- زور دیتی ہے۔

پاکستان اینیمل ویلفیئر سوسائٹی Pakistan Animal Welfare Society(PAWS): یہ تسلیم جانوروں کے بچاؤ، زخمی جانوروں کی بحالی کے

- کام کرتی ہے۔ یہ تنظیم ملک بھر میں جانوروں کے حقوق اور ان کی بہبود کے لیے آواز اٹھاتی ہے۔

ویٹرنری سوسائٹی فار اینیمل ویلفیئر اینڈ بیہیویئر Veterinary Society for Animal Welfare and Behaviour (VSAWB)

یہ تنظیم پاکستان میں جانوروں کی بہبود کی تعلیم، ریسرچ اور جانوروں کے حقوق کے لیے آگاہی مہم میں حصہ لیتی ہے۔

جانوروں کے حقوق کا پائیدار حل

جانوروں کے حقوق کا پائیدار حل جانوروں کی بہبود کو یقینی بنانا ہے۔ پائیدار حل کو ذیل میں بیان کیا گیا ہے۔

1. جانوروں کی بہبود کے لیے بنائے گئے قوانین کو مضبوط کیا جائے۔
2. قوانین کی خلاف ورزی کرنے والوں کو سزائیں دی جائیں۔
3. عالمی سطح کے معاہدوں اور تعاون کو فروغ دیا جائے۔

4. انسان دوست کھیتی باڑی کے طریقے رائج کیے جائیں۔

5. چھوٹے پیمانے کی نامیاتی فارمنگ کی حوصلہ افزائی کی جائے۔

6. جانوروں کے حقوق کے لیے شعور پیدا کرنے کے لیے عوام میں آگاہی مہم شروع کی جائے۔

7. پرنٹ اور الیکٹرانک میڈیا کے ذریعے جانوروں کے حقوق کے لیے آواز اٹھائی جائے۔

8. جانوروں کے حقوق کو نصاب کا حصہ بنایا جائے۔

9. ریسرچ کے نئے طریقے مثل کمپیوٹر ماڈلنگ اور مصنوعی حیاتیات اپنائے جائیں۔

10. پودوں اور سبزیوں کے ذریعے حاصل کی جانے والی خوراک پر زور دیا جائے تاکہ جانوروں کے ذریعے کی جانے والی کھیتی باڑی میں کمی آسکے۔

11. جانوروں کی پناہ گاہوں میں اضافہ کیا جائے تاکہ آوارہ جانوروں کی بحالی کو یقینی بنایا جاسکے۔

12. جنگلی حیاتیات کی تجارت روکنے کے لیے قوانین بنائے جائیں۔

معذور افراد کے حقوق

اقوام متحدہ کی معذور افراد کی تعریف کے مطابق "ایسے افراد جو طویل عرصے سے جسمانی، ذہنی، فکری یا حسی خرابی میں مبتلا ہوں اور ان بنیادوں پر وہ معاشرے میں برابری کی سطح پر حصہ لینے سے محروم ہیں، معذور شمار ہوں گے" معذور افراد کے لیے اقوام متحدہ کے درج ذیلی قوانین ہیں۔

اقوام متحدہ کا معذور افراد کا کنونشن Convention on the Rights of Persons with Disabilities (CRPD)

یہ کنونشن ۲۰۰۶ء میں نافذ کیا گیا۔ یہ ایک معاہدہ ہے جس میں معذور افراد کے حقوق بیان کیے گئے ہیں۔ یہ حکومتی اداروں پر زور ڈالتا ہے کہ وہ ان حقوق کو یقینی بنائیں۔ اس کنونشن کی اہم دفعات میں سے چند یہ ہیں مثلاً امتیاز کا خاتمہ، رسائی، برابر مواقع اور معاشرے میں بھرپور شرکت وغیرہ۔

انسانی حقوق کا عالمی منشور Universal Declaration of Human Rights (UDHR)

اس منشور کا اعلان ۱۹۴۸ء میں کیا گیا۔ اور اس کا واحد مرکز معذور افراد نہ تھے۔ اس کنونشن کے مطابق تمام افراد بلا امتیاز نسل، صنف، زبان، مذہب، رہائش یا کسی اور فرق کے یکساں حقوق کے حقدار ہیں۔ اس منشور کے اصول معذور افراد پر بھی لاگو ہوتے ہیں۔

پائیدار ترقی کے اہداف Sustainable Development Goals (SDGs)

اقوام متحدہ کے ۲۰۳۰ء کے پائیدار ترقی کے ایجنڈا کے کئی مقاصد میں معذور افراد سے متعلقہ ہیں۔ ہدف ۴ (معیاری تعلیم)، ہدف ۸ (مہذب طریقے سے کام

اور معاشی ترقی)، ہدف ۱۰ (عدم مساوات کا خاتمہ) ہدف ۱۱ (ترقی یافتہ شہری اور گروہ) اور ہدف ۱۷ (اہداف کو حاصل کرنے کے لیے شراکت داری)۔ یہ اہداف معذور افراد سمیت تمام کے لیے جامع اور قابل رسائی معاشرے کی اہمیت کو تسلیم کرتے ہیں۔ ان اہداف کی منزل تمام دنیا کے لوگوں کے لیے امن کا قیام اور خوشحالی ہے اس کے ساتھ موسماتی تبدیلی، سمندروں اور جنگلات کا بچاؤ بھی ہے۔ پائیدار ترقی کے اہداف کو پورا کرنے کے لیے ماحولیات، سماجی اور معاشی شعبوں میں ربط کی اہمیت پر زور دیا جاتا ہے۔ پائیدار ترقی کے اہداف کو پورا کرنے کے لیے بھرپور کوشش کی ضرورت ہے کیونکہ یہ آسان کام نہیں ہے۔ شاید ۲۰۳۰ تک کچھ اہداف حاصل نہ کیے جا سکیں۔ بڑھتی ہوئی عدم مساوات، موسمیاتی تبدیلی اور حیاتیاتی تنوع ترقی کے راستے میں حائل اہم رکاوٹیں سمجھی جاتی ہیں۔ ۲۰۲۰ تا ۲۰۲۳ کرونا (Covid-19) کی وجہ سے ان رکاوٹوں میں مزید اضافہ ہوا۔ کرونا نے تمام ۱۷ اہداف کو متاثر کیا۔ اس کے صحت، معیشت، اور ماحول پر گہرے اثرات مرتب ہوئے۔ کچھ علاقوں خاص طور پر ایشیاء کو کرونا کی وجہ سے بہت بڑا جھٹکا لگا۔ پائیدار ترقی کے اہداف کو حاصل کرنے کی عالمی کوششوں میں کئی شعبوں مثلاً ماحولیات کی دوسروں شعبوں کے ساتھ ہم آہنگ پالیسیوں کا بنایا جانا ضروری ہے

پاکستان اور معذور افراد

پاکستان میں مختلف پالیسیوں اور قوانین کے ذریعے معذور افراد کے حقوق کو تسلیم کیا گیا ہے۔ ان قوانین کو صحیح معنوں میں نافذ کرنے کی ضرورت ہے۔

۱۹۸۱ء کا آرڈیننس

۱۹۸۱ء میں معذور افراد کی ملازمت اور بحالی کا آرڈیننس جاری کیا گیا۔ اس کا اہم مقصد معذور افراد کے لیے ملازمت کے مواقع پیدا کرنا اور ان کی بحالی کے لیے کی جانے والی کوششوں میں اضافہ کرنا۔

قومی پالیسی ۲۰۰۲ء

اس پالیسی کا مقصد معذور افراد کی شمولیت، بحالی اور ان کو با اختیار بنانے کے لیے جامع پروگرام تیار کرنا تھا۔ اس پالیسی کے مطابق معذور افراد کو بلا امتیاز رنگ، نسل، مذہب، صنف یا علاقے کے با اختیار بنانا ہے۔ تاکہ وہ زندگی کے تمام شعبوں مثلاً سماجی، معاشی اور سیاسی میں اپنی صلاحیتوں کو بروئے کار لا سکیں۔

۲۰۲۰ء کا قانون

پاکستان کی پارلیمنٹ نے ۲۰۲۰ء میں ایک قانون پاس کیا جس میں معذور افراد کے حقوق بیان کیے گئے ہیں۔ ان حقوق میں امتیاز کا خاتمہ، تعلیم اور ملازمت کے یکساں مواقع، ملازمتوں میں کوٹہ صحت کی سہولیات تک رسائی، سماجی تحفظ، قانونی امداد، بحالی کے اقدامات اور معذور افراد کے حقوق چھیننے والوں کو سزا دینا شامل ہیں۔

سٹیپ (STEP)

یہ تنظیم سپیشل ٹیلنٹ ایکسچینج پروگرام (S T E P) کے نام سے کام کرتی ہے اور اس کا مقصد معذور افراد کے حقوق اور اُن کو بااختیار بنانے کے لیے کوشش کرنا ہے۔

سپیشل اولمپک پاکستان

سپیشل اولمپک پاکستان کے ذریعے پاکستان میں معذور افراد کو کھیلوں کی تربیت دی جاتی ہے اور اُن کے لیے مقابلوں کا اہتمام کیا جاتا ہے۔

معذور افراد کی فاؤنڈیشن اور خواتین فورم

پاکستان معذور افراد فاؤنڈیشن اور ویمن نیشنل فورم معذور افراد کے حقوق اور اُن کو بااختیار بنانے کے لیے کوشش کرتے ہیں۔

مشقی سوالات

درج ذیل کثیر الانتخابی سوالات میں سے درست جواب کی نشان دہی کریں۔

1- اقوام متحدہ کی کس دستاویز کا ۱۹۴۸ء میں اعلان کیا گیا:

ا۔ اقوام متحدہ کا چارٹر۔ ب۔ اقوام متحدہ کا اعلان انسانی حقوق۔

ج۔ بچوں کے حقوق کا کنونشن۔ د۔ عالمی عدالت انصاف کا قانون۔

2- بچہ ایسا فرد ہے جو............................سال کی عمر سے کم ہو:

ا۔14 ب۔16

ج۔18 د۔20

3- مزدوروں کی عالمی تنظیم کے کنونشن نمبر............................میں بچوں کی مشقت کی بری اشکال بیان کی گئی ہیں:

ا۔152 ب۔162

ج۔172 د۔182

4- مزدوروں کی عالمی تنظیم کی سفارش نمبر ۱۹۰ کے آرٹیکل نمبر..................کے مطابق کچھ نقصان دہ سرگرمیاں بیان کی گئی تھیں:

ا۔ آرٹیکل ۳ ب۔ آرٹیکل ۴

ج۔ آرٹیکل ۵ د۔ آرٹیکل ۶

5- ۱۹۷۳ کے آرٹیکل ۲۵ کے مطابق..:

ا۔ تمام افراد کو مذہبی آزادی حاصل ہے۔ ب۔ تمام افراد کو اظہار کی آزادی حاصل ہے۔

ج۔ تمام افراد قانون کی نظر میں برابر ہیں۔ د۔ تمام افراد کو نقل و حرکت کی آزادی حاصل ہے۔

۶-خواتین کے کام کی جگہ ہراسگی سے تحفظ کا ایکٹ............................میں پاس کیا گیا:

ا۔2007 ب۔2008

ج۔2009 د۔2010

۷-پاکستان کی پارلیمنٹ نے ۲۰۱۸ میں کون سا ایکٹ پاس کیا تھا:

ا۔ سترھویں ترمیم کا ایکٹ۔ ب۔ اٹھارویں ترمیم کا ایکٹ۔

ج۔ ٹرانسجینڈر ایکٹ۔ د۔ ان میں سے کوئی بھی نہیں۔

۸-۱۹۷۳ کے آئین کے آرٹیکل..........................کے مطابق "ہر شخص کو حق ہے کہ وہ اپنی مرضی کا مذہب اختیار کرے، اُس کی عبادت کرے اور تشہیر کرے:

ا۔ آرٹیکل ۱۶ ب۔ آرٹیکل ۲۰

ج۔ آرٹیکل ۲۴ د۔ آرٹیکل ۲۸

۹-اقوام متحدہ کے پائیدار ترقی کے ایجنڈا ۲۰۳۰ میں..............................اہداف ہیں:

ا۔13 ب۔15

ج۔17 د۔19

۱۰-ارفع کریم ایک..........................تھی:

ا۔ کرکٹر ب۔ کوہ پیماء

ج۔ کمپیوٹر جینیس د۔ ہاکی کی کھلاڑی

درج ذیل سوالات کے مختصر جوابات لکھیں۔

1. ایک اسلامی ریاست میں شہریوں کے دو بنیادی حقوق مختصر لکھیں۔
2. بچوں کی مشقت کی تعریف کریں اور اس کے برے اثرات کا جائزہ لیں۔
3. ٹرانسجینڈرز کے بنیادی حقوق اور اُن کو درپیش مسائل کا جائزہ لیں۔
4. یو۔این۔ویمن کے مقاصد اور اس تنظیم کا صنفی مساوات قائم کرنے میں کردار کا جائزہ لیں۔
5. سماجی انصاف اور ترقی میں خواتین کے حقوق کی اہمیت کا جائزہ لیں۔
6. جانوروں کے حقوق اور فلاح سے متعلقہ دو اہم مسائل کا جائزہ لیں۔
7. بچوں کے حقوق اور ان کی فلاح کے لیے یونیسف کے بنیادی مقاصد اور اہداف کا جائزہ لیں۔

درج ذیل سوالات کے تفصیلاً جوابات لکھیں۔

1. ایک جدید ریاست میں شہریوں کے بنیادی حقوق کی وضاحت کریں
2. شہریوں کے پانچ بنیادی فرائض کا جائزہ لیں۔
3. اقوام متحدہ کے انسانی حقوق کے اعلان (۱۹۴۸) کے ۱۰ آرٹیکلز بیان کریں۔
4. ۱۹۷۳ء کے آئین کے تحت دیے گئے بنیادی حقوق کا جائزہ لیں۔
5. اقوام متحدہ کے چارٹر کی دفعات کا حوالہ دے کر تجزیہ کریں کہ کس طرح یہ چارٹر بچوں کے حقوق کی حفاظت کرتا ہے۔

اضافی تحقیقی کام:

استاد توسیع شدہ علم کے لیے اضافی پڑھنے کا مواد / کتابیں فراہم کر سکتا ہے۔

کلاس پریزنٹیشن: طلباء کو موضوع مکمل کرنے کے بعد کلاس پریزنٹیشن کے لیے کچھ عنوانات تفویض کیے جاسکتے ہیں۔ طلباء کو ان موضوعات کو تیار کر کے کلاس / ساتھیوں کے سامنے پیش کرنا چاہیے، اور استاد اس پر تبصرہ یا نشان لگا سکتا ہے۔ مثال کے طور پر پاکستان میں خواتین کے حقوق کی صورتحال۔

کلاس میں ڈسپلے بورڈ: بورڈ پر اقوام متحدہ کے انسانی حقوق کے اعلامیہ اور ۱۹۷۳ کے آئین میں انسانی حقوق کی شقوں کے درمیان موازنہ کیا جاسکتا ہے۔

کوئز مقابلہ: اقوام متحدہ کے انسانی حقوق کے اعلامیہ کے بارے میں کوئز کا منصوبہ بنایا جاسکتا ہے۔

مباحثہ مقابلہ: ملک میں اقلیتوں کے حقوق کے حق میں اور خلاف مباحثہ مقابلہ کا منصوبہ بنایا جاسکتا ہے۔

فرہنگ

بہتان: کسی کے بارے میں غلط اور نقصان دہ بیانات دینے کا عمل

غلامی: غلام ہونے یا کسی دوسرے شخص کی اطاعت پر مجبور ہونے کی شرط

جلاوطنی: کسی دوسرے ملک میں رہنے کے لیے بھیجے جانے کی حالت، خاص طور پر سیاسی وجوہات کی بنا پر

پناہ: وہ تحفظ جو حکومت ان لوگوں کو دیتی ہے جو اپنے ملک سے بھاگ گئے ہیں۔

خطرناک: خطرہ یا خطرہ، خاص طور پر کسی کی صحت یا حفاظت کے لیے

بندھوا مزدوری: جبری مشقت کی ایک شکل جہاں افراد ان شرائط کے تحت قرض کی ادائیگی کے لیے کام کرتے ہیں جو ان کی آزادی کو محدود کرتی ہیں۔

ثابت قدم: رویوں یا مقاصد میں تبدیل نہیں ہونا

ونی: پاکستان میں ایک رواج ہے جہاں قبائلی تنازعات کے حل کے لیے نوجوان لڑکیوں کی شادی کر دی جاتی ہے۔

مصنوعی: پودوں یا جانوروں کے ذریعہ قدرتی طور پر پیدا ہونے کی بجائے کیمیائی مادوں کو ملا کر بنایا گیا ہے۔

استاد کی مدد سے، اس باب میں شامل وہ الفاظ جو آپ کو مشکل لگتے ہیں ان کی فہرست بنائیں اور معنی لکھیں۔

باب: 11

حصہ ششم:

پاکستان اور بین الاقوامی امور

پاکستان کی خارجہ پالیسی

یہ سبق پڑھنے کے بعد طلبہ اس قابل ہو جائیں گے کہ وہ:

- پاکستان کی موجودہ خارجہ پالیسی کا جائزہ لے سکیں اور پاکستان کی خارجہ پالیسی کی موجودہ صورتحال کو متعین کرنے والے عوامل کو دریافت کرنے کے دوران اس کے مقاصد اور رہنما اصولوں کے ساتھ اس کے ہم آہنگ ہونے کا تجزیہ کر سکیں اور کہ کس طرح یہ امریکہ، برطانیہ، چین، وسطی ایشیائی ریاستوں، سارک اقوام، یورپی یونین کے ارکان اور اسلامی تعاون تنظیم کے ممالک کے ساتھ تعلقات پر اثرانداز ہوتی ہے۔
- ترکیہ، سعودی عرب، قطر، متحدہ عرب امارات اور روس جیسے ممالک کے ساتھ پاکستان کے تعلقات کی موجودہ صورتحال کا تجزیہ کر سکیں اور پاکستان کی جغرافیائی اہمیت، جاری منصوبوں اور پائیدار ترقی کے اہداف کے حصول کی کوششوں جیسے عناصر کی بنیاد پر مستقبل کے امکانات کی پیش گوئی کر سکیں۔
- کشمیر کے تنازعہ کا تجزیہ کر سکیں اور اس مسئلے کے بہترین منظرنامے میں کشمیریوں کے حق میں حل ہونے کی صورت میں متوقع نتائج کا جائزہ لے سکیں اور اس کے پاکستان-بھارت تعلقات پر اثرات کا اندازہ لگا سکیں۔
- 11/9 کی صورتحال سے پہلے اور بعد میں پاکستان-امریکہ تعلقات پر تنقید کر سکیں اور اس کے پاکستان کی سماجی و اقتصادی صورتحال پر اثرات کا جائزہ لے سکیں۔

خارجہ پالیسی کا تعارف اور مفہوم

جیسے انسان تنہا نہیں رہ سکتا، ویسے ہی ایک ریاست بھی تنہا نہیں رہ سکتی۔ ریاستوں کو اپنی بقا، ترقی اور عالمی معاملات میں کردار ادا کرنے کے لیے دیگر ممالک اور بین الاقوامی تنظیموں کے ساتھ تعلقات قائم کرنے کی ضرورت ہوتی ہے۔ یہ تعلقات ریاست کی خارجہ پالیسی کے ذریعے قائم کیے جاتے ہیں۔

خارجہ پالیسی کی تعریفات

خارجہ پالیسی کی چند مشہور تعریفات درج ذیل ہیں:

چارلس ڈبلیو کیگلے (Charles William Kegley) اور یوجین آر وِٹکوف (Eugene R. Wittkoph) کے مطابق:۔ "خارجہ پالیسی وہ حکمت عملی یا طریقہ کار ہے جو قومی حکومت اپنے مقاصد حاصل کرنے کے لیے خارجی عناصر کے ساتھ تعلقات میں اختیار کرتی ہے۔"

جارج ماڈلز کی (Georgem Modelski) کے مطابق:۔ "خارجہ پالیسی ان سرگرمیوں کا نظام ہے جو مختلف ریاستیں دوسری ریاستوں کے رویے میں تبدیلی لانے اور بین الاقوامی ماحول کے مطابق اپنی سرگرمیاں ڈھالنے کے لیے اپناتی ہیں۔"

مائیکل ایچ ہنٹ (Micheal H. Hunt) کے مطابق:۔ "خارجہ پالیسی ان اقدامات اور حکمت عملیوں پر مشتمل ہوتی ہے جو ایک قوم اپنے قومی مفادات کی حفاظت اور بین الاقوامی سطح پر اپنے اہداف حاصل کرنے کے لیے اپناتی ہے۔"

لہٰذا، خارجہ پالیسی یا خارجی تعلقات سے مراد وہ حکمت عملی ہے جو ایک ریاست دوسرے ممالک اور تنظیموں سے تعلقات قائم کرنے اور اپنے داخلی و بین الاقوامی مفادات کی حفاظت کے لیے استعمال کرتی ہے۔ خارجہ پالیسی کا بنیادی مقصد ریاست کے قومی مفادات کا تحفظ ہوتا ہے۔

خارجہ پالیسی کی تشکیل میں کئی داخلی اور خارجی عوامل اثرانداز ہوتے ہیں، جیسے کہ نظریات، بین الاقوامی قانون، ہمسایہ ممالک اور بڑی طاقتوں کے ساتھ تعلقات، جغرافیہ، تاریخ، سلامتی کے خدشات، اقتصادی حالات، بین الاقوامی تجارت، اور ملک کا سیاسی نظام۔ خارجہ پالیسی عموماً انتظامیہ کے تحت تشکیل دی جاتی ہے جس میں مختلف محکموں اور اداروں کی رائے شامل ہوتی ہے۔

پاکستان کی خارجہ پالیسی کے عوامل (Determints of Pakistan 's Foreign Policy)

پاکستان کی خارجہ پالیسی پر اثرانداز ہونے والے چند اہم عناصر درج ذیل ہیں: ۱۔ جغرافیہ: پاکستان کا محل وقوع جو جنوبی ایشیا، وسطی ایشیا اور مشرقِ وسطیٰ کے سنگم پر ہے۔۔اس کی خارجہ پالیسی میں کلیدی کردار ادا کرتا ہے۔ افغانستان، ایران اور بحیرہ عرب کے قریب ہونے کی وجہ سے علاقائی تعلقات اور سلامتی کے معاملات کی احتیاط سے نگرانی کرنا ہوتی ہے۔

۲۔ سلامتی کے خدشات: خطے میں عدم استحکام اور دہشت گردی کے خطرات کی موجودگی کے باعث سلامتی ایک اہم عنصر ہے۔ بھارت کے ساتھ تعلقات، خاص طور پر کشمیر جیسے دیرینہ تنازعات خارجہ پالیسی پر گہرے اثرات ڈالتے ہیں۔ اس کے علاوہ، دہشت گردی کے خلاف عالمی جنگ میں پاکستان کا کردار اور اس کی ایٹمی صلاحیتیں بھی اہم عوامل ہیں۔

۳۔ اقتصادی عوامل: معاشی مفادات بھی خارجہ پالیسی میں مرکزی حیثیت رکھتے ہیں۔ پاکستان کو غیر ملکی امداد، سرمایہ کاری اور دوسرے ممالک کے ساتھ تجارتی تعلقات کی ضرورت ہوتی ہے۔ چین-پاکستان اقتصادی راہداری جیسے اقدامات اقتصادی شراکت داری کی اہمیت کو ظاہر کرتے ہیں۔ عالمی طاقتوں اور

علاقائی ممالک کے ساتھ معاشی تعلقات پاکستان کی ترقی اور مالی استحکام کے لیے ناگزیر ہیں۔

۴۔ اسلامی نظریہ: پاکستان کی نظریاتی بنیاد اسلام پر قائم ہے، جو اس کی خارجہ پالیسی پر گہرا اثر ڈالتی ہے۔ اسلامی ممالک کے ساتھ روحانی اور ثقافتی تعلقات، اور مسلم امہ کے مفادات کا تحفظ پاکستان کی پالیسی میں اہم حیثیت رکھتے ہیں۔ اس میں مسلم ممالک کے ساتھ مضبوط تعلقات قائم کرنا اور عالمی سطح پر اسلامی مقاصد کے لیے آواز اٹھانا شامل ہے۔ اسلامی تعلیمات اور ریاست کے نظریاتی پس منظر کا اثر آج بھی پاکستان کی سفارتی حکمت عملی اور بین الاقوامی روابط پر نمایاں طور پر موجود ہے۔ اسلامی تعاون تنظیم کے ایک اہم رکن کے طور پر، پاکستان اکثر اپنی خارجہ پالیسی کو مسلم اکثریتی ممالک کے اجتماعی مفادات کے ساتھ ہم آہنگ کرتا ہے۔ اس میں فلسطین کے مسئلے اور دنیا بھر میں مسلمانوں کے حقوق کی حمایت جیسے امور شامل ہیں۔

۵۔ تاریخی پس منظر: ہمسایہ ممالک، خاص طور پر بھارت اور افغانستان کے ساتھ تاریخی تعلقات اور تنازعات آج بھی پاکستان کی خارجہ پالیسی کو تشکیل دیتے ہیں۔ یہ تاریخی عوامل قومی سلامتی اور علاقائی خود مختاری پر توجہ مرکوز رکھنے کا باعث بنتے ہیں۔

۶۔ داخلی سیاست: ملکی سیاسی حالات، طرزِ حکومت اور عوامی رائے خارجہ پالیسی کے فیصلوں پر گہرا اثر ڈالتی ہے۔ سیاسی جماعتیں اور ملکی اقتصادی حالات پاکستان کے عالمی سطح پر تعلقات کی تشکیل میں اہم کردار ادا کرتے ہیں۔

۷۔ علاقائی صورتِ حال: خطے میں بدلتی ہوئی جغرافیائی سیاسی صورتحال، جیسے ایران اور خلیجی ممالک کے ساتھ تعلقات میں تبدیلی اور روس و ترکی کے ساتھ تعلقات کی نئی جہتیں، پاکستان کو اپنی خارجہ پالیسی کو بدلتے حالات کے مطابق ڈھالنے پر مجبور کرتی ہیں تاکہ علاقائی تعاون اور استحکام کو فروغ دیا جا سکے۔

۸۔ عالمی طاقتوں کا اثر: پاکستان کی خارجہ پالیسی پر عالمی طاقتوں خصوصاً امریکہ اور چین کے ساتھ تعلقات، گہرا اثر رکھتے ہیں۔ امریکہ کے ساتھ تعلقات بالخصوص فوجی امداد اور دہشت گردی کے خلاف تعاون کی وجہ سے اہم ہیں، جبکہ چین کی اقتصادی سرمایہ کاری، خاص طور پر سی پیک کے ذریعے، دو طرفہ تعلقات کو مضبوط بناتی ہے۔ ان تعلقات نے پاکستان کی تزویراتی اور مالیاتی پالیسیوں پر اثر ڈالا ہے۔

۹۔ علاقائی اتحاد اور تنظیمیں: پاکستان کی اقتصادی تعاون تنظیم اور جنوبی ایشیائی علاقائی تعاون کی تنظیم جیسی علاقائی تنظیموں میں شمولیت اس کی پالیسیوں کو تشکیل دیتی ہے۔ یہ اتحاد اقتصادی تعاون، سلامتی میں شراکت داری، اور علاقائی سیاسی مکالمے کو فروغ دیتے ہیں۔

۱۰۔ ماحولیاتی خدشات: عالمی ماحولیاتی تبدیلی جیسے مسائل نے پاکستان کی خارجہ پالیسی کو متاثر کرنا شروع کر دیا ہے۔ پاکستان ماحولیاتی تبدیلی کے اثرات کا شکار ہے، جس کے لیے پائیدار ترقی اور قدرتی آفات سے نمٹنے کے لیے بین الاقوامی تعاون کی ضرورت ہے۔ اس میں عالمی امداد اور اشتراک کی تلاش شامل ہے۔

۱۱۔ دہشت گردی اور منی لانڈرنگ خلاف اقدامات:

دہشت گردی کے خلاف جنگ اور منی لانڈرنگ کی روک تھام کے لیے پاکستان کے اقدامات اس کی خارجہ پالیسی کا ایک اہم جزو ہیں۔ ان شعبوں میں بین الاقوامی اصولوں کے مطابق اقدامات، پاکستان کے عالمی تعلقات اور امدادی معاہدوں کو متاثر کرتے ہیں۔

۱۲۔ سائنسی اور تکنیکی تعاون: دیگر ممالک کے ساتھ سائنسی اور تکنیکی تعاون کو فروغ دینا پاکستان کی خارجہ پالیسی کا ایک ابھرتا ہوا پہلو ہے۔ اس میں خلائی ٹیکنالوجی، ایٹمی توانائی، اور انفارمیشن ٹیکنالوجی جیسے شعبوں میں شراکت داری شامل ہے، جو پاکستان کی ترقی اور جدیدیت کے لیے ناگزیر سمجھی جاتی ہے۔

۱۳۔ جغرافیائی سیاست (Geopolitics):

جغرافیائی سیاست (Geopolitics) سے مراد کسی ملک کے جغرافیائی محل وقوع، قدرتی وسائل، ہمسایہ ممالک اور عالمی طاقتوں کے ساتھ تعلقات کے تناظر میں بننے والی حکمت عملی ہے جو اس ملک کی خارجہ پالیسی کو متاثر کرتی ہے۔ پاکستان کا محل وقوع اس کی سیکورٹی انٹیلی جینس اور سفارتی تعلقات، خارجہ پالیسی کو تشکیل دینے میں اہم کردار ادا کرتے ہیں۔

یہ نکات پاکستان کی ہمہ جہتی اور متحرک خارجہ پالیسی کو واضح کرتے ہیں، اور یہ ظاہر کرتے ہیں کہ کس طرح مختلف اندرونی و بیرونی عوامل مل کر اس کی خارجہ پالیسی کی تشکیل کرتے ہیں۔ مجموعی طور پر، پاکستان کی خارجہ پالیسی ایک پیچیدہ امتزاج ہے، جو جغرافیہ، سلامتی، معیشت، نظریہ، تاریخ، داخلی سیاست، اور علاقائی صورت حال سے متاثر ہو کر بین الاقوامی تعلقات کی راہ متعین کرتی ہے۔

پاکستان اور امریکہ کے تعلقات

پاکستان اور امریکہ کے تعلقات میں ۱۱ ستمبر ۲۰۰۱ء کے حملوں سے پہلے اور بعد میں نمایاں تبدیلیاں آئیں، جنہوں نے پاکستان کے سماجی و معاشی حالات پر گہرے اثرات ڈالے۔ ذیل میں دونوں ادوار کا تنقیدی جائزہ پیش کیا گیا ہے

9/11 سے پہلے کے پاکستان-امریکہ تعلقات

۱۔ **سرد جنگ کے اتحادی:** سرد جنگ کے دوران سوویت یونین کے اثر و رسوخ کا مقابلہ کرنے کے لیے پاکستان نے امریکہ کے ساتھ اتحاد کیا اور سیٹو اور سینٹو جیسے معاہدوں میں شمولیت اختیار کی۔ اس کے بدلے میں پاکستان کو مالی اور عسکری امداد ملی۔ سوویت-افغان جنگ (۱۹۸۹ء-۱۹۷۹ء) کے دوران امریکہ نے پاکستان کے ذریعے مجاہدین کو مالی اور عسکری مدد فراہم کی، جس میں پاکستان کا اہم کردار تھا۔

۲۔ **پابندیاں اور علیحدگی:** امریکہ کو پاکستان کے ایٹمی پروگرام پر ہمیشہ سے تشویش رہی۔ ۱۹۷۰ء کی دہائی کے آخر میں پاکستان کے جوہری پروگرام کے انکشاف کے بعد متعدد پابندیاں لگائی گئیں، جن میں ۱۹۸۵ء کا "پریسلر ترمیمی قانون" شامل ہے، جس کے تحت امریکی امداد روک دی گئی۔ ۱۹۹۰ء کی دہائی میں تعلقات میں سرد مہری رہی اور ۱۹۹۸ء کے ایٹمی تجربات کے بعد مزید پابندیاں عائد کی گئیں، جس سے تعلقات مزید کشیدہ ہوئے۔

11/9 کے بعد کے پاکستان-امریکہ تعلقات

۱۔ **دہشت گردی کے خلاف اسٹریٹجک شراکت داری:** ۱۱ ستمبر کے حملوں کے بعد پاکستان نے امریکہ کی دہشت گردی کے خلاف جنگ میں فرنٹ لائن اتحادی کے طور پر شرکت کی۔ صدر پرویز مشرف کی حکومت نے امریکی افواج کو فضائی اڈوں کے استعمال اور انٹیلی جنس تعاون کی اجازت دی۔ اس کے بدلے میں

امریکہ نے پاکستان کو اربوں ڈالر کی فوجی و اقتصادی امداد دی تاکہ خطے میں امن قائم کیا جا سکے۔

۲۔ اعتماد کا فقدان: تعاون کے باوجود دونوں ممالک کے درمیان اعتماد کی کمی برقرار رہی۔ امریکہ کا الزام تھا کہ پاکستان ایک طرف امریکہ کی مدد کر رہا ہے اور دوسری طرف طالبان سے رابطے رکھے ہوئے ہے۔

۳۔ ڈرون حملے اور خود مختاری کے مسائل: پاکستان کے قبائلی علاقوں میں امریکی ڈرون حملوں میں دہشت گردوں کے ساتھ ساتھ عام شہری بھی مارے گئے، جس پر عوامی غصہ بڑھا اور دونوں ممالک کے تعلقات مزید کشیدہ ہوئے۔

پاکستان پر سماجی و اقتصادی اثرات

۱۔ معاشی انحصار اور امداد: ۱۱ ستمبر ۲۰۰۱ء کے بعد امریکی امداد سے پاکستان کی معیشت کو وقتی استحکام ملا۔ امریکہ نے پاکستان کو تقریباً ۱۰ ارب ڈالر کی مالی امداد فراہم کی۔ اگرچہ اس امداد کا کچھ حصہ ترقیاتی منصوبوں پر لگا لیکن بدعنوانی اور ناقص انتظامیہ کی وجہ سے اس کا مکمل فائدہ نہیں ہوا اور پاکستان کا انحصار بیرونی امداد پر بڑھ گیا۔

۲۔ سلامتی اور عدم استحکام: پاکستان کی جنگ میں شمولیت کے باعث دہشت گرد گروہوں نے بدلہ لینے کے لیے حملے شروع کیے جس سے ملک میں دہشت گردی اور عدم استحکام میں اضافہ ہوا۔ سیکیورٹی پر زیادہ اخراجات ہونے کے باعث معاشرتی و اقتصادی ترقی کے لیے وسائل کم ہو گئے، جس سے غربت اور ناخواندگی جیسے مسائل مزید بگڑے۔

۳۔ سماجی اثرات: فاٹا (وفاق کے زیر انتظام قبائلی علاقے) میں فوجی کارروائیوں کی وجہ سے بڑے پیمانے پر نقل مکانی ہوئی، جس سے انسانی مسائل نے جنم لیا۔ ۲۰۱۸ء کی ۲۵ ویں آئینی ترمیم کے ذریعے فاٹا کو خیبر پختونخوا میں ضم کیا گیا۔ ڈرون حملے اور خود مختاری کی خلاف ورزیاں عوام میں امریکہ مخالف جذبات کے بڑھنے کا باعث بنیں، جس نے ملکی سیاست اور معاشرے پر اثر ڈالا۔

۴۔ معاشی چیلنجز: مسلسل عدم استحکام اور سیکیورٹی مسائل کی وجہ سے غیر ملکی سرمایہ کاری میں کمی آئی۔ غیر ملکی امداد پر انحصار کے باعث قرضوں کا بوجھ بڑھا اور مہنگائی میں اضافہ ہوا کیونکہ بنیادی معاشی مسائل حل نہیں کیے گئے۔

نتیجہ:

پاکستان اور امریکہ کے تعلقات میں ۹/۱۱ سے پہلے اور بعد کے بدلتے حالات نے پاکستان کو کئی حوالوں سے متاثر کیا۔ بعض اوقات مثبت طور پر لیکن زیادہ تر منفی پہلوؤں کے ساتھ۔ اگرچہ ۹/۱۱ کے بعد شراکت داری نے امداد اور ترقی کے مواقع پیدا کیے، لیکن اس نے پاکستان کو معاشی و سیکیورٹی انحصار، داخلی عدم استحکام، اور سماجی دباؤ کا شکار بنا دیا۔ یہ پیچیدہ تعلقات اس بات کی نشاندہی کرتے ہیں کہ پاکستان کو طویل المدتی ترقی اور استحکام کے لیے زیادہ خود مختار اور متوازن خارجہ اور معاشی حکمت عملی اختیار کرنے کی ضرورت ہے۔

پاکستان-چین تعلقات

پاکستان اور چین کے تعلقات کو اکثر ہر موسم کی سٹریٹیجک شراکت داری کہا جاتا ہے۔ یہ تعلقات باہمی اعتماد معاشی تعاون اور مشترکہ سٹریٹجک مفادات پر مبنی ہیں دونوں ممالک میں کئی اہم منصوبوں کا آغاز کیا ہے جنہوں نے دو طرفہ تعلقات کو ایک نئی جہت دی ہے۔ ذیل میں مختلف شعبوں میں اہم منصوبوں کا ذکر کیا گیا ہے۔

ا۔ چین-پاکستان اقتصادی راہداری (CPEC)

سی پیک چین کے بیلٹ اینڈ روڈ انیشی ایٹو کا مرکزی منصوبہ ہے اور پاکستان-چین تعلقات کی بنیاد ہے۔ اس کی مالیت ۶۲ ارب ڈالر سے زائد ہے اور یہ کئی بنیادی ڈھانچے، توانائی اور معاشی منصوبوں پر مشتمل ہے۔ اس کا مقصد روابط کو بہتر بنانا اور معاشی ترقی کو فروغ دینا ہے۔

i . توانائی کے منصوبے: ان منصوبوں میں ساہیوال کول پاور پلانٹ، کروٹ ہائیڈرو پاور پلانٹ، اور حب کول پاور پلانٹ شامل ہیں جن کا مقصد پاکستان کی دائمی توانائی کی قلت کو دور کرنا ہے۔ اس کے علاوہ کوئلے، پن بجلی، ہوا، اور شمسی توانائی کے منصوبے بھی پاکستان کے لیے اہم ہیں۔

ii . گوادر بندرگاہ: گوادر بلوچستان میں واقع ایک گہرے پانی کی بندرگاہ ہے اور سی پیک کا اہم مرکز ہے۔ یہاں پر گوادر فری زون، گوادر انٹرنیشنل ایئرپورٹ اور بنیادی ڈھانچے کی بہتری کے منصوبے شامل ہیں تاکہ اسے علاقائی تجارتی اور لاجسٹکس کا مرکز بنایا جاسکے۔

iii . نقل و حمل کا بنیادی ڈھانچہ: سی پیک کے تحت کئی اہم شاہراہیں اور موٹرویز تعمیر کی گئی ہیں جیسے کراچی-لاہور موٹروے، ہزارہ موٹروے اور پشاور-کراچی ریلوے لائن۔ یہ پاکستان اور چین کے تعاون کی مثالیں ہیں ان منصوبوں سے پاکستان اور چین کے درمیان رابطے کو فروخت ملتا ہے۔

iv . خصوصی اقتصادی زونز: سی پیک کے تحت خصوصی اقتصادی زونز تیار کیے جا رہے ہیں تاکہ صنعتی ترقی کو فروغ دیا جاسکے اور غیر ملکی سرمایہ کاری کو متوجہ کیا جائے۔ راشکئی زون اور دھابیجی اقتصادی زون اس کی اہم مثالیں ہیں۔

۲۔شاہراہ قراقرم کی توسیع

شاہراہ قراقرم دنیا کی سب سے خوبصورت مگر مشکل انجینئرنگ شاہکاروں میں سے ایک سمجھی جاتی ہے۔ یہ پاکستان اور چین کو خنجراب پاس کے ذریعے ملاتی ہے اور ان کی دوستی کی علامت ہے۔ اس شاہراہ کو تجارت اور عوامی روابط کو بہتر بنانے کے لیے توسیع اور اپ گریڈ کیا گیا ہے۔

۳۔توانائی اور بجلی کے منصوبے

سی پیک کے توانائی کے منصوبوں کے علاوہ، چین پاکستان کی جوہری توانائی کی صلاحیت بڑھانے میں بھی مدد کر رہا ہے۔ چشمہ نیوکلیئر پاور پلانٹس اور کراچی ری ایکٹرز پاکستان اور چین کے درمیان پرامن جوہری توانائی کے شعبے میں تعاون کی مثالیں ہیں۔

۴۔دفاعی تعاون

دفاعی تعاون پاکستان اور چین کے تعلقات کا ایک اہم پہلو ہے۔ جے ایف-۷ اتھنڈر فائٹر جیٹ پروگرام ایک نمایاں دفاعی منصوبہ ہے جو چین اور پاکستان نے مشترکہ طور پر تیار اور تیار کیا ہے۔ فوجی ٹیکنالوجی کی منتقلی، بحری جہازوں اور فضائی دفاعی نظاموں کی فراہمی بھی دونوں ممالک کی دوستی کی مثالیں ہیں۔

۵۔زرعی تعاون

سی پیک کے تحت پاکستان-چین زرعی راہداری کا مقصد زرعی پیداوار اور غذائی تحفظ کو بہتر بنانا ہے۔ ان منصوبوں میں چینی ٹیکنالوجی اور سرمایہ کاری کے ذریعے پاکستان کے زرعی شعبے کو جدید بنانا شامل ہے۔

۶۔انفارمیشن ٹیکنالوجی اور ٹیلی کمیونیکیشن

ٹیکنالوجی کے شعبے میں چین کا تعاون پاکستان کے لیے نہایت اہم ہے۔ اس میں سی پیک کے تحت فائبر اپٹک کیبلز کی تنصیب شامل ہے تاکہ پاکستان کے عالمی نیٹ ورک سے رابطے کی صلاحیت بہتر ہو۔ چینی کمپنیاں زی ٹی او (ZeeTO) اور ہواوے (Huawei) پاکستان کے ٹیلی کمیونیکیشن ڈھانچے کی ترقی میں اہم کردار ادا کر رہی ہیں۔

۷۔ثقافتی اور تعلیمی تبادلے

ہزاروں پاکستانی طلباء چینی وظائف کے تحت چین میں تعلیم حاصل کر رہے ہیں اور مشترکہ تعلیمی تحقیق کے پروگراموں میں اضافہ ہو رہا ہے۔ پاکستان میں قائم کنفیوشس انسٹیٹیوٹس چینی زبان اور ثقافت کو فروغ دے رہے ہیں۔ دونوں ممالک کے درمیان ثقافتی تبادلے اور میڈیا تعاون سے عوامی روابط کو مضبوط بنانے کی کوشش کی جا رہی ہے۔

۸۔صحت کے شعبے میں تعاون

۲۰۱۹ء میں کووڈ وبا کے دوران چین نے پاکستان کو ویکسین، طبی سازوسامان اور ماہرین کی شکل میں نمایاں امداد فراہم کی۔ چین پاکستان میں فارماسیوٹیکل

مینو فیکچرنگ سہولیات کے لیے بھی تعاون کر رہا ہے۔

۹۔مالی اور سرمایہ کاری منصوبے

چین نے پاکستان کو ترقیاتی منصوبوں کے لیے بڑے پیمانے پر قرضے اور گرانٹس کی صورت میں مالی امداد فراہم کی ہے۔ چینی بینک اور کمپنیاں پاکستان کی معیشت اور صنعتی شعبے میں بھرپور انداز میں سرگرم ہیں۔

۱۰۔ مستقبل کے اہم منصوبے

i. مین لائن-ا ریلوے منصوبہ (ML-1): یہ منصوبہ پاکستان کے ریلوے نظام کو جدید بنانے کے لیے تیار کیا جا رہا ہے۔

ii. گوادر اسمارٹ سٹی ماسٹر پلان: چین گوادر میں جدید شہری ڈھانچے کے ساتھ ایک مستقبل کا تجارتی اور اقتصادی مرکز بنانے میں سرمایہ کاری کرنے کو تیار ہے۔

iii. کوہالہ اور آزاد پتن ہائیڈرو پاور منصوبے: یہ منصوبے صاف اور قابل تجدید توانائی پیدا کرنے کے لیے شروع کیے جا رہے ہیں۔

پاکستان-برطانیہ تعلقات

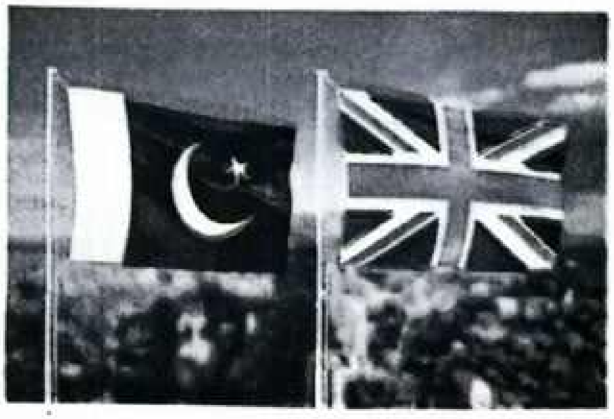

پاکستان اور برطانیہ کے تعلقات کثیر جہتی تعلقات پر مبنی ہیں جو تاریخی، اقتصادی، سیاسی اور ثقافتی روابط سے جڑے ہوئے ہیں۔ ان کے دوطرفہ تعلقات پر برطانوی نوآبادیاتی حکمرانی کا اثر ہے جو برصغیر میں قائم تھی۔ ان تعلقات میں تجارت، ترقی، تعلیم، دفاع اور عوامی روابط میں تعاون شامل ہے۔

پاکستان-برطانیہ تعلقات کے اہم پہلو

۱۔ تاریخی روابط

پاکستان اور برطانیہ کے تعلقات نوآبادیاتی دور سے شروع ہوئے جب پاکستان برطانوی ہندوستان کا حصہ تھا، یہاں تک کہ اس نے ۱۹۴۷ میں آزادی حاصل کی۔ آزادی کے بعد پاکستان نے کامن ویلتھ آف نیشنز میں شمولیت اختیار کی جس کے ساتھ برطانیہ کے ساتھ ایک علامتی اور تعاونی رشتہ قائم رہا۔

۲۔ تجارت اور اقتصادی تعلقات

برطانیہ پاکستان کے سب سے بڑے تجارتی شراکت داروں میں سے ایک ہے جس میں ٹیکسٹائل، ملبوسات اور کھیلوں کا سامان شامل ہیں۔ برطانیہ کے کاروباری افراد پاکستان کے مالیاتی اور توانائی کے شعبوں میں کام کر رہے ہیں۔ ۲۰۲۱ء میں دونوں ممالک کے درمیان دوطرفہ تجارت تقریباً ۹.۱۲ ارب پاؤنڈ تھی اور دونوں ممالک اس تجارت کو یو کے-پاکستان ان ہینسڈ اسٹریٹیجک ڈائیلاگ کے تحت مزید بڑھانے کی کوشش کر رہے ہیں۔

۳۔ ترقی اور امداد

برطانیہ پاکستان کو تعلیم صحت اور غربت کے خاتمے کے لیے ترقیاتی امداد فراہم کرتا ہے۔ برطانیہ کا ڈیپارٹمنٹ فار انٹرنیشنل ڈیولپمنٹ جواب فارن کامن ویلتھ اینڈ ڈویلپمنٹ افس میں ضم ہو چکا ہے پاکستان کے سب سے بڑے امداد فراہم کرنے والوں میں سے ایک رہا ہے۔

۴۔ دیاسپورہ (Diaspora) اور عوامی روابط

برطانیہ میں پاکستانی دیاسپورہ دنیا کی سب سے بڑی امیگرنٹ کیمونٹیز میں سے ایک ہے جس میں ۱۶ لاکھ سے زائد پاکستانی نژاد افراد شامل ہیں۔ اس دیاسپورہ کا دونوں ممالک میں ثقافتی، اقتصادی اور سیاسی اثر و رسوخ ہے۔ تعلیمی تبادلے کے پروگرام جیسے پاک-یوکے ایجوکیشن گیٹ وے کے تحت، بہت سے پاکستانی طلبہ برطانیہ کی یونیورسٹیوں میں تعلیم حاصل کر رہے ہیں۔ ۲۰۲۲-۲۰۲۳ میں ۴۳،۶۹۰ پاکستانی طلباء نے برطانیہ میں تعلیم حاصل کی، جو پچھلے سال سے ۵۰٪ زیادہ تھے۔

۵۔ سیاسی اور سفارتی تعلقات

ان ہینسڈ سٹریٹیجک ڈائیلاگ (Enhanced Strategic Dialogue) کا ادارہ جو ۲۰۱۰ میں قائم کیا گیا تھا دو طرفہ تعلقات کو مستحکم کرنے کے لیے ایک فریم ورک ہے۔ اس میں کشمیر، علاقائی استحکام اور انسداد دہشت گردی جیسے مسائل پر سفارتی مذاکرات شامل ہیں۔

۶۔ ثقافتی روابط

کرکٹ دونوں ممالک کے درمیان ایک اہم ثقافتی قوت کے طور پر اہمیت رکھتی ہے اور دونوں ممالک کے درمیان میچز پر بڑے پیمانے پر توجہ دی جاتی ہے۔ ادب، فنون اور میڈیا کے تبادلے ثقافتی تعلقات کو مزید مستحکم کرتے ہیں۔

یہ تعلقات دونوں ممالک کے درمیان گہرے اور متنوع روابط کی عکاسی کرتے ہیں جو وقت کے ساتھ ساتھ مزید مضبوط ہو رہے ہیں۔

پاکستان-روس تعلقات

مشکل حالات کے باوجود، پاکستان کے روس کے ساتھ تعلقات میں حالیہ برسوں میں خاص طور پر گزشتہ دس سالوں میں اہم پیش رفت دیکھنے میں آئی ہے۔

۱۔ اقتصادی اور تجارتی تعاون

شمال-جنوب گیس پائپ لائن منصوبہ مالی مشکلات اور جغرافیائی سیاسی مشکلات کی وجہ سے تاخیر کا شکار ہے۔ روس اور یوکرین کے درمیان جاری تنازعہ اس کی بڑی وجہ ہے۔ ان مشکلات کے باوجود دونوں ممالک دو طرفہ تجارت اور اقتصادی تعاون کو بہتر بنانے کی خواہش رکھتے ہیں۔ سوویت یونین (جواب روس ہے) پاکستان میں اسٹیل ملز کی تعمیر میں تعاون کیا تھا۔ ۱۹۷۳ میں اس کا سنگ بنیاد رکھا گیا اور ۱۹۸۴ء میں مل نے کمرشل بنیادوں پر کام شروع کیا۔

۲۔ دفاعی اور سیکیورٹی تعاون

پاکستان روس سے فوجی سازوسامان خرید رہا ہے اور روس کے ساتھ مشترکہ فوجی مشقوں میں حصہ لے رہا ہے جس سے دونوں ممالک کے درمیان دفاعی تعلقات مضبوط ہو رہے ہیں۔ پاکستان کو اس تعاون کی اشد ضرورت ہے کیونکہ اسے سستا فوجی سازوسامان درکار ہے۔

۳۔ جغرافیائی سیاسی اہمیت

پاکستان کی جغرافیائی اقتصادی اہمیت روس کے لیے اس کے فائدہ مند محل وقوع کی وجہ سے بڑھ چکی ہے۔ خاص طور پر چین-پاکستان اقتصادی راہداری روس کے لیے اقتصادی اور جغرافیائی سیاسی فوائد کا سبب بن سکتی ہے۔

۴۔ علاقائی سیکیورٹی

دونوں ممالک کے درمیان افغانستان میں علاقائی استحکام کے لیے مشترکہ تشویش پائی جاتی ہے۔ انہوں نے دہشت گردی کے خلاف تعاون کیا ہے اور افغانستان کے امن مذاکرات پر اثر ڈالنے کی کوشش کی ہے۔ ان کے تعلقات بنیادی طور پر اسی مشترکہ مفاد سے منسلک ہیں۔

مستقبل کے امکانات

۱۔ جغرافیائی اسٹریٹجک اہمیت

پاکستان اپنی اسٹریٹجک محل وقوع کی وجہ سے علاقے بھر میں توانائی اور تجارتی راہداریوں کا ایک اہم شریک ہے۔ روس کو پاکستان کے ذریعے جنوبی ایشیا اور بحر احمر تک رسائی حاصل ہو سکتی ہے جس سے روس کو اسٹریٹجک اور اقتصادی مفادات حاصل ہو سکتے ہیں۔

اقتصادی منصوبے

مستقبل کے منصوبے جیسے توانائی کے معاہدے اور بنیادی ڈھانچے کی سرمایہ کاری اقتصادی تعلقات کو مزید مستحکم کر سکتے ہیں۔ تاہم، ایسا کرنے کے لیے موجودہ مالی اور جغرافیائی سیاسی رکاوٹوں کو عبور کرنا ضروری ہے۔ روس کے نائب وزیر اعظم نے ۱۸ سے ۱۹ ستمبر ۲۰۲۴ تک پاکستان کا دو روزہ سرکاری دورہ کیا۔ ان کے دورے کے دوران، بات چیت مائع قدرتی گیس (ایل این جی) کے ممکنہ سودوں پر مرکوز رہی اور توقع ہے کہ روسی ٹرمینلز ۲۰۲۶ تک تیار ہو جائیں گے۔ اس کے علاوہ، ایک روسی وفد پاکستان اسٹیل ملز کی جگہ پر جدید ترین اسٹیل مل قائم کرنے کے امکانات کا جائزہ لے رہا ہے۔ پاکستان روس کے ساتھ تجارتی، اقتصادی، توانائی، رابطے اور سیکیورٹی تعاون کو بڑھانے کے لیے پرعزم ہے۔

۲۔ تعلیمی اور ثقافتی تبادلہ

طویل المدتی تعلقات کو ثقافتی اور تعلیمی تبادلوں کے ذریعے آپس میں روابط کو بڑھا کر مضبوط کیا جا سکتا ہے۔ زبان سیکھ کر اور طلباء کے تبادلوں کے ذریعے تاریخی تعلقات کو دوبارہ زندہ کرنا بھی ضروری ہو سکتا ہے۔

۳۔ ٹیکنالوجی اور توانائی کے شعبے

ٹیکنالوجی اور توانائی کے شعبوں میں پائیدار ترقی کے لیے دونوں ملکوں کے درمیان تعاون پاکستان کو اپنے پائیدار ترقی کے مقاصد پورا کرنے میں مدد فراہم کر سکتا ہے۔ روس کا تجربہ پاکستان کی ہائی ٹیک صنعتوں جیسے بایو ٹیکنالوجی، ایوی ایشن، اور خلائی تحقیق میں مدد دے سکتا ہے۔

پاکستان اور وسطی ایشیائی ریاستیں

پاکستان کے وسطی ایشیائی ریاستوں، تاجکستان، ترکمانستان، ازبکستان، کرغزستان اور قازقستان کے ساتھ تعلقات تاریخی، ثقافتی، اور مذہبی جڑیں رکھتے ہیں۔ یہ تعلقات پاکستان کے اسٹریٹجک اور اقتصادی مفادات پر بھی مبنی ہیں۔ ۱۹۹۱ء میں سوویت یونین کے خاتمے کے بعد، یہ وسائل سے بھرپور اور بندرگاہوں سے محروم ریاستیں پاکستان کی خارجہ پالیسی کا ایک لازمی حصہ بن گئیں کیونکہ ان کی ساتھ جغرافیائی قربت ہے اور علاقائی تعاون کے امکانات زیادہ ہیں۔ پاکستان نے ہر ریاست کے ساتھ مستحکم سیاسی اور سفارتی تعلقات قائم کرنے کی کوشش کی ہے، جس میں علاقائی استحکام، انسداد دہشت گردی اور اقتصادی تعاون پر زور دیا گیا ہے۔ یہ ممالک پاکستان کی طرح شنگھائی تعاون تنظیم اور اقتصادی تعاون تنظیم کے بھی رکن ہیں۔ اس لیے ان ممالک کو علاقائی سیکیورٹی، تجارت اور انفراسٹرکچر کے منصوبوں میں سہولتیں حاصل ہوتی ہیں۔

توانائی کے شعبے میں تعاون ان تعلقات کی بنیاد ہے جیسا کہ پاکستان کی بڑھتی ہوئی توانائی کی ضروریات کو پورا کرنے کے لیے ترکمانستان۔ افغانستان۔ پاکستان۔ بھارت گیس پائپ لائن (تاپی) جیسے منصوبے شروع کیے جا رہے ہیں۔ ان ممالک کے ساتھ پاکستان کے اقتصادی تعلقات تجارت، سرمایہ کاری اور رابطے کے منصوبوں کے ذریعے بڑھ رہے ہیں جن میں پاکستان کی گوادر بندرگاہ اور چین۔ پاکستان اقتصادی راہداری شامل ہے۔ ان منصوبوں کو وسطی ایشیائی ریاستوں کو عالمی منڈیوں تک رسائی فراہم کرنے کے لیے استعمال کیا جا رہا ہے۔ علاقائی سیکیورٹی میں تعاون خاص طور پر دہشت گردی، انتہاپسندی اور منشیات کے سمگلنگ کے خلاف ان کے تعلقات کا ایک اور اہم پہلو ہے کیونکہ علاقائی امن افغانستان کو مستحکم کرنے پر منحصر ہے۔ ثقافتی اور تعلیمی تبادلے اور تعلیمی شراکت داری لوگوں کے درمیان تعلقات کو مزید مضبوط کرتے ہیں۔ دفاعی تعاون میں انٹیلیجنس کا تبادلہ اور تربیتی پروگرام شامل ہیں۔ مجموعی طور پر یہ تعلقات وسطی اور جنوبی ایشیا کو اقتصادی اور جغرافیائی طور پر یکجا کرنے کی کوشش کرتے ہیں جس سے خطے میں عمل ترقی اور مشترکہ خوشحالی کو فروغ ملتا ہے۔

پاکستان اور یورپی یونین

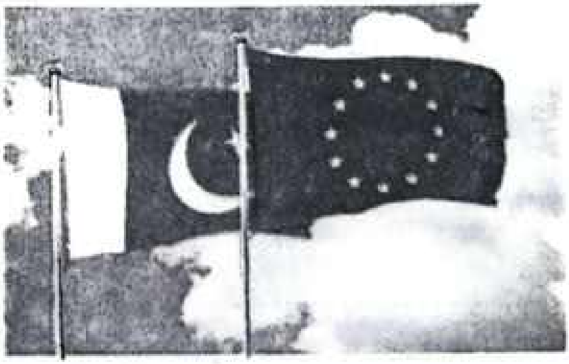

یورپی یونین ۲۷ یورپی ممالک کا ایک سیاسی اور اقتصادی اتحاد ہے جو مختلف شعبوں میں تعاون اور یکجہتی کو فروغ دینے کے لیے مل کر کام کرتا ہے جیسے تجارت، سیکیورٹی، ماحولیات، اور انسانی حقوق۔ یورپی یونین کا قیام دو عالمی جنگوں کی تباہی کے بعد یورپ میں امن، استحکام اور اقتصادی خوشحالی کو فروغ دینے کے لیے کیا گیا تھا۔ فرانس، جرمنی، اسپین، اٹلی اور یونان اہم ارکان ہیں۔ یہاں، ہم چند اہم رکن ممالک پر روشنی ڈالیں گے جن کے ساتھ پاکستان کے قریبی تعلقات ہیں۔

پاکستان - جرمنی تعلقات

پاکستان اور جرمنی کے درمیان ۱۹۵۱ء سے مضبوط سفارتی تعلقات قائم ہیں، جن میں تجارت، ترقی، تعلیم اور انسانی امداد کے شعبوں میں تعاون شامل ہے۔ جرمنی پاکستان کا یورپی یونین میں سب سے بڑا تجارتی شراکت دار ہے جو پاکستان سے برآمدات میں ٹیکسٹائل اور چمڑے کی مصنوعات منگواتا ہے اور جرمنی سے مشینری اور کیمیکلز درآمد ہوتے ہیں۔ جرمنی پاکستان کے جی ایس پی +(GSP+) کے موقف کی حمایت کرتا ہے اور پاکستان میں سیمنز (Siemens) اور بی اے ایس ایف (BASF SE) جیسے کمپنیاں کام کر رہی ہیں۔ ترقیاتی تعاون صاف توانائی اور تکنیکی تربیت پر مرکوز ہے۔ پاکستان میں گوئٹے (Goethe) انسٹی ٹیوٹ ثقافتی تعلقات میں اضافے کا باعث بن رہا ہے۔ جرمن یونیورسٹیوں میں ہزاروں پاکستانی طلباء تعلیم پاتے ہیں۔ جرمنی نے قدرتی آفات اور انسداد دہشت گردی کی کوششوں کے دوران پاکستان کی حمایت کی ہے اور علاقائی امن پر زور دیا ہے۔ دونوں ممالک تجارت، توانائی، تعلیم اور موسمیاتی اقدامات کے شعبوں میں تعلقات کو گہرا کرنے کی کوشش کر رہے ہیں۔

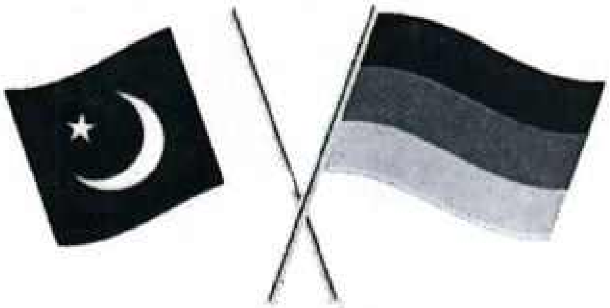

پاکستان - فرانس تعلقات

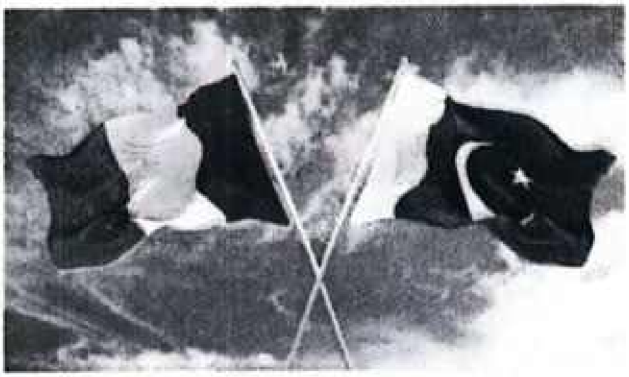

پاکستان اور فرانس کے تعلقات ایک کثیر الجہتی رشتہ پر مبنی ہیں، جس میں سفارتکاری، تجارت، دفاعی تعاون، ثقافتی تبادلہ اور مشترکہ اسٹریٹجک مفادات شامل ہیں۔ رسمی سفارتی تعلقات ۱۹۴۷ میں قائم ہوئے، اور دونوں ممالک اپنے اپنے دارالحکومتوں میں سفارتخانے رکھتے ہیں۔ دونوں ممالک اقوام متحدہ اور ورلڈ ٹریڈ آرگنائزیشن (WTO) جیسے اداروں کے ممبرز ہیں اور ایک دوسرے سے تعاون کرتے ہیں۔

فرانس یورپی یونین میں پاکستان کا ایک اہم تجارتی شریک ہے، جو پاکستان سے ٹیکسٹائل، جراحی کے آلات، اور کھانے کی مصنوعات درآمد کرتا ہے جبکہ مشینری، گاڑیاں، اور کیمیکلز برآمد کرتا ہے۔ فرانسیسی کمپنیاں جیسے پیوگوٹ (Peugeot) اور رینالٹ (Renault) پاکستان میں موجود ہیں جو توانائی اور دیہی ترقی کے شعبوں میں تعاون کرتی ہیں۔ ثقافتی اور تعلیمی تعلقات اور اسکالرشپ پروگراموں کے ذریعے فروغ پاتے ہیں، اور بہت سے پاکستانی طلباء فرانس میں تعلیم حاصل کرتے ہیں۔ فرانس نے قدرتی آفات جیسے ۲۰۰۵ء کے زلزلے اور ۲۰۱۰ء کے سیلاب کے دوران پاکستان کی مدد کی جس میں امداد اور تعمیر نو پر توجہ مرکوز کی گئی۔ دونوں ممالک علاقائی سیکیورٹی پر تعاون کرتے ہیں خاص طور پر انسداد دہشت گردی اور افغانستان میں استحکام کے حوالے سے یہ تعاون بہت اہمیت رکھتا ہے۔ دونوں ممالک کے درمیان موسمیاتی تبدیلیوں سے نمٹنے کے لیے اعلیٰ سطح پر تعاون دیکھنے میں آیا ہے۔ خاص طور پر بریگزٹ (Berxit) کے بعد انسانی حقوق اور انسداد دہشت گردی کی پالیسیوں میں اختلافات کے باوجود یورپی یونین کے بدلتے تجارتی حرکات نے تعاون کے لیے عمدہ مواقع فراہم کیے ہیں۔

پاکستان-اسپین تعلقات

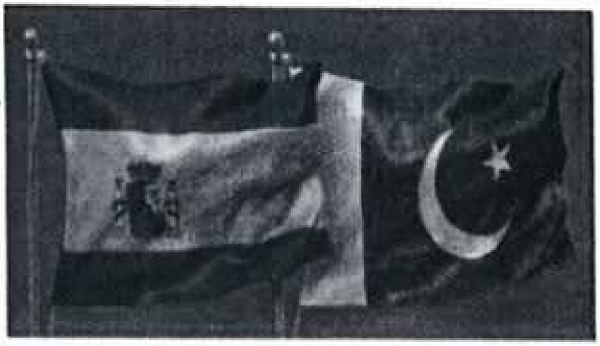

پاکستان اور اسپین کے تعلقات دوستانہ ہیں۔ دونوں ممالک تجارت، ترقی، ثقافت اور تعلیم کے شعبوں میں تعاون کرتے ہیں ۱۹۵۰ء میں قائم ہونے والے سفارتی تعلقات وقت گزرنے کے ساتھ ساتھ مزید مستحکم ہو رہے ہیں۔ دونوں ممالک اقوام متحدہ جیسے ادارے کے رکن ہیں اور انسداد دہشت گردی کی کوششوں میں شامل ہیں۔ اسپین پاکستان کے لیے یورپی یونین میں ایک اہم ملک ہے جہاں دوطرفہ تجارت کو فروغ دیا جا سکتا ہے۔ سپین پاکستان سے ٹیکسٹائل اور کھیلوں کا سامان درآمد کرتا ہے جبکہ پاکستان سپین سے مشینری درآمد کرتا ہے سپین نے ۲۰۱۰ء کے سیلاب کے بعد پاکستان میں دیہی ترقی اور صحت کی دیکھ بھال کے لیے امداد فراہم کی ہے۔ دونوں ممالک میں ثقافتی تعلقات میں بھی اضافہ ہو رہا ہے۔ پاکستان میں ہسپانوی زبان اور ثقافت کو فروغ دے رہا ہے اور پاکستانی طلبہ کی ایک بڑی تعداد سپین میں تعلیم حاصل کر رہی ہے۔ پاکستان کی نیشنل یونیورسٹی فار ماڈرن لینگویجز میں ہسپانوی زبان کی تعلیم دی جا رہی ہے۔ دونوں ممالک ویزے کی سہولت کو بہتر بنانے کے لیے کام کر رہے ہیں اگرچہ یہ تعلقات کچھ یورپی یونین کے ممالک کی نسبت زیادہ اہم نہیں ہے لیکن اسپین کی قابل تجدید توانائی میں مہارت اور پاکستان میں توانائی کی بڑھتی ہوئی مارکیٹ گہرے تعاون کے مواقع فراہم کرتی ہے۔

پاکستان-اٹلی تعلقات

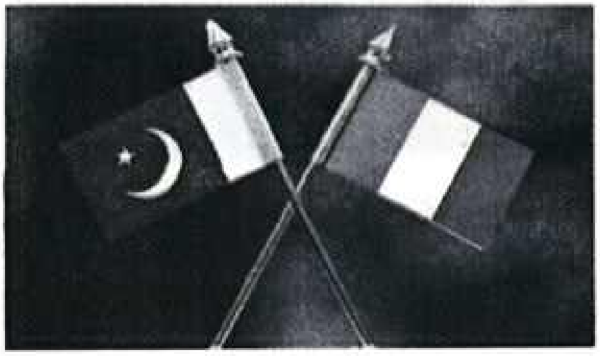

پاکستان اور اٹلی کے تعلقات گرمجوشی اور تعاون پر مبنی ہیں، جو تجارت، ترقی، ثقافت، دفاع اور تعلیم کے شعبوں میں تعاون کو فروغ دے رہے ہیں۔ ۱۹۴۸ء میں قائم ہونے والے سفارتی تعلقات میں علاقائی اور عالمی مسائل پر باقاعدہ مشاورت کی جاتی ہے۔ خاص طور پر اقوام متحدہ کے ادارے کے ذریعے۔ اٹلی پاکستان کا یورپی یونین میں ایک اہم تجارتی شریک ہے جہاں تجارت کا مرکز ٹیکسٹائل، چمڑے کی مصنوعات اور مشینری ہے جبکہ اٹلی کی کمپنیاں جیسے فیات (Fiat) اور ای این آئی (ENI) پاکستان کے توانائی اور انفراسٹرکچر کے شعبوں میں سرمایہ کاری کر رہی ہیں۔ ترقیاتی تعاون میں تعلیم، صحت کی دیکھ بھال اور قدرتی آفات کے دوران امدادی منصوبے شامل ہیں۔ اٹلی سماجی اقدامات جیسے لڑکیوں کی تعلیم کے لیے بھی حمایت کرتا ہے۔ اطالوی کلچرل انسٹی ٹیوٹ کے ذریعے ثقافتی روابط بڑھتے ہیں اور اطالوی زبان میں دلچسپی میں اضافہ ہو رہا ہے۔ جس کی وجہ سے بہت سے پاکستانی طلباء اٹلی میں اعلیٰ تعلیم حاصل کر رہے ہیں۔ ۲۴-۲۰۲۳ء میں ۲۰۶۰۷ء طلبہ نے اطالوی یونیورسٹیوں میں داخلہ لیا۔ انسداد دہشت گردی اور علاقائی استحکام پر دفاعی اور سیکیورٹی تعاون کیا جا رہا ہے جبکہ سیاحت اور عوامی روابط تعلقات کو مزید مستحکم کرتے ہیں۔ یہ تعلقات خاص طور پر قابل تجدید توانائی، تجارت اور ثقافتی سفارتکاری کے شعبوں میں وسیع ہونے کے اہم امکانات رکھتے ہیں۔

پاکستان کی عالمی تنظیموں میں شرکت

پاکستان بہت سی بین الاقوامی تنظیموں کا فعال رکن رہا ہے جس میں اقوام متحدہ، اسلامی تعاون تنظیم اور دولت مشترکہ شامل ہیں۔ پاکستان کی ان تنظیموں کی رکنیت سے یہ ثابت ہوتا ہے کہ وہ علاقائی استحکام اور عالمی مسائل کے لیے اپنا کردار بھرپور طریقے سے ادا کر رہا ہے۔

- ### جنوبی ایشیائی علاقائی تعاون کی تنظیم South Asian Association for Regional Cooperation(SAARC)

- سارک کا قیام اقتصادی اور علاقائی یکجہتی کو فروغ دینے کے لیے کیا گیا تھا۔ یہ تنظیم دسمبر ۱۹۸۵ء میں قائم ہوئی اور اس میں آٹھ رکن ممالک شامل ہیں: افغانستان، بنگلہ دیش، بھوٹان، بھارت، مالدیپ، نیپال، پاکستان، اور سری لنکا۔ سارک کے ذریعے، پاکستان اپنے ہمسایہ ممالک کے ساتھ مشترکہ چیلنجز کے حل اور جنوبی ایشیا میں مشترکہ خوشحالی کے لیے بات چیت اور تعاون کرتا ہے۔

سارک میں پاکستان کا کردار

بانی رکن: پاکستان سارک کے بانی ارکان میں سے ایک ہے اور اس تنظیم میں اہم کردار ادا کرتا ہے۔

- **اقتصادی تعاون:** پاکستان سارک کے ذریعے علاقائی اقتصادی تعاون کے فروغ میں سرگرم رہا ہے۔ اس میں تجارتی معاہدے شامل ہیں جیسے کہ جنوبی ایشیائی آزاد تجارتی علاقہ سیفٹا (SAFTA) جس کا مقصد تجارتی رکاوٹوں کو کم کرنا اور سارک ممالک کے درمیان اندرونی تجارت کو بڑھانا ہے۔ اسی طرح سارک فوڈ سیکیورٹی ریزروز جو کہ خوراک کی سیکیورٹی کے لیے ادائیگیوں کے نظام کو موثر بنانے کے لیے قائم کیا گیا اور اسی طرح اقتصادی تعاون کے لیے سارک پینٹ کونسل کا ادارہ قائم کیا گیا۔

سیکیورٹی اور سیاسی امور: پاکستان اور بھارت کے درمیان سیاسی کشیدگی نے اکثر سارک کی پیش رفت میں رکاوٹ ڈالی ہے۔ دو طرفہ مسائل نے اکثر علاقائی تعاون کی کوششوں کو پس منظر میں ڈال دیا ہے جس کی بڑی مثال کشمیر کا تنازع ہے۔

ثقافتی اور سماجی اقدامات: پاکستان سارک کے تحت مختلف ثقافتی، تعلیمی، اور سماجی پروگراموں میں حصہ لیتا ہے جو عوامی روابط اور ثقافتی تبادلے کو فروغ دیتے ہیں۔ ٹریک ٹو ڈپلومیسی ایک غیر رسمی مکالمہ کی قسم ہے جو متنازعہ فریقین کے درمیان ہوتی ہے۔ بھارت اور پاکستان کے درمیان اس مکالمے کو تنازعات کے حل کے لیے استعمال کیا گیا ہے جو سارک کے دائرے میں آتا ہے۔

پاکستان کے سارک ممالک کے ساتھ تعلقات

پاکستان اور افغانستان کے تعلقات

سیکیورٹی خدشات: افغانستان کے حوالے سے پاکستان کی پالیسی سیکیورٹی خدشات اور طالبان کی واپسی سے پیدا ہونے والی غیر یقینی صورتحال سے متاثر ہے۔ پاکستان ایک مستحکم اور دوستانہ افغانستان چاہتا ہے تاکہ دہشت گردی اور مہاجرین کی آمد کے منفی اثرات سے بچا جاسکے جو سارک کے اندر علاقائی سیکیورٹی کے لیے اہم ہیں۔

معاشی اور انسانی امداد: پاکستان نے افغانستان کو انسانی اور معاشی امداد فراہم کی ہے، جو سارک کے علاقائی تعاون اور امداد کے مقاصد کے مطابق ہے۔

پاکستان اور بنگلہ دیش کے تعلقات

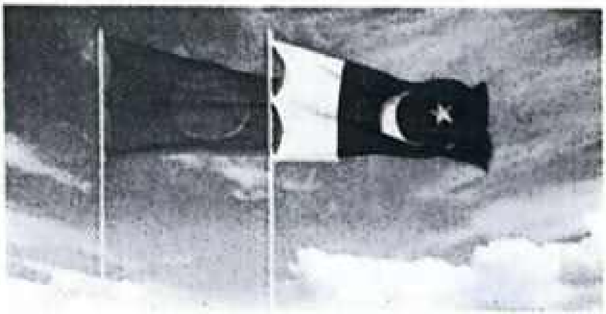

بہتری کی کوششیں

حالیہ برسوں میں پاکستان اور بنگلہ دیش دونوں جانب سے دوطرفہ تعلقات کو بہتر بنانے کی کوششیں کی گئی ہیں، جو ۱۹۷۱ء کی جنگ سے جڑے تاریخی مسائل کی وجہ سے کشیدہ رہے تھے۔ ان تعلقات میں بہتری سارک کی ہم آہنگی اور تعاون پر مثبت اثر ڈال سکتی ہے۔

پاکستان کے نیپال، سری لنکا، بھوٹان اور مالدیپ کے ساتھ تعلقات

سفارتی روابط

پاکستان ان ممالک کے ساتھ دوستانہ تعلقات رکھتا ہے جن کی بنیاد اقتصادی تعاون، تجارت اور ثقافتی تبادلوں پر ہے۔ یہ مثبت دوطرفہ تعلقات سارک کے اندر ایک مزید تعاون پر مبنی ماحول قائم کرنے میں مددگار ثابت ہوتے ہیں۔

پاکستان اور بھارت کے تعلقات

پاکستان اور بھارت کے تعلقات تاریخی، جغرافیائی اور سماجی وسیاسی عوامل کے پیچیدہ امتزاج سے تشکیل پاتے ہیں، جو ۱۹۴۷ء میں آزادی کے بعد سے دونوں ممالک کے باہمی روابط پر اثر انداز ہوتے رہے ہیں۔ برطانوی استعمار سے آزادی کے بعد، بھارت اور پاکستان دو قومی نظریے کی بنیاد پر علیحدہ ریاستوں کے طور پر وجود میں آئے۔ اس تقسیم نے گہرے زخم چھوڑے جن میں بڑے پیمانے پر ہجرت، فرقہ وارانہ فسادات، اور علاقائی تنازعات شامل ہیں جو آج بھی دونوں ممالک کے تعلقات پر اثر ڈالتے ہیں۔

سیاسی کشیدگی

پاکستان اور بھارت کے درمیان تعلقات اب بھی کشیدہ ہیں۔ خاص طور پر کشمیر کے مسئلے، عسکری محاذ آرائیوں، اور سرحدی جھڑپوں کے باعث دونوں ممالک کے تعلقات میں سرد مہری پائی جاتی ہے۔ پاکستان اور بھارت کے درمیان اب تک پانچ جنگیں ہو چکیں ہیں۔ (۱۹۴۸، ۱۹۶۵، ۱۹۷۱، ۱۹۹۹ اور ۲۰۲۵)، اور ۲۰۰۱ء-۲۰۰۲ء اور ۲۰۰۸ء کے کشیدہ حالات دونوں ہمسایہ ممالک کے درمیان تناؤ کی مثالیں ہیں۔ ان کشیدگیوں نے سارک کی کارکردگی کو بھی منفی طور پر متاثر کیا ہے، جس کے نتیجے میں کئی منصوبے اور سربراہی اجلاس تعطل کا شکار ہوئے۔

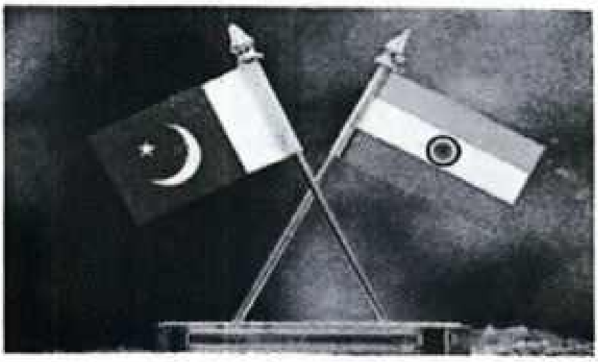

دوطرفہ توجہ

دونوں ممالک اکثر علاقائی تعاون کے بجائے دوطرفہ معاملات کو ترجیح دیتے ہیں، جو سارک کو بطور پلیٹ فارم تنازعات کے حل اور علاقائی ترقی کے فروغ کے لیے مؤثر بنانے میں رکاوٹ ہے۔

کشمیر کا تنازعہ

۱۹۴۷ء میں بھارت اور پاکستان کی آزادی کے وقت تمام ریاستوں بشمول کشمیر کو یہ اختیار دیا گیا تھا کہ وہ بھارت یا پاکستان میں سے کسی ایک کے ساتھ الحاق کریں۔ اس وقت کشمیر کے ہندو مہاراجہ نے بھارت کے ساتھ الحاق کا فیصلہ کیا جو کشمیر کے عوام کی خواہشات کے برعکس تھا کیونکہ وہاں مسلم اکثریت تھی۔ کشمیری عوام کے حق خودارادیت کا وعدہ ۱۹۴۸ء میں اقوام متحدہ کی سلامتی کونسل کی قرارداد نمبر ۴۷ میں کیا گیا، جس میں ایک ریفرنڈم کے ذریعے کشمیریوں کو اپنے مستقبل کا فیصلہ کرنے کا حق دینے کی بات کی گئی تھی۔

پاکستان کا مؤقف ہے کہ بھارت کا کشمیر پر قبضہ کشمیری عوام کے اپنے سیاسی مستقبل کے انتخاب کے حق کی نفی ہے۔ یہ تنازعہ تین جنگوں (۱۹۴۸، ۱۹۶۵، ۱۹۹۹ء) اور لائن آف کنٹرول پر مسلسل جھڑپوں کا باعث بنا ہے۔ پاکستان مسلسل عالمی مداخلت اور مذاکرات پر زور دیتا ہے تاکہ کشمیری عوام کی جائز امنگوں کے مطابق اس مسئلے کا پُرامن حل نکالا جا سکے۔

پاکستان اور او آئی سی ممالک

ترکیہ

پاکستان اور ترکیہ کے درمیان تعلقات باہمی احترام اور ہمہ جہت تعاون پر مبنی ایک مضبوط اور ترقی پذیر شراکت داری کی عکاسی کرتے ہیں۔ دونوں ممالک نے اسٹریٹجک، اقتصادی، اور دفاعی روابط کو فروغ دینے میں نمایاں پیش رفت کی ہے۔

پاکستان اور ترکیہ کے تعلقات ایک مضبوط اور بڑھتے ہوئے تعلق کا مظہر ہیں جو اسٹریٹجک، اقتصادی، اور ثقافتی تعاون پر مبنی ہیں۔ دفاعی تعاون ان تعلقات کی بنیاد ہے جس میں مشترکہ فوجی مشقیں، دفاعی پیداوار کے معاہدے، جہاز سازی اور ڈرون طیاروں جیسے جدید منصوبے شامل ہیں۔ دونوں ملکوں کے درمیان معاشی

تعلقات تجارت، ٹیکنالوجی اور انفراسٹرکچر میں مفاہمت کی یادداشتوں کے ذریعے بڑھ رہے ہیں تاکہ سٹریٹیجک معاشی شراکت داری قائم کی جاسکے۔ ثقافتی اور تعلیمی تبادلے ان کے روابط مزید مضبوط بنا رہے ہیں۔ طلبہ پروگرامز اور تحقیقی اشتراک دونوں ممالک کو قریب لا رہا ہے۔ دونوں ممالک کے جغرافیائی محل وقوع پائیدار ترقی کے اہداف حاصل کرنے کے حوالے سے ان کے تعاون کو مزید گہرا کر رہے ہیں۔ دونوں ملکوں کے درمیان جاری دفاعی اور شہری ترقی کے منصوبے طویل مدت کی شراکت داری کو ظاہر کرتے ہیں اور اس سے اندازہ ہوتا ہے کہ دونوں ملک علاقائی استحکام میں اپنا کردار ادا کرنے کا ارادہ رکھتے ہیں۔

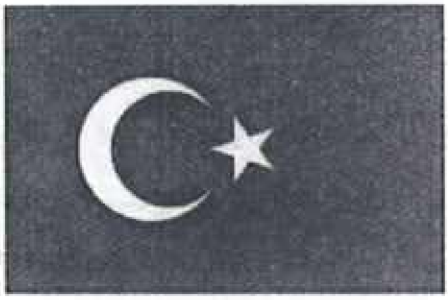

سعودی عرب

پاکستان اور سعودی عرب کے تعلقات گہرے مذہبی، اقتصادی، اور اسٹریٹیجک رشتے پر مبنی ہیں۔ سعودی عرب کا اسلام کے دو مقدس ترین مقامات کا نگہبان ہونے کا مقام دونوں ممالک کے درمیان ایک روحانی اور ثقافتی رشتہ قائم کرتا ہے۔ اس کے ساتھ ساتھ اہم اقتصادی منصوبے، جیسے گوادر میں ۱۴ ارب ڈالر کی لاگت سے آئل ریفائنری کا قیام اور مالی امدادی پیکجز، دونوں ممالک کے درمیان مضبوط مالی تعاون کو ظاہر کرتے ہیں۔ دفاعی تعاون بھی مضبوط ہے جہاں پاکستان سعودی قیادت میں بننے والے اتحادوں کی حمایت کرتا ہے اور مشترکہ دفاعی کوششوں میں شامل رہتا ہے۔ آئندہ کے لیے بہتر اقتصادی شراکت داریاں، مشترکہ دفاعی اقدامات، اور پائیدار ترقی کے اہداف سے وابستگی دونوں ممالک کے درمیان طویل مدتی تعاون، علاقائی استحکام، اور باہمی ترقی کو فروغ دے سکتی ہے۔

قطر

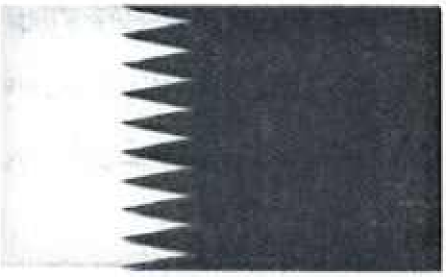

پاکستان اور قطر کے درمیان شراکت داری میں مسلسل اضافہ ہو رہا ہے جو اقتصادی تعاون، انسانی وسائل کی ترقی، اور ثقافتی تعلقات پر مرکوز ہے۔ قطر کی جانب سے پاکستان میں ۳ ارب ڈالر کی سرمایہ کاری توانائی، تجارت اور بنیادی ڈھانچے کے شعبوں میں کی گئی ہے جبکہ دونوں ممالک زراعت، قابلِ تجدید توانائی اور خوراک کے تحفظ میں تعاون کے امکانات تلاش کر رہے ہیں۔

قطر کی معیشت میں پاکستانی کارکن اہم کردار ادا کرتے ہیں اور روزگار کے مواقع میں مزید اضافے کے منصوبے زیر غور ہیں۔ دفاعی تعلقات اگرچہ غیر رسمی نوعیت کے ہیں تاہم ان میں مشترکہ مشقیں اور مادی امداد شامل ہے۔ مستقبل میں اقتصادی روابط کو مزید مضبوط بنانے، تکنیکی تبادلے کو فروغ دینے، اور علاقائی امن کی کوششوں میں اسٹریٹیجک اتحاد کو گہرا کرنے کے امکانات موجود ہیں۔

دونوں ملکوں کے درمیان مشترکہ مقاصد حاصل کرنے کے لیے یہ شراکت داری قائم کی جا رہی ہے مثلاً خوراک کے تحفظ صاف توانائی اور پائیدار ترقی کے اہداف حاصل کرنے کے لیے دونوں ممالک ایک دوسرے سے تعاون پر تیار ہیں اور یہ علاقائی استحکام کے لیے بھی ضروری سمجھتے ہیں۔

متحدہ عرب امارات

پاکستان اور متحدہ عرب امارات کے درمیان مضبوط اور ہمہ جہت تعلقات قائم ہیں جو اقتصادی روابط، ثقافتی تبادلوں اور اسٹریٹیجک تعاون پر مشتمل ہیں۔ ۲۰۲۳ء-۲۴ء میں دونوں ملکوں کے درمیان تجارت کا حجم ۶،۵ارب ڈالر رہا۔ مینا(Middle East for North America) کے خطے میں پاکستان کا سب سے بڑا تجارتی شراکت دار متحدہ عرب امارات ہے جو تیل کی ریفائنریوں اور انفراسٹرکچر میں بڑی سرمایہ کاری کر رہا ہے۔ متحدہ عرب امارات میں تقریباً۱۶لاکھ سے زائد پاکستانی مقیم ہیں جو نہ صرف وہاں کی معیشت میں حصہ لیتے ہیں بلکہ عوامی روابط کو بھی مضبوط بناتے ہیں۔ بین الاقوامی فورمز پر متحدہ عرب امارات کا پاکستان کے حمایت کرنا اور ۶ ارب روپے کی مالی امداد دینا دونوں ملکوں کے درمیان سیاسی اتحاد کی مضبوطی کو ظاہر کرتا ہے۔

مستقبل میں قابل تجدید توانائی، تعلیم، اور انفراسٹرکچر میں تعاون کے امکانات اس شراکت داری کو مزید وسعت دے سکتے ہیں، جو علاقائی ربط اور اقتصادی یکجہتی کے لیے اہم ثابت ہو سکتے ہیں۔

پائیدار ترقیاتی اہداف کے حصول کی کوششیں (SDGs)

پاکستان اقوام متحدہ کے پائیدار ترقیاتی اہداف کے حصول کے جانب گامزن ہے۔ یہ عالمی ترقیاتی اہداف مقرر کیے گئے ہیں تاکہ ۲۰۳۰ء تک تمام انسانوں کے لیے امن، خوشحالی، غربت کے خاتمے اور ماحول کے تحفظ کے حصول کو یقینی بنایا جا سکے۔

۲۰۱۶ء میں پاکستان ان اہداف کو اپنی قومی ترقیاتی حکمت عملی کا حصہ بنانے والا پہلا ملک تھا۔ حکومت نے اپنی پالیسیوں کو ان اہداف سے ہم آہنگ کیا جس میں تعلیم، صحت، صاف پانی، اور صنفی مساوات جیسے شعبے شامل ہیں۔ پاکستان نے پائیدار ترقیاتی اہداف کے حصول کی نگرانی کے لیے ایک قومی فریم ورک تشکیل دیا اور مختلف سرکاری پروگراموں خصوصی یونٹس قائم کیے مثلاً احساس پروگرام جیسے اقدامات، جو غریب خاندانوں کو مالی امداد اور سماجی خدمات فراہم کرتے ہیں، غربت کے خاتمے اور صحت کی بہتری جیسے اہداف حاصل کرنے میں براہ راست معاون ثابت ہو رہے ہیں۔

پاکستان نے قابل تجدید توانائی، صاف پانی، اور خاص طور پر لڑکیوں کے لیے تعلیم کے شعبے میں بھی پیش رفت کی ہے۔ اگرچہ موسمیاتی تبدیلی، معاشی عدم مساوات، اور محدود وسائل جیسے چیلنجز موجود ہیں لیکن ملک بین الاقوامی تنظیموں اور مقامی کمیونٹیز کے ساتھ مل کر ان اہداف کے حصول کی کوششیں جاری رکھے ہوئے ہے۔

مشقی سوالات

درج ذیل کثیر الانتخابی سوالات میں سے درست جواب کی نشان دہی کریں۔

۱۔ بھارت اور پاکستان کے درمیان سب سے اہم مسئلہ ہے:

ا۔ انڈس واٹر ٹریٹی　　ب۔ سیاچن تنازعہ

ج۔ کشمیر مسئلہ　　د۔ سرحدی تنازعہ

۲۔ پاکستان نے امریکہ کی دہشتگردی کے خلاف جنگ میں شمولیت اختیار کی بطور:

ا۔ پچھلی صف کا اتحادی　　ب۔ ضمنی اتحادی　　ج۔ درمیانی صف کا اتحادی　　د۔ اگلی صف کا اتحادی

۳۔ سیٹو (SEATO) اور سینٹو (CENTO) تھیں:

ا۔ انسانی فلاحی تنظیمیں　　ب۔ فوجی اتحاد　　ج۔ تعلیمی ادارے　　د۔ فلاحی مراکز

۴۔ سارک کے رکن ممالک کی تعداد:

ا۔ ۸　　ب۔ ۹　　ج۔ ۱۰　　د۔ ۱۲

۵۔ SAFTA ایک ایسا معاہدہ ہے جو سارک ممالک کے درمیان:

ا۔ سارک ممالک کے درمیاں تجارتی رکاوٹوں کو کم کرنے اور اندرونِ علاقائی تجارت بڑھانے کے لیے ہے۔

ب۔ سارک ممالک میں بچوں کی تعلیم کے لیے ہے۔

ج۔ سارک ممالک میں صحت کے شعبے میں غریب لوگوں کو سہولت دینے کے لیے ہے۔

د۔ سارک ممالک کو مالی امداد دینے کے لیے ہے۔

۶۔ سارک کا قیام عمل میں آیا:

ا۔ دسمبر ۱۹۸۳ء　　ب۔ دسمبر ۱۹۸۴ء　　ج۔ دسمبر ۱۹۸۵ء　　د۔ دسمبر ۱۹۸۶ء

۷۔ آج کی جنگوں میں سب سے جدید ہتھیار ہے:

ا۔ میزائل　　ب۔ لیزر گائیڈڈ　　ج۔ ڈرون　　د۔ راکٹ

۸۔ 9/11 کا واقعہ پیش آیا:

ا۔ ۹ ستمبر ۲۰۰۱ء　　ب۔ ۱۱ نومبر ۲۰۰۱ء　　ج۔ ۱۱ ستمبر ۲۰۰۱ء　　د۔ ۹ نومبر ۲۰۰۱ء

۹۔ کشمیری کشمیر میں چاہتے ہیں:

ا۔ انتخابات　　ب۔ آمرانہ حکومت　　ج۔ رائے شماری　　د۔ واپس بلانا

۱۰۔ کسی بھی ریاست کی خارجہ پالیسی بنانے میں اہم کردار ادا کرتا ہے:

ا۔ اقتدار اعلیٰ　　ب۔ رقبہ　　ج۔ حکومت　　د۔ جغرافیہ

مندرجہ ذیل سوالات کے مختصر جوابات دیں۔

۱۔ خارجہ پالیسی کی تعریف کریں۔

۲۔ خارجہ پالیسی کی اہمیت بیان کریں۔

۳۔ پاکستان کا محلِ وقوع وسطی ایشیائی ریاستوں کے لیے کیوں اہم ہے؟

۴۔ مسئلہ کشمیر کے حل کی اہمیت بیان کریں۔

۵۔ پاکستان کی خارجہ پالیسی پر اثرانداز ہونے والے پانچ اہم عوامل تحریر کریں۔

۶۔ نائن الیون کے بعد پاکستان پر کیا اثرات مرتب ہوئے کوئی سے پانچ تحریر کریں۔

مندرجہ ذیل سوالات کے تفصیلی جوابات دیں۔

۱۔ پاکستان کی خارجہ پالیسی کے عوامل بیان کریں۔

۲۔ مسئلہ کشمیر کا تجزیہ کریں اور اگر یہ مسئلہ کشمیریوں کی خواہش کے مطابق حل ہو تو متوقع نتائج بیان کریں۔

۳۔ نائن الیون سے پہلے پاک-امریکہ تعلقات کیوں متاثر تھے؟

۴۔ پاکستان اور متحدہ عرب امارات کے تعلقات پر نوٹ لکھیں۔

۵۔ سارک ممالک پاکستان کی ترقی کے لیے کیوں اہم ہیں؟

اپنا افق وسیع کریں
مزید معلومات کے لیے درج ذیل ویب سائٹس وزٹ کریں: https://mofa.gov.pk https://www.saarc-sec.org

تعلیمی سرگرمیاں
i۔ مسئلہ کشمیر کو تفصیل سے سمجھنے کے لیے مندرجہ ذیل ویب سائٹس پر جائیں۔ "ajk.gov.pk" اور "https://na.gov.pk" ii. ویب سائٹ سے سی پیک کے بارے میں تفصیل سے مطالعہ کریں۔ "https://cpec.gov.pk" iii. ۲۰۲۱ء سے ۲۰۲۵ء تک پاکستان کی معاشی ترقی کے لیے سی پیک کی اہمیت پر جماعت میں تقریری مقابلہ کروائیں۔ جماعت کو گروپس میں تقسیم کریں اور درج ذیل کام تفویض کریں: i. کشمیریوں کے لیے دنیا کی اخلاقی حمایت کی ضرورت پر بحث کریں ii. دبائے گئے مظلوم اقوام کے لیے دنیا کی مادی امداد کی ضرورت پر گفتگو کریں۔ iii. بھارت-پاکستان دوستی پر دو گروپوں کے درمیان مباحثہ کروائیں۔

فرہنگ
غیر عسکری بنانا: دو ممالک کی افواج کی طاقت اور حجم کو کم کرنا تاکہ جنگ سے بچا جاسکے۔ اسلحہ سے پاک کرنا، فوجی قوت سے خالی کرنا۔ اسٹریٹیجک: تزویراتی، مصلحت کے تحت، حکمت عملی انفراسٹرکچر: کسی ملک کی بنیادی سہولیات اور نظام جیسے سڑکیں، بجلی، پانی، اسکول، اسپتال وغیرہ۔ جیو اسٹریٹیجک: ان حکمت عملیوں سے متعلق جو کسی ملک کے جغرافیائی محل وقوع سے پیدا ہونے والے سیاسی مسائل سے نمٹنے کے لیے ضروری ہوں۔ احاطہ: گھیرنا، شامل کرنا، محیط ہونا

استاد کی مدد سے، اس باب میں شامل وہ الفاظ جو آپ کو مشکل لگتے ہیں ان کی فہرست بنائیں اور معنی لکھیں۔	

باب:12

حصہ ششم:

پاکستان اور بین الاقوامی تنظیمیں

پاکستان اور بین الاقوامی امور

یہ سبق پڑھنے کے بعد طلبہ اس قابل ہو جائیں گے کہ وہ:

- اقوام متحدہ کا ترقی پذیر اور تنازعہ زدہ ممالک کی فلاح و بہبود کے فروغ میں کردار کی وضاحت کریں۔ خاص طور پر ان ممالک میں انسانی حقوق مذہبی آزادی، قیام امن، خوراک اور صحت کی سہولیات تک رسائی، تعلیم، غربت میں کمی، اور معاشی ترقی جیسے مسائل کو حل کرنے کے لیے متعدد اقدامات بیان کریں۔ اقوام متحدہ کے مقاصد مثلاً انسانی وقار کا تحفظ، بین الاقوامی قوانین پر عمل درآمد اور عالمی سطح پر امن و استحکام کے فروغ کی اہمیت کو سمجھ سکیں۔
- علاقائی تنظیم و مثلاً یورپی یونین اور اقتصادی تعاون کی تنظیم میں پاکستان کی عالمی اہمیت کے مختلف مواقع پر شرکت کردار اور حیثیت کا تنقیدی جائزہ لے سکیں۔
- عالمی مالیاتی اداروں کے ترقی پذیر ممالک کی ترقی پر اثرات کا جائزہ لیں۔ خاص طور پر بین الاقوامی مالیاتی فنڈ کی موجودہ حیثیت اور (IMF) پاکستان کو درپیش معاشی چیلنجز کے تناظر میں اس کی کوششوں پر بحث کر سکیں۔

اقوام متحدہ (United Nations) کا ترقی پذیر اور تنازعہ زدہ ممالک میں فلاح و بہبود کو بہتر بنانے میں کردار

اقوام متحدہ ترقی پذیر اور تنازعہ زدہ ممالک کی فلاح و بہبود کو فروغ دینے میں ایک اہم کردار ادا کرتا ہے۔ یہ انسانی حقوق، مذہبی آزادی، قیام امن، خوراک اور صحت کی سہولیات تک رسائی، تعلیم، غربت کے خاتمے اور معاشی ترقی جیسے مختلف پہلوؤں پر کام کرتا ہے۔

۱۔ انسانی حقوق

۱۰ دسمبر ۱۹۴۸ء کو اقوام متحدہ کی جنرل اسمبلی نے انسانی حقوق کا عالمی اعلامیہ منظور کیا۔ اقوام متحدہ دنیا بھر میں انسانی حقوق کے دفاع کے لیے انسانی حقوق کے عالمی اعلامیہ کے ذریعے کام کرتا ہے۔ انسانی حقوق کونسل اور انسانی حقوق کے ہائی کمشنر کا دفتر انسانی حقوق کی خلاف ورزیوں کی نگرانی اور رپورٹنگ کرتا ہے۔ یہ ممالک کو انسانی حقوق کے ریکارڈ کو بہتر بنانے اور حقوق کی خلاف ورزیوں کا شکار افراد کے مدد کرنے میں بھی مدد فراہم کرتا ہے اقوام متحدہ ممالک کو جوابدہ ٹھہرا کر انسانی حقوق، احترام اور تحفظ کی ثقافت کو فروغ دیتا ہے۔

۲۔ مذہبی آزادی

۱۶ دسمبر ۱۹۶۶ء کو اقوام متحدہ کی جنرل اسمبلی نے شہری اور سیاسی حقوق کے بین الاقوامی معاہدے کو منظور کیا جو ۲۳ مارچ ۱۹۷۶ء کو نافذ ہوا۔ اقوام متحدہ فکر، ضمیر اور مذہب کے انادی کو یقینی بناتا ہے اور مذہبی تنوع اور آزادی کے احترام کو یقینی بنانے کے لیے سفارشات بھی دیتا ہے۔ یہ خاص طور پر ان ممالک میں اہم ہے جہاں مذہبی تعصب عام پایا جاتا ہے۔

۳۔ قیام امن

اقوام متحدہ کے امن مشن تنازعہ زدہ علاقوں کو مستحکم کرنے میں اہم کردار ادا کرتے ہیں۔ یہ مشنز شہریوں کی حفاظت کرتے ہیں، جنگ بندیوں کی نگرانی کرتے ہیں، جنگجوؤں کو غیر مسلح کرتے ہیں، اور امن معاہدوں کے نفاذ میں سہولت فراہم کرتے ہیں۔ اقوام متحدہ کے امن اہلکار مخالف فریقوں کے درمیان بفر کا کردار ادا کرتے ہوئے تشدد میں کمی اور استحکام کو فروغ دیتے ہیں اور طویل المدتی امن کے لئے حالات پیدا کرتے ہیں۔ اقوام متحدہ نے کمبوڈیا، ایل سلواڈور، گوئٹے مالا، موزمبیق، نمیبیا، تاجکستان، لائبیریا، ہیٹی اور کوسوو میں کامیاب امن مشنز انجام دیے ہیں۔

۴۔ خوراک اور صحت کی سہولیات تک رسائی

عالمی ادارہ صحت اور عالمی خوراک پروگرام ہنگامی غذائی امداد فراہم کرکے اور غریب ممالک میں خوراک کے پیداوار کو فروخت دے کر خوراک اور صحت کی سہولیات تک رسائی کو یقینی بناتے ہیں۔ عالمی خوراک پروگرام غریب ممالک میں صحت کے نظام کو بہتر بنانے، بیماریوں کے پھیلاؤ کو کنٹرول کرنے، غذائی پیداوار کو بڑھانے اور بنیادی صحت کی خدمات تک رسائی کو یقینی بنانے کے لیے کام کرتا ہے۔ یہ مجموعی طور پر صحت کے نظام کو بہتر بنانے کی کوشش کرتا ہے۔

۵۔ تعلیم

اقوام متحدہ کا تعلیمی، سائنسی اور ثقافتی ادارہ تعلیم کو فروغ دیتا ہے۔ جس میں خواندگی اور اساتذہ کی تربیت پر خصوصی توجہ دی جاتی ہے۔ یونیسکو اس بات کو یقینی بناتا ہے کہ تعلیم ایک بنیادی انسانی حق ہے اور پائیدار کمیونٹیز کے قیام کے لئے ایک لازمی شرط ہے۔ اقوام متحدہ ایسے منصوبوں کی بھی حمایت کرتا ہے۔ جو عالمی ترقی کے مقاصد میں تعلیم کو اولیت دیتے ہیں۔

۶۔ غربت میں کمی

اقوام میں متحدہ کی غربت کے خاتمے کی کوششیں پائیدار ترقی کے اہداف کی رہنمائی میں کی جاتی ہیں۔ اقوام متحدہ سماجی تحفظ اچھی حکمرانی اور معاشی مواقع کو وسعت دینے کے لیے اقوام متحدہ کے ترقیاتی پروگرام جیسے منصوبوں کی مدد لیتا ہے۔ یہ اقدامات ترقی پذیر اور تنازعہ زدہ ممالک میں معیار زندگی کو بلند کرنے اور غربت کو کم کرنے میں نہایت اہم کردار ادا کرتے ہیں۔

۷۔ معاشی ترقی

اقوام متحدہ عالمی تجارت، سرمایہ کاری اور باہمی تعاون کی حوصلہ افزائی کرتا ہے تاکہ معاشی ترقی کو فروغ دیا جا سکے۔ یہ ممالک کو مالی ترقی کے لیے اور دیگر ساز گار ماحول فراہم کرنے میں پالیسی مشاورت اور بنیادی ڈھانچے کی ترقی میں مدد دیتا ہے۔" اقوام متحدہ کانفرنس برائے تجارت و ترقی جیسے خصوصی ادارے تجارت کے مواقع کو بہتر بنانے اور معیشتوں کو مضبوط بنانے میں تعاون فراہم کرتے ہیں۔

۸۔ جامع اثرات

اقوام متحدہ مربوط حکمت عملی کے ساتھ ترقی پذیر اور تنازعہ زدہ ممالک کو درپیش مسائل سے نمٹتا ہے۔ تعلیم، غربت میں کمی، معاشی ترقی، انسانی حقوق، مذہبی آزادی، امن قائم کرنے اور بنیادی سہولیات تک رسائی پر بیک وقت توجہ دے کر اقوام متحدہ پائیدار ترقی اور امن کے لیے ایک جامع فریم ورک تشکیل دیتا ہے۔ اقوام متحدہ بین الاقوامی ماحول کو فروغ دینے میں ایک اہم کردار ادا کرتا ہے جو ترقی پذیر اور تنازعہ زدہ ممالک کی ترقی کی حمایت کرتا ہے اور یہ یقینی بناتا ہے کہ امن اور ترقی کے راستے پر کوئی بھی پیچھے نہ رہ جائے۔

تنازعہ زدہ ممالک میں اہم مسائل کا حل: اقوام متحدہ کی مداخلت کی مثالیں

اقوام متحدہ انسانی حقوق، مذہبی آزادی، قیام امن، خوراک اور صحت کی سہولیات تک رسائی، تعلیم، غربت میں کمی اور معاشی ترقی سے متعلق مسائل کو مندرجہ ذیل تنازعہ زدہ ممالک میں حل کرنے کی کوششیں کر چکا ہے۔

۱۔ شام

مارچ ۲۰۱۱ء میں صدر بشار الاسد کے خلاف عوامی ناراضگی نے بڑے پیمانے پر مظاہروں اور جمہوریت کے حق میں ریلیوں کو جنم دیا جو مشرق وسطی میں عرب بہار کی تحریک کا حصہ تھے۔ ان مظاہروں کو سیکیورٹی فورسز کی جانب سے شدید اور مہلک کارروائیوں کا سامنا کرنا پڑا جس کے نتیجے میں ہزاروں

افراد ہلاک اور گرفتار ہوئے، جن میں بڑی تعداد عام شہریوں کی تھی۔

شام میں انقلاب جلد ہی مزاحمتی ملیشیاؤں کی تشکیل کے ساتھ ایک بغاوت میں تبدیل ہو گیا اور ۲۰۱۲ء تک یہ ایک مکمل خانہ جنگی بن گیا۔ شام کی حکومت کی حمایت کرنے والے بڑے فریقین میں ایران، روس اور لبنانی ملیشیا حزب اللہ شامل تھے جبکہ شامی باغی گروہوں کو امریکہ، ترکیہ، سعودی عرب، قطر، برطانیہ، فرانس، اسرائیل اور نیدرلینڈز سے سیاسی، لاجسٹک اور فوجی امداد حاصل ہوئی۔

۲۵ مئی ۲۰۱۲ء کو ہولہ شہر میں اور ۶ جون ۲۰۱۲ء کو حما صوبے میں ہونے والے مظالم نے بین الاقوامی برادری کی توجہ اس بحران کی طرف مزید مبذول کرائی۔ اقوام متحدہ کے کئی اداروں جن میں انسانی حقوق کونسل، جنرل اسمبلی، اور سیکیورٹی کونسل شامل ہیں، نے شام میں بگڑتی ہوئی صورتحال پر فوری ردعمل ظاہر کیا۔ اگست ۲۰۱۱ء میں انسانی حقوق کونسل نے "کمیشن آف انکوائری آن سیریا" تشکیل دیا تاکہ انسانی حقوق کی سنگین خلاف ورزیوں کی نگرانی کی جا سکے۔ یہ ادارہ، جنرل اسمبلی کے ساتھ مل کر مسلسل ایسی قراردادیں منظور کرتا رہا جس میں انسانی حقوق کی خلاف ورزیوں کی مذمت کی گئی اور شامی عرب جمہوریہ سے شہریوں پر حملے بند کرنے کا مطالبہ کیا گیا۔ ۷ادسمبر ۲۰۲۴ء کو اقوام متحدہ کی جنرل اسمبلی کے ۷۹ ویں اجلاس کے دوران ایک اہم قرارداد ۷۹۱۸۵ منظور کی گئی جو عرب شامی جمہوریہ میں انسانی حقوق کی صورتحال سے متعلق ہے۔ سکیورٹی کونسل نے ۱۴ اپریل ۲۰۱۲ء میں قرارداد ۲۰۴۲ کے تحت غیر مسلح مبصرین کو جنگ بندی پر عمل درآمد کی نگرانی کے لیے شام بھیجنے کی منظوری دی۔ مزید برآں، سکیورٹی کونسل نے اقوام متحدہ اور عرب لیگ کے خصوصی ایلچی کوفی عنان کے پیش کردہ چھ نکاتی منصوبے کو شام میں بحران کے حل کا سب سے بہتر موقع تصور کیا گیا۔ شامی انقلاب نے اپنا بنیادی مقصد دسمبر ۲۰۲۴ء میں حاصل کر لیا، جب صدر بشار الاسد ماسکو فرار ہو گئے۔ دمشق کے سقوط کے ساتھ ہی اسد حکومت کا خاتمہ ہو گیا، جب وزیر اعظم محمد غازی الجلالی نے ۸ دسمبر ۲۰۲۴ء کو انقلابیوں کے حوالے اقتدار کر دیا۔

۲۔ جنوبی سوڈان

سوڈان کی خانہ جنگی کی جڑیں تاریخی، سماجی، اور معاشی عوامل میں پیوست ہیں۔ حکومت، مذہبی شناخت، اور وسائل کی تقسیم جیسے مسائل نے ان تنازعات کو جنم دیا یہ خانہ جنگی ایک کثیر الجماعتی خانہ جنگی تھی جو ۲۰۱۳ء سے ۲۰۲۰ء تک جنوبی سوڈان میں حکومت اور اپوزیشن کے درمیان لڑی گئی۔ اس سے پہلے ۱۹۵۵ء سے ۱۹۷۲ء تک اور ۱۹۸۳ء سے ۲۰۰۵ء تک سوڈان میں دو خانہ جنگیاں ہو چکی تھیں۔ یہ خانہ جنگیاں مرکزی حکومت اور جنوبی علاقوں کے درمیان ہوئیں۔ اس کے نتیجے میں ۲۰۱۱ء میں جنوبی سوڈان ایک الگ ریاست بن گیا اور تقریباً ۱۵ لاکھ سے زائد افراد جاں بحق ہوا۔ خانہ جنگی کے دوران انسانی حقوق کی سنگین خلاف ورزیاں ہوئیں، جن میں جبری نقل مکانی، نسلی قتل عام، اور صحافیوں کا قتل شامل تھا، جو مختلف گروہوں کی جانب سے کیے گئے۔

اقوام متحدہ نے جنوبی سوڈان میں امن قائم کرنے، انسانی ہمدردی کی بنیاد پر مدد فراہم کرنے، اور ترقی کو فروغ دینے کی کوششوں میں بھرپور کردار ادا کیا۔ ۲۰۱۱ء میں اقوام متحدہ مشن برائے جنوبی سوڈان قائم کیا گیا۔ اس نے زمین، فضاء اور پانی کے ذریعے گشت کیا اور امن قائم کرنے کے اڈوں پر شہریوں کو پناہ دی تاکہ وہ تشدد سے محفوظ رہ سکیں۔ اس مشن نے امن عمل، مہاجرین اور اندرونی طور پر بے گھر افراد کی واپسی کی کوششوں کی حمایت کی۔ اس نے کمزور آبادیوں کو زندگی

بچانے والی مدد فراہم کی، صحت کے شعبے کی حمایت کی، اور وبائی امراض، غذائی قلت، زچہ و بچہ کی صحت جیسے معاملات میں تیاری اور رد عمل کو بہتر بنایا۔ اس مشن نے تنازع سے بحالی، انتخابات کی تیاری اور ایک معتبر اور کامیاب انتخابی عمل کو یقینی بنانے میں کردار ادا کیا۔ نو جنوری ۲۰۰۵ء کو سوڈان پیپلز لبریشن موومنٹ اور سوڈانی حکومت کے درمیان ایک جامع امن معاہدے پر دستخط ہوئے جس سے 1983ء سے جاری دوسری سوڈانی خانہ جنگی کا خاتمہ ہوا۔

۳۔ یمن

یمن کی خانہ جنگی ایک کثیر فریقی تنازعہ ہے جو ۲۰۱۴ء کے آخر میں شروع ہوا۔ اس جنگ میں رشاد العلیمی کی قیادت میں پریزیڈنشل لیڈر شپ کونسل اور مہدی المشاط کی قیادت میں سپریم پولیٹیکل کونسل کے درمیان لڑائی جاری ہے، جن دونوں کو اپنے حامیوں اور اتحادیوں کی حمایت حاصل ہے۔ دونوں فریق خود کو یمن کی قانونی حکومت قرار دیتے ہیں۔

یہ جنگ ستمبر ۲۰۱۴ء میں اس وقت شروع ہوئی جب حوثی فورسز نے دارالحکومت صنعاء پر قبضہ کر لیا، جس کے بعد حکومت پر تیزی سے کنٹرول حاصل کر لیا گیا۔ اقوام متحدہ کے مطابق یمن میں اب تک ۱۵۰۰۰۰ سے زائد افراد مارے جا چکے ہیں، جبکہ بھوک اور بنیادی ضروریات کی کے باعث مزید ۲۲۷۰۰۰ اموات کا تخمینہ لگایا گیا ہے۔ اقوام متحدہ اس مسئلے پر قابو پانے کے لیے تنازعہ کو روکنے فریقین کو امن پر آمادہ کرنے، امن فوج تعینات کرنے اور امن قائم رکھنے کے لیے ساز گار حالات پیدا کرنے کی کوشش کرتا ہے۔

۲۰۱۲ء میں اقوام متحدہ کے خصوصی ایلچی کے دفتر کے قیام کے بعد، اقوام متحدہ نے یمنی قیادت میں سیاسی منتقلی کے عمل کی حمایت کی اور خواتین، نوجوانوں، حوثیوں اور جنوبی حراک جیسے محروم گروہوں کی شمولیت کو فروغ دیا۔ اضافی فنڈز انسانی ہمدردی کے شراکت داروں کو یمن میں لاکھوں متاثرہ شہریوں، پناہ گزینوں اور پناہ کے متلاشی افراد تک پہنچنے میں مدد فراہم کریں گے۔ سیکیورٹی کونسل کی قرارداد ۲۷۲۲، جو جنوری ۲۰۲۴ء میں منظور ہوئی، میں بحر احمر میں تمام حملوں کو فوری طور پر بند کرنے کا مطالبہ کیا گیا۔

۴۔ وسطی افریقی جمہوریہ

وسطی افریقی جمہوریہ میں جاری خانہ جنگی حکومت، سیلیکا اتحاد کے باغی گروہوں، اور اینٹی بالاکا ملیشیاؤں کے درمیان جاری ہے۔ اقوام متحدہ مختلف اداروں کے ذریعے اس تنازعے کے خاتمے میں کردار ادا کر رہا ہے۔ اقوام متحدہ نے کئی امن معاہدوں کی حمایت کی ہے، جن میں سے اکثر علاقائی تنظیموں کے اشتراک کے ساتھ طے پائے۔ ان میں سے ایک ۲۰۱۹ء میں ہونے والا خرطوم معاہدہ ایک اہم امن معاہدہ تھا، جس پر حکومت اور ۱۴ مسلح گروپوں نے دستخط کیے۔

اقوام متحدہ کی انسانی حقوق کونسل انسانی حقوق کی خلاف ورزیوں پر توجہ دیتی ہے۔ اقوام متحدہ کا کثیر الجہتی استحکام مشن جو ۱۰ اپریل ۲۰۱۴ء کو قائم ہوا، مذہبی کمیونٹیز کی حفاظت کرتا ہے اور بین المذاہب مکالمے کو فروغ دیتا ہے تاکہ کشیدگی کم ہو۔ یہ مشن عام شہریوں کو تحفظ فراہم کرتا ہے، امن عمل کی حمایت کرتا ہے اور انسانی امداد کی فراہمی میں مدد دیتا ہے۔ ورلڈ ہیلتھ آرگنائزیشن صحت کی سہولیات، غذائی قلت اور بیماریوں سے نمٹنے کے اقدامات میں مدد کرتا ہے۔ ورلڈ فوڈ پروگرام خوراک فراہم کرتا ہے۔ یونیسیف اور دیگر ادارے تعلیمی پروگرام چلاتے ہیں تاکہ تنازعے سے متاثرہ بچوں کو تعلیم تک رسائی حاصل ہو اور معاشی استحکام کے لیے اقوام متحدہ کا ترقیاتی پروگرام کمیونٹی کی سطح پر بحالی اور ذریعہ معاش کے منصوبے چلاتا ہے۔

۵۔ افغانستان

۱۱ ستمبر ۲۰۰۱ء کو القاعدہ نے امریکہ پر ہولناک حملہ کیا۔ ان حملوں کی منصوبہ بندی اور عملدرآمد افغانستان میں ہوئی جہاں طالبان نے القاعدہ کو محفوظ پناہ گاہ فراہم کی تھی۔ امریکہ نے افغانستان میں جنگ شروع کی تاکہ القاعدہ کو تباہ کیا جائے اور طالبان حکومت کو اقتدار سے ہٹایا جائے۔ امریکہ کا یہ بھی مقصد تھا کہ ناردرن الائنس کو مکمل اقتدار حاصل نہ ہو کیونکہ خدشہ تھا کہ ان کی حکومت پشتون اکثریت کو الگ تھلگ کر دے گی۔

فروری ۲۰۲۰ء میں امریکہ اور طالبان کے درمیان ایک معاہدہ ہوا جسے دوحہ معاہدہ کہا جاتا ہے۔ اس معاہدے کے تحت امریکہ نے مئی ۲۰۲۱ء تک افغانستان سے اپنی تمام افواج نکالنے پر اتفاق کیا۔

۲۰۲۲ء سے ۲۰۲۵ء کے درمیان افغانستان کی صورتحال

۲۰۲۲ء سے ۲۰۲۵ء کے درمیان افغانستان نے سیاسی، سماجی اور معاشی طور پر ایک غیر معمولی بحران کا سامنا کیا۔ امریکہ اور نیٹو کا جنگی مشن ختم ہو گیا، جس کے نتیجے میں غیر ملکی افواج کا انخلا ہوا اور طالبان کی حکومت قائم ہو گئی۔ اگرچہ معیشت میں کچھ مواقع پر بہتری دیکھی گئی، لیکن یہ اب بھی کمزور ہے اور غربت وسیع پیمانے پر موجود ہے۔

خواتین اور بچیوں کے حقوق

۲۰۲۱ء میں طالبان کے اقتدار سنبھالنے کے بعد انسانی حقوق خاص طور پر خواتین اور لڑکیوں کے حقوق بری طرح متاثر ہوئے۔ تعلیم، ملازمت اور آزادانہ نقل وحرکت پر سخت قوانین اور پابندیاں عائد کی گئیں جس سے ان کی زندگیوں پر گہرا منفی اثر پڑا۔

اقوام متحدہ کا امدادی مشن برائے افغانستان کا کردار اور ذمہ داریاں

اقوام متحدہ افغانستان میں اپنا کردار اقوام متحدہ کے امدادی مشن برائے افغانستان کے ذریعے ادا کرتا ہے۔ اس کی اہم ذمہ داریاں ریلیف، بحالی اور بون معاہدے کے نفاذ میں بھی مدد کی۔ یہ مشن تعمیر نو کی سرگرمیوں کا انتظام کرتا تھیں۔ اس مشن نے انتخابات کے انعقاد، امن عمل کے لیے انسانی حقوق کی خلاف ورزیوں کی نگرانی کرتا ہے، شہریوں کے تحفظ اور مذہبی آزادی کو فروغ دیتا ہے تاکہ ہزارہ اور سکھ اقلیتوں کو ظلم سے بچایا جا سکے۔ یہ مشن متحارب فریقین کے درمیان مذاکرات کی حوصلہ افزائی کر کے امن اور مفاہمت کی کوششوں میں بھی کردار ادا کرتا ہے۔ اقوام متحدہ کا افغانستان میں کردار دیگر اداروں کے ذریعے بھی جاری ہے۔ تنازعات اور قحط کے دوران خوراک کی فراہمی میں ورلڈ فوڈ پروگرام مدد فراہم کرتا ہے۔ ورلڈ ہیلتھ آرگنائزیشن صحت عامہ کو فروغ دیتا ہے اور پولیو کے خاتمے کے لیے کام کرتا ہے۔ یونیسیف دیہی علاقوں میں خاص طور پر لڑکیوں اور بچوں کی تعلیم کی کام کرتے ہیں۔ غربت میں کمی اور معاشی ترقی کے لیے اقوام متحدہ کا ترقیاتی پروگرام کا ادارہ کام کرتا ہے۔ یہ تمام اقدامات اقوام متحدہ کی متنوع حکمت عملی کو اجاگر کرتے ہیں جو افغانستان جیسے بحران زدہ ممالک کے مسائل کو حل کرنے کے لیے اپنائی جاتی ہے۔

۶۔ تنازعہ کشمیر

کشمیر کا تنازعہ اقوام متحدہ کے طویل عرصے سے زیر التواء مسائل میں سے ایک ہے۔ ۱۹۴۷ء سے، برصغیر کی تقسیم اور اس کے بعد بھارت اور پاکستان کے

درمیان کشمیر کے خطے پر پیدا ہونے والے تنازع کے فوراً بعد سے اقوام متحدہ اس مسئلے میں شامل رہا ہے۔ یہاں اقوام متحدہ کی شمولیت اور کشمیر میں اہم مسائل کو حل کرنے کے لیے کیے گئے اقدامات کی تفصیل پیش کی جا رہی ہے۔

اقوام متحدہ کی قراردادیں

۱۹۴۸ء میں بھارت کی جانب سے مسئلہ کشمیر کو اقوام متحدہ کی سلامتی کونسل میں لے جانے پر پہلی اہم بین الاقوامی مداخلت ہوئی۔ اس کے نتیجے میں قرارداد ۴۷ منظور کی گئی جس میں جنگ بندی، پاکستانی اور بھارتی افواج کے انخلاء اور ایک رائے شماری کے انعقاد کا مطالبہ کیا گیا تاکہ جموں و کشمیر کے عوام اپنے مستقبل کا فیصلہ کر سکیں تاہم بھارت کے تعصبانہ رویے کی وجہ سے یہ رائے شماری کبھی منعقد نہ ہو سکی۔

انسانی حقوق سے متعلق خدشات

بھارتی افواج کی جانب سے انسانی حقوق کی خلاف ورزیوں کی رپورٹس، جیسے نقل و حرکت پر پابندیاں، مواصلاتی بلیک آؤٹ، اور طاقت کے بے جا استعمال کے الزامات، مختلف تنظیموں اور اقوام متحدہ کے اداروں نے اجاگر کیے ہیں۔ ۲۰۱۹ء میں اقوام متحدہ کے ہائی کمشنر برائے انسانی حقوق کے دفتر نے کشمیر کی صورتحال پر رپورٹس جاری کیں جن میں مبینہ زیادتیوں کی آزادانہ تحقیقات کا مطالبہ کیا گیا تھا۔

ثالثی کی کوششیں

اقوام متحدہ اور دیگر بین الاقوامی عناصر نے بھارت اور پاکستان کے درمیان ثالثی کی کوششیں کیں لیکن بھارت کے رویے کی وجہ سے یہ کوششیں محدود رہیں۔ اقوام متحدہ نے ہمیشہ پر امن مکالمے اور بین الاقوامی اصولوں کی پاسداری پر زور دیا ہے تاکہ اس تنازعے کو حل کیا جا سکے۔ بھارت اور پاکستان کے درمیان ورلڈ بینک کی کامیاب ثالثی کی ایک نمایاں مثال سندھ طاس معاہدہ ہے۔

انسانی امداد پر توجہ

اقوام متحدہ کے ادارے جیسے یونیسف کشمیر میں تنازعے سے متاثرہ کمیونٹیز، مہاجرین اور بے گھر افراد کو امداد اور حمایت فراہم کرتے ہیں۔

موجودہ صورتحال

بھارت کے زیر قبضہ جموں و کشمیر کی حیثیت میں ۵ اگست ۲۰۱۹ کو بھارتی حکومت کی جانب سے آرٹیکل ۳۵ اے اور آرٹیکل ۳۷۰ کی منسوخی کے بعد ایک نمایاں تبدیلی آئی ہے۔ آرٹیکل ۳۷۰ جموں و کشمیر کو بھارتی آئین کے تحت خصوصی خود مختار حیثیت فراہم کرتا تھا۔ اس کی منسوخی کے نتیجے میں ریاست کی خصوصی آئینی حیثیت ختم کر دی گئی۔

آرٹیکل 135-A کے تحت جموں و کشمیر کی مقننہ کو یہ اختیار حاصل تھا کہ وہ "مستقل باشندوں" کی تعریف کرے اور انہیں خصوصی حقوق اور مراعات فراہم کرے اب اس آرٹیکل کے خاتمے کے بعد، بھارت کے دیگر ریاستوں کے شہریوں کو بھی مقبوضہ جموں و کشمیر میں جائیداد خریدنے اور ملازمت کے یکساں حقوق حاصل ہو گئے ہیں۔

۷۔ فلسطین

فلسطینی مسئلہ اقوام متحدہ کے ایجنڈے پر موجود سب سے طویل عرصے سے جاری تنازعات میں سے ایک ہے، جو زمینی تنازعات، سیاسی کشیدگی اور انسانی بحرانوں میں جڑیں رکھتا ہے۔ اقوام متحدہ فلسطین میں اہم مسائل کو حل کرنے کے لیے مصروف عمل ہے جس میں قراردادیں منظور کرنا، قیام امن کی کوششیں، انسانی امداد فراہم کرنا اور وکالت شامل ہیں۔

ذیل میں فلسطین کے حوالے سے اقوام متحدہ کے کردار اور اقدامات کا خلاصہ پیش کیا جا رہا ہے۔

۱۹۴۷ء تقسیم کا منصوبہ

اقوام متحدہ کی جنرل اسمبلی نے قرارداد ۱۸۱ منظور کی، جس میں فلسطین کو ایک یہودی اور ایک عرب ریاست میں تقسیم کرنے اور یروشلم کو ایک بین الاقوامی شہر قرار دینے کی تجویز دی گئی۔ اس منصوبے کے نتیجے میں ۱۹۴۸ء میں اسرائیل کا قیام عمل میں آیا، تاہم عرب ریاستوں اور فلسطینی قیادت نے اس منصوبے کو مسترد کر دیا۔

انروا (UNRWA)(United Nations Relief and Works Agency for Palestine Refugees) کا قیام 1949ء

۱۹۴۸ء کی عرب اسرائیل جنگ کے نتیجے میں بے گھر ہونے والے فلسطینی مہاجرین کو امداد، تعلیم، اور صحت کی سہولیات فراہم کرنے کے لیے اقوام متحدہ نے ریلیف اینڈ ورکس ایجنسی فار فلسطینی ریفیوجیز ان دی نیئر ایسٹ (انروا) قائم کی۔

۱۹۶۷ء کے بعد جاری قبضہ

عربوں کے ساتھ چھ روزہ جنگ کے بعد اسرائیل نے مغربی کنارے، مشرقی یروشلم، غزہ کی پٹی اور دیگر علاقوں پر قبضہ کر لیا۔ اس کے بعد سے اقوام متحدہ نے متعدد قراردادیں منظور کی ہیں جن میں اسرائیلی افواج کے مقبوضہ علاقوں سے انخلاء اور خطے میں تمام ریاستوں کے حقوق کے اعتراف کا مطالبہ کیا گیا ہے انسانی بحران، غزہ کی ناکہ بندی اور وقتاً فوقتاً ہونے والے تنازعات نے شدید انسانی بحران کو جنم دیا ہے، جن میں صاف پانی، بجلی، صحت کی سہولیات اور معاشی مواقع تک رسائی کی شدید قلت شامل ہے۔

انسانی حقوق کی خلاف ورزیاں

اقوام متحدہ کے ادارے اور انسانی حقوق کی تنظیمیں اکثر انسانی حقوق کی خلاف ورزیوں کی رپورٹس جاری کرتے ہیں، جن میں طاقت کے بے جا استعمال بلاوجہ گرفتاریوں اور نقل و حرکت پر پابندیوں کے الزامات شامل ہیں۔

موجودہ صورتحال

۷ اکتوبر ۲۰۲۳ سے فلسطین خصوصاً غزہ میں صورتحال انتہائی خوفناک ہو چکی ہے۔ اب تک ۶۰۰۰۰ سے زائد فلسطینی شہید اور لاکھوں زخمی ہو چکے ہیں۔ اسرائیلی فضائی حملوں کے نتیجے میں صحت اور خوراک کا بنیادی ڈھانچہ تباہ ہو چکا ہے۔ اسرائیل کی جانب سے امداد کی ناکہ بندی کی وجہ سے غزہ قحط زدہ علاقہ بن چکا ہے۔

امن قائم رکھنے اور ثالثی کی کوششیں

اقوام متحدہ نے امن مذاکرات کو فروغ دینے کے لیے میڈرڈ کانفرنس، اوسلو معاہدے اور مشرق وسطیٰ پر چار رکنی کمیٹی جس میں روس اور اقوام متحدہ، امریکہ، روس اور یورپی یونین شامل ہیں، جیسی متعدد کوششوں کی حمایت کی ہے۔

اقوام متحدہ کا تنازعات کے حل میں کردار

فلسطین اور کشمیر دونوں تنازعات کے حل میں اقوام متحدہ کو شدید تنقید کا سامنا ہے، کیونکہ کئی دہائیوں پر محیط مداخلت کے باوجود یہ مسائل حل نہیں ہو سکے۔ اسرائیلی قبضے سے متعلق کلیدی قراردادوں پر عمل درآمد نہ ہو سکنا اقوام متحدہ کی نفاذ کی طاقت کی کمی کو اجاگر کرتا ہے اور غیر قانونی بستیوں کی توسیع کا سلسلہ رک نہیں سکا ہے خصوصاً جب سلامتی کونسل میں جغرافیائی سیاسی تقسیم موجود ہو۔ کشمیر میں بھی اقوام متحدہ کی ابتدائی قراردادیں خاص طور پر رائے شماری کے انعقاد کا مطالبہ، آج تک نافذ نہیں ہو سکیں کیونکہ تعمیل کو یقینی بنانے کے لیے کوئی مضبوط میکنزم موجود نہیں ہے۔

ان دونوں معاملات میں اقوام متحدہ کی کارروائیاں اکثر عالمی طاقتوں کی سیاست، علاقائی پیچیدگیوں اور رکن ممالک کے رضاکارانہ تعاون پر انحصار کی وجہ سے متاثر ہوئی ہیں، جس کے باعث اقوام متحدہ پر یہ تنقید ہوتی رہی ہے کہ یہ حقیقی حل کے لیے ایک موثر قوت کے بجائے زیادہ تر مباحثے کا پلیٹ فارم بن کر رہ گیا ہے۔ سلامتی کونسل میں اکثر مستقل ارکان کی ویٹو پاور کی وجہ سے تعطل پیدا ہو جاتا ہے، خصوصاً جب امریکہ اسرائیل کے خلاف تنقیدی قراردادوں کو ویٹو کر دیتا ہے۔ فلسطین میں اسرائیل کی بستیوں کی توسیع اور تشدد امن مذاکرات کو مزید پیچیدہ بنا دیتا ہے۔ غزہ کی ناکہ بندی اور مغربی کنارے میں پابندیاں انسانی امداد اور ترقیاتی اقدامات کی راہ میں رکاوٹ بن رہی ہیں۔ اقوام متحدہ کی بہت سی قراردادیں محض کاغذی رہ گئی ہیں کیونکہ نفاذ کے کوئی مؤثر طریقہ کار موجود نہیں اور مسئلہ سیاسی لحاظ سے نہایت حساس ہے۔ سلامتی کونسل کے مستقل ارکان کے باہم متضاد مؤقف اقوام متحدہ کی متحدہ کارروائی کو محدود کرتے ہیں، جس سے تنازعات کے حل میں اقوام متحدہ کی ساکھ متاثر ہوئی ہے۔

علاقائی تنظیموں یورپی یونین اور اقتصادی تعاون تنظیم میں پاکستان کی حیثیت، کردار، شراکت اور خدمات

پاکستان کا اقتصادی تعاون تنظیم (Economic Cooperation Organization) میں کردار اور خدمات

اقتصادی تعاون تنظیم ایک علاقائی بین الحکومتی تنظیم ہے جس میں یورپ، قفقاز، وسطی ایشیا اور جنوبی ایشیا کے ممالک شامل ہیں۔ پاکستان بطور بانی اس کے مقاصد کی تشکیل میں ایک اہم کردار ادا کرتا رہا ہے۔ یہاں پاکستان کی حیثیت، کردار، اور شراکت کا تنقیدی جائزہ پیش کیا جا رہا ہے۔

اقتصادی تعاون تنظیم میں پاکستان کی حیثیت

پاکستان اقتصادی تعاون کی تنظیم کے ۱۰ رکن ممالک میں سے ایک ہے۔ اس تنظیم کا مقصد رکن ممالک کے درمیان اقتصادی، تکنیکی اور ثقافتی تعاون کو فروغ دینا ہے۔ پاکستان کا اسٹریٹیجک محل وقوع اور ایک اقتصادی صلاحیت اسے اقتصادی تعاون تنظیم کے فریم ورک میں ایک کلیدی کردار عطا کرتے ہیں یہ فورم ۱۹۶۴ء میں علاقائی تعاون برائے ترقی کے نام سے ایران، پاکستان اور ترکی نے مل کر قائم کیا تھا جسے بعد میں ۱۹۸۵ء میں اقتصادی تعاون تنظیم کا نام دیا گیا۔

پاکستان کا کردار اور خدمات

۱۔ اقتصادی انضمام اور تجارتی فروغ

پاکستان نے تجارتی انضمام کو فروغ دینے کے لیے فعال کردار ادا کیا اور خطے کے اندر تجارت بڑھانے کی کوششوں میں حصہ لیا۔ پاکستان نے ایسے معاہدے کو فروغ دیا جو رکن ممالک کے درمیان ٹیرف اور غیر ٹیرف رکاوٹوں کو کم کر کے تجارت کو بڑھانے کا ہدف رکھتا ہے۔ پاکستان نے علاقائی رابطہ بڑھانے والے بنیادی ڈھانچے کے منصوبوں میں بھی حصہ لیا ہے۔ کنٹینر ٹرین، جو اسلام آباد سے تہران ہوتے ہوئے استنبول تک جاتی ہے، پاکستان کے علاقائی نقل و حمل اور تجارت کو فروغ دینے کے اقدامات کی ایک واضح مثال ہے۔

۲۔ توانائی کا تعاون

توانائی کے منصوبے: پاکستان نے اقتصادی تعاون تنظیم کے دائرہ کار میں مختلف توانائی کے منصوبوں میں شرکت کی ہے، جن میں توانائی کے وسائل کی شراکت اور ترقی کے اقدامات شامل ہیں۔ پاکستان کا توانائی کا شعبہ، خاص طور پر قدرتی گیس، علاقائی سلامتی اور تعاون کے لیے نہایت اہمیت رکھتا ہے۔

منصوبہ Centeral Asia-South Asia Electricity Transmission and Trade Project(CASA-1000): اگرچہ یہ منصوبہ زیادہ تر ورلڈ بینک کی نگرانی میں ہے، لیکن اس کا مقصد وسطی ایشیا سے جنوبی ایشیا تک بجلی کی ترسیل ہے۔ اس منصوبے میں پاکستان کی شرکت اس کے علاقائی توانائی تعاون کے عزم کو ظاہر کرتی ہے کیونکہ یہ منصوبہ ای سی او کے مقاصد سے ہم آہنگ ہے۔

۳۔ ثقافتی اور تکنیکی تعاون

ثقافتی تبادلہ: پاکستان نے ای سی او نے ممالک کے درمیان ثقافتی تبادلوں اور سیاحت کو فروغ دینے میں سرگرم کردار ادا کیا ہے۔ ثقافتی تقریبات کے انعقاد اور عوامی سطح پر روابط بڑھا کر خطے کے ممالک کے درمیان ثقافتی تعلقات کو مضبوط کیا ہے۔

تکنیکی تعاون: پاکستان ای سی او کے دیگر رکن ممالک کو تعلیم، تحقیق، اور ٹیکنالوجی کے شعبوں میں تکنیکی مدد اور مہارت فراہم کرتا ہے۔ یہ تعاون علاقائی ترقی اور استعداد سازی کے عمل کو آگے بڑھاتا ہے۔

۴۔ علاقائی چیلنجز سے نمٹنا

دہشت گردی کے خلاف اقدامات

پاکستان نے خطے کی سلامتی کے لیے دہشت گردی کے خلاف اقدامات میں ایک اہم کردار ادا کیا ہے۔ پاکستان، ای سی او کے دائرے میں مشترکہ دہشت گردی مخالف کوششوں اور انٹیلیجنس شیئرنگ کے ذریعے خطے میں استحکام اور سلامتی کی حمایت کرتا ہے۔

۲۰۲۴ء میں پاکستان نے شنگھائی تعاون تنظیم کا سربراہی اجلاس منعقد کیا، جس کا ایجنڈا علاقائی اقتصادی تعاون اور انسدادِ دہشت گردی پر مرکوز تھا۔

قدرتی آفات کا انتظام

پاکستان نے خطے میں قدرتی آفات سے نمٹنے کے لیے مشترکہ منصوبوں میں بھی حصہ لیا ہے۔ان اقدامات کا مقصد آفات کے خطرات میں کمی، اور فوری ردِ عمل کے لیے مؤثر تعاون کے طریقہ کار کو فروغ دینا ہے۔

پاکستان کے ای سی او میں کردار کا تنقیدی جائزہ

پاکستان نے اقتصادی تعاون تنظیم میں اہم خدمات انجام دی ہیں۔اس نے رکن ممالک کے ساتھ تجارتی اور ٹرانسپورٹ کے روابط کو بہتر بنایا ہے اور باہمی تعلقات کو مضبوط کیا ہے۔ تاہم، اس میں کئی چیلنجز اور بہتری کے مواقع بھی موجود ہیں۔

پاکستان اور دیگر رکن ممالک میں مختلف معاہدے طے پائے ہیں لیکن ان پر عمل درآمد اکثر سیاسی رکاوٹوں کی وجہ سے تاخیر کا شکار ہوتا ہے۔پاکستان اور دیگر رکن ممالک کو اب صرف اعلانات سے آگے بڑھ کر عملی اقدامات پر توجہ دینی چاہیے۔رکن ممالک کی جانب سے اپنے وعدوں پر عمل نہ کرنا خطے میں اقتصادی انضمام میں رکاوٹ بن سکتا ہے۔پاکستان کو چاہیے کہ وہ اپنے داخلی معاشی مسائل پر قابو پائے تاکہ وہ علاقائی تعاون سے بہتر طور پر فائدہ اٹھا سکے اور اس میں مؤثر کردار ادا کر سکے۔ای سی او کے منصوبوں کی کامیابی کا انحصار پاکستان کی طرف سے علاقائی امن و استحکام کو فروغ دینے پر ہے۔علاقائی تناؤ اور عدم استحکام، خاص طور پر افغانستان سے متعلق مسائل، ای سی او کے کاموں پر منفی اثر ڈال سکتے ہیں۔اگرچہ پاکستان نے بنیادی ڈھانچے کی ترقی میں نمایاں پیشرفت کی ہے لیکن ٹرانسپورٹ اور مواصلات کے نظام میں مزید سرمایہ کاری اور بہترین کی ضرورت ہے تاکہ رکن ممالک کے درمیان تجارتی روابط اور علاقائی رابطہ مضبوط ہو سکے۔

مجموعی طور پر پاکستان کی حیثیت، کردار اور خدمات برائے اقتصادی تعاون تنظیم

پاکستان کی حیثیت کردار اور خدمات مجموعی طور پر اقتصادی تعاون تنظیم میں وسیع اور متنوع ہیں۔پاکستان نے تجارت، توانائی کے شعبے میں تعاون، ثقافتی تبادلے اور علاقائی سلامتی کے مسائل کو حل کرنے میں اہم کردار ادا کرتے ہوئے ای سی او کے مقاصد کو آگے بڑھانے میں نمایاں کردار ادا کیا ہے۔ای سی او سائنس فاؤنڈیشن کا صدر دفتر اسلام آباد میں واقع ہے۔ جو سائنس اور ٹیکنالوجی میں باہمی تعاون کو فروغ دیتا ہے۔پاکستان نے ای سی او کے مختلف منصوبوں جیسے اسلام آباد۔ تہران۔ استنبول ریلوے کوریڈور کی بھرپور حمایت کی ہے تاہم اس علاقائی تعاون سے مکمل فائدہ اٹھانے کے لیے پاکستان اور دیگر رکن ممالک کو عمل درآمد کے مسائل معاشی ناہمواریاں اور سیاسی عدم استحکام جیسے چیلنجز پر قابو پانا ہوگا۔باہمی تعاون اور مستقل عزم میں اضافہ ہی مضبوط علاقائی معاشی انضمام اور ترقی کا ضامن بن سکتا ہے۔

یورپی یونین (European Union) میں پاکستان کی حیثیت کردار اور خدمات

یورپی یونین کو باضابطہ طور پر یکم نومبر ۱۹۹۳ کو قائم کیا گیا۔ اگرچہ پاکستان یورپی یونین کا رکن نہیں لیکن اس کا اس بلاک کے ساتھ ایک کثیر جہتی تعلق قائم ہے۔ جس میں سیاسی معاشی سیکیورٹی اور ثقافتی تبادلے شامل ہیں۔پاکستان اور یورپی یونین کے تعلقات اور اس میں پاکستان کی حیثیت کردار اور شرکت کا ایک تنقیدی جائزہ درج ذیل ہے۔

۱۔ اقتصادی تعاون

یورپی یونین کا جھنڈا

پاکستان اور یورپی یونین کے درمیان صحت مند تجارتی تعلقات قائم ہیں۔ یورپی یونین پاکستان کے بڑے تجارتی شراکت داروں میں سے ایک ہے اور پاکستان کی ٹیکسٹائل ملبوسات اور زرعی اجناس کی ایک بڑی مقدار یورپی یونین کو برامد کی جاتی ہے۔ پاکستان کو جی ایس پی پلس کا درجہ حاصل ہے جس نے یورپی منڈیوں میں اس کی برآمدات میں اضافہ کیا اور ملکی معیشت کو تقویت دی۔ تاہم اس حیثیت کو برقرار رکھنے کے لیے پاکستان کو محنت کشوں کے حقوق، انسانی حقوق اور ماحولیاتی اصولوں پر مبنی بین الاقوامی معاہدوں کی پاسداری کرنی ہوتی ہے۔ اگر پاکستان ان معیارات پر پورا نہ اترا تو اسے جی ایس پی پلس کے فوائد سے محروم بھی ہونا پڑ سکتا ہے۔

۲۔ سیاسی مشغولیت

پاکستان اور یورپی اکنامک کمیونٹی کے درمیان سفارتی تعلقات ۱۹۶۲ء میں قائم ہوئے۔ جون ۲۰۱۹ء میں، پاکستان اور یورپی یونین نے اسٹریٹیجک انگیجمنٹ پلان پر دستخط کیے تاکہ ایک ایسی شراکت داری قائم کی جا سکے جو مشترکہ اقدار اور اصولوں پر مبنی ہو۔ پاکستان اور یورپی یونین باقاعدگی سے سیاسی مذاکرات کرتے ہیں تاکہ دوطرفہ، علاقائی اور عالمی امور پر تبادلہ خیال کیا جا سکے۔ یہ مکالمے انسانی حقوق، حکمرانی اور انسداد دہشت گردی جیسے مسائل پر بات چیت کے مواقع فراہم کرتے ہیں۔ یہ بات چیت پاکستان کی پالیسیوں کو بین الاقوامی اصولوں سے ہم آہنگ کرنے اور سفارتی تعلقات کو بہتر بنانے میں مدد دیتی ہے۔ تاہم، پاکستان میں انسانی حقوق اور حکمرانی سے متعلق مسائل کی شکایات اکثر سامنے آتی ہیں جو سیاسی تعلقات میں تناؤ پیدا کر سکتی ہیں۔

۳۔ ترقیاتی امداد

یورپی یونین پاکستان کو تعلیم، دیہی ترقی اور حکمرانی کے لیے خاطر خواہ ترقیاتی امداد فراہم کرتی ہے۔ اس نے معاشرتی ڈھانچے کی بہتری اور صلاحیتوں کی تعمیر کے لیے متعدد منصوبوں کو مالی معاونت فراہم کی ہے۔ اس نے ۲۰۲۱ء۔۲۷ ملٹی اینوئل انڈی کیٹو پروگرام تحت، یورپی یونین نے پاکستان کے لیے ۲۰۲۱-۲۰۲۴ کی مدت میں ۲۶۵ ملین یورو کی گرانٹ امداد مختص کی ہے۔ یورپی یونین کی امداد نے پسماندہ علاقوں میں تعلیم اور صحت کی سہولیات کو فروغ دینے والے اہم منصوبوں کی بھی حمایت کی ہے۔ امداد کا مؤثر استعمال شفافیت اور مؤثر حکمرانی کے نظامات کا تقاضا کرتا ہے، لیکن پاکستان کو بدعنوانی اور بیوروکریسی کی نااہلی جیسے چیلنجز کا سامنا ہے۔

۴۔ انسانی حقوق اور حکمرانی

یورپی یونین مسلسل انسانی حقوق اور اچھی حکمرانی کی اہمیت پر زور دیتی ہے۔ ان اصولوں کی پاسداری پاکستان کے لیے تجارتی فوائد اور ترقیاتی فنڈنگ کو برقرار رکھنے کے لیے ضروری ہے۔ ان پر عمل درآمد سے طویل مدتی اقتصادی فوائد اور بین الاقوامی ساکھ میں بہتری حاصل ہو سکتی ہے۔ تاہم، اظہار رائے کی آزادی، اقلیتوں کے حقوق، اور عدلیہ کی آزادی پر پابندیاں سنگین اصلاحات کا تقاضا کرتی ہیں۔

۵۔ انسدادِ دہشت گردی اور سیکیورٹی

پاکستان اور یورپی یونین سکیورٹی اور انسداد دہشت گردی کے اقدامات پر ایک ساتھ کام کرتے ہیں۔ اس میں انٹیلی جینس کا تبادلہ، انتہاپسندی کے خلاف اقدامات، اور غیر قانونی اسمگلنگ سے نمٹنے کی کوششیں شامل ہیں۔ سیکیورٹی کے مشترکہ اقدامات علاقائی استحکام کو فروغ دیتے ہیں اور عالمی سیکیورٹی میں حصہ ڈالتے ہیں۔ تاہم پاکستان کی سیکیورٹی صورتحال جس میں اندرونی بغاوتیں اور جغرافیائی سیاسی مسائل شامل ہیں ان کوششوں کے لیے چیلنج بن سکتی ہے۔

۶۔ ماحولیاتی تعاون

یورپی یونین ماحولیاتی تعاون کے میدان میں پاکستان کے ساتھ مختلف منصوبوں اور پروگراموں کے ذریعے نمایاں کردار ادا کرتی ہے۔ اس تعاون میں موسمیاتی تبدیلی کے اثرات کو کم کرنے اور پائیدار ترقی کو فروغ دینے جیسے شعبے شامل ہیں۔ یورپی یونین کے تعاون سے چلنے والے ماحولیاتی منصوبے پاکستان کو ماحولیاتی تبدیلی کے اثرات سے نمٹنے اور پائیدار طریقے اپنانے میں مدد فراہم کرتے ہیں۔ تاہم پاکستان کو ان چیلنجز سے مؤثر طریقے سے نمٹنے کے لیے اپنی ماحولیاتی پالیسیوں اور ان کے نفاذ کے نظام کو مضبوط بنانا ہوگا۔

مجموعی طور پر پاکستان اور یورپی یونین کے تعلقات اقتصادی، سیاسی اور ترقیاتی لحاظ سے متنوع ہیں۔ اگرچہ اس تعاون سے پاکستان کو اقتصادی ترقی، ترقیاتی امداد، اور سکیورٹی میں بہتری جیسے کئی فوائد حاصل ہوتے ہیں، لیکن اس میں کئی چیلنجز بھی درپیش ہیں۔ ان میں بین الاقوامی معیارات کی پاسداری، حکمرانی کے مسائل سے نمٹنا اور ترقیاتی امداد کے مؤثر استعمال کو یقینی بنانا شامل ہے۔ ان مشکلات پر قابو پا کر پاکستان یورپی یونین کے ساتھ اپنے تعلقات کو مزید مضبوط اور وسعت دے سکتا ہے، جو عالمی اور علاقائی استحکام اور ترقی میں مثبت کردار ادا کرے گا۔

پاکستان کی شنگھائی تعاون تنظیم (Shanghai Cooperation Organization) (SCO) میں حیثیت، کردار اور اہمیت:

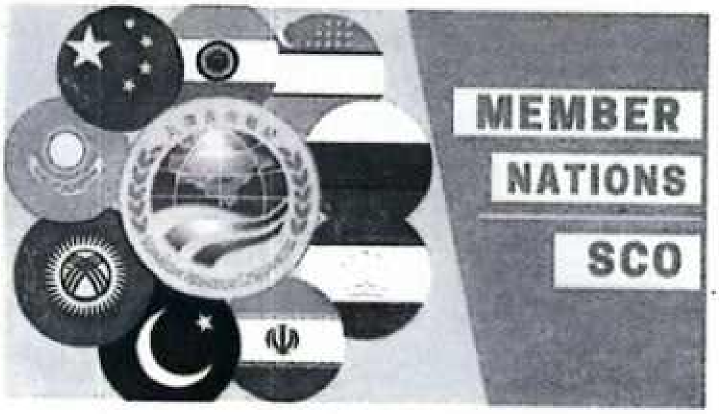

پاکستان شنگھائی تعاون تنظیم میں بطور مکمل رکن ایک اہم مقام رکھتا ہے اور علاقائی تعاون، سیکیورٹی، اور اقتصادی ترقی کے اہداف کے حصول میں فعال کردار ادا کرتا ہے۔ اس کا کردار اور خدمات درج ذیل نکات کی صورت میں بیان کیے جاسکتے ہیں۔

ا۔ شنگھائی تعاون تنظیم میں پاکستان کی حیثیت

پاکستان جون ۲۰۱۷ میں آستانہ سربراہی اجلاس کے دوران بھارت کے ساتھ شنگھائی تعاون تنظیم کا مکمل رکن بنا۔ اس سے قبل، ۲۰۰۵ سے پاکستان کو مبصر کا درجہ حاصل تھا۔ مکمل رکنیت نے پاکستان کو علاقائی طاقتوں، خصوصاً چین اور روس کے ساتھ تعاون کے وسیع مواقع فراہم کیے ہیں۔

۲۔ اسٹریٹجک کردار

جغرافیائی و تزویراتی اہمیت

پاکستان جنوب ایشیا، وسطی ایشیا اور مشرق وسطیٰ کے سنگم پر واقع ہے اور چین کے بیلٹ اینڈ روڈ انیشیٹو جیسے روایتی منصوبوں کے لیے ایک پل کا کردار ادا کرتا ہے اس منصوبے کا نمایاں حصہ سی پیک ہے جو علاقائی اقتصادی انضمام کو فروغ دینے میں پاکستان کے کردار کو اجاگر کرتا ہے۔

انسداد دہشت گردی

پاکستان شنگھائی تعاون تنظیم کی ریجنل اینٹی ٹیررسٹ اسٹرکچر میں سرگرم کردار ادا کرتا ہے۔ دہشت گردی، انتہا پسندی اور علیحدگی پسندی کے خلاف کوششوں میں تعاون فراہم کرتا ہے۔ چونکہ پاکستان خود دہشت گردی سے شدید متاثر رہا ہے اس لیے وہ انسداد دہشت گردی کے اقدامات کے لیے عملی تجربات اور تعاون کے مواقع فراہم کرتا ہے۔

افغانستان میں استحکام

پاکستان افغانستان میں امن اور استحکام کے فروغ کا حامی ہے، جو وسطی اور جنوبی ایشیا میں سیکیورٹی کو بہتر بنانے اور عدم استحکام کو روکنے سے متعلق شنگھائی تعاون تنظیم کے مقاصد سے ہم آہنگ ہے۔

۳۔ اقتصادی خدمات

تجارت اور روابط

پاکستان علاقائی تجارت اور اقتصادی انضمام کو فروغ دینے کے لیے سی پیک جیسے منصوبوں کو آگے بڑھاتا ہے۔ شنگھائی تعاون تنظیم کے رکن ممالک اور دیگر خطوں کے درمیان رابطے میں بہتری لاتا ہے۔ گوادر بندرگاہ شنگھائی تعاون تنظیم کے رکن ممالک کو عالمی منڈیوں تک رسائی فراہم کرتی ہے اور تجارتی راستوں کو مضبوط بناتی ہے۔

توانائی کا تعاون

پاکستان کی توانائی کی ضروریات اور اس کا توانائی کی پائپ لائنوں جیسے ترکمانستان۔ افغانستان۔ پاکستان۔ بھارت تاپی پائپ لائن کے لیے کردار شنگھائی تعاون تنظیم کے توانائی کے تحفظ کے اہداف سے ہم آہنگ ہے۔

۴۔ سفارتی اور ثقافتی روابط

مکالمہ اور کثیر الجہتی تعاون

پاکستان شنگھائی تعاون تنظیم کے پلیٹ فارم پر سفارتی مکالمے باہمی تعاون اور ثقافتی تبادلے کو فروغ دیتا ہے جو علاقائی ہم آہنگی اور اعتماد سازی کے اقدامات میں معاون ثابت ہوتا ہے۔ پاکستان شنگھائی تعاون تنظیم کے سربراہی اجلاسوں اور ورکنگ گروپس میں فعال شرکت کرتا ہے اور وہ کثیر الجہتی علاقائی تعاون پر زور

دیتا ہے۔پاکستان رکن ممالک خصوصا بھارت اور چین کے درمیان مکالمے اور پرامن تنازعات کے حل کو فروخت دینے کے لیے آواز بلند کرتا رہا ہے۔

ثقافتی تبادلہ

پاکستان شنگھائی تعاون تنظیم کے ثقافتی پروگراموں میں حصہ لیتا ہے جو عوامی رابطے سیاحت اور ثقافتی ورثے کے تبادلے کو فروخت دیتے ہیں۔ شنگھائی تعاون تنظیم میں پاکستان کا کردار اس کی علاقائی تعاون کے لیے وابستگی کو اجاگر کرتا ہے جو کہ یوروایشیا میں تنظیم کے استحکام، رکن ممالک میں روابط اور اجتماعی ترقی کے اہداف میں اس کے تعاون کا ثبوت ہے۔پاکستان شرکت کے ذریعے اپنی سفارتی تعلقات کو بڑھانا چاہتا ہے اور اپنی پالیسیوں کو رکن ممالک کے مشترکہ اہداف امن، ترقی، اور تعاون سے ہم آہنگ کرنے کی کوشش کر رہا ہے

اکتوبر ۲۰۲۴ء میں شنگھائی تعاون تنظیم کی وزرائے اعظم کی کونسل کا تئیسواں اجلاس اسلام آباد میں منعقد ہوا۔اس اجلاس کی صدارت پاکستان کے وزیراعظم محمد شہباز شریف نے کی۔اس سربراہی اجلاس میں اقتصادی و تجارتی تعاون ماحولیاتی اقدامات، اور سماجی و ثقافتی روابط پر توجہ مرکوز کی گئی۔

پاکستان اور برکس (BRICS) Brizil, Russia, India, China and South Africa

برازیل روس بھارت چین اور جنوبی افریقہ کا ایک اہم ابھرتا ہوا اقتصادی اور سیاسی بلاک برکس کہلاتا ہے۔پاکستان برکس کا رکن نہیں ہے لیکن اس نے اس گروپ کے ساتھ روابط قائم کرنے میں دلچسپی ظاہر کی ہے کیونکہ یہ گروپ عالمی سطح پر تیزی سے اہمیت حاصل کر رہا ہے۔پاکستان کا سٹریٹیجک محل وقوع، چین کے ساتھ مضبوط اور قریبی تعلقات، علاقائی روابط اور اقتصادی ترقی کی خواہش اسے اس گروپ کے ساتھ ایک ممکنہ شراکت دار کے طور پر پیش کرتے ہیں۔ تاہم اس کے لیے پاکستان کو برکس کے رکن ممالک کے ساتھ سفارتی تعلقات کو مزید فروغ دینا ہوگا اور اپنے اندرونی چیلنجز پر بھی قابو پانا ہوگا۔

عالمی مالیاتی اداروں کا ممالک کی ترقی پر اثر

عالمی مالیاتی ادارے مثال کے طور پر آئی ایم ایف (I M F) اور عالمی بینک مختلف ممالک کی اقتصادی ترقی میں کلیدی کردار ادا کرتے ہیں، خاص طور پر مالی امداد، پالیسی مشورے اور تکنیکی مہارت فراہم کر کے تاکہ میکرو اکنامک چیلنجز سے نمٹا جا سکے۔ان اداروں کا مقصد معیشتوں کو مستحکم کرنا، پائیدار ترقی کو فروغ دینا، غربت کو کم کرنا، اور اقتصادی تعاون کو بڑھانا ہے۔

آئی ایم ایف (International Monetary Fund) کا کردار

۱۔ مالی معاونت

آئی ایم ایف ان ممالک کو مالی مدد فراہم کرتا ہے جو ادائیگیوں کے توازن کے مسائل کا سامنا کر رہے ہوتے ہیں، تاکہ وہ اپنی معیشت کو مستحکم کر سکیں۔ یہ پروگرامز ممالک کو اقتصادی استحکام کی بحالی، مارکیٹ کے اعتماد کو دوبارہ حاصل کرنے، اور پائیدار ترقی کے لیے بنیاد فراہم کرنے میں مدد دیتے ہیں۔

۲۔ پالیسی مشورے اور معاونت

آئی ایم ایف اپنے رکن ممالک کو اقتصادی نظم و نسق، مالیاتی پالیسیوں، مانیٹری پالیسیوں، اور ساختی اصلاحات پر مشورے فراہم کرتا ہے۔ یہ ادارہ تکنیکی معاونت اور تربیت بھی فراہم کرتا ہے تاکہ ممالک اپنی ادارہ جاتی صلاحیت کو مضبوط بنا سکیں اور مؤثر اقتصادی پالیسیاں نافذ کر سکیں۔

۳۔ نگرانی

آئی ایم ایف عالمی اقتصادی رجحانات کی نگرانی کے ذریعے جائزہ لیتا ہے اور رکن ممالک کی اقتصادی اور مالیاتی پالیسیوں کا تجزیہ کرتا ہے۔ یہ نگرانی خطرات اور کمزوریوں کی نشاندہی کرتی ہے اور بروقت انتباہی سگنلز فراہم کرتی ہے تاکہ ممکنہ اقتصادی بحرانوں سے بچا جا سکے۔

پاکستان کی مدد کے لیے آئی ایم ایف کی کوششیں

پاکستان کو کئی بڑے اقتصادی چیلنجز کا سامنا ہے، جن میں بھاری مالی خسارہ، بلند مہنگائی، ادائیگیوں کے توازن کا بحران، اور بھاری قرضوں کا بوجھ شامل ہیں۔ ان مسائل کو کچھ خامیاں مزید پیچیدہ بنا دیتی ہیں، جیسے ٹیکس چوری، کم ٹیکس وصولی، غیر مؤثر سرکاری ادارے، کرپشن، اور توانائی کے شعبے کی کمزوریاں۔

پاکستان میں آئی ایم ایف کے پروگرامز

آئی ایم ایف نے پاکستان کے ساتھ کئی مالیاتی امدادی پروگرامز کے ذریعے کام کیا ہے تاکہ معیشت کو مستحکم کیا جا سکے اور اصلاحات کو فروغ دیا جا سکے۔ پاکستان نے ۱۱ جولائی ۱۹۵۰ کو آئی ایم ایف میں بطور رکن شمولیت اختیار کی، جب کہ وہ ۱۹۴۷ میں اپنے قیام کے بعد سے ہی مالیاتی مسائل کا شکار تھا۔ ۱۹۵۸ میں، پاکستان پہلی بار مالی بحران سے نکلنے کے لیے آئی ایم ایف کے پاس گیا۔

پاکستان پر آئی ایم ایف امداد کے اثرات

مثبت اثرات

۱۔ معاشی استحکام: آئی ایم ایف کے امداد نے پاکستان کی معیشت کو مستحکم کیا مارکیٹ کا اعتماد بحال کیا اور ادائیگیوں کے توازن کے ممکنہ بحران کو روکنے میں مدد دی۔

۲۔ اصلاحات کا نفاذ: آئی ایم ایف کے پروگرام نے پاکستان میں خاص طور پر مالیاتی نظم و نسق اور توانائی کے شعبے میں اہم اقتصادی اصلاحات کی راہ ہموار کی۔

۳۔ اداروں کی مضبوطی: آئی ایم ایف کی تکنیکی معاونت اور پالیسی مشوروں نے پاکستان کے اقتصادی اداروں اور طرز حکمرانی کو ترقی دینے میں مدد دی۔

۴۔ مالی معاونت اور قرضے: یہ ادارے ضرورت مند ممالک کو اہم مالی وسائل فراہم کرتے ہیں جن سے وہ انفراسٹرکچر صحت تعلیم اور دیگر اہم شعبوں میں سرمایہ کاری کر سکتے ہیں۔

۵۔ پالیسی رہنمائی: یہ ادارے پائیدار معاشی ترقی کو فروغ دینے کے لیے تکنیکی اور پالیسی مشورے فراہم کرتے ہیں۔

۶۔ صلاحیت سازی: یہ ادارے مقامی حکام کو تربیت دے کر اور مختلف شعبوں میں مہارت قائم کر کے ادارہ جاتی صلاحیتوں کو بہتر بناتے ہیں۔

۷۔ قرض میں نرمی: یہ ادارے قرض میں ریلیف کے اقدامات کو ممکن بنا سکتے ہیں جن سے شدید مقروض ممالک کو اپنے قرضوں کا بوجھ کم کرنے میں مدد ملتی ہے۔

منفی اثرات

۱۔ کفایت شعاری کے اقدامات: آئی ایم ایف کے پروگرام بعض اوقات کفایت شعاری کی سخت پالیسیاں نافذ کرتے ہیں، جو معاشرتی بے چینی اور سیاسی مسائل کا باعث بن سکتی ہیں۔

۲۔ قرض کی پائیداری: آئی ایم ایف سے مسلسل قرض لینے سے ملک کے بیرونی قرضے کی زیادتی اور اس کی طویل مدتی پائیداری پر خدشات پیدا ہوتے ہیں۔

۳۔ عمل درآمد کے خطرات: آئی ایم ایف پروگرام کی کامیابی موثر اصلاحات کے نفاذ پر منحصر ہے جو سیاسی عدم استحکام اور انتظامی نااہلی کی وجہ سے متاثر ہو سکتا ہے۔

۴۔ خود مختاری کا نقصان: عالمی مالیاتی اداروں کا اثر بعض اوقات قومی خود مختاری کے زیاں کے طور پر دیکھا جاتا ہے کیونکہ ممالک کو بیرونی طور پر نافذ کردہ پالیسیوں کی پابندی کرنی پڑتی ہے۔

۵۔ عدم مساوات: ناقدین کا کہنا ہے کہ ان اداروں کی پالیسیوں سے اکثر معاشرتی عدم مساوات میں اضافہ ہوتا ہے، جس سے امیر طبقہ فائدہ اٹھاتا ہے جبکہ غریب طبقہ متاثر ہوتا ہے۔

لہٰذا عالمی مالیاتی ادارے جیسے کہ آئی ایم ایف معاشی مسائل سے دوچار ممالک کی اقتصادی ترقی میں مدد کے لیے اہم کردار ادا کرتے ہیں۔ پاکستان نے اپنی معاشی بحران سے نمٹنے، معیشت کو مستحکم کرنے، اور بنیادی ساختی اصلاحات کو فروغ دینے کے لیے آئی ایم ایف کی مالی امداد اور پالیسی رہنمائی پر بہت انحصار کیا ہے۔ تاہم ان کوششوں کی کامیابی کا انحصار اس بات پر ہے کہ ملک ان پالیسیوں کو کس حد تک مؤثر طور پر نافذ اور برقرار رکھ سکتا ہے۔ عالمی مالیاتی ادارے، جیسے ورلڈ بینک اور آئی ایم ایف، خاص طور پر مالی مشکلات سے دوچار ممالک کی معاشی ترقی کی تشکیل میں نمایاں کردار ادا کرتے ہیں اور ان کا اثر کئی حوالوں سے محسوس کیا جا سکتا ہے۔

مشقی سوالات

درج ذیل کثیر الانتخابی سوالات میں سے درست جواب کی نشان دہی کریں۔

۱۔ اقوام متحدہ کی جنرل اسمبلی نے انسانی حقوق کا عالمی منشور کب منظور کیا؟

(الف) ۱۰ دسمبر ۱۹۴۶ (ب) ۱۰ دسمبر ۱۹۴۷

(ج) ۱۰ دسمبر ۱۹۴۸ (د) ۱۰ دسمبر ۱۹۴۹

۲۔ (RCD) علاقائی تعاون برائے ترقی کی تنظیم کب قائم ہوئی؟

(الف) ۱۹۶۴ (ب) ۱۹۶۵

(ج) ۱۹۶۶ (د) ۱۹۶۷

۳۔ آئی ایم ایف ایک عالمی مالیاتی ادارہ ہے جو ممالک کی کس میں مدد کرتا ہے؟

(الف) قدرتی آفات کا انتظام (ب) معاشی ترقی

(ج) کھیلوں (د) علاقائی استحکام

۴۔ یونیسکو ایک ایسی تنظیم ہے جو کام کرتی ہے:

(الف) ماحولیاتی تبدیلی (ب) زرعی ترقی

(ج) تعلیم اور سائنس (د) بچوں کی صحت

۵۔ پاکستان نے آئی ایم ایف میں کب شمولیت اختیار کی؟

(الف) ۱۹۴۷ (ب) ۱۹۴۸

(ج) ۱۹۴۹ (د) ۱۹۵۰

۶۔ یورپی یونین ایک بین الاقوامی تنظیم ہے جس میں شامل ہیں:

(الف) افریقی ممالک (ب) مغربی ممالک

(ج) مشرقی ممالک (د) یورپی ممالک

۷۔ معاشی استحکام حاصل ہوتا ہے:

(الف) تعلیم یافتہ شہریوں سے (ب) سیاسی استحکام سے

(ج) بدلتے ہوئے سماجی اصولوں سے (د) بااثر قیادت سے

۸۔ اقوام متحدہ کا بنیادی مقصد کیا ہے؟

(الف) بین الاقوامی امن وسلامتی کو برقرار رکھنا (ب) مشکل میں مبتلا ممالک کی مدد کرنا

(ج) انسانی تشدد کو روکنا (د) قدرتی آفات میں ریاستوں کی مدد کرنا

۹۔ سال ۲۰۲۴ میں، پاکستان ______ بار آئی ایم ایف سے بیل آؤٹ پیکیج حاصل کرے گا:

(الف) ۲۱ویں بار (ب) ۲۲ویں بار

(ج) ۲۳ویں بار (د) ۲۵ویں بار

۱۰۔ اقوام متحدہ کے بنیادی اداروں کی تعداد کتنی ہے؟

(الف) ۳ (ب) ۴

(ج) ۵ (د) ۶

سوال نمبر ۲: مندرجہ ذیل سوالات کے مختصر جواب دیں۔

۱۔ .OHCHR کا مطلب کیا ہے؟

۲۔ بین الاقوامی معاہدہ برائے شہری وسیاسی حقوق کے فرائض کیا ہیں؟

۳۔ ECO میں پاکستان کا کردار کیا ہے؟

۴۔ IMF بیل آؤٹ پیکیج پاکستان کے لیے کیوں ضروری ہے؟

۵۔ CASA-1000 منصوبے کا مقصد کیا ہے؟

۶۔ ECO کے بنیادی مقاصد کیا ہیں؟

۷۔ پاکستان معاشی مدد کے لیے عالمی مالیاتی فنڈ پر انحصار کیوں کرتا ہے؟۔

سوال نمبر ۳: مندرجہ ذیل سوالات کے جواب تفصیل سے دیں۔

۱۔ عالمی مالیاتی ادارے کسی ملک کی معیشت پر کیسے اثرانداز ہوتے ہیں؟ مثال کے ساتھ وضاحت کریں۔

۲۔ شنگھائی تعاون تنظیم پر تفصیلی نوٹ لکھیں۔

۳۔ اقوام متحدہ کشمیر اور فلسطین کے مسائل حل کیوں نہیں کرتا؟ مثالوں کے ساتھ وضاحت کریں۔

۴۔ افغان مسئلے میں اقوام متحدہ کا کردار بیان کریں۔

۵۔ OIC مسلم دنیا کے لیے کیوں اہم ہے؟ وضاحت کریں۔

تعلیمی سرگرمیاں

1. طلبہ اقوام متحدہ کی تاریخ کے بارے میں ایک منٹ کی تقریر تیار کریں

2۔ بین الاقوامی تنظیموں پر جماعت میں بحث کا اہتمام کریں

پروجیکٹ:

کلاس کو گروپوں میں تقسیم کریں اور ان کو درج ذیل کام تفویض کریں

۱۔ OIC کی اہمیت

۲۔ پاکستان کے لیے کشمیر کی اہمیت

۳۔ "کیا چین-پاکستان اقتصادی راہداری پاکستان کی معیشت کے لیے ایک گیم چینجر ہے؟

دونوں گروپوں کے درمیان ایک بحث کی سرگرمی منعقد کریں۔

فرہنگ:

انضمام: دو یا زیادہ چیزوں کو مؤثر طریقے سے یکجا کرنے کا عمل کا نام

تنازع زدہ: ایسی جگہ جہاں پر باہم جھگڑے اور اختلاف ہوں

گشت: تحفظ کے لیے چکر لگانا

خصوصی ایلچی: حکومت کی نمائندگی کرنے والا جو زبانی یا تحریری پیغام لے کر جائے

کلیدی: اہم یا بنیادی حیثیت رکھنے والا

ثالثی: دو افراد یا گروہوں میں صلح کروانے کے لیے تیسرے فرد یا گروہ کا کردار ادا کرنا

استاد کی مدد سے، اس باب میں شامل وہ الفاظ جو آپ کو مشکل لگتے ہیں ان کی فہرست بنائیں اور معنی لکھیں۔	